اَلْجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ
جمعہ تو واجب ہے
لَاکِنَّ المنافقین لَکَاذِبُون
لیکن منافق یقیناً جھوٹے ہیں
الفقیہ الحکیم السیّد محمد احسن زیدی مجتھد
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ

لَاكِنَّ

المنافقين

لَكَاذِبُون

جمعہ تو واجب ہے
لیکن منافق یقیناً جھوٹے ہیں

احسن زیدی

نام کتاب : اَلجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ

مصنف : ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس،
الفقیہ الحکیم السیّد محمد احسن زیدی مجتہد

ناشر : السیّد ناصر حسین نقوی

طبع دوم : جنوری 1998

طبع سوم : جنوری 2011

تعداد : 500

قیمت : روپے

''پیش لفظ''

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:۔''**اصول کو ضائع کر کے فروع کو مقدم جاننا زوال کی دلیل ہے۔**''

حضرت بہلولؒ دانا اس حکمت کی عملی وضاحت کچھ اس طرح فرماتے ہیں کہ:۔

وہب بن عمرو (بہلول دانا)، شیخ جنید بغدادی سے سوالات کرتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ ''لوگوں کو تم روحانی تعلیم دیتے ہو اور خلق خدا کے مرشد بنے پھرتے ہو۔ کیا تمہیں کھانے کا طریقہ معلوم ہے؟ شیخ نے جواب دیا ''میں بسم اللہ پڑھ کر شروع کرتا ہوں۔ اپنے سامنے سے کھاتا ہوں۔ چھوٹے چھوٹے لقمے لیتا ہوں۔ آہستگی سے چباتا ہوں۔ کھانے میں شریک لوگوں کے نوالے نہیں گنتا۔ کھانا کھاتے ہوئے اللہ کی حمد کرتا ہوں اور کھانا شروع کرنے سے پہلے اور ختم کرنے کے بعد اپنے ہاتھ دھوتا ہوں۔ بہلول نے کہا ''تمہیں تو ابھی تک کھانا کھانا بھی نہیں آتا۔ غور سے سنو! تم نے جو کچھ بیان کیا وہ کھانا کھانے کے آداب تھے۔ وہ سب فروعات ہیں۔ جب کہ **اصول کی حیثیت مسلّم ہے**۔ تو کھانا کھانے کی اصل یہ ہے کہ جو کچھ کھایا جائے وہ حلال اور جائز ہو۔ اگر حرام غذا کو ایک ہزار آداب کے ساتھ بھی کھایا جائے تو وہ بے فائدہ ہے اور دل کی تاریکی کا سبب بنتا ہے۔''

قیامِ نماز جمعہ و جماعت پر نام نہاد علماء، علم و تفکر سے خالی، بلا مقصد عبادت کرنے اور کرانے والوں کا عمل درآمد بھی کچھ اسی طرح کا ہے۔ معصوم و عادل امامؑ کا حق غصب کیا جا رہا ہے۔ حقِ امامؑ عین اصول ہے لیکن اپنا شخصی، قومی و طاغوتی اقتدار قائم رکھنے کیلئے ضرورت امامؑ کو ختم کر کے فروعات کو مقدم جانا جا رہا ہے۔ یعنی شجر اسلام کی جڑیں کاٹ کر پتوں پر پانی چھڑکنے کو خدمت اسلام قرار دیا جا رہا ہے۔ جس کے نتائج تمام اہل عقل کے سامنے ہیں۔

ہر حکم، ہر عبادت اور ہر عقیدہ کا مخصوص اور متعین مقصد ہوتا ہے۔ جمعہ کے دن اسی با جماعت واجب اور فرض نماز کی علت علل الشرائع سے ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

''ان ہی میں سے یہ بات بھی ہے کہ جمعہ عید ہے اور عید کی نماز میں دو رکعتیں ہوتی ہیں اور اور اس کے خطبوں کی وجہ سے قصر (تقصیر) نہیں کی جاتی۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ خطبے کیوں مقرر ہوتے ہیں تو بتایا جائے گا کہ جمعہ اجتماع عام کیلئے ہے چنانچہ ارادہ یہ کیا گیا ہے کہ **یہ اجتماع عام امام زمانہ علیہ السلام کے لئے ذریعہ بن جائے** کہ وہ اس اجتماع عام کو وعظ کریں۔ اطاعت کی عام ہدایات و ترغیبات کر دیں۔ نافرمانیوں سے باز رکھنے کا اہتمام کریں اور ان کی حرکت و سکون، گفتار و خاموشی اور جدوجہد کو ان کے دین کے مطابق بنا کر نتیجہ خیز کر دیں۔ آنے والی یا گذرنے والی تمام آفات و حوادث سے مطلع رکھ کر اُنہیں متعلقہ نفع سے مالا مال اور مضرتوں سے محفوظ رکھیں اور اسلئے کہ نمازوں کے سلسلہ میں یہ نماز بلند چٹان کی طرح اپنی طرف

راہنمائی کرتی رہے۔امامؑ زمانہ (علیہ السلام) کے علاوہ باقی روزانہ کی امامت کرانے والوں میں سے یہ کام کوئی نہیں کرسکتا۔''

''الجمعة واجبة'' کے مصنف ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس، **الفقیہ الحکیم** سید محمد احسن زیدی مجتہد کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ یہ عنوان بھی ان کی سینکڑوں تحقیقات کا حصہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا طرزِ تحقیق اور افہام وتفہیم کا طریقہ معصومین علیہم السلام کی اتباع سے ہرگز تجاوز نہیں کرتا۔ ڈاکٹر صاحب نے آیات جمعہ کے ایک ایک لفظ کی قرآن وحدیث کی روشنی میں تفسیر بیان کی ہے اور واضح کیا ہے کہ کس طرح مترجمین ومفسرین نے آیات جمعہ کے الفاظ کا رخ موڑتے موڑتے قوم کو مقصدِ نماز جمعہ سے بے بہرہ کردیا ہے۔ پھر وجوب جمعہ کی احادیث کا ان ہی کی اپنی ایجاد کردہ زبان، مسلمات اور گھریلو قوانین سے ردوابطال کرکے انہیں آئینہ دکھایا ہے۔ حقائق کو سامنے لانے کیلئے ڈاکٹر صاحب نے آیات و احادیث کے انبار لگادئے ہیں اور آخری چند صفحات میں اپنا موقف بیان کیا ہے۔

یہ مضمون مولانا ایس ایس حسین صاحب کے استفسار واصرار پر 25 دسمبر 1965 کو قسط وار شروع کیا گیا تھا اور دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ 6 ستمبر 1966 کو ختم کردیا گیا تھا۔ افادۂ عام کی غرض سے اس مضمون کو قسط وار شائع کیا گیا تھا۔ اب ان تمام شائع شدہ اقساط کو جمع کرکے قارئین کی سہولت کیلئے دوبارہ کتابی شکل دیدی گئی ہے۔ کتاب ہذا میں قرآن کریم کی آیات واحادیثِ معصومینؑ حوالہ کے طور پر درج کی گئی ہیں۔ کوئی بھی مسلمان ان میں کمی بیشی کا ارتکاب کرنے کا سوچ ہی نہیں سکتا اسلئے ہر ممکن کوشش کئی گئی کہ کتاب غلطیوں سے پاک رہے۔ پھر بھی انسانی ومشینی غلطی کا امکان باقی رہتا ہے غلطی کی صورت میں ہم قارئین سے پیشگی معذرت چاہتے ہیں۔ اسلئے قارئین ان حوالہ جات کو اپنے اصل مقام پر ملاحظہ فرمائیں اور کوتاہی کے بارے میں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کو دور کیا جاسکے ہم قارئین کے تہہ دل سے شکرگذار رہیں گے۔

قرآن مجید کی آیات کے حوالہ میں سورۃ کا نمبر اوپر اور آیت کا نمبر نیچے رکھا گیا ہے مثلاً 18/16 میں 18 سورۃ کا نمبر یعنی سورۃ الکھف اور 16 آیت کا نمبر ہے۔ متعلقہ آیت کا حوالہ نہ ملنے پر ایک دو آیت آگے یا پیچھے دیکھ لیں اسلئے کہ بعض مترجمین نے قرآن مجید کے نسخوں میں آیات کے نمبر آگے پیچھے کردئے ہیں۔ نہج البلاغہ، اصول وفروع کافی، الاستبصار، من لا یحضرہ الفقیہ، علل الشرایع، احسن الفوائد وغیرہ کے حوالہ جات ملاحظہ کرنے کیلئے ایک بات خاص طور پر ملحوظِ خاطر رہے کہ مضمون ہذا 1966 میں لکھا گیا اسلئے تمام حوالہ جات کیلئے اوائل کے ایڈیشن ملاحظہ فرمائے جائیں۔ کیونکہ بعد میں آنے والے ایڈیشنوں میں صفحات کی تبدیلی کی وجہ سے حوالہ جات تلاش کرنے میں دقت ہوسکتی ہے۔

قارئین سے آخر میں گذارش ہے یہ بہت ہی اہم بحث ہے۔ اس میں پوری توجہ اور صورت حال پر نظر رکھنا لازم وواجب ہے۔

والسلام ناصر حسین نقوی

﴿ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴾

نماز جمعہ پر بحث کا پسِ منظر

(1) نمازِ جمعہ کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ چنانچہ مولوی السید محمد صاحب قبلہ نے جناب ھبۃ الدین (رح) کے رسالہ کا ترجمہ شائع کیا تھا اور جناب مولانا محمد حسین صاحب مجتہد پرنسپل محمدیہ مدرسہ سرگودھا نے نہایت شرح وبسط کے ساتھ، اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے جو دُرِ نجف میں اور پھر 1964ء کی جنتری میں سرگودھا سے شائع کیا جا چکا ہے۔ اور پھر پمفلٹ کی صورت میں کراچی اور راولپنڈی سے شائع کیا گیا ہے۔ اگر حکم دیں تو یہ سب رسائل آپکی خدمت میں ارسال کر دوں۔ اِدھر اُن مضامین کی تنقیص و تردید میں پندرہ روزہ صحیفہ ارشاد کراچی نے ایک بحث شائع کی تھی جو ایک نہایت مؤقر طالب علم نے نجف اشرف سے ارسال کی تھی۔ یہ سب کچھ لکھ کر میں نے یہ کہنا چاہا ہے کہ آپکے سوال کے دونوں پہلوؤں پر مجتہدانہ بحثیں اور اُنکے نتائج پہلے سے مُرتب و مدوّن موجود ہیں۔ اور مجھے یقین نہیں آتا کہ آپ نے یہ بحثیں نہ پڑھی ہوں۔ اسکے بعد میں یہ نہیں سمجھتا کہ پھر آپ اور کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپ میری ذاتی تحقیق چاہتے ہیں تو یہ دوسری بات ہے اور ظاہر ہے کہ میں بھی ایک انسان ہوں۔ میرے لئے بھی قرآن کریم واحادیث وعقل ہی راہنما ہیں۔ میں بھی مسئلہ کے کسی نہ کسی ایک ہی نتیجہ پر پہنچوں گا اور اُس نتیجہ کو اسطرح فرض کیا جا سکتا ہے کہ اگر اُدھر نہیں ہوں گا تو اِدھر رہوں گا۔ دونوں طرف نہ رہوں تو بیچ میں ہوں گا۔ اگر یہ بھی نہیں تو سرے سے منکر ہوں گا۔ دیکھنا یہ ہے اور یہی مفید مطلب ہے کہ پھر آپ کیا کریں گے؟۔ اس سوال کا جواب مجھے پہلے درکار ہے۔ شاید یہ جواب مجھ ایسے سُست قدم میں تیزی پیدا کر دے۔ اور میں بھی اس پٹی ہوئی اور فرسودہ بحث کو از سرِ نو زندہ کرنے کی ہمت کرلوں۔

(2) ہر محقق کے لئے کچھ سامان ایسا ہوتا ہے کہ جسے بنیاد بنا کر وہ دوسری چیزوں کو پرکھتا ہے۔ اگر یہ بنیاد ہی غلط ہو تو ساری تعمیر کا غلط ہو جانا لازم ہے۔ چنانچہ ہمارے علماءِ مجتہدین اسی قرآن اور ان ہی احادیث سے مسائل اخذ کرتے ہیں۔ ایسا کرنے میں وہ سب ہر دفعہ ایک ہی نتیجہ پر نہیں پہنچتے۔ ان کے فیصلوں اور نتائج میں اختلاف بھی ہوتا ہے۔ اختلاف کا سبب وہ مبادیات یا بنیادیں بنتی ہیں جن کو تحقیق کا ذریعہ بنایا تھا۔ اصول مرتب کرنے میں غلطیاں ہو جانا ممکن ہے۔ چنانچہ غلطیاں ہوتی ہیں۔ اگر غلطی کا علم ہو جائے تو اصلاح کرنے میں، ایک دیانتدار فرد تکلف نہ کریگا۔ لیکن اگر اُسے معلوم ہی نہ ہونے پائے تو بظاہر اُس کی کوئی خطا معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ سمجھوتہ کرلیا گیا کہ اگر مجتہد سے خطا ہو جائے تو بھی اُسے دیانتدارانہ محنت کا آدھا یا کچھ ثواب ضرور ملتا ہے۔ بہر حال اس بات پر اتفاق کرلیا گیا کہ اس طرح کے خطا کار مجتہد کو عذاب نہ ہوگا۔ مگر ہم اس سمجھوتہ سے متفق نہیں ہیں۔ اوّل اس لئے کہ اس پر ہماری عقل مطمئن نہیں۔ دوم اسلئے کہ ہمارے ایسے علمائے کرام گذرتے رہے ہیں جو

اجتہاد میں غلطی پر مجتہد کے ماخوذ ہونے کے قائل تھے۔ہم بھی کہتے ہیں کہ مجتہد کو اجتہادی غلطی پر سزا ملنا چاہئے۔

اوّل اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ وہ معصوم نہیں ہے۔اس سے ہر وقت اور ہر حال میں غلطی ممکن ہے اور اسے تجربہ ہے کہ زندگی بھر غلطیاں اس کا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ پھر اُس نے اس علم و تجربہ کے بعد ایسے معاملہ میں ہاتھ ڈالا جو صرف اُس کی ذات تک محدود نہ تھا بلکہ اُمت نے اُس کی تقلید کرنا تھی۔ وہ جانتا تھا کہ میری ہر غلطی آگے بڑھے گی اور لاتعداد انسانوں سے غلط عمل کرائے گی۔ **اس لئے اُس مجتہد پر اُسی قدر بتانا لازم تھا جو قولِ معصومؑ کی حد تک محدود ہو**۔اس خطرے نے مجتہدین کو ہمیشہ تنبیہ کی۔ چنانچہ آپ کو ہر مسئلہ یا جواب کے بعد یہ لکھا ہوا ملے گا کہ ''**واللّٰہ اعلم بالصواب**'' یعنی صحیح بات کو اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔ یہ ایک ایسا جملہ ہے جسے کافر بھی تسلیم کرتا ہے۔اس جملہ کو لکھنے سے مجتہد کا منشا یہ نہیں ہوتا کہ میں تمہیں اس حقیقت کی اطلاع دے رہا ہوں کہ اللہ صحیح بات کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ بلکہ اُس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں صحیح بات کو سب سے زیادہ جاننے یا بتانے کا دعویٰ نہیں کرتا جو میں نے سمجھا وہ کہہ دیا۔ یوں مُفتی نے اپنے لئے ایک عذر پیدا کیا ہے پھر یہ کہ:۔

نمبر1۔ ''**احتیاط اس میں ہے۔**'' اور یہ کہ نمبر2۔ ''**احوط یہ ہے۔**'' کی قسم کے جملے اسی مفہوم کی وضاحت کیلئے لکھے جاتے ہیں تاکہ مفتی یا مجتہد کو خطا کاری سے منسوب نہ کیا جا سکے۔ہم کہا کرتے ہیں کہ **اگر عوام پر مجتہد کی تقلید واجب ہے اور بلا تقلید عوام کے تمام اعمال باطل ہو جاتے ہیں تو پھر مجتہد پر سو فیصد صحیح اور ہر تردّد و وہم سے منزّہ غلطی سے محفوظ فتویٰ دینا بھی اسی طرح واجب ہے جس طرح ان فتاویٰ پر عمل کرنا اور تقلید واجب ہے**۔اس لازمی شرط کے ساتھ ہمیں اس نتیجہ پر پہنچنا چاہئے کہ فتویٰ بازی کی بجائے کوئی اور بازی اختیار کریں اور دین کی حجامت کرنے کے بجائے کوئی باوقار روزگار اختیار کریں۔ جو سَر معصومین علیہم السلام کے بیانات سے معصوم نتیجہ اخذ نہیں کرسکتا اور جو قلم بے باکانہ حق کو پیش نہیں کرسکتا نہ اس سَر میں فتویٰ کی فکر ہضم ہوسکتی ہے۔ نہ وہ قلم دینی نمائندگی کرسکتا ہے۔

(3) سیدزادی کے غیر سید سے نکاح کے سلسلہ میں ہم نے ماہنامہ فخر النساء میں یہ بتانا چاہا ہے کہ ہمارے بزرگ ترین علماء کا قائم کردہ نظام اجتہاد آج ڈھیلا پڑ گیا ہے۔ چند ایسی چیزیں بھی لکھی تھیں جو سب سے پہلے ہم نے لکھی ہیں۔ مثلاً تقلید چھوڑنے سے پہلے پرانے اور نئے مُقلَّد کو وجہ بتانا پڑے گی وغیرہ۔اس کے علاوہ ہر مجتہد کو یہ اطلاع ہونا چاہئے کہ اُمت میں سے کون کون افراد اُس کی تقلید کر رہے ہیں وغیرہ۔

اگر آپ آج ان شرائط کے متعلق سوال کریں گے تو بلا تکلف ہر شرط کا انکار کر دیا جائے گا۔اس لئے کہ گیارہ سو سال میں ہماری قوم نہ معلوم کن کن انقلابات سے گذری ہے۔ یہ تذکرہ یہاں اس لئے کیا گیا ہے کہ مَیں یہ یاد دلاؤں کہ موجودہ ڈھیلے نظام اجتہاد کے ساتھ مَیں ڈھیلا نہیں پڑ گیا ہوں۔ ہماری یہ مجبوری تھی کہ ہم اُسی قوم میں پیدا ہوئے۔ پیدا ہونا میرے ہاتھ میں نہ تھا۔ اُسی انبار کو پڑھ کر علوم کی اسناد لینا پڑیں کہ اُس سے فرار کی راہ نہ تھی۔ مگر اس مجبوری کے باوجود ہمیں اس سے کوئی روک نہ سکا

کہ ہم اپنی عقل سے آزادانہ سوچیں، ہر ہر پہلو پر غور کریں اور اس طرح اپنی ذہنی تربیت کریں۔

(4) میں نہ یوں سوال بازی کا قائل ہوں اور نہ فوراً جوابات دینے کا حامی ہوں۔ میں نے مذکورہ بالا مضمون میں سوالات، جوابات اور فتویٰ دینے کے طریقِ کار کو باندھ کر رکھ دیا ہے۔ میرے لئے لازم ہے کہ میں اپنے مخاطب یا سائل کی ضروریات، معلومات، علمی سطح اور اسکے فرائض و منصب سے آگاہ ہوں۔ یہ کیوں؟ یہ اسلئے کہ ہم سے فرمایا گیا تھا کہ:۔ ''**لوگوں سے اُنکے عقلی مقام کوملحوظ رکھ کر بات کیا کرو**۔'' ہم نے اس معصومؑ فرمان کو رٹنا نہ تھا بلکہ اسکی عملی تنفیذ کے مواقع تلاش کرنا تھے۔ لہٰذا گفتگو کا بُنیادی اصول جسے کسی صورت اور کسی مقدار میں نظر انداز کر دینا مہلک ہے، **عقلی معیار ہے**۔ اور ہم دونوں جانتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے عقلی معیار سے ایک یا دو مضامین پڑھ کر واقف نہیں ہو سکتے۔ گو نصاب ایک ہی ہوتا ہے۔ مگر نصاب کے تمام منتہی علماً وفہماً ایک جیسے اور یکساں نہیں ہوتے۔ مجتہدین حضرات بھی اس حقیقت سے مستثنٰی نہیں ہو سکتے۔ اُدھر دین کے تمام مسائل عملی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہر آیت اور ہر حدیث کسی عقدہ (Problem) کا حل اپنے اندر رکھتی ہے۔ ایک ہی عُقدہ کیلئے مختلف عقول کو اُنکی عقل کی نسبت سے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں اور دیئے جانا بھی چاہئے تھا۔ البتہ کچھ آیات یا احادیث عمومیت (Generality) بھی رکھتی ہیں۔ پیٹینٹ نسخے بھی ضروری ہیں۔ لیکن وہ بیکار ہوجاتے ہیں اگر تشخّص و تعیّن ہو جائے۔ ہمارے علماء عام طور پر اس اصول کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو افہام و تفہیم کا دوسرا اصول ہے۔ دینی اختلاف کا سب سے بڑا یا سبب الاسباب عقل و محل کو نظر انداز کر دینا ہے۔ آپ یہ تاثر نہ لیں اور نہ ہمارا یہ منشاء ہے کہ آپ کو ٹرخا دیا جائے۔ ہرگز ہرگز ہم سے یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک محقق کو اسکی تحقیق میں مدد دینے سے دل چُرایا جائے۔ ہم صرف اس قدر چاہتے ہیں اور یہ بالکل اصولی اور فطری ضرورت ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے افہام و تفہیم کے معیار سے قریب تر ہو جائیں۔ تاکہ ہم ایک دوسرے کی عقل کو مخاطب کر سکیں، ضرورت پر نظر ڈال سکیں تاکہ گفتگو برمحل، موزوں ومفید ہو۔ فرضی یا نظری گفتگو یا بحث بے معنی ہوتی ہے۔ بلکہ وقت ضائع کرتی ہے نہ مجرّد طور پر ایک سوال کافی ہے نہ ایک مجرّد جواب کافی ہوسکتا ہے۔ <u>میرے نزدیک نماز جمعہ ہی نہیں بلکہ پانچوں وقت کی واجب نمازیں جماعت سے پڑھنا واجب ہیں</u>۔ میں نے بچشم خود دیکھا ہے اور خصوصاً سرگودھا میں دیکھا ہے کہ نماز جمعہ کو نہایت اہتمام سے واجب ثابت کرنے والے علماء، دوفرلانگ پر قائم ہونے والی نماز جمعہ میں اکثر شامل نہ ہوتے تھے۔ سوائے اس کے کہ مولانا علی اکبر صاحب ہی موجود نہ ہوں۔ یعنی صرف بحث ومناظرہ کی حدود تک نماز جمعہ واجب تھی۔ عملاً اُن پر بلا کسی عذر کے بھی واجب نہ تھی۔ اور یہ بھی دیکھا ہے کہ جو نماز جمعہ کو واجب نہ مانتے تھے وہ عالم پابندی سے نماز جمعہ میں شرکت فرماتے تھے۔ جن کو اس نظری بحث میں بے دین، قرآن کو ضائع کرنے والے الغرض سب ہی کچھ کہا گیا ہے۔ اگر آپ ہم سے صبر، ضبط و جذب وشوق سے رابطہ قائم رکھیں گے تو ہم متعلقہ مسائل کو بالتفصیل آپ کی خدمت میں

پہنچاتے رہیں گے۔اور آج ہی یہ عرض کردیں کہ آپ انشاءاللہ کبھی ہمارے طرز بیان اور طریق استدلال پر شاکی ونالاں نہ ہوں گے۔اور ہم یہ جانتے ہوئے کہ اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے جملہ "**والله اعلم بالصواب**" برائے بیت وبرائت ہرگز نہ لکھیں گے۔ ہمارے افہام وتفہیم کا طریقہ معصومین علیھم السلام کی اتباع سے ہرگز تجاوز نہ کرے گا۔آپ خط وکتابت کے ذریعہ سے ہمیں اپنے مستحق ہونے کا ثبوت اسطرح دیں کہ جو کچھ اب تک لکھا گیا ہے۔اس پر آپ کو کیا اعتراض ہے؟ اور اگر اعتراض نہیں ہے تو کیوں نہیں ہے؟ پھر ہم بتائیں گے کہ دین کا کوئی مسئلہ انفرادی حیثیت سے معلوم ہونا یا معلوم کرنا دینی جذبہ (Spirit) کے خلاف ہے۔ **تمام مسائل ایک دوسرے سے مربوط ووابستہ ہیں۔اصول ہوں یا فروع یہ سب بیک وقت مجموعی حیثیت سے سامنے رکھ کر جواب دینا لازم ہے۔ پورے قرآن اور تمام احادیث کا لحاظ اور اُن میں ربط باقی نہ رکھا گیا تو ممکن ہے کہ مسئلہ کا جواب تو ہو جائے لیکن ہوسکتا ہے کہ دین اپنا سر پیٹتا رہ جائے** اور معصومین علیھم السلام ہمارے ایسے جواب سے شرمائیں۔اور بنی نوع انسان خسارہ سے دوچار ہو۔ان پابندیوں کو مدّنظر رکھ کر بات کرنا ہی بات کرنا کہلاتا ہے۔ورنہ گرمی محفل اور تلعب بالدین تو روزانہ ہی جاری ہے۔

(5) آپ کو اپنے چند عظیم ترین علماء کی فہرست ارسال کرتا ہوں اس پر غور فرمائیں

(الف) وہ چند علمائے شیعہ جو غیبت امامؑ میں نماز جمعہ کو حرام فرماتے ہیں۔

(i) حمزہ بن عبداللہ الملقب بہ سلاّر الدیلمی (جنہوں نے سب سے پہلے نماز جمعہ پڑھنے کو غیبت امام علیہ السلام میں حرام قرار دیا تھا)

(ii) مولانا جلیل قزوینی (iii) مولانا شیخ علی نقی (iv) مولانا محمد بن ادریس (v) مولانا حسن علی بن عبداللہ

(vi) مولانا عبداللہ بن الحجاج محمد تونی المشتہر بہ سراب (vii) مولانا اسماعیل ماژندرانی

(viii) مولانا قاضی نوراللہ شوستری یعنی شہیدِ ثالث (ix) مولانا شیخ سلیمان بن علی بن ابی طیبہ الشاخوری

(x) مولانا محقق خوانساری (xi) فہرست پیش کردہ جناب مولانا سلیمان بن عبداللہ (اُن سب پر ہمارا اسلام اور خدا کی رحمت ہو)

(ب) وہ چند علماء جو غیبت امامؑ میں نماز جمعہ کو واجب عینی قرار دیتے ہیں

(i) جملہ محدثین متقدمین (مثلاً محمد یعقوب کلینیؒ۔شیخ صدوقؒ) (ii) مولانا عبداللہ تُستری

(iii) مولانا محمد تقی مجلسی (iv) مولانا محمد بن علی کراجکی

(v) مولانا ابراہیم بن شیخ نورالدین علی (vi) مولانا سلیمان بن عبداللہ

(vii) مولانا سید ہاشم بحرانی (viii) مولانا محمد محسن کاشانی

(ix) مولانا شیخ حُرِّ عاملی (x) مولانا محمد باقر مجلسی (xi) محمد باقر بن محمد مومن سبزواری

(xii) مولانا زین الدین یعنی شہید ثانی (xiii) محمد ھادی۔(سب پر ہمارا اسلام ورحمة اللّٰہ)

نوٹ: اگر آج کے مجتہدین کو حجة اللّٰہ اور آیات اللّٰہ کہنا جائز ہے تو ہم عرض کرینگے کہ مذکورہ بالا علماء کرام واقعی آیات اللّٰہ اور حجج اللّٰہ تھے۔

(ج) آج اور آج سے دوسو سال قبل یعنی 1100ھ کے بعد سے علماء کی کثرت نے نماز جمعہ کو اختیاری قرار دیا ہے۔اور نماز جمعہ کے بعد نماز ظہر کا پڑھنا واجب مانا ہے (الا ماشاء اللہ) اِکّا دُکّا کوئی کوئی نماز جمعہ کے واجب ہونے اور نماز ظہر کو ترک کرنے کا فتویٰ دیتا رہا جو ہمیشہ نا قابل پذیرائی رہے۔اور قوم نے اس طرف التفات نہ کیا اور خود اُنہوں نے واجب کی تعمیل نہ کی۔

(قسط2) نماز جمعہ پر بحث کا آغاز

(6) گرامی نامہ باعث ہمت افزائی اور ذمہ داری ہوا۔راضی برضائے دوست کچھ لکھنا ہی پڑے گا۔اور جو کچھ لکھا جائے گا اس کی ذمہ داری بھی لینا ہی پڑے گی۔ یہاں تو زیادہ سے زیادہ یہ کہ چند روز کی ناگواریاں ہوں گی ۔لیکن خدا کے رُوبرو،معصومین علیھم السلام کے حضور میں سرخرو رہنے کی دُعا کرتے ہوئے اور حضرت حجۃ صلوٰۃ اللّٰہ سے تائید طلب کرتے ہوئے چند سطریں لکھتا ہوں۔اُمید ہے کہ آپ پوری توجہ سے میرا مفہوم اخذ فرمائیں گے اور الفاظ کو افہام و تفہیم کا ذریعہ سمجھ کر فراخدلی کا ثبوت دیں گے۔مولانا السید محمد صاحب کا مترجمہ رسالہ بہت جلد فراہم کر کے ارسال کر دوں گا۔

(7) میری اصولی گفتگو کا جواب آپ نے نہایت ہمت افزا دیا ہے۔اور اس پر اعتماد کر کے بات آگے بڑھاتا ہوں۔جیسا کہ جناب نے اُن مذکورہ مباحث اور کتب کو پڑھ چکنے کا اثبات میں جواب دیا ہے اور جو کچھ نماز جمعہ کے سلسلہ میں آپ کی نظر سے نہیں گذرا وہ بھی گذرتا رہے گا۔اور جو کچھ اب تک نہیں لکھا گیا وہ بھی علمائے زمانہ لکھتے رہیں گے۔اور جو کچھ میں لکھوں گا وہ بھی پبلک کے سامنے آجائیگا۔اور کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ اس کی بات یا تحریر پر دُنیا ہنسے،عقل ماتم کرے اور بنی نوع انسان کو نقصان پہنچے۔ان تمام احساسات کے ساتھ یہ بھی کہ میں علماءِ گذشتہ یا موجودہ کے وقار کو ملحوظ رکھنا لازم خیال کرتا ہوں۔میں قرآن کریم اور احادیث کا مقام مجروح نہیں ہونے دیا کرتا۔میں اپنے تصورات و بیانات سے ایک نیا مکتب فکر جاری کرنا حرام سمجھتا ہوں۔ جہاں کہیں آپ کو کچھ جدّت نظر آئے ، وہاں جدّت طرازی نہ سمجھیں بلکہ میرے طرز فکر اور زمانہ کی تبدیلیوں کو ملحوظ رکھیں ۔معصومؑ کے علاوہ اور کسی کی بات آخری بات نہیں ہوسکتی۔جب تک عقل انسانی ترقی پذیر ہے ہماری بات آخری فیصلہ نہیں بن سکتی۔ان چند چیزوں اور ان کی امثال کو نظر سے اوجھل نہ ہونے دیں گے تو میرا مفہوم سمجھنے میں غلطی کا کم از کم احتمال رہے گا۔ جو بات واضح نہ ہو اُس کی وضاحت کرا لینے سے پہلے کسی نتیجہ پر نہ پہنچیں۔آیئے اب نفس مسئلہ پر غور شروع کریں۔

(8) میری ارسال کردہ فہرست اور آپ کے علم میں نماز جمعہ کے متعلق تین اقوال ہیں۔اور تینوں کے قائلین نہایت عظیم المرتبت علماء ہیں۔میرے نزدیک یہ تینوں قول یا فیصلے اپنے اپنے مقام پر صحیح اور مبنی برحق ہیں۔سرسری طور پر یوں سمجھئے کہ:۔

(الف) اسلام کے نظام کو مجموعی حیثیت سے سامنے رکھ کر نماز جمعہ واجب یا فرض ہے۔جس کا عمداً ترک کر دینا کفر ہے۔نماز جمعہ جب واجب کی حیثیت سے پڑھی جائے گی تو نماز ظہر کا ترک کرنا واجب ہوگا۔

(ب) نماز جمعہ یا کوئی دوسری عبادت اگر مقاصد اسلام کو ضرر پہنچائے تو ضرر کی موجودگی کے یقین تک نماز جمعہ یا وہ عبادت حرام رہے گی۔اس کی خلاف ورزی بھی کفر رہے گی۔اس وقت نماز ظہر کا پڑھنا واجب ہوگا۔اور اگر خود نماز ظہر یا کوئی دوسری نماز مقاصد اسلامیہ کو ضرر پہنچائے تو اُسے ترک کرنا بھی واجب ہوگا۔خلاف ورزی کفر ہوگی۔

(ج) عبوری دَور میں یا ڈھیلے ماحول میں نماز جمعہ اور اس قسم کی تمام عبادتیں اختیاری اور مبنی بر مصلحت رہیں گی۔ایسے عالم میں ظہر واجب رہے گی۔اور خلاف ورزی پھر کفر ہوگی۔

(9) آپ کچھ سوچ رہے ہیں سوچنا بہت عمدہ بات ہے۔سوچنا سمجھنا بڑا ضروری ہے۔مگر نہ یہ سوچئے کہ مسئلہ بیان کرنے میں ہم کسی عالم یا علماء کی رعایت کریں گے۔اور نہ یہ سوچئے کہ ہم نے علماء کرام کی رعایت میں کوئی غلط بات کہی ہے۔البتہ اصول کی رعایت، قرآن کریم، رسوؑل کریم اور اہل بیتؑ طاہرین کے احکامات کی رعایت ہم پر ہمیشہ لازم رہے گی۔اور وہی اس وقت ہمارے سامنے ہے۔علمائے کرام کے وقار کو ملحوظ رکھنے کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ ہم یہ غور وفکر کریں کہ آخر وہ حضرات خواہ مخواہ تو ان تین مختلف نتائج پر نہیں پہنچے ہوں گے۔اور یاد رکھئے کہ میری عقل ہرگز مطمئن نہ ہوتی اگر اس قسم کے مسائل میں اختلاف نہ ہوتا۔اگر سب نے ہر ایک بات کو ایک ہی طرح کہا ہوتا تو میں اُسے ایک سازش سمجھتا۔پہلی بات جو نہایت قابل قدر ولحاظ ہے۔یہ ہے کہ ہمارے علماء ہرگز ہرگز ایک دوسرے کی رعایت سے مسئلہ بیان نہیں کرتے۔حالانکہ وہ آزادانہ غور وفکر کرتے ہیں اُنہیں اس کی فکر نہیں ہوتی کہ دوسرے علماء یا عوام کیا کہیں گے؟ یا کیا کریں گے؟ اور یاد رکھئے یہ بڑی بے بہا اور قابل داد پوزیشن ہے جو شیعہ علماء کو ہر زمانہ میں حاصل رہتی چلی آئی ہے۔اسلام کے متعلق میرے مفصل عقائد تو رفتہ رفتہ عام ہوں گے۔میری ایک کتاب ہے''الصلوٰۃ والقرآن''جب اسے شائع کرا دیا جائے گا تو نماز کے متعلق واضح حقائق قرآن کی زبان میں لوگ پڑھیں گے اور نماز مومنین کے معراج کا ذریعہ بن جائے گی۔وہ سب کچھ یہاں لکھنا میرے لئے غیر ضروری ہے۔البتہ نہایت اختصار کے ساتھ چند اصول عرض کرتا ہوں۔

اسلام کی تنفیذ اور تعلیمات انبیاء علیھم السلام کا تسلسل

(10) میں یوں سمجھتا ہوں کہ اسلام اس ضابطہ قانون کا نام ہے جو پوری کائنات میں جاری ہے۔کائنات اسلام ہی کی وجہ سے ایک مربُوط اور بامقصد نظام ہے۔یہ نظام بنی نوع انسان کے لئے خدا کی طرف سے بطور لطف واحسان قائم کیا گیا ہے۔یعنی پوری کائنات ہو یا اس کا کوئی ایک شعبہ ہو، پورا اسلام ہو یا اس کا کوئی جز ہو۔(مثلاً نماز، روزہ وغیرہ) سب انسان کی بھلائی، بہبودی، فلاح اور تربیت کے لئے ہے۔خدا کو نہ عبادت سے کوئی ذاتی مفاد مدّنظر ہے نہ وہ اس قسم کی احتیاج رکھتا ہے۔لہٰذا ہر عقیدہ اور متعلقہ عبادات محض انسانی فلاح کے لئے ہیں۔اس اصول کو کسی لمحہ فراموش نہ کریں ورنہ ہر بحث سے غلط

نتیجہ مرتب ہو سکے گا۔اس کے بعد یہ دیکھئے کہ کائنات میں حضرت آدم علیہ السلام کوروز اوّل ہی پیدا نہ کردیا گیا تھا اور یہ مکمل اسلام جو آج ہم پر لازم ہوا سارا کا سارا اُن پر نازل نہ کر دیا گیا تھا۔اسلام کی تنفیذ کی ایک مخصوص منزل پر حضرت آدم علیہ السلام کو دُنیا میں بھیجا گیا۔ **اُن پر اُس وقت کی اُن کی کائناتی پوزیشن کے لحاظ سے اسلام کی متعلقہ قسط نازل ہوئی**۔کائنات کے ساتھ ساتھ بنی نوع انسان ارتقاء پذیر رہے۔ارتقاء کے مطابق تعلیمات آتی رہیں جو ہر دفعہ سابقہ تعلیمات پر منحصر اور اُن سے مربوط ہوتی تھیں۔جو جو تعلیمات عادتِ ثانیہ کی حیثیت اختیار کر لیتی تھیں اُن کو پھر دُہرانا فضول ہوتا گیا۔جن چیزوں میں عقلی اختلاف ہو جاتا تھا اُن کی وضاحت ہوتی رہتی تھی۔نئی ضروریات و تقاضات پر تعلیمی اضافہ ہوتا جاتا تھا۔اس طرح بنی نوع انسان میں نظم وضبط بڑھا۔مرکزیت کی طرف بڑھتے بڑھتے ایک زمانہ وہ آیا کہ اب تعلیمات خداوندی کی تکمیل کر دی گئی۔بچّے کرانے (SpoonFeeding) کی ضرورت نہ رہی۔نسل انسانی میں ایک مخصوص ذریتؑ، ارتقا کی اُس منزل پر آ گئی جہاں خدا نے اُنہیں مَاتَشَآءُ وْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (76/30) اور عَلَّمَكُمْ مَّالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ o (2/239) کی سند اُس مقدّس ہستی سے دلوادی جس کے لئے فرمایا گیا تھا کہ:۔ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (4/113) اور یہ کہ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى o اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى o (53/3,4)

یہ کتاب اور صاحبانِؑ کتاب تمام سابقہ کتابوں کے مصدق و حامل ومحافظ اور مبیّن اور مفسر اور تنفیذ کرنے والے مقرر ہوئے۔اُن کو اُن تمام تعلیمات پر قدرت تامّہ دی گئی جن سے یہ وسیع کائنات ایک مرکز خداوندی کے تحت چلائی جائے۔ کائنات کی ہرمخلوق اور ہر چیز پر قدرت اور دوسرے انسانوں کو تسخیری قدرت عطا کرنے کی قدرت اور علم دیا گیا۔اس تفصیل و اجمال میں ہم نے یہ کہنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر جناب خاتم علیہما السلام تک تمام تعلیمات مسلسل اور مربوط ہیں۔اُن میں سے نہ کوئی کتاب نظر انداز کی جاسکتی ہے اور نہ کوئی نبیؑ چھوڑا جاسکتا ہے۔حضرت آدمؑ ہی کے زمانہ کی نہیں بلکہ آج بنی نوع انسان میں ہر نبیؑ کے زمانہ کی تمام ضروریات و تقاضات موجود ہیں۔ہر پیدا ہونے والا بچہ اُن تمام ادوار سے گذرتا ہے جو سابقہ انبیاء علیھم السلام کے ادوار تھے۔لہٰذا آج اُن تمام تعلیمات کی بیک وقت ضرورت ہے جن کی مختلف انبیّاء کے ادوار میں ضرورت رہتی تھی۔چنانچہ آج کا جانشین رسوؐل اِس کائنات کی موجودہ وآئندہ ہر اُس تفصیل سے کما حقہٗ آگاہ ہونا چاہئے جو بنی نوع انسان سے کسی طرح بھی متعلق ہو اور کائنات کی کوئی ایسی تفصیل نہیں ہے جو انسان سے متعلق نہ ہو۔اس لئے کہ کائنات کو اس کی تربیت وقدرت وحکومت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔بس جناب یہاں اختصار کے ساتھ تمہیدی اصول کو ختم کر کے پھر ایک دفعہ نفس مسئلہ کی طرف آتے ہیں۔

جمعہ سے متعلق آیت کے تراجم میں ذاتی یا جماعتی تصورات

(11) نماز جمعہ ہو یا کوئی اور عبادت یا حکم ہو۔ایسی پوزیشن کا تعین کردینا جو ہر حالت میں اور ہر انسان یا پوری بنی نوع انسان کیلئے ایک ہی ہو۔نہ صرف نامعقول ہے بلکہ خلافِ فطرت و ناممکن ہے۔اسلام کا کوئی ایسا حکم نہیں ہے جو کسی وقت بھی رفع نہ ہو جو ہر حالت میں ہر شخص پر نافذ رہے۔چنانچہ خود علماءِ کرام نے اس عنوان پر مفید اور سیر حاصل بحثیں کی ہیں۔ہر حکم، ہر عبادت اور ہر عقیدہ کا ایک مخصوص اور متعین مقصد ہے۔اور وہ مقصد ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا اگر اُس حکم، اُس عبادت یا اُس عقیدہ پر عمل نہ کیا جائے۔**مقصدیّت کو نظرانداز کر کے محض عمل کرتے چلے جانا مجرمانہ تضیع اوقات ہے**۔چنانچہ ہم مسائل میں نہ صرف مذکورہ بالا اصول کو سامنے رکھنا لازم سمجھتے ہیں بلکہ ہم دراصل مقاصد سے بحث کرنا چاہتے ہیں۔اگر یہ سوال کرلیا جائے کہ:۔

(1) ''جناب پنج وقتہ نماز کا کیا مقصد ہے؟

(2) کیا وہ مقصد آپ کی نماز سے حاصل ہورہا ہے؟

(3) اگر نہیں تو کیوں نہیں؟

(4) اگر مقصد حاصل ہورہا ہے تو ہمیں مشاہدہ کراؤ۔''

تو بھائی جان! یقین کیجئے کہ مفتیوں کی دُنیا میں ہل چَل مچ جائے گی۔لوگ خفا نظر آنے لگیں گے۔لا حول کا ورد کیا جائے گا۔لیکن یہ چاروں سوالات اپنے مقام پر کھڑے مُنہ تکتے رہیں گے۔اور قیامت تک اُن کا جواب نہ دیا جاسکے گا۔یقین نہ ہو تو سرکار چاروں سوال موجود ہیں۔پہلے خود جواب سوچیں پھر دوسروں سے دریافت کریں اور جو جواب ہو ہمیں اطلاع دیں۔یہ پانچ وقت کی نماز بھی واجب ہے اور اس کے واجب ہونے میں کسی کو شبہ نہیں ہے۔آیئے فی الحال نماز جمعہ کے متعلق، بلا مقصد، چند باتیں کریں سنئے اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:۔یٰاَ یُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَۃِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ وَذَرُوۡا الۡبَیۡعَ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ o (62/9)

(الف) اَے ایماندارو جب جمعہ کے دن نماز (جمعہ) کے لئے اذان دی جائے تو خدا کی یاد (نماز) کی طرف دوڑ پڑو اور (خرید) وفروخت چھوڑ دو۔اگر تم سمجھتے ہو تو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔'' (فرمان علی مرحوم)

(ب) اَے ایمان لانے والو جب تم کو جمعہ کے دن نماز (جمعہ) کے لئے پکارا جائے تو تم خدا کی یاد کی طرف دوڑ پڑو۔اور لین دین چھوڑ دو۔اگر تم علم رکھتے ہو تو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے۔'' (مقبول احمد)

(ج) اَے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو جب کسی جمعہ کے دن تم کو نماز کیلئے ندا دی جائے (پکارا جائے) تو اللہ کے ذکر کی طرف کوشاں ہو اور فروخت بند کردو۔اگر تمہیں علم ہو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے (خیر ہے)۔(ہمارا سادہ ترجمہ۔احسن)

(12) مذکورہ بالا تراجم کو بغور دیکھیں اور پتہ لگائیں کہ خدا کی طرف سے نازل شدہ الفاظ کی رعایت کس ترجمہ میں ہے۔اور ذاتی یا جماعتی تصورات کس میں ہیں؟ پورا قرآن دیکھ جایئے نماز جمعہ یا جمعہ کے متعلق یہی ایک آیت ہے۔اس آیت سے نماز جمعہ کو واجب قرار دیا جاتا ہے۔نماز جمعہ کو ہم نے بھی ایک حالت میں واجب تسلیم کیا ہے۔لیکن ہمارا واجب تسلیم کرنا اس آیت کی بنا پر نہیں ہے۔بلکہ تمام احادیث معصومین علیھم السلام کو سامنے رکھ کر واجب ہے۔اس آیت سے وجوب نکالنا کم از کم ہمارے لئے ناممکن ہے۔آپ جانتے ہیں کہ تمام اہل سنت والجماعت دن رات کی پنجوقتہ نمازوں کو فرض کی نیت سے پڑھتے ہیں اور ہم شیعہ اثنا عشریہ واجب کی نیت سے بجالاتے ہیں۔صرف اس لئے کہ جو کچھ نماز میں پڑھا جاتا ہے اور جس ترتیب سے پڑھا جاتا ہے وہ سب کچھ فرض نہیں ہے۔لہٰذا نماز کو بحیثیت مجموعی فرض قرار دینا نہ عقل مندی ہے اور نہ ہی اصطلاحاً صحیح ہے۔اسی طرح نماز جمعہ کو قرآن کی اس آیت سے واجب ٹھہرانا ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرات اہل سنت کا پنجوقتہ نمازوں کو فرض قرار دینا ہے۔یا شیعہ حضرات کا پنجوقتہ نمازوں کو فرض قرار نہ دینا۔ہمارا یہ منشا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اس آیت سے نماز جمعہ واجب نہیں بلکہ فرض ہے۔ہم یہ کہتے ہیں کہ **آیت کے الفاظ سے نماز جمعہ نہ فرض ہے نہ واجب ہے۔نہ اختیاری ہے نہ حرام ہے**۔اس آیت کی ابتدا لفظ ''۔**اِذا۔'' سے ہوتی ہے۔یعنی جب ندا دی جائے۔**

1۔سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر ندا نہ دی جائے۔تب کیا حکم ہے؟

2۔پھر یہ سوال ہے کہ اللہ نے یہاں لفظ اذان کیوں نہ کہا؟ ندا کیوں فرمایا گیا ہے؟

3۔ندا کون دے گا؟

4۔کس وقت دیگا؟

5۔کس کے حکم سے دے گا؟ اور یہ کہ؛

6۔اس آیت سے **جمعہ کے دن** کسی خاص نماز کا تعین کیسے کیا جائے گا؟

کیا ہم مذکورہ آیت سے یہ سمجھ لیں کہ خدا نے یہ فرمایا ہے کہ:۔

''۔اے مومنین ہر جمعہ کو جمعہ کی الگ نماز کے لئے پہلے اذان دینا لازم ہے اور اس اذان پر ہر سننے والے مومن کو دوڑنا یا کوشش کرنا لازم ہے۔تم میں سے کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے کہ جو جمعہ کی اس نماز میں شریک نہ ہو۔اس نماز کے دو خطبے ہونگے۔اس نماز میں کل دو رکعات ہوں گی۔ان دونوں رکعتوں میں دو عدد قنوت ہوں گے۔ایک قنوت رکوع سے پہلے ہوگا۔اور ایک قنوت رکوع کے بعد ہوگا۔اور یہ کہ امام کھڑے ہوکر خطبہ پڑھے گا اور خطبوں کے درمیان امام جلسہ کریگا۔وغیرہ وغیرہ۔''

اگر یہ سب کچھ اُس آیت میں موجود ہے؟ تو واقعی نماز جمعہ قرآن کریم کی اُس آیت سے واجب ہے ورنہ نہیں۔

(قسط3) مسئلہ نماز جمعہ

(13) ہم اپنے ماں باپ ہی کے نہیں بلکہ پوری سابقہ نسل کے بچے ہوتے ہیں۔ہم پر یہ ماحول کچھ اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ ہم اس ماحول کے بھی بچے اور پروردہ ہوتے ہیں۔ہم ہر چیز کو مقصدیت (Objectivity) کے زیر اثر دیکھتے، سنتے، سمجھتے اور محسوس کرنے لگتے ہیں۔حقیقت حال کی طرف متوجہ ہونا اس ماحول میں تقریباً ناممکن کر دیا گیا ہے۔چنانچہ ہم سب پر یہ حالات طاری ہیں اور تحقیق ہو نہیں سکتی جب تک اُن حالات کو سمجھ کر اُن کے مضرات سے محفوظ نہ ہو جائیں۔یہ فقرہ میں نے کیوں لکھا؟ ذرا دیر بعد معلوم ہوا جاتا ہے۔ہم نے اب تک جمعہ کے متعلق کوئی سنجیدہ گفتگو نہیں کی ہے۔اور سنجیدہ قسم کی گفتگو کرنا اُس وقت تک مفید نہ ہوگا جب تک کہ ہم دونوں تحقیق کے صحیح جذبہ (مُوڈ) میں راسخ نہ ہو جائیں۔اس کیفیت تک پہنچانے کیلئے میں بالکل سنجیدہ ہوں۔ورنہ اب تک توڑ پھوڑ، تُو تڑاق کر کے مسئلہ کا جواب ختم بھی کر دیا ہوتا۔اور محض جواب دے دینا ہمارا مقصد نہیں ہے۔مقصد سمجھنا اور سمجھانا ہے۔

(14) جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ ہمارے سوچنے سمجھنے اور دیکھنے وغیرہ کو ماحول اسطرح بدل دیتا ہے کہ ہم حقیقت سے دُور رہ کر بھی مطمئن ہو جاتے ہیں اور برسر غلط ہوتے ہوئے بھی خود کو حق بجانب سمجھ لیتے ہیں۔اس نفسیاتی (Psychological) حقیقت کو واضح کرنے کے لئے جمعہ کی آیت کا وہ ترجمہ کیا تھا۔چنانچہ مسرت ہے کہ آپ نے اس پر خاص توجہ دی۔اگر ہمارے اُس ترجمہ میں باقی تراجم کی طرح لفظ ''کسی'' نہ ہوتا تو کسی طرح بھی میرا مقصد واضح نہ ہوتا۔اس لئے کہ ہم لوگ دراصل قرآن میں قرآن نہیں پڑھتے۔بلکہ قرآن میں اپنے ماحول کے سونپے ہوئے تصورات وخیالات ومقاصد پڑھا کرتے ہیں اور اسی وجہ سے قرآنی حقائق سے محروم رہتے ہیں۔اسی لئے اُمت میں قرآن طرح طرح سے سمجھا گیا۔گویا ہم نے اسے اپنے مقاصد کی آماجگاہ بنالیا ہے۔میرا مسلک یہ نہیں ہے کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کا انکار کر دیا جائے، آیت یا حدیث سمجھ میں نہ آئے تو ان میں عیب نکال دو، کمی زیادتی، مجمل ومأوّل کے پردے لٹکا دو، تحریف کا غلاف پہنا دو، یہ سب کچھ کرو مگر اپنی جہالت کا اقرار نہ کرو۔میرے نزدیک اس قرآن کا ایک ایک لفظ منزل من اللّٰہ ہے اور اس میں آج بھی کسی قسم کا عیب موجود نہیں ہے۔ عیوب خود ہم میں ہیں قرآن میں نہیں۔لہٰذا جمعہ والی آیت ہو یا کوئی اور آیت ہو اُن میں ہر ہر لفظ اور ترکیب الفاظ کا ایسا سبب ہے جو قرآن کی پوری تعلیم کے مقاصد اعلیٰ تک پہنچنے میں زینہ کی سیڑھیوں کا کام دیتا ہے۔جس طرح ایک مشین کا ہر ہر پرزہ اپنا اپنا کام کرتا ہے۔اور اگر اُن میں سے کوئی ایک موجود نہ ہو تو پوری مشین بیکار ہو جاتی ہے۔یہ حال نہ صرف قرآن کا ہے بلکہ اس پوری کائنات کی ہر چیز کا یہی حال ہے۔کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز ایسی نہیں جو فضول ہو یہی حال قرآن کریم کا ہے۔اُس کا ہر حرف اور ہر لفظ بامعنی اور لازم ہے اُن میں کسی ایک کو فضول اور عبث قرار دینا کفرِ صریح ہے۔بہرطور آیت جمعہ میں نازل شدہ

حرف ''مِن'' فضول اور عبث نہیں ہے جو مطلب اس آیت سے اخذ کیا گیا ہے اگر خدا کو وہی کچھ کہنا مقصود ہوتا تو یوں فرماتا کہ:۔ ۔''اِذَا نُوْدِیَ لِصَلٰوۃِ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ۔'' جب جمعہ کے دن کی نماز کے لئے ندا دی جائے۔ یہ نہایت حَسین و جامع عبارت ہوتی اور بات بالکل صاف ہو جاتی۔ اس میں ندا کے معنی خود بخود اذان ہو جاتے۔ خواہ مخواہ بریکٹوں (قوسین) کی مار دے کر قرآن میں اضافہ نہ کرنا پڑتا۔ اور اس مزعومہ مفہوم کے لئے یہ ایک لاجواب جملہ ہوتا۔ لیکن افسوس کہ خداوند حکیم نے یوں نہ فرمایا۔ بہرحال خدا کہے یا نہ کہے ہمیں تو مذکورہ بالا نفسیاتی اصول کے ماتحت وہی سمجھنا ہے جو سمجھنے کے لئے ہمارے اذہان تیار کئے گئے ہیں۔ یعنی اپنے بچپن اور جوانی تک کے راسخ کردہ تصورات۔ آخر یہ برسوں اور صدیوں کی محنت کیوں کی گئی تھی؟ یہ خود ساختہ قوانین و قواعد، یہ مروڑی ہوئی لغات اور لغویات اسی لئے تو تیار ہوئے تھے کہ جہاں اپنی مرضی اور مقصد کے خلاف بات ہو اُسے چٹکی بجانے میں حکمیہ درست کر لیا جائے۔ چنانچہ یہ بات سمجھ کر آگے بڑھیں کہ جو معنی یا ترجمہ یا مقصد اخذ کیا جاتا ہے وہ حرفِ ''مِــنْ'' کو آیت سے نکال کر پیدا ہو سکتا ہے ورنہ ہرگز نہیں۔ یہ بھی نہ سمجھ لیں کہ اگر ''مِنْ'' کو نکال دیا جائے تو ان کا پورا مطلب آیت سے برآمد ہو سکتا ہے۔ لا واللّٰــہ۔ ہرگز نہیں۔ اس آیت میں اور ہر آیت میں ایسی ترکیبیں ہیں اور الفاظ اس طرح لائے گئے ہیں کہ اِنسان اُن میں باطل کو داخل نہیں کر سکتا۔ اور نہ عقلی دلیل کے ساتھ اُس میں سے باطل کو اخذ کیا جا سکتا ہے۔ البتہ اگر عقلی پابندیوں سے آزاد (فاسق) ہو جائیں تو ممکن ہے۔

آیت میں اِذَا، نُوْدِی اور مِن کے الفاظ

(15) آپ نے حرف ''مِن'' کی مثالیں طلب فرمائی ہیں۔ کوئی سورہ ایسی مثالوں سے خالی نہیں ہے جگہ جگہ پر آپ کو حرف ''مِن'' ملے گا۔ بہرطور چند ایک مقامات نوٹ کراتا ہوں۔ مگر یہ سمجھ کر نہ پڑھیں کہ میں '' مِن'' کو بعضیہ، بدلیہ یا جنسیہ کی حیثیات دے رہا ہوں۔ یہ تو عربی پڑھانے کے لئے ابتدائی امداد ہے جو طلباء کو دی جاتی ہے تاکہ ان میں تمیز پیدا ہو جائے۔ اگر بات آگے بڑھی تو گرائمر بھی واضح کر دی جائے گی۔ فی الحال آپ مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ اور دیکھیں کہ ''مِن'' کے وہی معنی نکلتے ہیں یا نہیں جو ہم نے لکھے ہیں۔ اختصار کی غرض سے آیات کا ضروری حصہ لکھ دوں گا۔ باقی آیت آپ خود میرے حوالوں کی مدد سے قرآن کریم میں دیکھ لیں۔ سورہ کا نمبر اوپر اور آیت کا نمبر نیچے لکھوں گا۔

1۔ یُحَلَّوْنَ فِیْھَامِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَھَبٍ .....مِّنْ سُنْدُسٍ (18/31)

سب کنگن نہیں اُن میں سے کچھ کنگن۔ سارے سونے کے نہیں کچھ سونے کے۔ یعنی سونے کی پوری جنس خرچ نہ کر دی جائے گی۔

2۔ مَاتَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَۃٍ..... 6/59 کوئی پتہ نہیں گرتا۔

3۔ مَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ..... 6/38 کوئی دابہ نہیں۔

4۔ مَااتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍوَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ..... (23/91) کوئی بیٹا۔کوئی معبود۔

5۔ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ..... (14/10) تمہارے کچھ گناہ۔

6۔ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ .....(3/81) کتاب وحکمت میں سے کوئی کتاب اور کچھ حکمت۔

7۔ مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ..... (5/15) کتاب میں سے کچھ چھپاتے تھے۔

8۔ مَافَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْ ءٍ .....(6/38) کسی چیز کی کمی نہیں کی۔

9۔ خودسورہ جمعہ میں ہے۔وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ..... (62/3)

سارے صحابہ نہیں بلکہ صحابہ میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو قیامت تک تعلیمات قرآن کو نافذ کرتے رہیں گے۔

(16) آپ کا عمل درآمد مجھے پسند ہے۔ ہر شبہ یا سوال کو ساتھ کے ساتھ رفع کرتے اور سمجھتے چلے جانا بہتر ہوتا ہے۔ یہاں آپ سے یہ عرض کر دیں کہ یہی مِن قرینہ کی موجودگی میں کُل کے معنی بھی دیتا ہے۔جیسا کہ مثال نمبر 2۔میں ہے کوئی پتہ نہیں گرتا اِلَّا یہ کہ اللہ کو اس کا علم ہوتا ہے۔یعنی ہر پتہ کے گرنے کا خدا کو علم ہوتا ہے۔یعنی ہر پتہ کے گرنے کا یا سب گرنے والے پتوں کا علم خدا کو ہوتا ہے۔ پھر تیسری مثال میں کوئی دابہ ایسا نہیں ہے۔یعنی ہر دابہ ایسا ہے۔پھر مثال نمبر 8 میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی۔یعنی ہر چیز قرآن میں موجود ہے۔تمام مقامات پر مِنْ کے معنی بدستور کوئی، کسی، کچھ وغیرہ بحال رکھنا لازم ہے۔البتہ جہاں ایسا قرینہ ہو جیسا کہ مثال نمبر 2، 3 اور 8 میں ہے تو یہاں پہلے لفظ ''بھی'' کا اضافہ کر دیں۔ جیسے کہ کسی بھی چیز کی کمی نہیں چھوڑی ہے۔چنانچہ من یوم الجمعة میں ''کسی جمعہ کے دن'' یا کسی جمعہ کو'' معنی کرنا لازم ہیں۔اور معاذ اللہ خدا کو اصلاح دیئے بغیر دوسرے معنی (ہر جمعہ کے دن) نہیں کئے جا سکتے۔آپ کے لئے مولوی سید محمد صاحب کا مترجمہ پمفلٹ فراہم کر لیا ہے۔ یہ دوسرا ایڈیشن ہے۔اس میں حسب ضرورت تحریف کی گئی ہے۔ میں پڑھ لوں تو ارسال کرتا ہوں۔

(قسط 4) **JS/4/26166** — 26 جنوری 1966ء

1۔ 15 جنوری کی تیسری قسط ارسال کر کے جواب کا منتظر تھا اور اپنے معمول کے مطابق چاہتا تھا کہ آپ کی طرف سے رسید آجانے کے بعد اس گفتگو کو آگے بڑھاؤں۔لیکن یہ سمجھ کر کہ شاید عیدالفطر کی دھوم دھام نے آپ کو فرصت نہ لینے دی ہو۔ بلا رسید ہی چوتھی قسط لکھنا شروع کر دی ہے۔ ممکن ہے اس کی روانگی سے پہلے جناب کا گرامی نامہ بھی مل جائے۔میری اور احباب کی طرف سے جناب کو عید مبارک ہو اور کوئی عید ایسی بھی آئے جس میں ہم گلے مل سکیں۔آمین

2۔ قرآن کریم کے مطالعہ کے دوران چند اور آیات ایسی نوٹ کر لی تھیں جو آپ نے بطور مثال طلب فرمائی تھیں۔ چنانچہ ان کا ارسال کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

(1) مِّنۡ نَّبِيٍّ..... 7/94 (2) مِنۡ حَمِيۡمٍ وَّلَا شَفِيۡعٍ..... 40/18(3) مِنۡ رَّسُوۡلٍ..... 4/64

(4) مِنۡ وَّلِيٍّ..... 42/44 (5) مِّنۡ اَوۡلِيَآءَ..... 42/46 (6) مِّنۡ مَّلۡجَاٍ..... مِّنۡ نَّكِيۡرٍo42/47

(7) مِنۡ هَادٍ o 39/23 (8) مِّنۡ اِلٰهٍ.....(فرعون کا قول) 28/38 (9) مِنۡ نَّصِيۡرٍo 22/71

(10) مِنۡ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍo 2/120 (11)وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ دَآبَّةٍ..... 29/60

(12) مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِيٍّ... 22/52 (13-14) كَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِيٍّ .....،مَا يَاتِيۡهِمۡ مِّنۡ نَّبِيٍّ ...7-43/6

3۔ تیسری قسط میں عرض کیا گیا تھا کہ ہمارا ماحول ہمارے سوچنے سمجھنے حتیٰ کہ سُننے اور دیکھنے تک کو متاثر کر دیتا ہے۔ ہمارے شعور پر چھایا ہوا یہ ماحول جب مقصدیت کی عینک لگا لیتا ہے تو ہم حقیقت سے کوسوں دُور ہوتے ہوئے بھی مطمئن ہو جاتے ہیں۔نفسیات کے اس اصول پر چند باتیں بطور استشہاد عرض بھی کی گئی ہیں۔ یہاں پھر اس اصول کو ذہن نشین کرانے کے لئے چند جملے عرض کرنا ضروری ہیں۔ہم اس مضمون میں کسی پر تنقید کرنا مناسب خیال نہیں کرتے۔محض اس اصول کی وضاحت کرنا مقصود ہے۔چنانچہ آیت زیرِنظر کا ایک تیسرا ترجمہ ملاحظہ ہو اس کے بعد ایک جملہ لکھوں گا اگر آپ اس جملہ کو پہلی نظر میں سمجھ گئے تو گویا اصول مذکورہ سے تو آپ نہ صرف واقف ہیں بلکہ اس کی زد سے بچنے پر بھی آپ کو قدرت حاصل ہے۔ دیکھئے ہمارے ایک دوست، ہم عصر اور مرتبہ میں ہم سے بلند بزرگ ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ:۔

(الف)۔''اے ایمان والو جب بروز جمعہ نماز (جمعہ) کی اذان دی جائے۔تو فوراً اللہ کے ذکر (نماز جمعہ) کی طرف جلدی چل کر جاؤ۔اور خرید وفروخت ترک کر دو۔ایسا کرنا تمہارے لئے یقیناً بہتر ہے۔اگر تم جانتے ہو۔''

اس ترجمہ کیلئے وہ سب کچھ صحیح ہے جو قسط نمبر 2 میں پہلے دو تراجم کیلئے عرض کیا گیا تھا۔صرف اس قدر فرق ہے کہ یہاں (1) فاسعوا کی فَ کو فوراً (جو خود عربی زبان کا لفظ ہے) مانا گیا ہے۔لہٰذا ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ جو اس واجب حکم میں ذرہ برابر تاخیر کرے وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔یعنی صرف نماز جمعہ ہی واجب نہیں ہے بلکہ اس میں کسی مقدار اور کسی قسم کی تاخیر نہ کرنا بھی واجب ہے۔

(2) پھر **فوراً** کے بعد **جلدی** اور **جاؤ** وہ بھی **چل کر** غور طلب ہیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوار ہو کر جانا خدا کو پسند نہ آئے گا۔ پھر (3) ۔''**یقیناً**۔'' نہ صرف یہ کہ عربی زبان کا لفظ ہے بلکہ اللہ نے مَاقَتَلُوۡهُ يَقِيۡنًاo (4/157) فرما کر یہ ثابت کر دیا کہ یہ لفظ اُسے نہ صرف معلوم تھا بلکہ وہ جہاں ضروری سمجھتا ہے وہاں اسے استعمال کرنا بھی جانتا ہے۔اگر ترجمہ میں یہ لفظ بریکٹ (قوسین) میں بھی ہوتا تو بھی ہم یہ سمجھنے سے قاصر رہتے کہ قرآن کریم میں تین جگہ یہ کہنے والا خدا کہ:۔

يُحَرِّفُوۡنَ الۡكَلِمَ .... مواضِعِهٖ (4/46,5/41,5/13) صرف اہل کتاب سے ہی ناراض ہوتا اور لعنتیں بھیجتا ہے یا وہ ہر کسی سے ایسا کرنے پر خفا ہوتا ہے۔بہرحال یہ مذکورہ اصول نفسیات کا ایک کرشمہ تھا۔

دوسرا مقام ملاحظہ ہو جہاں اس ترجمہ کے فوراً بعد ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:۔

(ب) ۔''اس آیہ مبارکہ کی وجوب جمعہ پر وجہ دلالت یہ ہے کہ تمام مفسرین خاصہ وعامہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں واردشدہ لفظ ''الذکر'' سے نماز جمعہ (یا اس کے خطبے یا ہر دو) مراد ہیں۔''

آپ اس بیان سے لطف اندوز ہو سکے یا نہیں؟ لیکن آج سے دوسال پہلے جب ہم نے یہ مضمون پڑھا تو ہمیں بہت مسرت ہوئی تھی۔لہٰذا ہمارے قلم سے اس بیان کی سحر آفرینی ملاحظہ فرمائیں۔قبلہ وکعبہ نے نماز جمعہ کا واجب عینی ہونا قرآن سے ثابت کرنے کے لئے آیت لکھی ترجمہ کیا۔لیکن اس کے بعد ایک دم مفسرین خاصہ وعامہ کے متفق ہونے کو دلیل قرار دے دیا۔یعنی اگر مفسرین خاصہ و عامہ (یعنی شیعہ وسُنی مفسرین) متفق نہ ہوتے تو وجہ دلالت ختم ہو جاتی۔وہ متفق ہو گئے تو اس آیت سے وجوب جمعہ ثابت ہو گیا ورنہ نہ ہوتا۔حالانکہ انہوں نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

(ج) ۔''علماءشیعہ خیر البریۃ کی ایک بہت بڑی جماعت کے نزدیک اجماع کوئی ایسی شرعی دلیل نہیں ہے جس سے استنباط احکام میں مدد لی جائے۔''

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیانات (ب) و (ج) ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔اور مولانا کا منشاء بھی یہی ہے۔یعنی ایک جگہ وہ مفسرین کے اتفاق کر لینے کو دلیل مانتے ہیں۔اور دوسری جگہ اُنہوں نے علماء شیعہ کے اتفاق سے انکار کر دیا ہے۔لیکن ہمارے نزدیک مولانا نے جس اتفاق کو (ب) میں دلیل بنایا تھا۔اسی کو (ج) میں بڑی جماعت کہہ کر دلیل بنایا ہے۔یعنی اجماع کے انکار کے باوجود بھی وہ مانتے جماعت ہی کو ہیں۔ابھی تک ہم نے سنجیدگی اختیار نہیں کی تھی۔اب دل چاہتا ہے کہ سنجیدہ ہو جائیں اور یہ بتائیں کہ مولانا نے اپنے بیان (ب) میں کیا کہا ہے۔سنئے وہ فرماتے ہیں کہ:۔

(i) ''اس آیہ مبارکہ کی وجوب جمعہ پر وجہ دلالت یہ ہے کہ تمام مفسرین خاصہ وعامہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں واردشدہ لفظ ''الذکر'' سے نماز جمعہ مراد ہے۔اور یہ بھی کہ:۔

(ii) اس آیہ مبارکہ کی وجوب جمعہ پر وجہ دلالت یہ ہے کہ تمام مفسرین خاصہ وعامہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں واردشدہ لفظ ''الذکر'' سے (نماز جمعہ نہیں بلکہ) نماز جمعہ کے خطبے مراد ہیں۔اور یہ بھی کہ:۔

(iii) اس آیہ مبارکہ کی وجوب جمعہ پر وجہ دلالت یہ ہے کہ تمام مفسرین خاصہ وعامہ کا اس امر پر اتفاق ہے۔کہ اس آیت میں واردشدہ لفظ ''الذکر'' سے (نہ نماز جمعہ اور نہ نماز جمعہ کے خطبے مراد ہیں بلکہ) نماز جمعہ مع دونوں خطبوں کے مراد ہیں۔''

دیکھا جناب سنجیدگی کسے کہتے ہیں؟ یہ تھا مقصدیت کے چشمہ کو اُتار کر کسی بیان کو پڑھنے اور سمجھنے کا ثبوت اور وہ تھا ماحول و مقصدیت کی تربیت کا نتیجہ کہ جس بیان کو اتفاق مفسرین کی دلیل بنایا۔دلیل سمجھا اور دوسروں سے اُمید کی کہ وہ اُسے تمام

مفسرین کا اتفاق سمجھیں۔اور پھر جسے تمام ناظرین نے مفسرین کا اتفاق سمجھا اور مولانا کو معہ ہمارے داد ملی۔وہی مضمون ان ہی الفاظ میں، ذرہ برابر تحریف کئے بغیر اپنی دلالت مطابقی کی رو سے آئندہ ہرگز مفسرین خاصہ وعامہ کے متفق ہونے کا فائدہ نہ دے گا۔ بلکہ معمولی اُردو دان بھی اس پر ہنسے گا۔اور اُس سے مفسرین خاصہ وعامہ کا اختلاف سمجھنے پر مجبور ہوگا۔ یہاں یہ بھی عرض کردیں کہ اگر آپ ہمیں اجازت دیں گے تو یہ مضمون فخر النساء میں بجنسہٖ شائع کرادیا جائے گا۔اور اس کی جگہ یہ بھی گذارش کردیں گے کہ اگر اس مضمون کے خلاف ایک لفظ بھی کسی گوشہ سے بولا یا لکھا گیا تو پھر ہم نہایت مودبانہ مگر شدید سنجیدگی کے ساتھ، اُن تمام مضامین پر تنقیدی نظر ڈالیں گے جو اِس سلسلہ میں آج تک لکھے گئے اور انشاء اللہ تعالیٰ اُس عنوان کو یہودیوں کے قبرستان میں مسلمانوں کے ہاتھ سے دفن کرادیں گے۔ہم جن کاموں میں مصروف ہیں ان کا تقاضہ ہے کہ ہم فرسودہ قسم کی بحثوں میں نہ اُلجھیں۔اور جن عنوانات پر ہمارے عظیم ترین علماء نے مختتم بحثیں کردی ہیں ان کو کافی سمجھیں۔ **ان کو بجنسہٖ شائع کریں۔تاکہ اُن کا نام اور کارنامے زندہ رہیں**۔ ہمیں یہ ناپسند ہے کہ علمائے سابقین کی کتابوں کو لائبریریوں میں دفن رکھا جائے۔اور اُن کی زندگی بھر کی محنتوں کو اپنے نام سے شائع کرکے نام ونمود اور سرمایہ حاصل کیا جائے۔یا اُن کی کتابوں میں سے عالمانہ اور ماہرانہ چوریاں کرکے اپنا روزگار چلایا جائے۔

ماہرین عرب کے منصوبے

4۔ مولانا سرکار! ہماری درخواست واضح ہو چکی ہے۔ہم اپنی تحقیق میں خارجی تصورات کو یقیناً سو فیصد خارج کرکے نفسِ معاملہ یا حقیقتِ واقعیہ پر توجہات مرکوز کردینا لازم سمجھتے ہیں۔عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ جو شخص قرآن کریم یا احادیث کا ترجمہ کرنے یا اُنہیں سمجھنے بیٹھتا ہے تو وہ کوئی نہ کوئی مذہب اپنے دل ودماغ میں پہلے سے راسخ کرکے بیٹھتا ہے۔چنانچہ ہر ہر قدم پر اُسے یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ کہیں میرا اختیار کردہ مذہب مجروح نہ ہوجائے۔چنانچہ متعینہ ومشخصہ نفسیاتی اصول کے دباؤ سے وہ قرآن وحدیث میں اپنا مذہب پڑھتا ہے۔جہاں اُسے اپنے مذہب سے تصادم نظر آتا ہے۔وہ خود متعینہ اصول بر سرکار لے آتا ہے۔اور ذرا دیر میں قرآن یا حدیث کو مجبور کردیتا ہے کہ وہ اس کے مذہب کے مطابق ہوجائے۔یہ کام سب سے پہلے نزولِ قرآن کے دوران عربوں نے شروع کیا تھا۔اُن حضرات کا کہنا یہ تھا کہ:۔

(د) قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْبَدِّلْهُ..... (10/15)

''جن لوگوں کو ہماری ملاقات کی اُمید نہیں ہے۔انہوں نے کہا کہ اسکے بجائے دوسرا قرآن لے آ۔یا اسی کو بدل ڈال۔''

گویا جس حالت میں اور جس انداز سے یہ اس وقت ہمیں مخاطب کررہا ہے۔اس سے تمدن وعظمت عرب کو نقصان پہنچے گا۔ تیرے اپنے ہاتھ کا کام ہے۔دوسرا قرآن لکھدے اور اگر اس میں دقت ہو تو اسے ذرا اِدھر اُدھر کرکے ہمارے مکتب فکر کے

مطابق مفید بنادے۔مگر وہ خدا جو تحریف کرنے والوں کو لعنتی قرار دیتا ہے۔رضامند نہ ہوا اور حکم دیا کہ:۔

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّامَا يُوْحٰى اِلَيَّ اِنِّيْ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍo (10/15)	(۵) ''کہہ دو کہ میرے لئے یہ موزوں ہی نہیں کہ میں اپنی ذاتی رونمائی (لقاء) کیلئے اُس میں ادل بدل کردوں۔میں پیروی نہیں کرتا مگر اُس وحی کی جو مجھ پر (نازل) ہوتی ہے۔بتحقیق میں خوفزدہ

ہوں ایک عظیم دن کے عذاب سے اگر میں اپنے پالنے والے کی نافرمانی کروں۔''

5۔ عربوں نے اس سلسلہ میں کیا کیا کوششیں کیں؟ ہم نے بڑی تفصیل کے ساتھ (اپنی تصانیف میں) قرآن کریم سے ثابت کیا ہے۔یہاں تو اس قدر کہنا تھا کہ عرب خاموش نہیں ہوئے۔خود نزولِ قرآن کے زمانہ میں مسلمانوں میں ایک ماہرین کا گروپ موجود رہا۔جس نے انتقالِ رسولؐ سے پہلے پہلے ہی قرآن میں تحریف کرنے کی سند قرآن ہی میں،قرآن ہی سے حاصل کر لی تھی (5/13 وغیرہ) اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے کہیں منسوخ کہہ کر جاری ہے کہیں مجمل کہہ کر جاری ہے، کہیں واجب کی آڑ لی جاتی ہے کہیں احیاء سنت کا جھنڈا بلند کیا جاتا ہے۔لیکن منشائے حقیقی قرآن کو مسخ کرنا ہے۔نماز کے تقاضوں سے مزین لباس پہنا جاتا ہے۔اصلاح قوم کی دستار باندھی جاتی ہے۔قرآن وحدیث یا کتاب وسنت کی حکمرانی کی جھلک دکھائی جاتی ہے۔قوم کے جذبات کو نعرۂ حیدری و فاروقی سے گرمایا جاتا ہے۔لیکن پسِ پردہ کیا ہے؟ مختصراً یہ کہ قرآن و حدیث کے مقاصد کو فنا کے گھاٹ اتارنے کیلئے ہر ممکن ٹیکنیک استعمال کی جارہی ہے۔یہ خالص قرآن یا قرآن وسنت کا راگ اسلئے الاپا جارہا ہے کہ اس شور کے پیچھے اپنے مقاصد اور اپنی پوزیشن کو محفوظ رکھا جاسکے۔کاروبار کیلئے نام اور اقوال الگ ہیں۔ مگر اعمال میں یہ سب متفق اور ہم مقصد ہیں۔یہ کفر وارتداد اور بدعتی وغیرہ کے فتویٰ بھی صرف پبلک کو گرمانے اور متوجہ رکھنے کے لئے ہوتے ہیں۔دل کی گہرائیوں سے نہیں،دل میں تو یہ سب دوست ہیں۔سادہ دلوں کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ الگ الگ ہیں اور یہ اُنکے پُرکارانہ انتظام کی دلیل ہے۔اگر الگ الگ نظر نہ آئیں تو چندہ اور عطیات کیسے ملیں گے۔چٹکی بجاتے میں مناظرہ اور جنگ کیسے کراسکیں گے۔حکومت پر دباؤ کیسے ڈالا جاسکے گا۔یعنی سارا کام ہی خراب ہوجائے گا اگر یہ راز کھل گیا۔ہم بھی اُن کے راز کا احترام کرتے چلے آتے ہیں۔ماہرین عرب کے تیار کردہ اس منصوبہ کو توڑنے کا منصوبہ جن کے پاس ہے۔وہ راز کی،اسرار کی،کتمان کی،تقیہ کی قدر و قیمت جانتے ہیں۔آج کل نماز جمعہ پر واجب کہہ کر زور دینے والے دراصل مسلمانوں کو دین کے ایک اہم ترین جز،اصل الاصول سے غافل کر کے مطمئن کر دینا چاہتے ہیں۔جیسا کہ اُنہوں نے دیگر ارکان مذہب کو بے اثر و بے مقصد بنادیا ہے۔اب وہ رُوح مذہب نکال لینا چاہتے ہیں۔ہمارے علماء نے بڑے ضبط وصبر سے ان لوگوں کو ٹالتے رہنا چاہا۔لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اب بات کہنا ہی پڑے گی۔اور جب ہم کہیں گے تو اُسے سننا اور ماننا ہی پڑے گا۔مولانا

صاحب! یہ بہت نازک مقام ہے جہاں میرے قلبی واردات میرا قلم روکنا چاہتے ہیں۔لیکن میری عقل چاہتی ہے کہ اہل زیغ یا طاغوتی نظام کا پردہ چاک کردوں۔کاش اُمتِ مُسلمہ میں حق بات سننے کی قوت رہنے دی ہوتی۔بہرحال ہم دونوں کام کریں گے۔یہ ہمت وقوت واپس لائیں گے اور حق پہنچا کر چھوڑیں گے۔

6۔ تو ہم نے دشمنانِ اہل بیت علیھم السلام کی پالیسیوں پر غم وغصہ کا اظہار کیا ہے۔پھر بھی غم وغصہ مفید نہیں ہوتا۔اس لئے آپ سے بھی اس جوشیلی وجذباتی تحریر پر معافی چاہتے ہیں۔ایسا معلوم ہونے لگتا ہے جیسے میں کسی اپنے مقرب دوست سے بات کررہا ہوں۔بہرطور ہم آہستہ آہستہ بتدریج جمعہ اور مقصدِ نماز جمعہ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔برابر عرض کرتا چلا آیا ہوں کہ میں اس معاملہ میں بہت سست ہوں۔آپ نے یہ گفتگو شروع کرائی ہے۔آپ ہی کی شدت طلب اس عنوان کو ہم سے پورا کراسکتی ہے۔ورنہ میرے نزدیک تو یہ بحثیں مفید نہیں ہیں۔غیر مفید بحث مَیں کر نہیں سکتا۔اس لئے دو کام ضروری ہیں اوّل یہ کہ آپ مجھے رسید دیتے اور سوالات کرتے رہیں تاکہ بات جہاں تک پہنچے صاف ہوتی جائے۔دوسرے یہ کہ میں طریقہ گفتگو میں مادی پہلو کو نظرانداز نہ ہونے دوں۔

7۔ میں نے برابر دیکھا کہ جس لفظ کو آیۂ جمعہ میں وجوب کی دلیل بنایا ہے وہ ایسا لفظ ہے کہ اُس سے باطل مقاصد برآمد نہیں ہوتے۔اور وجوب سے محض اصولی تعلق پیدا ہوتا ہے۔وہی لفظ پلٹ کر ہر باطل پرست کیلئے ایک مصیبت بن جاتا ہے۔اور یہ لفظ ہے ''<u>فَاسْعَوْا</u>۔''ہم مانتے ہیں کہ یہ صیغہ امر ہے اور یہ امر واجب ہے، فرض ہے، لازم ہے۔لیکن؛ اس کے ساتھ بہت سے <u>لیکن</u>، <u>مگر</u> اور <u>چنانچہ</u> لپٹے ہوئے ہیں۔ہم سے زیادہ کوئی اور اس کو اہمیت نہیں دیتا۔اس لفظ کے تقاضوں سے بچنے کیلئے ہی تو ''<u>جاؤ</u> یا **<u>چل کر جاؤ</u>**۔ یا <u>دوڑو</u> یا <u>دوڑ کر جاؤ</u>۔'' تراجم میں اپنی طرف سے داخل کیا جاتا ہے۔یا سمجھا اور سمجھایا جاتا ہے۔لیکن قرآن کی آیات عربی کے <u>جملے</u> نہیں ہیں، **<u>آیات</u>** ہیں۔یہ وہی آیات ہیں جن کو عربوں نے <u>جملے</u> سمجھا تو انہیں ایسے جملے بنا کر دکھانے کا چیلنج کرکے ہمیشہ کیلئے ان کا راستہ روک دیا گیا۔

(قسط5) <u>JS/5/20266</u> 20فروری<u>1966</u>ء

1۔ اِس مرتبہ ہماری عدیم الفرصتی نے سلسلۂ گفتگو کو کافی دنوں تک مُلتوی رکھا۔اُدھر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جس ذوق وشوق وتقاضہ کے ساتھ جناب نے یہ مسئلہ دریافت فرمایا تھا۔وہ بتدریج سرد ہوتا چلا جاتا ہے۔اور بار بار یہ دیکھا گیا ہے کہ ہمارے خطوط کے جواب اور خصوصاً جواب طلب امور کو تشنہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔مثلاً ہم نے اسی قسم کے احساس کے ماتحت گذارش کی تھی کہ اگر آپ اجازت دیں تو اس مضمون کو ماہنامہ فخر النساء میں شائع کرانا شروع کرادوں تاکہ آپ کو بار بار جواب دینے کی زحمت نہ رہے۔اس کا جواب آپ نے نظرانداز کردیا۔حالانکہ رسید کا خط تحریر فرمایا۔ہمارا منشاء موجودہ طریقہ سے یہ تھا

کہ جہاں جہاں وضاحت طلب امور رہ جائیں آپ ساتھ کے ساتھ دریافت کرتے یا اعتراض فرماتے رہیں کہ مضمون کا کوئی شعبہ خالی وادُھورا نہ رہ جائے۔ابتدا میں ہم نے نہایت ادب واحترام کے ساتھ اس مسئلہ کو ٹال دینا چاہا تھا۔اورعرض کیا تھا کہ آپ اپنی دلچسپی وکوشش سے ہمیں اس بحث پر آمادہ کر سکتے ہیں۔چنانچہ آپ نے نہایت حُسن سے ہمیں اس بحث میں اُلجھا لیا۔اوراب آپ خاموشی کی طرف راجع معلوم ہوتے ہیں۔بہرطوراب ہم ایسی جگہ آ چکے ہیں جہاں نہ صرف آپ کے لئے بلکہ اس مسئلہ کے لئے ہمیں یہ مضمون پورا کرنا پڑیگا۔

2۔ چنانچہ پچھلی قسط یہ کہتی ہوئی ختم ہوگئی تھی کہ قرآن کریم کی آیات عربی زبان کے جملے ہی نہیں ہیں بلکہ یہ ایسے معجزات ہیں جنہوں نے عربوں کے لِسانی غرور کا سر ہمیشہ کے لئے جھکا دیا تھا اور ہم نے اُن مسلمانوں پر غم وغصہ کا اظہار کیا تھا جو شعوری یا لاشعوری طور پر، اللہ کی منشاء کے خلاف **يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ**.... (34/38) **معجزاتِ خداوندی** کو بھی عاجز کرنے کی کوششیں کر کے نُصرتِ کفار کرتے رہتے ہیں۔لیکن اللہ نے ان کو عذاب میں گرفتار کرنا طے کر دیا ہے۔**اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَo**(34/38)

3۔ چنانچہ ہم نے آیتِ جمعہ کے متعلق چیلنج کر دیا ہے۔اوراس دُنیا میں کسی مومن یا کافر کی یہ مجال نہیں کہ وہ دیانت وعقل کو رخصت کئے بغیر اس چیلنج کے خلاف اِس کے مذکورہ تراجم کو صحیح کہنے کی جرأت کرے۔اس لئے کہ جو ترجمہ یا مفہوم اس آیت کے ذمہ چپکایا جاتا ہے اُس ترجمہ کے لئے متن اِس طرح ہونا لازم وواجب ہے:۔

تحریف شدہ آیت۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَانُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

فَانْطَلِقُوْا فَوْرًا اِلَيْهَا......یا **فَاهْرُبُوا اِلَيْهَا**............یا

فَفِرُّوا اِلَيْهَا..............یا **فَاذْهَبُوْا اِلَيْهَا وَذَرُوْا الْبَيْعَ وَالشِّرَاءِ ذٰلِكُمْ**.....الخ

مُحرّفین کا ترجمہ:۔ اَے ایمان والو جب بروز جمعہ نماز جمعہ کی اذان دی جائے۔

تو فوراً نماز جُمعہ کی طرف جلدی چل کر جاوَ...یا تو نماز جُمعہ کی طرف دوڑو......................یا

تو نماز جمعہ کی طرف بھاگو......................یا تو نماز جمعہ کی طرف جاوَ۔

اورخرید وفروخت ترک کردو۔وغیرہ

4۔ اِس ترجمہ یا اِن تراجم نے آیت جمعہ میں سے "مِنْ" "اسْعَوْا" اور "ذِكْرِ اللّٰه" کو نکال کر باہر کھڑا کر دیا۔تب بھی جب تک لفظ اِذَانُـوْدِيَ کو موجود رکھا جائیگا۔اِس آیت سے جو کچھ سمجھا جائیگا۔وہ مشروط "باذا" ہوگا۔اوردلالت مطابقی سے نماز جمعہ کی اذان (یعنی اَللّٰهُ اَكْبَرُ چاردفعہ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دومرتبہ۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ دو

مرتبہ۔ **حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ** دومرتبہ۔ **حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ** دوبار۔ **حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ** دودفعہ۔ **اَللّٰہُ اَکْبَرُ** دودفعہ اور **لَا اِلٰـہَ اِلَّااللّٰہ** دومرتبہ) کبھی ثابت نہ ہوسکے گی۔اور یہاں یہ بھی عرض کردیں کہ نماز جمعہ کی علیحدہ کوئی اذان نہیں ہے اور جوکچھ ہے اُسے اذان کہنا غلط ہے۔وہ صرف ندا ہے۔اورندائے مشروط''**بِاِذَا** '' ہے۔اور یہ بھی یہیں سمجھ لیں کہ نماز جمعہ جب باقاعدہ ہوتو وہ بھی کوئی الگ اور مستقل نماز نہیں ہے۔ بلکہ نماز ظہر کی جگہ نماز ہے یا یوں عرض کروں کہ ایک ہفتہ میں معہ جمعہ یا بلا جمعہ صرف اور محض پینتیس نمازیں ہیں۔جب تک ان کو چھتیس نہ کردیا جائے نماز جمعہ علیحدہ اور ایک مستقل نماز نہیں بن سکتی۔یہ تمام تحریری تحریری چیلنج ہے۔اُن تمام حضرات کے لئے جوصرف آیت جمعہ یا سورۂ جمعہ یا دیگر چند منتخبہ آیات سے نماز جمعہ کو واجب ثابت کرنے کے خبط میں مبتلا ہوں۔یہاں ایک بات رہ جانے کا اندیشہ پیدا ہوا ہے۔جسے رفع کرتے چلیں۔اوروہ یہ ہے کہ ہم نے مذکورہ بالا اذان میں ''۔**اَشْھَدُاَنَّ اَمِیْرَ الْـمُؤمِنِینَ وَاِمَامَ الْمُتّقینَ وَقَاتِلَ الْمُشْرکینَ وَالْمُنافِقِینَ والنَّاکِثِینَ وَالْـمَارِقِیْنَ عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰہِ وَصِیُّ رَسُولِ اللّٰہِ و خَلِیْفَتہُ بلا فَصل** ۔''شامل نہیں کیا تھا۔اس کا سبب یہ نہیں کہ ہم اُسے ناپسند کرتے ہیں بلکہ جن لوگوں سے بات ہورہی ہے یا جن کی بات ہے اُنہیں اذان میں یہ اعلان بہت کھلتا ہے۔ایک زمانہ تھا کہ یہ لوگ **عـلـی ا لاعـلان** ایسے لوگوں کو لعنتی کہتے اور لکھتے تھے جو اذان میں مجسمۂ اذان کا یا رُوحِ اذان کا اعلان کرنے پر مصّر ہوں۔ہمیں برادرانِ اہل سنت والجماعت سے کوئی شکوہ وشکایت نہیں ہے اور اُن سے شکایت کیوں ہو؟ اُن کا مکتبِ فکراور طریقہ فکر ہم سے مختلف ہے۔اُن کی بنیادِ مذہب اور ہے۔وہ اپنے سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے میں اگرایک مختلف نتیجہ پر پہنچیں تو نہ اس پر تعجب ہونا چاہئے اور نہ شکایت کا موقعہ۔شکایت ہمیں اُن سے ہے جو تشیّع کی عباوقبا پہنتے ہیں جو تولّا کا عمامہ باندھتے ہیں جو تبرّا کی نقاب پہنتے ہیں۔جو حُبِ علیؑ وبغض معاویہ کا کلمہ پڑھتے ہیں۔آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے گن گا گا کردن رات شیعوں کو گرماتے ہیں اور مومنین کے راہنما کہلاتے ہیں۔مگر جب آپ ان کی کتاب پڑھتے ہوئے مسئلہ اذان واقامت پر آیئے تو آپ دیکھیں گے کہ اُن میں جو جتنا بزرگ ہے یا جس کی دستار سب سے بڑی ہے وہ توفصُول اذان بیان کرتے ہوئے سرے سے علی مرتضٰی علیہ السلام کو غائب کرجائے گا۔اور جواُن میں چھوٹا یا گھٹیا ہوگا وہ بڑے ہی گھٹیا اور نکمے انداز میں، دبی زبان سے، لکھے گا کہ:۔(1)''کہہ لیا جائے تو حرج نہیں''یا (2) بغرض استحباب کہا جاسکتا ہے؛

(3) جُز واذان سمجھ کر نہ کہا جائے تو ٹھیک ہے؛ (4) ثواب کی غرض سے کہہ لیا جائے تو اچھا ہے۔''

اِدھر تو یہ حال ہے۔اُدھر **الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوم** صبح کی اذان میں کہنا جائز بتادیا جاتا ہے۔تشہد میں **اَلتَّحیَاتُ لِلّٰہِ** وغیرہ بلا تکلف اور بلا تقیہ پڑھنا عبادت سمجھتے ہیں۔لیکن علیؑ کا نام سنتے ہی 420 ڈگری بخار ہوجاتا ہے۔یہ دوعملی یقیناً کسی کو خوش کرنے کے لئے ہے۔محمدؐ وآل محمد کو خوش کرنے کے لئے تو اس قسم کا تصور ہو ہی نہیں سکتا۔پھر کس کی رضامندی مطلوب ہے۔؟بُرا نہ

مانیں تو ہم بتائیں؟ ایک لفظ میں طاغوت کی۔ اور ایک جملہ میں اُن لوگوں کی یا اُس ذہنیت کی خوشنودی منظور ہے جس نے کہا تھا کہ:۔ ائتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ ھٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ..... (10/15)

شیعوں کے پردے میں اہل بیتؑ کے دشمن

5۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ہم بھی نماز جمعہ کو واجب سمجھتے ہیں پھر واجب سمجھنے والوں سے کیوں خفا ہیں؟ جناب عالی! ہم ہر اُس شخص سے خفا ہیں جو شیعہ کہلا کر دشمن اہل بیتؑ رہے۔ ہماری جماعت کا لیڈر بنے اور ہمارے بنیادی یا اصولی عقائد کو کھوکھلا کرے۔ نمازِ جمعہ صرف محبانِ اہل بیتؑ کے نزدیک واجب ہے ان کے علاوہ جو نماز جمعہ کو واجب کہے اُسے سورہ منافقون کی پہلی آیت سنایئے۔ وقت ہو تو پُورا سورہ سُنایئے کہ اُس کا پڑھنا بھی نماز جمعہ میں واجب عینی و تعینی اور مضیق ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ o (63/1)

جب منافقین تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ تُو حقیقتاً ضرور اللہ کا رسوؐل ہے۔ (اس پر اللہ فرماتا ہے کہ) اور اللہ جانتا ہے کہ تُو حقیقتاً ضرور اللہ کا رسوؐل ہے۔ اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ منافقین حقیقتاً ضرور جھوٹے ہیں۔

6۔ دیکھا جناب کیا بات ہوئی؟ منافقین نے جو بات کہی وہ صحیح تھی لیکن خدا کو منافقوں کی زبان سے صحیح بات بھی پسند نہ آئی اور اُس کے جواب میں اُنہیں ہمیشہ کے لئے کاذب ہونے کا فیصلہ سنا دیا اور ہمیں یہ سکھایا کہ محبتِ اہل بیت علیہم السلام کے بلند بانگ دعوے اور اعلان کرنے والوں سے خصوصاً ہوشیار رہنا۔ جس طرح رسوؐل کو رسوؐل مان کر منافق فریب دے سکتے ہیں اُسی طرح کامیاب ترین فریب، شیعوں کو وہ دشمن دے سکتا ہے جو تولاّ اور تبرّا کے نعروں کے ساتھ میدان میں نکلے اور دل میں بُغضِ رسوؐل وآلِ رسوؐل پوشیدہ رکھے۔ ہم خدا کی طرح علیم وخبیر نہیں ہیں۔ ہم صرف کسی کے عمل درآمد اور منصوبوں کو سمجھ کر ہی اُسے پہچان سکتے ہیں۔ لہٰذا آپ کو خدا اور رسولؐ وآئمہ طاہرین علیہم السلام کی دو چار ایسی باتیں سناتے ہیں جو جمعہ اور نماز جمعہ سے براہ راست متعلق ہیں۔

7۔ اذان ہمارے سلسلہ گفتگو میں آخری بات تھی۔ لہٰذا اُسے پہلی بات کہہ کر گفتگو شروع کرتے ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ جمعہ کی آیہ مبارکہ میں اذان ہی کی بحث کو پہلا نمبر حاصل ہے۔ قرآن کریم میں لفظِ اَذَانٌ ایک جگہ استعمال ہوا ہے ملاحظہ ہو۔

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَ رَسُوْلُهٗ ...الخ (9/3)

ترجمہ جناب فرمان علی صاحب:۔ ''اور خدا اور اُس کے رسوؐل کی طرف سے حج اکبر کے دن (تم) لوگوں کو منادی کی جاتی ہے کہ خدا اور اُس کا رسولؐ مشرکوں سے بیزار (اور الگ) ہے۔''

ترجمہ مقبول احمد صاحب:۔ ''اور اللہ اور اُس کے رسوؐل کی طرف سے حج اکبر کے دِن کل آدمیوں کیلئے اعلان (کیا جاتا ہے) کہ اللہ اور اُس کا رسوؐل مشرکوں سے دستبردار ہیں۔''

8۔ ان دونوں تراجم پر اعتراض کرنے میں ہم وقت ضائع کئے بغیر یہ بتانا بہتر سمجھتے ہیں کہ لفظ اَذَانٌ کے معنی میں منادی بھی داخل ہے اور اس میں اعلان بھی شامل ہے ۔مگر صرف ندا اور اعلان سے ترجمہ کر دینا دراصل سستا اور چالو (Commercial) قسم کا تاجرانہ ترجمہ ہو جاتا ہے۔مگر منشاء خداوندی اور عظمتِ مقصد ضائع ہو جاتی ہے۔ہم آپ کے سامنے وہ تصور لانا چاہتے ہیں جو لفظ اذان سے خدا اور رسوؐل آپ کے ذہن میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

(1) ندا صرف آواز کو کہتے ہیں۔ہوسکتا ہے کہ وہ محض آواز ہو، بامعنی ہو یا مہمل۔دونوں ندا میں داخل ہیں۔

(2) اعلان میں نِدا ضرور ہوگی، اطلاع ضرور ہوگی، خبر ضرور ہوگی۔ان سب کے ساتھ ہی ساتھ قُدرت اور حکم اور ممانعت بھی موجود ہوگا۔جو نِدا، اطلاع، خبر یا نَبَا میں نہیں ہوتے۔لیکن اذان میں اور کیا کیا ہوتا ہے۔ملاحظہ ہو:۔

نئی اطلاع دینا۔پیشنگوئی کرنا۔احکام نافذ کرنا۔	اِخْبَارٌ . اِنْبَاءٌ . اِعْلَانٌ.	Announcement
قدرت کا دعویٰ کرنا۔اختیار کی منادی کرانا۔	اِدَّعَاءٌ. مُنَادَاةٌ. اِختِيَارٌ.	Procliamation
تنفیذ کے لئے حاضر کرنا بلانا۔	اِستِدْعَاءٌ . اِستِحْضَارٌ.	Summoning
کسی کو مجاز کرنا۔کسی پر رَوا کرنا۔	اِجَازَةٌ . اِبَاحَةٌ .	Permission
وضاحت کو پھیلانا۔ظاہر کرنا۔	نَشْرٌ . اِذَاعٌ .	Promulgation
باز رکھنا۔بقوت منع کرنا۔بند کرنا۔	انسداد. اِغلاق . اِمتناع .	Precluding
پردہ پوشی کرنا۔معزول کرنا۔	احتجاب و اعتزال.	Secluding
دھشت انگیز۔اچانک متعجب کرنا۔	اعجاب. ادھاش .	Surprise
مضبوطی کے ساتھ نصب کرنا	استحکام. انتظام.	Security

9۔ ان تمام الفاظ سے پیدا ہونے والے الگ الگ تصورات کو لفظ اَذَان میں سمو دیا گیا ہے۔صرف ایک چیز رہ گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ بلند آواز سے متعلقین کی قوتِ سامعہ پر اثر انداز ہونا چاہئے۔اب آپ لغات اور تخلیقِ الفاظ کے قوانین دیکھیں یا سورۂ توبہ یا برأۃ کا مطالعہ فرمائیں تو یہ تمام معانی متعین ہونگے۔بطور اصطلاح بھی اور بطور موضوع بھی۔یعنی اذان اور اعلان کا فرق معلوم کریں۔پھر ان دونوں میں اور منادی میں فرق معلوم کریں۔الغرض اس نتیجہ پر پہنچیں کہ مذکورہ بالا تمام الفاظ کی موجودگی میں یہ لفظ کیوں استعمال کیا گیا ہے؟۔رہ گیا الفاظ سے کھیلنا (Word Jugglery) تو اتفاق سے اس فن میں بھی ہم نے شاگردی اور رشادت حاصل کی ہے۔یوں تو ڈنڈے کو مولویانہ زبان میں **تنبیہ الجاھلین** اور عوام کے یہاں مولا بخش

کہتے ہیں ۔فریب کو چارسوبیس کہا جاتا ہے۔لفظوں کو بگاڑے بغیر کسی قوم کا تباہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔لہٰذا دانشوران منصوبہ الفاظ کا رُخ موڑتے موڑتے قوم کا رُخ موڑ لیا کرتے ہیں۔ یہ لوگ جس لفظ کو چاہیں بدنام و مذموم بنا دیا کرتے ہیں۔اور جسے چاہیں ممدوح اور پسندیدہ کر دیتے ہیں۔لیکن اسی دُنیا میں چند ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں جواُن حضرات کی صدیوں کی محنتوں کو سمیٹ کر دریابُرد کر دیا کرتے ہیں۔

10۔ ہم نے جس آیۂ مبارکہ کواذان کے لئے پیش کیا ہے۔ یہ سُورہ برأۃ یاسُورہ توبہ کی تیسری آیت ہے۔اس سُورہ کو بلا **بِسْمِ اللّٰہ** نازل کیا گیا تا کہ مشرکین، منافقین اور مذبذبین کو یاد دلایا جائے کہ اب تم سے رحم وکرم نے منہ موڑ لیا ہے۔اس اذان یاسُورہ کو **لِسانِ اللّٰہ** نے جس دبدبہ اور عظمت کے ساتھ پیش کیا اُس سے انسانوں کے دل دہل کر رہ گئے۔تاریخ میں یہ منظر یادگار رہے گا۔اس میں عزل اور نصب بھی ہوا۔گوشمالی بھی ہوئی۔مختصراً یہ کہ تاریخ کا دھارا بدل دیا گیا۔اس اذان کو بلند کرنے والا مُوَذّن کون تھا؟ وہ جومومن ومنافق کی پہچان ہے۔جس سے بغض، دین سے خارج کر دیتا ہے۔جس کی محبت ومودّۃ فرض ہے۔جس کی طرف نظر کرنا عبادت ہے۔جس کی ایک ضرب کائنات بھر کی عبادت سے زیادہ اہم ووزن دار ہے، جوخود عبادت ہے،جس سے عبادت کی ابتدا وانتہا متعلق ہے۔اور جس کواذان، جمعہ، جماعت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔اور جس کے نظرانداز کر دینے کے بعد نماز جمعہ کو واجب کہنے والے شیعوں کو ہم دشمنانِ اہل بیتؑ قرار دیتے ہیں۔وہ ہے اس اذان کا مؤذن بلکہ خود مجسمہ اذانِ خداوندی۔ سنئے ارشاد ہے:۔

11۔ **حدّثنا محمد بن الحسن، رحمه اللّٰه، قال حدّثنا محمد بن الحسن الصفار عن علی بن محمد القاشانی عن القاسم بن محمد الاصبهانی عن سلیمان بن داؤد المنقری عن حفص بن غیاث النخعی القاضی قال سألت ابا عبداللّٰه (ع)عن قول اللّٰه تعالیٰ "واذان من اللّٰه و رسوله اِلی الناس یوم الحج الاکبر" فقال: قال امیر المومنین (ع) کنت انا الاذان فی الناس......الخ**

قاضی حفص بن غیاث نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیت مذکورہ بالا میں واردشدہ لفظ اذان کے معنی معلوم کئے تو انہوںؑ نے فرمایا کہ جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ **کنت انا الاذان فی الناس** "۔انسانوں میں الاذان مَیں تھا۔" (پھر سائل نے دریافت کیا کہ) **قلت فما معنی هذه اللفظة الحج الاکبر** میں نے کہا پھر اس لفظ حج اکبر کے کیا معنی ہیں؟ **قال انّما سمّی الاکبر لا نّها کانت سنة حج فیها المسلمون والمشرکون ولم یحج المشرکون بعد تلک السنة**۔ فرمایا اس حج کے اکبر ہونے کا اس کے علاوہ اورکوئی مطلب نہیں کہ یہ وہ سال تھا جس میں مسلمانوں اور مشرکوں نے مل کر حج کیا اور اس سال کے بعد مشرکوں نے حج نہیں کیا۔"

(علل الشرائع باب188 (العلة التی من اجلها سمی الحج الاکبر صفحہ 442)

جمعہ وحج وغیرہ کے اجتماعات کا مقصد تمام بنی نوع انسان کو ایک معصومؑ نظام سے وابستہ کرنا ہے

12۔ یہ ثابت ہو گیا کہ الاذان خود جناب علی علیہ السلام ہیں۔ کیوں نہ ہوں۔ اذان کے متعلقہ تمام معانی اس ہستی میں موجود ہیں۔ چونکہ حج کا تذکرہ ہو گیا۔ اسلئے بتاتے چلیں کہ حج کی لاتعداد اغراض و مقاصد ہیں لیکن تمام اغراض و مقاصد کی جان پھر وہی رسولؐ یا جانشینِ رسولؐ ہے۔ سُنیئے حج کے اغراض و مقاصد بیان کرتے کرتے ہمارے آقا و مولا ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام آخر میں فرماتے ہیں کہ:۔(مفہوم حدیث یہ ہے)

اس اجتماع میں جو کچھ اُن کیلئے ہے اُس میں یہ بھی ہے کہ وہ حضرات آئمہ اہل بیت علیھم السلام سے دینی سوجھ بوجھ اور بصیرت حاصل کریں۔ اور انکی احادیث و اقوال و فرمانات کو اس زمین کے گوشہ گوشہ اور اقصائے عالم تک پہنچا دیں۔ جیسا کہ خداوند عالم نے (قرآن میں) فرمایا ہے کہ:۔

> ''لھم الاجتماع فیہ مع ما فیہ من التَّفَقُّہ و نقل اخبار الائمۃ علیھم السلام الٰی کل صقع و ناحیۃ کما قال اللّٰہ عزَّوجلَّ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طَآئِفَۃٌ لّیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اِذَا رجعوا الیھم لَعلّھم یحذرون و یشھدوا منافع لھم.''

''۔تمام فرقوں میں سے کچھ لوگ اس غرض سے کیوں نہ نکلیں کہ وہ دین کی سوجھ بوجھ و بصیرت حاصل کریں اور جب واپس اپنی اقوام (فرقوں) میں پہنچیں تو اس دینی بصیرت سے اپنی اقوام کی تنذیر کریں تا کہ وہ اقوام منکرات سے بچیں۔'' اور ضرور ضرور اپنے مفاد پر شاہد بنیں۔(باب 182 علل الشرائع و اصول الاسلام صفحہ 273)

13۔ ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ یہ بھی اُسی اذان کی ایک آیت ہے۔ یعنی سُورہ توبہ کی آیت۔ یعنی لِسان اللّٰہ کی زبان سے تاکید و تنبیہ کہ تمام بنی نوع انسان کی تمام اقوام پر فرض ہے کہ وہ باری باری (Turn By Turn) اس سالانہ اجتماع میں علوم اہل بیتؑ سے مستفید ہوتے۔ اُن کی منشاء کے مطابق ایک عالمی نظام قائم کرنے اور ہزار ہا فوائد کے حصول کے لئے حاضر ہوتے رہیں۔ دیکھئے اس آیت میں بھی انتباہ، تنذیر، حکم، امتناع، اعلان اور وہ سب کچھ موجود ہے جو اذان کی اصطلاح سے خداوند عالم کا مقصود ہے۔ عظمتِ مقصد واضح ہے۔ جمعہ و جماعت وحج و دیگر اجتماعات کی رُوح کھینچ کر ایک جگہ حاضر کر دی گئی ہے۔ اگر اس مقصد اصلی کو کوئی غائب کر لینا چاہے اور صرف جمعہ واجب ہے، جمعہ فرض ہے، جمعہ یہ ہے، جمعہ وہ ہے کی رٹ لگا تا رہے۔ وہ شخص معلوم اور اس کے باطنی مقاصد معلوم۔ وہ کاذب اور منافق ہے۔ یہاں یہ بھی دیکھ لیں کہ آیت جمعہ میں جو

فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ o (62/10)

فرمایا گیا اُس کے معنی واضح ہو گئے کہ امامؑ کی سطح سے حاصل کی ہوئی تعلیمات کو لیکر اس زمین میں پھیل جاوٴ۔ یعنی اُن تعلیمات کے ناشر بن جاوٴ۔ اُن کی نشر و اشاعت سے فضل خداوندی وابستہ ہے۔ تمہارا یہ عمل در آمد ذکر اللہ کو کثیر کرے گا۔ کثرت کے ذکر

سے تمہیں حصہ ملے گا۔اور یوں فلاح انسانی نصیب ہوگی ۔وہاں یہ منشاء نہیں ہے کہ نماز پڑھ کر پھر اپنے کاروبار میں اُلجھ جاؤ۔اس آیت پر با قاعدہ گفتگو ہوگی۔اسی قسم کے اجتماعات کے لئے ایک دوسرا مقام دیکھیں۔

14۔ مفہوم حدیث:۔امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف سے فضیلؒ بیان کرتے ہیں کہ حضورؑ نے اُن لوگوں پر نظر ڈالی جو طواف کعبہ میں مصروف تھے۔چنانچہ فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں بھی اس ہی طرح یہ لوگ طواف کیا کرتے تھے۔ان کے لئے حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان کا طواف کریں۔اور اس کے بعد ہماری طرف روانہ ہوں۔اور اپنی ولایت اور مودّۃ ہم پر ثابت کریں۔اور اپنی بضاعتوں اور قوتوں کو ہمیں سونپیں۔اس کے بعد یہ آیت پڑھی (سورہ ابراہیم 37) خدایا لوگوں میں سے اُن کے قلوب کو اِن کے ہواخواہ بنادے۔''

علی بن ابراھیم،عن ابیه، عن ابی عمیر، عن ابن اُذینه، عن الفضیل، عن ابی جعفر علیه السلام قال:نظر الی الناسِ یطوفون حول الکعبة ،فقال :هکذا کانوا یطوفون فی الجاهلیّة!! انّما اُمروا ان یطوفوا بها ثُمَّ ینفروا الینا، فیعلمونا ولایتهم و مودَّتهم و یعرضوا علینا نصرتهم ثُمَّ قَرَأ هذه الآیة ؛
''فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ.''(14/37)

(اصول کافی باب۔ **ان الواجب علی الناس بعد ما یقضون منا سکهم ان یا توا الا مام فیسأ لو نه عن معالهم دینهم و یعلمونهم ولایتهم و مودّتهم له ،کتاب الحجة** الکمر ئی جلد2 صفحہ 311)

15۔ یہ ہے جناب انتہائی مقصدِ جمعہ و جماعت و حج وغیرہ کے اجتماعات کا کہ تمام بنی نوع انسان خود کو ایک معصوم نظام سے وابستہ کرے اور اپنے تمام اختیارات و وسائل کو اُس کے سُپرد کردے۔اور اپنے اعمال وافکار واقوال وتصورات میں حجۃ زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع مطلق کرے۔اگر یہ مقصد نہیں ہے تو تمام اجتماعات ایام جاہلیت کے اعمال جاہلیت قرار پاتے ہیں۔چنانچہ نہ وہ زحمتِ طواف وحج مقبول خداوندی تھی اور نہ آج کا یہ ہنگامہ جو جمعہ کے نام پر برپا کرنا چاہتے ہیں۔یہ تضیع بلکہ مجرمانہ تضیع اوقات وسرمایہ وقوت ہے۔(CRIMINAL WASTAGE OF TIME,WEALTH & ENERGY)
پھر ان حالات میں راہنمایانِ قوم کا حال دیکھنا ہو تو اسی باب کی تیسری حدیث دیکھ لیں۔جہاں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:۔''یہ ہیں وہ لوگ جو بلا کسی دلیل اور کتاب خداوندی کے دین خدا کی راہیں روک کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ بتحقیق یہ لوگ خبیث ترین انسان ہیں۔اگر یہ اپنے گھروں میں بیٹھتے اور راہنمائی کا یہ ڈھونگ نہ رچاتے تو لوگ ہدایت کے لئے ہم تک پہنچتے۔اور ہم انہیں تعلیمات خداوندی سے مالا مال کرتے۔''

یعنی تمام بنی نوع انسان کی گمراہی کا سبب اُسی قسم کے لوگ ہیں جن کا امامؑ نے دکھا کر حال بیان کیا ہے۔نام بدل جانے اور اعمال وہی رہنے سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوجاتا۔اسی تیسری حدیث میں امامؑ نے یہ بھی فرمادیا ہے کہ خدا نے لوگوں کو

حاضر ہونے اوران پتھروں کا طواف کرنے کا حکم دیا پھر یہ کہ اس کے بعد وہ ہمارے پاس حاضر ہوکر ہم پر ہماری ولایت میں ہونے کا ثبوت دیں اور ہم سے ہدایات حاصل کریں۔'' چنانچہ حج کا مقصد واضح ہو چکا کہ:۔

اوّل۔آئمہ معصومین علیھم السلام کی تعلیمات کوتمام روئے زمین پر پھیلانا؛

دوم۔ ہرشخص کا عملاً اپنی محبت ووسائل حضورآئمہؑ میں پیش کرنا؛

سوم۔ ہر ہر معاملہ میں اُن کی مرضی کے مطابق عمل کرنا اوراُن سے ہدایت حاصل کرنا۔

16۔ **اسی جگہ نماز جمعہ کی غرض ومقصد بھی ملاحظہ فرمالیں تو آگے بڑھیں ارشاد ہوتا ہے کہ:۔**

ومنها انّ الصلٰوۃ مع الامام اتم واکمل لعلمه وفقهه و فضله و عدله .ومنها ان الجمعة عید و صلاۃ العید رکعتین ولم تقصر لمکان الخطبتین . فان قال فَلِمَ جعلتِ الخطبة قیل لِاَ نّ الجمعة مشهد عام فاراد اَن یکون لِلاِمامٌ سبب الی موعظتهم و ترغیبهم فی الطاعة وترهیبهم من المعصیّة و فعلهم و توفیقهم علی ما ارادوا من مصلحة دینهم ودُنیا هم ویَخُبر هم بما ورد علیهم من الآفات ومن الاحوال الّتی لهم فیها المضرّۃ و المنفعة ولا یکون الصائر فی الصلا ۃ منفصلا ولیس بِفَاعل غیره ممن یؤم الناس فی غیر یوم الجمعة .فان قال فَلِمَ جَعَلَتُ خطبتان ؟قیل لِاَن تکون واحدۃ للثناء و التمجید والتقدیس لِلّٰه عزَّوجلَّ والاخری للحوایج والاعذار و الانذار والدعا ولما یرید اَن یعلمهم من امره ونهیه مافیه الصلاح والفساد ۔''

(**علل الشرایع** ۔صفحہ 265باب 182**علل الشرایع واصول الاسلام**) اس حدیث میں واضح ہوگیا کہ:۔

1۔نماز امامؑ کے ساتھ ہی کامل ہوتی ہے۔اوراس کا سبب؛

2۔امامؑ کاعلم وفقہ اورفضل وعدل میں درجہ کمال پر ہونا ہے تاکہ؛

3۔امامؑ کے وسیلے سے بنی نوع انسان میں علم وفقہ وفضل وعدل عام ہوجائے؛

4۔خطبہ کا مقصد یہ ہے کہ امامؑ جمعہ کے روزمنظرعام پرانسانوں کی ھدایت کے لئے تمام متعلقہ اقدامات کرسکے؛

5۔دینی مصلحتوں کے مطابق تمام انسانوں کی توفیقات اورعملی قوتوں کوموثر ومربوط کرسکے؛

6۔بنی نوع انسان پرگذرنے والے اورآئندہ پیش آنے والے حادثات واحوال کا تدارک کرے؛

7۔مضرتوں سے محفوظ اور منفعتوں سے وابستہ رکھے اور؛

8۔یہ سب کچھ امامؑ کی جگہ کوئی دوسرا پیش نماز ہرگزنہیں کرسکتا؛

9۔اس لئے کہ کوئی چیز یا کسی اقدام وعمل کی حقیقت کا جاننا دوسروں کے لئے ناممکن ہے۔جب تک براہ راست وحی خداوندی سے وابستہ نہ ہوں؛

10۔صلاح وفلاح اور فساد ومضرّت، نفع ونقصان اپنے حقیقی معنی میں صرف امامؑ پر منکشف ہوتے ہیں۔ باقی انسان مضرت کو منفعۃ سمجھ سکتے ہیں۔ اُنہیں دھوکہ ہوسکتا ہے؛

11۔حوائج وضروریاتِ اجتماعی کا علم بھی محض امامؑ ہی کو حاصل ہوتا ہے۔اس لئے کہ وہ بنی نوع انسان کے اجتماعی ضمیر اور مزاج کی اصلاح اور فلاح کا ضامن ہے؛

12۔امامؑ ہی کی ذمہ داری ہے کہ انسانوں کو اس کائنات کے علوم عطا کرے علوم کا صحیح مصرف بتائے اور تنفیذِ احکام و شریعت میں سہولت بہم پہنچائے تا کہ انسان فساد سے محفوظ رہیں۔

17۔ آپ یہ دیکھ چکے کہ قرآن کریم میں استعمال شدہ لفظ اذان کی تفصیلات کیا ہیں۔اور یہ بھی کہ وہ تمام تفصیلات سمٹ کر جناب علی مرتضٰی علیہ الصلوٰۃ السلام میں جمع پائی جاتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ وہ حضرتؑ خود کو اذان فرماتے ہیں۔آپ نے یہ بھی دیکھا کہ اذان ہو یا حج وجمعہ ہو اُن میں مقصدِ اصلی خودسربراہِ اسلام ہوتا ہے تا کہ منشاءِ خداوندی اور ضروریات انسانی پر کماحقہٗ عمل درآمد ہوسکے۔

(18) اذان اور ندا کے فرق کے لئے قرآن کریم کا ایک اور مقام سامنے لائیں ارشاد ہے:۔

جنتیوں نے جہنمیوں کو ندا دی کہ جو وعدہ ہمارے رب نے ہم سے کیا تھا وہ یقیناً ہم نے پالیا۔کیا تمہیں بھی تمہارے رب کا کیا ہوا وعدہ مل گیا؟ جہنمیوں نے کہا ہاں مل گیا۔چنانچہ ایک موذنؑ نے اُن کے مابین اذان دی کہ جو لوگ راہ خداوندی کو روک دینا اور اُسے ٹیڑھا کردینا چاہتے تھے اور آخرت کا کفر کرتے تھے۔اُن ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے (یا محرومی ہے)۔	وَنَادٰٓى أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ أَصْحٰبَ النَّارِ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوا نَعَمْ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِينَ O الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُونَ O (7/44-45)

(الف) ۔اس آیۂ مبارکہ میں بھی مؤذّن جناب علی مرتضٰی علیہ السلام ہیں ملاحظہ ہو:۔

احمد بن عمر حلال نے کہا میں نے ابوالحسن علیہ السلام سے معلوم کیا خدا کے قول پس اذان دی موذن نے انکے درمیان کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے کے متعلق انہوں نے فرمایا کہ المؤذن امیر المومنینؑ ہیں۔	عن احمد بن عمر الحلال قال:سألت ابا الحسن عليه السلام عن قوله تعالٰى : فاذّن مؤذّن بينهم ان لعنة اللّٰه على الظلمين"قال:المؤذّن امير المؤمنين عليه السلام. (اصول کافی کتاب الحجۃ باب نکت ونتف من التنزیل فی الولایۃ الکمرئی صفحہ 399)

یہاں آپ یہ دیکھئے کہ لفظ ندا کے ساتھ کیا کہا گیا ہے؟ اور اذان وموذن میں کیا فرق کیا گیا ہے؟ ندا میں ایک سادہ سی اطلاع اور اُسی قسم کا ایک سوال ہے۔یہ بھی پکار کر زبان سے ہی کہا گیا ہے اور دونوں فریق نے کانوں سے سنا ہے۔مگر اذان میں ندا کا سارا

سامان ہوتے ہوئے، قدرت واقتدار، قانون واحکام، اعلان وفیصلہ وغیرہ تمام وہ چیزیں لائی گئیں جو سابقاً بیان ہوچکی ہیں۔ اور دیکھئے کہ ایک نبیؑ اور حاکم وقت کی طرف سے اذان دلائی گئی ہے:۔

19۔ ''جب اُنہوںؑ نے اُن کا ساز وسامان تیار کرادیا تو اپنے بھائی کے سامان میں کانسہ رکھوادیا۔ پھر مُوذّن نے اذان دی کہ اے اہل قافلہ تم یقیناً چور ہو۔(اہل قافلہ) سامنے حاضر ہوئے اور کہا کہ تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے.......۔''

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسٰرِقُونَ O قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُونَo.......وغیرہ (12/70---75)

اِن آیات کو آگے تک پڑھتے چلے جائیں اور دیکھیں کہ اذان اور موذّن کی لفظیں یہاں اسی لئے استعمال ہوئی ہیں کہ **اِدھر قدرت ہے، حکم ہے، لب ولہجہ حاکمانہ وفیصلہ کن ہے، انعام وسزا کا اختیار حاصل ہے**۔ یہ بات نوٹ کریں کہ ہم ان آیات سے صرف ندا واذان کا فرق پیش کررہے ہیں۔ احادیث ہوں یا آیات ہم اُن کے دوسرے عنوانات وموضوعات کو نہیں چھیڑتے کہ اس طرح ہم اپنے عنوان سے بھٹک جائیں گے اور بحث میں استقامت نہ رہے گی۔

بس ہم اذان وندا کے متعلق صرف ایک مقام حدیث سے پیش کرکے دوسرے لفظ سے بحث شروع کردیں گے۔ آنے والی حدیث میں اذان کی سادہ سادہ تعریف اور نداواذان کا فرق واضح ہوجاتا ہے۔ ارشاد ہو رہا ہے کہ:۔

20۔ مفہوم حدیث:۔ اگر کہنے والا یہ کہے کہ وہ اذان دینے کیلئے کیوں مامور کئے گئے ہیں مجھے یہ بتادو۔ تو اُس سے کہا جائیگا۔ کہ اسکی بہت سی علتیں ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ:۔ 1۔ سھو کرنے والے کو یاددھانی ہے اور 2۔ غافل کے لئے انتباہ ہے؛

فان قال قائل فاخبرنی عن الاذان لم امروا؟ قیل لِعِلَلٍ کَثِیْرَةٍ.منها ان یکون تذکیرًا للسَّاهی و تنبیها الغافل وتعریفا لمن جهل الوقت واشتغل عنه وداعیًا الی عبادة الخالق مرغبًا فیها مقرًا له بالتوحید مجاهرًا بالایمانِ . معلنًا بالاسلام مُؤَذِّنًا لمن یتساهی. وانما یقال موذن لا نّه مُؤَذِّن بالصلاة.

3۔ جواوقات سے جاہل اور مشغول ہو اس کے لئے تعارف (یا عرفان) ہے؛

4۔ عبادت خالق کے لئے رغبت کے ساتھ بلانے کی دعوت ہے؛

5۔ اللہ کی توحید کیلئے اقرار کرتے ہوئے؛ 6۔ ایمان کو ظاہر کرتے ہوئے؛

7۔ اسلام کا اعلان کرتے ہوئے؛ 8۔ جو بھولنے والا ہو وہ مُوَذّن بنتے ہوئے آئے؛

9۔ بتحقیق کہ موذّن اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ نماز کے لئے اذان دینے والا ہے۔

(باب182 علل الشرایع و اصولِ الاسلام صفحہ 258)

21۔ حدیث طویل ہے۔ برابر ایک ایک فصل کی وجہ بیان ہوتی چلی جارہی ہے بتایا جارہا ہے کہ اذان کی ابتدا تکبیر سے کیوں ہوتی ہے؟ فصول اذان دو دو دفعہ کیوں ہیں؟ تاکہ سُننے والوں کے کانوں پر تکرار سے تاکید ہو اور وہ سھو سے بچیں۔ ایک دفعہ بھول سکتا ہے۔ لیکن دوسری فصل کو فراموش نہیں کرسکتا۔ پھر اگر کہنے والا یہ کہے کہ اذان کی ابتدا میں تکبیرات چار دفعہ کیوں ہیں؟ بتایا گیا کہ اوّل دو عدد تنبیہ اور دوسری اذان کے لئے۔ سوالات اور جوابات یہاں تک آتے ہیں کہ فرمایا:۔

مفہوم حدیث یہ ہے کہ :۔ ''اگر کہنے والا کہے کہ دو شہادتوں کے بعد نماز کیلئے دعوت کیوں دی جاتی ہے۔ تو اس سے کہا جائے گا کہ اذان کا قیام نماز کے ساتھ قائم ہے۔ اور حقیقتاً وہ (اذان) اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ اس کا مقصد نماز کی منادی ہے۔ اسی بنا پر اذان کے درمیان میں نماز کے لئے ندا رکھ دی گئی ہے۔ چنانچہ (درمیان کا مطلب یہ ہے کہ) اس کے قبل چار تکبیریں اور دو عدد شہادتیں رکھی گئی ہیں اور اس کے آخر میں چار ہیں جن سے نماز اور بھلائی کی طرف تقاضہ کر کے فلاح کی دعوت دی جاتی ہے۔ پھر اس کی ادائیگی اور اس پر عمل از راہ رغبت کرنے کے لئے خیر العمل کی طرف مدعو کیا جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد تکبیر و تہلیل کی ندا دی جاتی ہے۔ تاکہ اس کے بعد چار کی تکمیل ہو جائے جیسا کہ اس سے پہلے چار کی ہوئی تھی۔ اور تاکہ اس کے بیان کو حمد و ذکر اللہ کے ساتھ ختم کیا جائے۔ جیسا کہ وہ حمد و ذکر اللہ کے ساتھ شروع کیا گیا تھا۔

> فان قال قائل فلم جعل بعد الشهادتين الدعاء الى الصلاة قيل لان الاذان انما وضع لموضع الصلاة وانما هو نداء الى الصلاة فجعل النداء الى الصلاة فى وسط الاذان فقدم قبلها اربعا التكبيرتين والشهادتين واخربعد ها اربعا يدعو الى الفلاح حثا على البرّ والصلاة ثم دعا الٰى خير العمل مرغبا فيها وفى عملها وفى ادائها ثمَّ نادى بالتكبير و التهليل ليتم بعدها اربعا كما أتم قبلها اربعا وليختم كلامه بذكر اللّٰه و تحميده كما فتحه بذكره وتحميده. (حدیث مسلسل جاری ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے)

(علل الشرائع واصول الاسلام صفحہ 259)

نُودِیَ لِلصَّلٰوۃِ کا حقیقی اطلاق

22۔ اس جگہ اذان کے وہ معنی جو ہم ابتدا سے بتاتے چلے آرہے ہیں کما حقہ واضح و ثابت ہو گئے۔ اور یہ بات بھی کھل کر سامنے آگئی کہ اذان میں ندا ضرور شامل ہوتی ہے۔ لیکن ندا میں اذان نہیں ہوتی۔ یا یہ کہ ہر اذان میں ندا ہے مگر ہر ندا میں اذان نہیں ہوتی۔ یہ بھی بتادیا گیا کہ اذان کا تعین جب نماز کے ساتھ ہو جائے تو اس کا انتہائی مقصد لوگوں کو نماز کے لئے پکارنا ہی ہوتا ہے۔ اس لئے ندا کو اذان کے درمیان رکھ دیا گیا ہے۔ اب اس کے بعد ندا کو اذان اور اذان کو ندا سمجھتے رہنا قرآن کریم و احادیث ولغات کے خلاف ہوگا۔ لہٰذا ہم عرض کر چکے ہیں کہ اذان محض نماز موقوت کے لئے ہے اور وہ صرف پانچ وقت کی

نمازیں ہیں۔اور کسی نماز کے ساتھ لفظ اذان استعمال کرنا غلط اور قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔اسی لئے قرآن کریم نے اِذَا اَذَّنَ لِلصَّلٰوۃِ من یَوْمِ الجمعة نہیں فرمایا۔ بلکہ اِذَا نُودِیَ کہا گیا۔تا کہ نماز جمعہ کے ساتھ اذان یا اذان کے ساتھ نماز جمعہ مستقل حیثیت اختیار نہ کرلے۔ **اور کُلّی اختیارِ قیامِ جُمعہ امامؑ کے منشاء،ارادے اور مصلحت پر باقی رہے۔**

23۔ یہاں سے ہم یہ بتانا شروع کرتے ہیں کہ نُودِیَ لِلصَّلٰوۃِ کا حقیقی اطلاق کہاں اور کیسے ہوتا ہے۔ چنانچہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

”عن فضیل عن ابی جعفر علیه السلام قال:بنی الاسلام عَلٰی خمس: الصلاة والزكاة والصّوم والحجّ والولاية ولم يناد بشيء مانودی بالولاية يوم الغدير۔	فضیل سے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں۔نماز،زکوٰۃ،روزہ،حج اور ولایۃ۔اور کسی چیز کے لئے بھی ندانہیں دی گئی جو کہ غدیر کے روز

ولایت کے لئے ندادی گئی۔(اصول کافی کتاب الایمان والکفر،باب دعائم الاسلام حدیث نمبر1,8)

معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کی طرف سے آخری حج تک پورے زمانہ رسالت میں ندا کا خاص تعلق ولایت کے اعلان سے رہا اور اس طرح کسی اور عبادت کے لئے ندانہیں دی گئی۔

24۔ **اُسی باب اور کتاب میں تیسری حدیث یوں آئی ہے کہ:۔**

عن ابی جعفر علیه السلام قال:بنی الاسلام علی خمس:علی الصلاة والزكاة والصوم والحج والولاية ولم يناد بشيء كما نودی بالولاية. فاخذالناس بأربع وتركوا هذا يعنی الولاية.	امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اسلام کی بنا پانچ پر ہے۔نماز،زکوٰۃ،روزہ،حج اور ولایت پر۔اور کسی چیز کے لئے اس طرح ندا نہیں دی گئی جیسا کہ ولایت کی منادی کی گئی۔لوگوں نے چار کو اختیار کرلیا۔پانچویں یا ولایت کو ترک کردیا۔

یہاں ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا آپ بھی اُن لوگوں میں شمار ہونا پسند کریں گے جو نودی للصلوٰۃ سے محض نماز سمجھیں اور دوسروں کو اس کا مطلب صرف نماز بتانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگائیں اور پانچویں چیز کو چھوڑ کر امام محمد باقر علیہ السلام کی منشاء کے خلاف ولایت کو ترک کرنے والوں میں لکھے جائیں۔ہمیں یقین ہے کہ کوئی شیعہ اہلبیتؑ ہرگز ہرگز یہ پسند نہ کرے گا۔البتہ جن لوگوں کو آخرت یا قیامت پر ایمان نہیں ہے اور اسی دُنیا پر ایمان رکھتے ہیں ان کا ذکر فضول ہے۔ چونکہ ولایت کا تذکرہ ہوگیا اس لئے بطور نمونہ اس کی اہمیت روزہ،نماز کے بالمقابل دیکھتے چلیں۔

(کتاب الحجة من الكافی باب فيه نتف و جوامع من الرواية فی الولاية سے ذیل کی احادیث دیکھیں)۔

(25) آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی ولایت کی اہمیت

(الف) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہماری ولایت، ولایتِ خدا ہے۔کوئی پیغمبر مبعوث ہی نہیں ہوا۔ اِلّا یہ کہ ہماری ولایت کی تنفیذ وتمہید کی غرض سے مبعوث ہوا۔(حدیث نمبر3)

(ب) ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا کہ ولایت علیؑ تمام انبیاء کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔اور اللہ نے ہرگز کوئی رسول مبعوث نہیں فرمایا سوائے اس کے کہ وہ نبوت محمدؐ یہ ووصایۃ علیؑ کے ساتھ مبعوث ہوا۔(حدیث نمبر6)(اصول کافی۔کتاب **الحجۃ باب فیہ نتف وجوامع من الروایۃ فی الولایۃ**)

(الف) عن ابی عبداللّٰہ علیہ السلام قال : ولایتنا ولایۃُ اللّٰہِ الّتی لم یبعث نَبیًّا قطّ اِلَّا بھا .

(ب) عن ابی الحسن علیہ السلام قال:ولایۃ علی علیہ السلام مکتوبۃ فی جمیع صحف الانبیاء ولن یبعث اللّٰہ رسولًا اِلَّا بنبوّۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ و وصیّۃ علی علیہ السلام.

یہاں تک یہ ثابت ہوگیا کہ ارسال انبیاءؑ کی سب سے اہم غرض ولایت محمدؐ یہ ہے۔

(26) ولایت اہلبیتؑ پر عالم ذر میں عہد لیا گیا تھا

حسن بن نعیم صحّاف نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ کے قول ''تم میں سے ایک گروہ مومن ہوگا اور ایک کافر'' کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ خدا نے ان کے ایمان اور کفر کو ہماری ولایت کی کسوٹی پر جانچ لیا تھا۔جس روز خدا نے بنی نوع انسان سے عہد لیا جب کہ وہ ابھی صلب آدم علیہ السلام میں بصورت ذرّہ تھے۔(اصول کافی۔کتاب **الحجۃ باب فیہ نکت ونتف من التنزیل فی الولایۃ** حدیث نمبر4)

عن الحسن بن نعیم الصحّاف قال:سألتُ ابا عبداللّٰہِ علیہ السلام عن قول اللّٰہ عزَّوجلَّ: ''فمن کم مومن و منکم کافر ''فقال:عرف اللّٰہ ایمانھم بولایتنا وکفر ھم بھا یوم اخذ علیھم المیثاق فی صلب آدم علیہ السلام وَھُمُ ذرٌّ.

(27) ولایت ہی کو امانت خداوندی کی حیثیت سے پیش کیا گیا تھا

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اللہ کے فرمان ''بتحقیق ہم نے اپنی امانت کو سماوات اور ارض اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا۔لیکن وہ خوفزدہ ہوگئے اور اس امانت کو برداشت کرنے سے باز رہے۔مگر انسان نے اُسے برداشت کرلیا۔اس لئے کہ وہ نادان اور ظلم برداشت کرنے والا ہے۔فرمایا کہ امانت سے مقصودِ خداوندی ولایت امیر المومنین علیہ السلام ہے۔''(اصول کافی کتاب **الحجۃ** باب مذکورہ بالا حدیث نمبر2)

عن ابی عبداللّٰہ علیہ السلام فی قول اللّٰہ عزَّوجلَّ ''اِنَّا عرضنا الأمانۃ علی السّماوات والأرض والجبال فأبین أن یحملنھا وأشفقن منھا و حملھا الانسان انّہ کان ظلوماً جھولاً''قال:ھی ولایۃ امیر المؤمنین علیہ السلام .

28۔ آپ نے دیکھا کہ ولایت ہی وہ بنیاد ہے کہ جس پر پورا دین اسلام استوار ہوتا ہے۔یہی وہ امانت تھی جس کی ذمہ دار پوری بنی نوع انسان ہے۔اوراس کی اطاعت کا روز ازل ان سے عہد لیا گیا تھا۔یہی ولایت ہے جس کے لئے تمام انبیاء علیہم السلام کوتمہید بنایا گیا۔اسی کے قیام واستحکام ومعرفت کیلئے تمام رسولؑ مبعوث ہوئے۔اور پھراسی کی طرف تمام توجہات کومرکوز کردینے کاحضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہہ کرحکم دیا گیا کہ:۔''فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيْفًا.....الخ (30/30)
عن ابی جعفر فی قوله تعالیٰ (مذکورہ آیت) **قال: ھی الولایة**۔امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ دین حنیف ولایت ہے۔'' (اصول کافی کتاب الحجة باب مذکورہ بالا حدیث نمبر35)

29۔ جب کہ ولایت کو دین فرمایا گیا ہے تو اب دین کے تمام احکام وعبادات خود ولایت کے ماتحت رہنا لازم ہیں۔اور ولایت کے بغیر دین کا کوئی کام قابل قبول نہیں ہوسکتا۔چنانچہ حکم سُنئے ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

عن عمیرة عن ابی عبداللّٰهِ علیه السلام قال: سمعته یقول: اُمر النّاس بمعرفتنا والردّ الینا والتسلیم لنا، ثم قال: وان صامُوا وصلّوا وشهدوا ان لا اِلٰه اِلّا اللّٰه وجعلوا فی انفسهم اَن لا یردّوا الینا کانوا بذٰلک مشرکین۔

عمیرہ نے کہا کہ میں نے جناب جعفر صادق علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ تمام انسان اس پر مامور ہیں کہ ہماری معرفت حاصل کریں۔ اور ہم سے رجوع ہوں۔ہمارے احکامات کوتسلیم کریں۔اسکے بعد فرمایا کہ اگر وہ روزے رکھیں۔نمازیں پڑھیں اورکلمہ پڑھیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔اوردل میں یہ ہو کہ ہم آئمہ اہل بیت علیہم السلام سے مراجعہ نہ کریں گے۔تو بھی وہ مشرک ہی ہیں۔''(اصول کافی۔ **کتاب الایمان والکفر باب الشرک**)

اس حدیث کو جانتے ہوئے اگر کوئی نماز، روزہ پراس طرح تقاضا کرے کہ ولایت اس نماز یا روزہ سے خارج ہو جائے تو اُسے کم ازکم شیعہ نہ کہا جائے گا۔اوراگر یہاں کسی انتظام کے ماتحت وہ شیعہ کہلاتا رہے تو قیامت میں وہ ضرور مشرکین کے ساتھ محسوب ہوگا۔اب اس کے بعد یہ دکھا کر ختم کردیں کہ دین کے تمام احکام وعبادات میں رعایت ورخصت اوراستثناء ہے مگر ولایت میں کوئی رعایت واستثناء نہیں ہے سنئے ارشاد ہے:۔

عبدالحمید بن ابی العلاء الازدی قال: سمعت أبا عبداللّٰهِ علیه السلام یقول: انّ اللّٰه عزَّوجلَّ فرض علی خلقه خمساً فرخّص فی اربع ولم یرخّص فی واحدة. (اصول کافی کتاب الایمان والکفر باب دعائم الاسلام)

30۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے۔کہ بتحقیق اللہ نے اپنی مخلوق پر پانچ فرائض مقرر کئے۔ان میں سے چار میں رخصت دی لیکن پانچویں میں کوئی رعایت نہیں کی ہے۔'' یہ پانچوں فرائض کون کون سے ہیں اور رخصت ورعایت کس میں ہے۔اس کی تفصیل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس طرح فرماتے ہیں کہ:۔

31۔ امام علیہ السلام نے اس حدیث میں واضح فرمادیا کہ نماز، روزہ، زکاۃ اور حج میں رخصت دی گئی ہے مگر امامت کو یا ولایت کو کسی حالت میں اور کوئی شخص ترک نہیں کرسکتا۔ ساتھ ہی یہ بھی بتادیا ہے کہ جب تک اس اُمت کا کوئی فرد آئمہ اہل بیتؑ کی ولایت میں داخل نہیں ہوتا۔ اور اللہ و رسولؐ کے قائم کردہ امامؑ سے متعلق نہیں ہوجاتا اس وقت تک اسکا کوئی عمل خدا کے یہاں قابل قبول نہیں ہے۔ اس کی کوئی نیکی خدا کے یہاں شمار نہیں ہے۔ وہ گنہگار اور فتنوں میں مبتلا رہے گا حتیٰ کہ وہ دروازہ ولایت میں داخل نہ ہوجائے جو خدا ورسولؐ کی طرف سے اس کیلئے کھولا گیا تھا۔'' اور سُنئے:۔

كـذلك هـذه الامّة العـاصية المفتونة بعد نبيّها (صلى اللّٰه عليه و آله) وبعد تركهم الامام الّذى نصبه نبيّهم (صلى اللّٰه عليه و آله) لهم فلن يقبل اللّٰه تبارك و تعالىٰ لهم عملاً ولن يرفع لهم حسنة حتّى يا توا اللّٰه عزّوجلّ من حيث امر هم ويتولّوا الامام الذى اُمروا بولايته ويدخلوا من الباب الّذى فتحه اللّٰه عزّوجلّ ورسوله لهم، يا ابا محمدٌ انّ اللّٰه افترض على اُمة محمد (صلى اللّٰه عليه و آله) خمس فرائض: الصلاة والزكاة والصيام والحجّ وولايتنا فرخّص لهم فى اشياء من الفرائض الاربعة ولم يرخّص لِاَحد من المسلمين فى ترك ولايتنا، لا واللّٰه مافيها رخصة ۔(روضہ کافی صفحہ 271)

(32) ولایت کنجی ہے اور اسکے بغیر نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ بیکار

حضرت امام باقر علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ:۔

۔''اللہ تعالیٰ نے اسلام کو پانچ چیزوں پر استوار فرمایا ہے۔ نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ اور ولایت پر۔ (زرارہ نے دریافت کیا کہ)

۔''**وَاَىُّ شىءٍ من ذلك افضل**''۔ ان میں سے کون سی چیز افضل ہے؟ ۔''**فقال الولاية افضل**''۔ فرمایا کہ ولایۃ افضل ہے۔''**لانّها مفتاحهن**''۔ اس لئے کہ وہ ان کی کنجی ہے۔''**والوا لىٌّ هوالدّليل عليهن**''۔ اور وَالی (امامؑ) ان چاروں (روزہ، نماز، حج وزکاۃ) پر دلیل ہے۔'' (اصول کافی کتاب الایمان والکفر باب دعائم الاسلام)

اسکے بعد جناب زرارہ برابر دریافت کرتے جاتے ہیں کہ ولایت کے بعد کون افضل ہے۔ فرمایا۔''الصَّلاۃ''۔ نماز افضل ہے۔ روزہ، زکوٰۃ اور حج سے۔ اسکے بعد زکاۃ کو حج اور روزہ سے افضل فرمایا۔ پھر حج کا نمبر رکھا اور آخری درجہ روزہ کا مقرر فرمایا گیا۔

33۔ واضح ہوگیا کہ نماز جمعہ ہو یا کوئی اور نماز ہو، حج ہو یا زکوٰۃ ہو یہ سب الگ الگ یا مل کر بھی مفید نہیں ہوسکتے جب تک اُن کے ساتھ اُنکی کنجی (مفتاح) یعنی ولایت نہ ہو۔ آپ جانتے ہیں کہ اللہ نے انبیاء علیھم السلام کو اپنی تعلیمات کے اعلان واطلاع و تنفیذ کیلئے ارسال فرمایا۔ ان میں سے ہر ایک نے ایک خاص مگر محدود زمانہ تک دین کی سپردہ قسط کو نافذ کیا اور دُنیا سے رخصت ہو گیا۔ دین اپنی مکمل صورت میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش کیا۔ ظاہر ہے کہ ان کا دین تا قیام قیامت رہنا تھا۔ قرآن

کریم نے انسانوں کی ترقی پذیر عقول وتقاضاتِ کائناتی اورضروریات انسانی کا حل پیش کرنا تھا۔ یہ کام منشاء خداوندی کے مطابق جب ہی جاری رہ سکتا تھا جب کہ ایک ایسی ہستیؑ موجود رہے جو قرآن کریم کے ہر ہر لفظ اور شوشہ تک کا علم رکھتی ہو۔ قرآن کے پورے علم کے معنی ہیں اس کائنات کے تمام حقائق پر اطلاع۔ چنانچہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کے تمام انبیاءؑ کی توجہات ایک ایسے سلسلۂ ذریت کی تیاری پر مرکوز رکھیں جو نسلاً بعد نسل انبیؑا کی تربیت خصوصی کیساتھ آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کے تمام انسانی احوال وتجربات وتحقیقات وخدائی تعلیمات کو عملاً ونظراً محفوظ کرتی اور آگے بڑھاتی چلی جائے۔ اس شجرہ طیبہ یا اس ذریت مطہرہ کو اہل بیتؑ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کی صورت میں بطور نتیجہ پیش کیا گیا۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کا 2/3 حصہ خالص اپنی اہلبیتؑ پر صرف کیا اور 1/3 حصہ میں سے بھی کثیر حصہ اُن کی تربیت کے لئے وقف رکھا۔ جہاں موقعہ ملا اُن کو بطور معجزہ پیش کیا۔ اُنہیں قیامت تک اپنی جانشینی کے لئے عملی ونظری اسباق دئے۔ خدا نے۔ مَاتَشَآءُ وْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ ط اِنّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا o (76/30) تمہاری منشاء اللہ کی منشاء ہے ۔ بتحقیق اللہ کے علم وحکمت کا یہی نتیجہ نکلنا چاہئے تھا جو اس منشاء میں داخل ہونا چاہے اس کے لئے اللہ نے عام انتظام کر رکھا ہے کہ اُسے اپنی اس رحمت سے نواز دے (یُدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِہٖ)اور جو لوگ اس کو ناممکن خیال کریں یا کسی اور طرح کا ظلم کریں ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ وَالظّٰلِمِیْنَ اَعَدَّلَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا o(76/31) کی عظیم الشان سند عطا کی۔ پھر تعلیم وتربیت محمدیؐ کی بنا پر یُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ o (2/151) کی انتہائی علمی اسناد وڈگریاں حاصل کیں۔ راسخون فی العلم، صراط مستقیم، دین حنیف، الغرض اہل بیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ مجسمہؑ دین بن گئے۔ دین کے تمام انتظام واحکام کو اُن کی منشاء جو خدا کی منشاء ہے کے ماتحت رکھا گیا۔ اُن کی تیاری پر خدا وانبیاؑء ورسلؑ فخر ومباہات کرتے رہے۔ لہٰذا دین کا کوئی حکم ہو یا عبادت ہو اس کے لئے پہلے ولایت کی طرف سے سند چاہئے۔ پھر ولایت کی منشاء کے مطابق اس حکم یا عبادت پر عمل کیا جائے گا۔ اور ہر حکم وعبادت کی غرض اصلی ومنتہیٰ قیام ولایت ہوگا۔ اس کے برعکس ہر حکم وعبادت شرک ہے، معصیت ہے، خبط ہے، فریب ہے، گمراہی ہے اور اس پر تقاضہ کرنے والے مشرک ہیں، گنہگار ہیں، مخبوط ہیں، فریب ساز ہیں اور گمراہ کرنے والے ہیں۔ اسی بات کو مذکورہ بالا احادیث میں سنبھال سنبھال کر اور بالاقساط کہا گیا ہے۔ اُن کو سپرد کردہ اختیارات وقدرت کو مُؤَذِّن کہہ کر واضح کیا گیا۔ تمام عبادات کی تعمیل وتنفیذ کو اُن کی مصلحت پر منحصر کیا گیا۔ اس لئے کہ عبادت وعبودیت کی ہر قسم اور ہر شاخ خود اُن کے ردّعمل کا نام ہے۔ جس جس طرح اُن سے جذبۂ عبودیت کا اظہار ہوتا گیا اسی طرح اُن کے اعمال کا نام عبادت کی مختلف قسمیں بنتا گیا۔ خدا کو وہ ردعمل پسند آتا گیا اور مخلوق پر واجب وسنت ومستحب کے مختلف مدارج پر تقسیم ہو کر لازم قرار پاتا گیا۔ تمام عبادات میں اُن کی نقل لازم قرار

پائی۔ یہی نہیں بلکہ اُن کے تمام اعمال کی نقل کو عبادت قرار دیا گیا۔ اسی لئے اُنہیں عبادات کی کنجیاں فرمایا گیا۔ اگر اُن میں سے کوئی اپنے پیاسے بچے یا خود اپنی پیاس کے لئے اِدھر اُدھر تلاش میں ہراساں پھرا تھا تو تمام انسانوں پر اُس عمل کو قیامت تک واجب قرار دیا گیا۔ اس کا نام سعی اس لئے رکھا گیا کہ ہر شخص کوشش کرے کہ قطعی حضرت ھاجرہ علیھا الصلوٰۃ والسلام کی طرح دوڑے، چلے، اُسی طرح جسم کو حرکت دے۔ کاندھوں کو اوپر نیچے اوچھالے۔ پیاس ہو یا نہ ہو مگر دوڑے چلے رُکے پھر چلے دوڑے رُکے۔ یہ کیا ہے؟ بظاہر بالکل احمقانہ فعل ہے۔ جی ہاں یہ اس لئے احمقانہ ہوتے ہوئے عبادت ہے کہ ہم ایک رسوؐل کی پیدائش اور رسوؐل کی والدہؑ کی پریشانی کی یادگار مناتے ہیں۔ کعبہ اور اسلام کو اس کی بنیادوں پر از سرِ نو استوار کرنے والے انسانوں کے اعمال ورڈ اعمال کو تازہ کرنا ہم پر واجب ہے۔ یہ اور اسی قسم کے ہزاروں اعمال عبادت بن گئے، خالق کو پسند آئے۔ مخلوق پر عمل لازم ہو گیا۔ لہٰذا وہ ولایت ونبوت ووحدانیت ہر چیز کی بنیاد ہیں۔ جن پر یہ گراں گذرتی ہیں وہ بلاشبہ منافق ہیں اور جو اس کے خلاف کوئی اور پروگرام بناتے ہیں وہ یقیناً مشرک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ولایت سے بُغض منافق کی شناخت ہے۔ ولایت ونبوت کی اطاعت نہ کرنے والے کو رجیم وشیطان کہتے ہیں۔ اس کی عبادتیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ صرف وحدانیت کو ماننے والا اللہ کے یہاں اوّلین مردود ہے۔ اور ولایت کے خلاف عمل کرنے والے، سوچنے والے اُسی کے پیرو ہیں۔ خواہ وہ نمازی ہوں، حاجی ہوں، مجاہد ہوں، تہجد گذار ہوں، روزہ دار ہوں اُن کی عبادتیں اُسی طرح ضائع شدہ ہیں جس طرح ابلیس کی ہزارہا سال کی عبادت ضائع ہوئی تھی۔ جس سجدہ میں، جس عبادت میں، جس عمل میں، جس تصور میں، جس قول میں، جس فکر میں، تصور مودّۃ وغرض وقیام واستحکامِ ولایت شامل نہیں وہ سب مردود ہیں۔ وقت ضائع کرنے والے اور بنی نوع انسان کے لئے مضر ہی مضر ہیں۔ چنانچہ صرف توحید کو ماننے والے بھی کافر ہیں۔ توحید ونبوت کو ماننے والے بہت سے مذاہب کے کافر ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ یہ سبب ہے کہ ولایت میں رخصت نہیں ہے جو اس میں رخصت لے وہ دین سے رخصت ہو جاتا ہے۔ اس پر بھی مسلمانوں کا اجماع ہے۔ ولایت وامامت ہی حقانیت مذاہب کی دلیل ہیں۔ لہٰذا وہ عبادات کی بھی دلیل ہیں۔ نماز پڑھنے سے معراج کس طرح ملے گی؟ معراج کے منکر کیا جانیں۔ ولایت معراج کو ثابت کرے گی معراج کرا کے دکھائے گی۔ لہٰذا ولایت سے خالی نماز معراج نہیں بلکہ وہ زوال سے دوچار کرتی ہے۔ آج نمازوں کی کمی نہیں ہے۔ ماشاء اللہ مسجدیں بھری ہوئی ملتی ہیں۔ جمعہ وجماعت قائم ہیں، عیدین وحج کے اجتماعات حیران کن ہیں لیکن؟ بہت سے لیکن ہیں۔ مختصر یہ کہ وہ سب خود اپنے زوال پذیر ہونے کا اقرار کر رہے ہیں۔ تنگ آ کر نئے تراشے ہوئے انبیاء کھڑے ہو رہے ہیں۔ حد ہو گئی جھوٹی نبوتیں سچی نبوتوں کے ماننے والوں کو منہ چڑا رہی ہیں۔ ہر میدان میں ان کو مات دے رہی ہیں۔ اخبار وجرائد اُن کے گن گا رہے ہیں۔ ان کی مثالیں دے کر اپنے حلقۂ فکر کو گرمانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ یہ سب کچھ منظور جھوٹے نبیوں کی اطاعت

منظور نہیں منظور تو اسلامی ولایت منظور نہیں ۔ڈھونگ کر لیں گے، مذہب میں کاٹ تراش اور خود پسندیدہ اصلاحات سے مذہب کی صورت بگاڑ لیں گے، داخلی وخارجی مرتیں کرتے چلے جائیں گے، سیاست کا نام مذہب رکھ دیں گے، تجارت کو دین بنا ڈالیں گے، اقتصادیات کو خدا کی عبادت قرار دے دیں گے تا کہ کسی طرح ان کا فریب مذہب کی صورت اختیار کر لے۔مگر اسلام کی بنیادوں کو اختیار نہ کریں گے۔خود تراشیدہ عقائد کو اختیار کر لیں گے۔مگر قرآن وحدیث کے بیّنات سے گریز کی راہیں تلاش کرتے رہیں گے۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ کدھر جا رہے ہیں؟ یہ طاغوت کی کارفرمائیاں ہیں ۔شیطان نے اُن کے لئے تہہ در تہہ مغالطات اور غوایت کے حسین پردے لٹکائے ہیں ۔اُن کے لئے ابلیسی پُرکاری کے ساتھ آئینہ خانہ بنایا ہے جس میں اُنہیں اپنی صورتیں اور اعمال خوبصورت نظر آنے کا انتظام کیا گیا ہے۔اس لئے وہ امانتِ خداوندی میں خیانت کو دیانت خیال کرتے ہیں ۔وہ شرک کو حقیقی ایمان اور حقیقی مومنین کو مشرکین کہتے ہیں ۔اُنہوں نے ہر چیز کو اُلٹ لیا ہے۔وہاں قرآن کے الفاظ رہ گئے ہیں ۔معانی ومطالب کو تبدیل کر لیا گیا ہے۔لیکن جب تک یہ الفاظ باقی ہیں اور ان کو کوئی مٹا نہیں سکتا اس وقت تک قرآن کی قائم کردہ ولایت سے فرار کی راہیں بند ہیں ۔دوڑیئے جتنا دل چاہئے تیز دوڑیئے لیکن ہر راہ تمہیں وہیں لوٹا کر لائے گی جہاں سے تم نے فرار کیا تھا۔ یہ راہیں بنانے والا، یہ دوڑنے کی طاقت دینے والا وہی ہے جس نے ولایت کو قائم کیا ہے۔تم دوڑ کر کہاں جاسکو گے؟ آخرکار تمہیں وہیں لوٹنا ہے جہاں تمہارے لئے قِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ o (37/24) کہنے والا منتظر ہے۔ وہی مُؤَذِّنٌ جنت وجہنم پر بھی نگران ہے۔اُسے فریب نہیں دیا جاسکتا۔اس سے پیچھا چھڑا لینا ناممکن ہے۔تم شھدائے خداوندی کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔اُنکے ساتھ اللہ ایسے شھید مطلق کی قوّتیں وابستہ ہیں ۔وہ تمہارے ہر عمل اور ہر سانس کی نگرانی کرنے والے ہیں ۔اُن سے چھٹکارا یا رخصت نہیں مل سکتی۔تمہارے لئے دو ہی راستے ہیں ۔اقرار اور جنت یا انکار اور جہنم۔درمیانی راہ (Short Cut) کوئی نہیں ۔نجات صرف اقرار میں ہے ۔ولایت وامامت ہی کے اقرار کیلئے نبوتیں قائم ہوئیں ۔ان کا اوّلین وآخری درجہ ہے۔نبوت مل چکنے کے بعد قیام امامت ہوتا ہے۔ یہ اوّلین وآخرین فریضہ ہے جس سے دین مکمل ہوتا ہے۔جس پر نعمتوں کی تکمیل کا دارومدار ہے۔اس کے بغیر نہ دین ہے نہ نعمت ہے۔سُنئے پھر ایک دفعہ غور کیجئے فرمایا گیا کہ:۔

(34) جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

فرمایا کہ خدا نے اپنے رسوؐل کو قیام ولایت علیؑ کا حکم دیا اور اُن پر یہ آیت نازل کی کہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمہارا ولی (مالک) اللہ و رسوؐل اور وہ مومنین ہیں جو مومنین کہ قیام صلوٰۃ کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔	امر اللّٰه عزَّ وجلَّ رسوله بولاية علي و انزل عليه "انما وليّكم اللّٰه ورسوله والذين امنواا لذين يقيمون الصلاة ويؤتون الزكاة وهم راكعون وفرض ولايةاولي الامر، فَلَمُ يدروا ماهي؟فامر اللّٰه محمدًا صلى اللّٰه عليه و آله

(سورہ مائدہ آیت 55) اور اُولی الامر (سربراہ دین) کی ولایت فرض کر دی گئی۔ لیکن وہ لوگ نہ سمجھ سکے کہ ولایت کیا ہے اور اولی الامر کون ہے؟ پھر اللہ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کو حکم دیا کہ اُن لوگوں کو نماز، روزہ اور حج وزکوٰۃ کی طرح ولایت کی تفسیر و وضاحت کر کے آگاہ کریں۔ اس پر رسوؐل اللہ نے دل میں دشواری محسوس کی اس لئے کہ اُنہیں یہ خوف لاحق ہوا کہ یہ لوگ کہیں میری تکذیب کر کے دین سے مرتد نہ ہو جائیں۔ اس کے حل کرنے میں خدا سے مدد کے طالب ہوئے تو اُن پر اللہ نے وحی بھیجی کہ اے رسوؐل جو تم پر وحی کیا جا چکا ہے اس کی تبلیغ کر دو۔ ہم تمہیں الناس سے محفوظ رکھیں گے۔ اور اگر تم نے اس کو عملاً کر کے نہ دکھایا تو پھر تمہاری تبلیغ رسالت کی نفی ہو جائے گی۔ چنانچہ حضوؐر تنفیذ حکم خداوندی کے لئے متوجہ ہوئے۔ اور بروز غدیر خم قیام ولایت کے لئے۔ الصلوٰۃ جَــامِعَة کی منادی کرائی۔ اور لوگوں کو ولایت کے لئے تاکید کر دی کہ حاضرین غائبین تک یہ حکم پہنچا دیں۔ راوی کہتا ہے کہ ابو جارود کے علاوہ باقی سب نے اس حدیث میں یہ بھی کہا ہے کہ محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ (اللہ کی طرف سے) فرائض یکے بعد دیگرے نازل ہوتے رہے۔ ان میں آخری فریضہ، فریضۂ ولایت تھا۔ جس کو نازل کر کے اللہ نے دین کو کامل کیا اور نعمتوں کے اتمام کا فیصلہ سنا دیا۔ اور کہہ دیا کہ اس کے بعد تم پر کوئی اور فرض نازل نہ کروں گا۔ اس لئے کہ میں نے تمہارے لئے فرائض مکمل کر دیئے ہیں۔'' (کافی کتاب الحجۃ مانص اللہ عزوجل ورسولہ علی الائمۃ علیہ السلام واحداً فواحداً)

اَنْ يُفَسّـر لهـم الولاية كما فسّر لهم الصلاة والزكاة والـصّـوم والـحـجّ ،فـلـمّـا اتاه ذلک من اللّـه، ضاق بـذلک صـدر رسـول اللّه صلى اللّه عليه وآله وسلم وتـخـوف اَنْ يَـرتـدّوا عـن دينهم واَن يكذّبوه، فضاق صدره وَراجع ربّه عزَّوجلَّ فاوحى اللّه عزّوجلّ اليه "يا ايهـا الـرسـول بـلـغ مـا انزل اليک من ربک واِن لم تـفـعـل فـمـا بـلّـغـت رسـالـتـه واللّـه يعصمک من الـناس "فصدع بامر اللّه تعالىٰ ذكره، فقام بولاية على عليه السلام يوم غدير خم فنادى "**الصلاة جامعة**" وامر الـناس ان يبلّغ الشّاهد الغائب قال عمر بن اُذينة: قالوا جميعا غير ابى الجارود. وقال ابو جعفر عليه السلام: وكـانـت الفريضة تنزل بعد الفريضة الاُخرىٰ وكانت الـولاية آخـر الـفـرايـض ،فـانـزل اللّه عزّوجلّ "اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتى". قال ابو جـعـفـر عـلـيـه الـسـلام :يـقـول اللّـه عزّوجلّ :لا اُنزل عليكم بعد هذه فريضة ،قد اكملت لكم الفرايض.

(قسط 6) **JS/6/27266**

27 فروری 1966ء

آپ کا گرامی نامہ بصورت کارڈ ملا۔ حسب سابق ہمارا شکوہ بحال رکھا گیا۔ بہرطور پانچویں قسط کے 36 صفحات لفافہ میں بند کر دئے گئے۔ لیکن بوجہ اتوار ہونے کے رجسٹری نہیں ہو سکے کل روانہ ہو جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ آخری بات یہ

ہورہی تھی کہ کسطرح فریضہ ولایت کا نزول ہوا۔ عربوں کی ذہنیت کس طرح تبلیغ ولایت میں مانع رہی۔ پھر کسطرح تاکید آئی، وعدہ حفاظت ہوا تو آخر کار ولایت کو قائم کر کے دکھایا گیا۔ اور یہ تبلیغ ولایت ہر مسلمان پر فرض ہوگئی کہ ہر شخص، شخص غائب تک اسے پہنچائے اور قائم کرے۔ ولایت کے قیام کیلئے الصلاۃ جامعہ کی ندالازم قرار پائی اور معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کی اذانیں اور ندائیں درحقیقت قیامِ ولایت کی تمہید وتدریج تھیں۔ اور جو نماز تصورِ قیامِ ولایت سے خالی ہو یا جو ندا ولایت پر منحصر نہ ہو وہ نماز یا وہ ندا باطل ہے۔ یہ حدیث شریف اصول کافی کتاب الحجة باب مانص اللّٰہ عزّ وجلّ ورسولہ علی الآئمہ علیہم السلام واحدفواحد سے آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اسکے بعد والی حدیث میں اس مذکورہ تفصیل کے علاوہ دوازدہ آئمہ اہل بیتؑ کے تعین کی تفصیل بھی موجود ہے۔ اسکے بعد ولایت کی اہمیت اور پورے دین کی بنیاد ہونے کے سلسلہ میں ایک حدیث اور ملاحظہ کرلیں۔

35۔ اصول کافی کتاب الحجة کے باب نادر جامع فی فضل الامامؑ وصفاته کی ذیل میں کتاب ورسالت وامامت پر ایک تفصیلی بیان کے بعد جناب امام رضا علیہ السلام نے مسلسل فرمایا کہ:۔

اِنَّ الامامة زمام الدين، ونظام المسلمين، و صلاح الدُّنيا وعزّ المؤمين، اِنَّ الامامة أسّ الاسلام النامی، وفرعه السامی، بالامام تمام الصلاة والزكاة والصيام والحجّ والجهاد، وتوفير الفیء والصدقات، و امضاء الحدود والاحكام، و منع الثغور والاطراف، الامام يحلّ حلال اللّٰه، ويحرّم حرام اللّٰه، ويقيم حدود اللّٰه، ويذبُّ عن دين اللّٰه، ويدعوا الٰی سبيل ربّه بالحكمة، والموعظة الحسنة، والحجّة البالغة .... (کتاب الحجۃ باب نادر جامع فی فضل الامام)	بتحقیق امامت دین کی نکیل یا مہار ہے۔ امامت مسلمانوں کے لئے نظامِ عمل ہے۔ امامت مسلمانوں کی عزت اور اصلاح ہے۔ حقیقتاً امامت اسلام کی مشہور ومعروف بنیاد ہے اور اس کی اعلیٰ ترین انتہا ہے۔ نماز وزکوٰۃ وروزہ اور حج اور جہاد امام ہی کے ساتھ مکمل ہوتے ہیں۔ صدقات و مال فے (معدنیات وغیرہ کی آمدنی) امام ہی کی موجودگی میں بڑھتے ہیں۔ حدود واحکام نافذ ہوتے ہیں۔

سرحدیں اور اعضائے انسانیت اُسی کی موجودگی میں محفوظ ومسنون رہتے ہیں۔ امامؑ حلال وحرام کا محل ومقام متعیّن کرتا ہے۔ تعزیرات کا اجراء کرتا ہے۔ دین خداوندی کی حفاظت کرتا ہے۔ خدا کی راہ پر گامزن رکھنے کے لئے حکمت اور موعظہ حسنہ کا استعمال کرتا ہے۔ اللہ کی موثر حجة پیش کرتا ہے.........الخ'' یہ حدیث برابر صفاتِ امامت میں بڑھتی چلی جارہی ہے۔ امامؑ وامامت کی تفصیلات میں چند الفاظ اور سامنے رکھ لیں مثلاً فرمایا کہ:۔

36۔ 1 ۔ **الامام مطهّر من الذنوب والمبرّاء عن العيوب ؛**

امام غلط متعلقات سے پاک اور پاک کرنے والا اور عیوب سے بری ہوتا ہے۔

2۔**المخصوص بالعلم،الموسوم بالحلم؛** علم کے ساتھ مخصوص اور بردباری میں اسم با مسمیٰ ۔

3۔**الامام واحد دھرہ**۔امام یگانہ روزگار ہوتا ہے؛ 4۔کوئی اس کے برابر نہیں ہوسکتا؛

5۔کوئی عالم اس کی ہم سری نہیں کرسکتا؛ 6۔علماء وحکما وشعراوخطباءاس کی ایک فضیلت بھی بیان نہیں کر سکتے؛

7۔وہاں تک عقلوں کی رسائی ناممکن ہے؛ 8۔کوئی دوسرا شخص اس کی جگہ قیام نہیں کرسکتا؛

9۔اس سے متعلقہ ضروریات کوکوئی پورانہیں کرسکتا۔(وغیرہ)

37۔ یہاں تک اذان اورندا کے مقاصداوران کا فرق واضح ہو چکا ہے۔یہ بھی سامنے آچکا ہے کہ <u>نہ نماز جمعہ مستقل نماز ہے۔اور نہ اذان پنج وقتہ نمازوں کے علاوہ کسی اور نماز کیساتھ لازم ہے</u>۔لہٰذا یہ کہنا کہ''<u>جب جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کیلئے اذان دی جائے</u>''۔ایک سرسری قول ہے جس میں نہ صرف سنجیدگی غائب ہے بلکہ حقیقت شرع اورمسلّمات شیعہ اثناعشریہ کے علم کا فقدان ہے۔چونکہ ظہروجمعہ کا ایک ہی وقت ہے۔اورصرف اذان سے، جوروزانہ ہوگی، یہ علم نہیں ہوسکتا کہ آج نماز جمعہ ضرور ہو گی۔اسلئے کہ اذان میں نماز جمعہ کا تعین نہیں ہوسکتا۔لہٰذا علماء نے تسلیم کیا ہے کہ جمعہ کے روزاذان کے بعد جمعہ کی نماز کی اطلاع <u>کیلئے ایک منادی ندا کیا کرتا تھا۔**حرّم البیع حرّم البَیْع**۔''البیع حرام قرار دیدی گئی۔''اس سے اعلان جمعہ کیا جاتا تھا</u>۔

38۔ اسی طرح آپ نے دیکھا تھا کہ روز غدیر **الصلاۃ جامعۃ** کی ندا سے قیام امامت کی اطلاع دی گئی تھی(پیرانمبر34) آپ یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ خوداذان میں نماز کے لئے صرف اطلاع ہوتی ہے۔یہ نہیں ہوتا کہ جلد پہنچوفوراً نماز شروع ہوجائے گی۔لہٰذاایک فطری وقفہ کے بعد پھر اقامت کی صدا بلند ہوتی ہے۔اوراس میں **قد قامة الصلوٰۃ** کی ندا کے ساتھ یہ بتایا جاتا ہے کہ اب نماز قائم ہورہی ہے۔اس اطلاع پر امام اپنے مقام پر قیام کرتا ہے۔صفیں قائم ہوتی ہیں اورنماز کی ابتدا کردی جاتی ہے۔گویا قیامِ نماز کے لئے اذان کے بعد بھی ندا کی ضرورت رہتی ہے۔چنانچہ <u>**جس ندا کا تذکرہ سورہ جمعہ میں ہورہا ہے وہ جمعہ کی اذان نہیں ہے۔اسلئے کہ نماز جمعہ مستقل نماز نہیں بلکہ وہ یہی ندا ہے جس کا تذکرہ ہوا**</u>۔سُنئے جناب صدوق **علیہ الرحمۃ** نے کتاب **من لا یحضرہ الفقیہ کتاب الصلوٰۃ باب الاذان والاقامۃ**(حدیث نمر55 صفحہ 81)میں لکھاہے کہ:۔

۔''روایت کیا گیا ہے کہ بہ تحقیق وہ مدینہ میں تھے جب کہ جمعہ کے روزاذان دینے والےاذان دیتے توایک منادی ندا کرتا کہ بیع حرام ہوگئی۔اللہ عزّ وجلّ کے اس فرمان کے سبب سے کہ فرمایا۔اے ایمان والو.....الخ''

''وروی انہ کان بالمدینۃ اذااذن المؤذنون <u>یوم الجمعۃ</u> نادی مناد حرم البیع لقول اللّٰہ عزّوجلّ یاأیُّھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ <u>من یوم الجمعۃ</u> فاسعوا الی ذکر اللّٰہِ وذروا البیع.(حدیث نمبر55صفحہ 81)

39۔ لہٰذا جن نمازوں کے ساتھ اذان لازم نہیں ان میں مناسب قسم کی ندا سے ان کو متعین کرایا جانا معلوم و ثابت

ہے۔ چنانچہ ایک دو مقام ملاحظہ ہوں اسی کتاب میں باب **صلاۃ العیدین** کی حدیث نمبر 16 میں فرمایا گیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔**لیس فیھما اذان ولا اقامۃ ولکن ینادی الصلوٰۃ الصلوٰۃ ثلث مراۃ** (صفحہ 134)''**دونوں عید کی نمازوں میں نہ اذان ہے نہ اقامت ہے لیکن ان میں الصلوٰۃ کی تین دفعہ ندادی جاتی ہے۔**''

40۔ فصول اذان ہوں یا عبادت کے لئے ندا ہو۔ ان میں دو دو مرتبہ کی شرط لازم نہیں ہے بلکہ حسب ضرورت ہے۔ چنانچہ یہ بھی یہیں دیکھتے چلیں فروع کافی کتاب الصلوٰۃ **باب بداء الاذان والاقامۃوفضلھما وثوابھما**۔ میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

''اگر موذّن شہادت یا حیّ علی الصلوٰۃ یا حیّ علی الفلاح کو دو تین دفعہ یا اس سے زیادہ مرتبہ دہرائے اور اس کا ارادہ اس سے یہ ہو کہ وہ قوم کو جمع کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے''۔قوم کی جماعۃ کے لئے یہ سب ندا کہلائیں گی۔

لَوْأَنّ مُؤَذِّنًا أَعَاد فی الشھادۃ و فی حیّ علی الصلاۃ اَوحی علی الفلاح المرتین والثلاث و اکثر من ذلک اذا کان انّما یرید بہ جماعۃ القوم لیجمعھم لم یکن بہ باس.

41۔ اسی قسم کی ایک نِدا کا تذکرہ کر کے اس سلسلہ کو ختم کرتے ہیں۔ سُنئے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف سے **من لا یحضرہ الفقیہ**۔ باب صلاۃ العیدین میں بیان ہوا ہے کہ:۔

''جناب جابرؓ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا کہ آپؑ نے فرمایا جناب نبی صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جب شوال کا پہلا دن (عید کا) ہوتا ہے تو ایک منادی ندا کرتا ہے کہ اَے مومنین اپنے اپنے انعامات حاصل کرنے کی صبح سے ملاقات کرو۔ پھر فرمایا کہ اَے جابر اللہ کے انعامات ان بادشاہوں جیسے نہیں ہوا کرتے پھر فرمایا کہ یہ (یکم شوال) انعامات کا دن ہے۔''

''وروی جابر عن ابی جعفر علیہ السلام قال :قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ اذاکان اول یوم من شوال نادی منادٍ''یا ایھا المومنون اغدوا الیٰ جوائز کم ثم قال یا جابر جوائز اللّٰہ لیست کجوائزھٰؤُ لاء الملوک ثم قال ھو یوم الجوائز . (صفحہ 135)

42۔ ندا کو اذان سے الگ سمجھانے کے لئے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ کہہ کر بات کا رُخ بدلتا ہوں کہ اذان اور موذن جس طرح ولایت کے چاروں طرف گھومتے ہیں بالکل اسی طرح ہر ندا جو دین سے متعلق ہے اس کی غرضِ اصلی ولایت ہی ہے۔ اس کے ثبوت میں قرآن کریم واحادیث سے جناب علی مرتضیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اذان اور موذّن ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اسلام میں ایسی کوئی ندا ہی نہیں ہے جس کا دارومدار ولایت پر نہ ہو۔ آپ نے ہم سے یہ سوال کیا تھا کہ **من** کے معنی کا تعین جمعہ کے سلسلہ میں احادیث سے کر دیں۔ لکھا گیا تھا کہ جب احادیث شروع ہوں گی تو اس سوال کا

جواب ہوجائے گا۔ چنانچہ آگے بڑھنے سے پہلے آپ پیرانمبر38 میں حرم البیع والی حدیث سے ایک جگہ یوم الجمعه اور من یوم الجمعه کا فرق ملاحظہ فرمالیں۔اور جہاں جہاں یہ چیز آئے گی ہم نشاندہی کرتے چلیں گے۔

جمعہ کی فضیلت ولایت کی وجہ سے ہے

43۔ اذان اور ندا کے بعد جس لفظ کا نمبر آتا ہے۔وہ ہے ''الجمعة'' جمعہ کی بحث میں فضائل جمعہ بیان کر کے نماز جمعہ کے تقاضہ میں قوت پیدا کرنے کی بے حد کوشش کی جاتی رہی ہیں۔مگر دیکھنا یہ ہے کہ جمعہ کو یہ فضیلت کیوں ملی ہے؟ بات پھر وہی ہے یعنی ولایت نے اس دن کو تمام دنوں کا سردار بنا دیا۔ولایت ہی نے اس روز اعمال کے ثواب کو کئی گنا بنا دیا۔لہٰذا اصل بات جمعہ کی نہیں بلکہ ولایت کی ہے جس کا تذکرہ وہ لوگ کیوں کریں جن کو ولایت منظور ہی نہ ہو۔مگر ہم بتائیں گے کہ اسلام اور ہر اسلامی عبادت کی جان و بنیاد ولایت ہے۔یہ نہ ہو تو عبادت بت پرستی ہے اور مذہب شرک ہے۔آپ کو معلوم ہو چکا کہ قیام ولایت کے لئے بھی خداوند عالم نے جمعہ کا دن پسند فرمایا تھا۔یعنی غدیر خم کا اعلان بروز جمعہ ہوا تھا۔جمعہ کا دن کیوں بابرکت ہو گیا۔ملاحظہ فرمانا شروع کیجئے (اصول کافی۔کتاب الحجة باب مولد النبیؐ ووفاته)

44۔ جناب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ بوقت زوال روز جمعہ، بتاریخ 12 ماہ ربیع الاوّل، ھاتھیوں سے حملہ والے سال پیدا ہوئے۔یہ بھی روایت ہے کہ ان کی پیدائش علی الصبح اپنی بعثت سے چالیس سال قبل ہوئی تھی۔''

ولـد الـنبـی صـلی اللّٰه علیه و آله لا ثنتی عشر لیلة مضـت مـن شهـر ربیـع الاوّل فـی عـام الفیل یوم الـجمعة مع الزّوال ،وروی ایضًا عند طلوع الفجر قبل اَن یبعث باربعین سنة .

تمام مسلمان جانتے ہیں کہ حضورؐ کی وجہ سے ہی اس کائنات میں برکتیں اور رحمتیں اور خدا کی نوازشیں شروع ہوئی تھیں۔لہٰذا جمعہ اور خصوصاً جمعہ کے دن زوال کا وقت جو ظہر کی جگہ نماز جمعہ کا وقت بتایا جاتا ہے۔اور جمعہ کی صبح کا وقت مبارک قرار پایا۔یہی سبب ہے کہ جمعہ کو عید قرار دیا گیا۔جمعہ کے روز نماز جمعہ ہو یا نہ ہو جمعہ کی یہ فضیلت اپنے مقام پر ہے۔نماز کی وجہ سے نہ فضیلت ہے اور نہ جمعہ کے دن کی فضیلت سے نماز جمعہ کے وجوب پر دلیل لائی جاسکتی ہے۔یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔اور سرکار دوجہاں کی جسمانی پیدائش سے پہلے اُن کے خلیفہ اوّل کی تخلیق بھی جمعہ ہی کے روز رکھی گئی تھی ملاحظہ ہو۔

45۔ ''اصول کافی کتاب الایمان والکفر باب طینت المومن الکافر'' میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''بہ تحقیق جب اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلق کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرائیلؑ کو ایک جمعہ کی اوّلین ساعت میں مبعوث کیا۔(کہ وغیرہ)۔''

انّ الـلّٰه عزّوجلّ لَمّا اراد اَن یخلق آدم علیه السلام بعث جبرئیلؑ فی اوّل ساعة من یوم الجمعة (الخ)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ جسمانی خلافت الٰہیہ کی بنیاد بھی جمعہ کے روز رکھی گئی تھی۔ یہاں آپ من یوم الجمعة کے معنی بھی حدیث کی روشنی میں متعین شدہ دیکھتے ہیں۔ یعنی ہر جمعہ مقصود نہیں ہے بلکہ ایک جمعہ کی اوّلین ساعت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس سے پہلی حدیث میں یوم الجمعة آیا ہے۔ وہاں بھی ہر جمعہ مراد نہیں لیا جا سکتا۔ بلکہ ایک خاص جمعہ مقصود ہے۔ جمعہ کے مبارک ہونے کی ایک اور وجہ ملاحظہ ہو۔

46۔ اصول کافی کتاب الحجة باب فی ان الآئمة علیهم السلام یزدادون فی لیلة الجمعة میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ابویحییٰ سے فرماتے ہیں کہ:۔ بتحقیق ہمارے لئے جمعہ کی راتوں میں بہت سی حالتوں میں سے ایک خاص حالت ہے۔ کہا کہ میں نے عرض کیا کہ میں فدا ہو جاؤں وہ کیا حالت ہے؟ فرمایا کہ گذشتہ انبیاءؑ واوصیاؑء کی ارواح کو اور جو وصی تمہارے درمیان موجود ہے۔ اس کی روح کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ آسمان کی طرف بلند ہوں (معراج کریں) یہاں تک کہ وہ عرش خداوندی تک جا پہنچیں اور عرش کے گرد سات مرتبہ طواف کریں اور ہر ستون عرش کے پاس نماز پڑھیں اس کے بعد اُن سب کو اُن کے جسموں کی طرف واپس بھیجا جاتا ہے جن میں وہ پہلے تھیں۔ انبیاءؑ واوصیاؑء سُرُور سے بھر جاتے ہیں اور وہ امامؑ جو کہ برسر ولایت ہے اس کے علم میں بے حد وحساب اضافہ ہوجاتا ہے۔''

> **اِنَّ لَنَا فی لیالی الجمعة لشأنًا من الشأن، قَالَ قُلْتُ جعلت فداک وَ مَا ذاک الشأن؟قال: یؤذن لارواح الانبیآء الموتٰی وارواح الاوصیآءِ الموتی علیهم السلام وروح الوصی الذی بین ظهر انیکم یعرج بها اِلَی السَّمآء حتّی توافی عرش ربّها فتطوف به اُسبوعاً وتصلّی عند کلِّ قائمة من قوائم العرش رکعتین ثُمَّ تردّ اِلَی الابدان الّتی کانت فیها فتصبح الانبیآء والاوصیآء قد ملئوا سروراً ویصبح الوصی الذی بین ظهرا نیکم وقد زید فی علمه مثل جمّ الغفیر.**

47۔ اس کے بعد دو مسلسل احادیث میں وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔ **اذاکان لیلة الجمعة وافی رسول الله صلی اللّٰه علیه وآله وسلم العرش و وافی الآئمةعلیهم السلام ووافیت معهم** ۔''جیسے ہی شب جمعہ آتی ہے۔ رسولؐ اللہ عرش پر پہنچتے ہیں۔ اور آئمہؑ بھی انکے ہمراہ پہنچتے ہیں۔ اور میں بھی ان کے ساتھ پہنچتا ہوں (پھر فرمایا کہ) **فلا تردّ ارواحنا اِلٰی اَبْدَا نِنَا** پس نہیں واپس ہوتیں ہماری ارواح ہمارے جسموں کی طرف یا **فما اَرْجَعُ** اور نہیں لوٹتا میں **اِلَّا بعلم مستفاد ولو لا ذلک لنفد ما عندی** سوائے اس کے کہ استفادہ علمی کے بعد اگر یہ استمد ادنہ ہوتی تو جو علم میرے پاس ہے ختم ہوجاتا۔ یا **لو لَا ذٰلک لا نفدنا**. اگر یہ استمد ادنہ ہوتی تو ہمارے پاس جو علم ہے وہ ختم ہوجاتا۔

(**اصول کافی کتاب الحجة باب فی ان الائمة علیهم السلام یزدادون فی لیلة الجمعة** حدیث نمبر 2,3)

48۔ آپ نے بار بار دیکھا کہ اذان ومؤذّن جناب علیؑ مرتضیٰ علیہ السلام کو فرمایا گیا۔اور یہ بھی معلوم کیا کہ اذان اور ندا کی اصل غرض قیام ولایت آئمہ اہل بیت علیھم السلام رہتی چلی آئی ۔یہ بھی ملاحظہ کیا کہ **کوئی عبادت جس میں تصور اور اعلان ولایتؑ وامامتؑ نہ ہو مردود ہے**۔پھر آپ نے جمعہ کی نماز کا مقصد ملاحظہ فرمایا کہ اس کا قیام صرف اس لئے کیا گیا ہے کہ امت یا بنی نوع انسان امامؑ کے فیوض وعلوم وانتظام سے استفادہ کریں۔اپنی توفیقات اور قدرتوں کو ترقی دیں۔اس کائنات میں بلند ترین مقام حاصل کریں۔اسی طرح آپ نے سالانہ اجتماع یعنی حج کی غرض وغایت ملاحظہ کی تھی کہ حج کے دوران اور بعد حج تمام انسان امامؑ زمانہ کے علوم ومصالح کو حاصل کریں اور پھر اقصائے عالم تک ان علوم ومصالح کی نشر واشاعت کریں۔تاکہ بنی نوع انسان علوم وفیوض ولایت سے مالا مال رہے۔یہ سب کچھ دیکھ لینے کے بعد پھر ایک دفعہ جمعہ کی وجہ تسمیہ اور اس کے مبارک دن بن جانے کی حقیقت پر نظر ڈالیں۔

جمعہ کی وجہ تسمیہ ولایت محمدؐ وولایت وصیؑ پر عہد

49۔ چنانچہ کتاب فروع کافی۔کتاب الصلوٰۃ باب فضل یوم الجمعہ ولیلۃ میں جناب محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ :۔حضرت جابر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے جناب محمد باقر علیہ السلام سے معلوم کیا کہ جمعہ کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا ہے؟ فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے ولایتِ محمدؐ وولایتِ وصیؑ پر عہد لینے کے لئے اپنی مخلوق کو جمع کیا تھا۔لہٰذا اپنی مخلوق کو جمع کرنے کی بنا پر اُس روز کا نام جُمعہ رکھ دیا۔''

محمد بن یحییٰ، عن محمد بن موسیٰ، عن العباس بن معروف، عن ابن ابی نجران،عن عبداللّٰہ بن سنان،عن ابن ابی یعفور،عن ابی حمزہ ،عن ابی جعفر علیہ السلام قال:قال لہ رجل: کیف سمّیت الجمعۃ؟قال:ان اللّٰہ عزّوجلّ جمع فیھا خلقہ لولایۃ محمدٍ و وصیّہ فی المیثاق فسمّاہ یوم الجمعۃ لجمعہ فیہ خلقہ.

50۔ اس بیان میں یہ فیصلہ ہو گیا کہ یوم جمعہ بذاتِ خود صرف ایک ایسا ہی دن ہے جیسا کہ باقی ہفتہ کے ایام ہیں۔اِسکی کوئی ذاتی فضیلت یا خصوصیت نہیں ہے۔سوائے اسکے کہ اس دن کو ولایتؑ وامامتؑ کے عہد اور اُن کے استقرار واستحکام کیلئے مخصوص کر دیا گیا۔اور یہ چیزیں جس دن کے ساتھ مخصوص ہو جاتیں وہی دن مبارک بن جاتا۔چونکہ علوم آئمہ اہلبیت علیھم السلام کی نشر واشاعت مقصود تھی۔ان کے احکامات کو اقصائے عالم میں پھیلانا مطلوب تھا۔لہٰذا ہر جمعہ کی شب میں اُن کے علوم میں اضافہ ہونے اور پھر جمعہ کے دن جمعہ کے خطبوں میں اُن علوم کو انسانوں تک پہنچنے پر پورے دین اور فلاح انسانیت کا دارومدار رکھا گیا۔اور اس طرح آئمہ اہل بیت علیھم السلام کو تعلیمات ومنشاء ورضائے خداوندی پہنچانے کا وہ وسیلہ بنایا گیا۔جس کو اختیار کرنا قرآن کریم نے فرض قرار دیا ہے۔یہ تھا وہ خدائی انتظام جس سے دشمنانِ اہل بیتؑ دامن کش رہے۔اور اس

انتظام کے بالمقابل ایک طاغوتی نظام مرتب کیا اوراس طرح پوری بنی نوع انسان کو فیوض وفضلِ خداوندی سے محروم کر دیا۔

51۔ چونکہ خداوند عالم نے جمعہ کے نام کو اس لئے جُمعہ قرار دیا کہ اس روز اپنی تمام مخلوق سے، نہ کہ صرف انسانوں سے، عہد ولایت ونبوت لیا تھا۔ اس لئے ہم عرض کرتے رہے ہیں کہ اس کائنات کی غرض وغایت دراصل حقیقت محمدؐیہ وعلویہؑ یا نبوت وامامۃ ہے۔ اسی کے اعلان اور معاہدہ سے کائنات کی ابتداء ہوئی اسی کو بطور امانت پیش کیا گیا۔ پھر اسی پر کائنات کے آخری دن کا دارومدار رکھا۔ اسی روز سرکار حجۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور ہوگا۔ اور جمعہ کو جس طرح روز اوّل مخلوق جمع کی تھی اسی طرح روز آخر یعنی قیامت میں بھی اسی دن مخلوق کو جمع کیا جائے گا ملاحظہ ہو کہ:۔

52۔ ''سورج نے کوئی ایسا دن نہیں دیکھا جو جمعہ کے دن سے افضل ہو۔ یہی دن تھا جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے غدیرخم کے مقام پر مومنین کی امارت وولایت کو نصب کیا۔ جمعہ ہی کو ظہور حضرت حجۃ صلوٰۃ اللہ علیہ ہوگا۔ اور (اسی دن) پھر تمام مخلوق سے اُن کے عہد پر مواخذہ، جزا وسزا کے لئے بھی جمعہ ہی کو مقرر کیا گیا ہے۔ اس روز اولین و آخرین سب کو (معاہدہ و میثاق کے دن کی طرح) اللہ اکٹھا کرے گا۔ لہٰذا خدا نے (قرآن میں) فرمایا ہے کہ وہ جمع کرنے کا اور مشاہدہ وشھادت کا دن ہے۔''

وَروی انّه ماطلعت الشمس فی یوم افضل من یوم الجمعة، وکان الیوم الذی نصب فیه رسوٌل اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله امیرٌالمؤمنین علیه السلام بغدیر خم یوم الجمعة،وقیام القائم علیه السلام یکون فی یوم الجمعة ،وتقوم القیامة فی یوم الجمعة یجمع اللّٰه فیها الاوّلین والآخرین ،قال اللّٰه عزَّوجلَّ ذلک یوم مجموع له الناس وذلک یوم مشهود.(من لا یحضره الفقیه. کتاب الصلوٰة .باب وجوب الجمعة وفضلها ومن وضعت عنه والصلوٰة والخطبة فیها)

53۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس سے زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ ان بیانات کو سن کر کافر ومشرک ایمان لاتے رہے ہیں۔ ان میں کسی قسم کا ابہام وگنجلک نہیں چھوڑی گئی ہے۔ بات واضح ہوگئی کہ کائنات کو عرفان خداوندی کے لئے خدا نے شروع کیا۔ اس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واسطہ بنایا۔ وہؐ سب سے پہلی مخلوق بنے۔ انؐ کے وجود سے باقی مخلوقات بتدریج وجود میں آتی گئیں۔ وجودی حقیقت کو اس بات کا ذمہ دار بنایا کہ ہر وجود؛ حقیقت محمدؐیہ وولایت علویہؑ پر ایمان لائے اس کا میثاق لیا گیا، وجود ظاہری سے گذر کر مخلوق موت کے پردوں میں لپٹتی چلی جاتی ہے۔ آخرکار قیامت میں اس اوّلین عہد کے مطابق ہر مخلوق پر محاسبہ ہوگا۔ یہ سب کچھ جس روز ہوگا اُس کا نام جُمعہ رکھا گیا ہے اور بس۔

لہٰذا جمعہ کہتے ہیں اُس دن کو جس دن ولایت کے لئے تجدید عہد ہو۔ ولایت کی منشاء ومصلحت کے مطابق اعمال بجا لانے کا تہیہ کیا جائے۔ ولایت کو اپنی مہار سونپی جائے۔ قیام واستحکام ولایت کی غرض سے اجتماعات ہوں۔ امام زمانہؑ کے

رُوبرو اپنی وفاداری اور نصرت و بضاعۃ اور وسعتیں پیش کی جائیں۔علوم خداوندی کو امامؑ سے حاصل کیا جائے۔کائنات میں پیش آنے والے حادثات و حالات کے مطابق پلان بنائے جائیں اور ولایت کے متعینہ احکامات کے مطابق عمل کیا جائے۔امامؑ کے منشاء ومصالح وعلوم وطریقہ کار کو کائنات کے گوشہ گوشہ اور چپے چپے میں نافذ ونشر کیا جائے۔اپنی تمام دِقّتیں امامؑ کے حضور میں پیش کر کے انؑ سے اصلاحات چاہی جائیں۔پوری بنی نوع انسان ہی نہیں بلکہ پوری کائنات امامؑ کی ہدایات کے تحت ایک جسم کی طرح کام کرے۔مزاحمت وخسارہ مدد ومعاون بن جائیں۔علوم امامؑ میں ہر شب جمعہ کو اضافہ ہوتا رہے تا کہ اُن کی ہدایات ہمیشہ مکمل اور لامحدود رہیں؛ یہ ہے جمعہ اور یہ ہے اِس جمعہ کی وجہ تسمیہ اور یہ ہے مقصدِ جمعہ۔ لیکن ہمیں واجب ہے، واجب ہے کے شور وغوغا میں یہ بتایا جاتا ہے کہ مسجد میں جاؤ، چند رسمی حرکات کرو اور مطمئن ہو کر پھر ہفتہ بھر عیش کرو جمعہ کا قیام ہو گیا۔خدا اور رسولؐ وآئمہؑ خوش ہو گئے۔پھر حد یہ ہے کہ ایک شخص نے خطبے نہیں سُنے، نماز بھی پوری نہیں پڑھی بلکہ دوسری رکعت کے رکوع کے بھی آخر میں شریک ہوا۔یعنی رکوع کا آٹھواں حصہ اور دو سجدے بجالایا وہ نماز جمعہ سے فارغ ہو گیا۔لاحول ولا قوۃ اِلّا باللّٰہ۔حالانکہ یہ بات صحیح ہے لیکن منافق کے منہ سے غلط اور قابل مضحکہ ہے۔اس لئے کہ وہ چاہتے ہیں کہ اُن کے شور وغوغا کی اہمیت دماغ پر چھا جائے۔لیکن عملاً نتیجہ کیا نکلے کہ ظہر کی چار رکعتوں کے بجائے جمعہ کی 3/4 رکعت پر مسلمان مطمئن ہو جائیں۔ہم اس شیطانی اطمینان کے خلاف لکھ رہے ہیں۔ورنہ ہم بھی اُن سب مسائل کو من و عن مانتے ہیں۔فرق صرف مقاصد میں ہے۔وہ نماز وروزہ وزکوٰۃ وحج وخمس کو طاغوت کیلئے قائم کرنے پر زور دیتے ہیں اور ہم اُن کو اُن کے صحیح مقام پر صحیح اغراض ومقاصد کے لئے قائم کرنے پر اصرار کرتے ہیں۔اسی لئے ہمارے بیانات کا انداز جداگانہ ہے۔ہمارے طریقہ استنباط میں اختلاف ہے۔سامان تحقیق وہی ہے، نصاب تعلیم وہی ہے، ماخذ وہی ہیں۔اس کے باوجود ہم میں مومن ومنافق کا فرق ہے۔صرف اس لئے کہ ہم اصول میں مختلف ہیں۔یہاں آپ ہمارے ابتدائی خطوط میں قائم کردہ اصول تحقیق واستنباط کو دوبارہ دیکھیں۔اور پھر یہ دیکھیں کہ وہ لوگ جمعہ کی فضیلت بیان کرتے ہیں اور ہم ولایت کی فضیلت بیان کرتے ہیں۔احادیث وہی ہیں۔مگر ان کا مقصود ایک دن کی تعریف و مدح وثنا ہے۔لیکن ہم یہ بتاتے ہیں کہ اس دن کا مبارک ہونا خود اس دن کی وجہ سے نہیں ہے۔بلکہ اس کا نام بھی ولایت کی وجہ سے رکھا گیا۔اس کی فضیلت بھی ولایت کے صدقہ میں ہے۔وہ کچھ بھی نہیں اگر ولایت کا تصور ہٹا لو۔جمعہ کے دن کا اجتماع خطبات اور نماز اگر مقصد ولایت کیلئے نہ ہو، اس سب کا نتیجہ فساد فی الارض ہوگا۔اگر خدا اور رسولؐ وامامؑ کی منشاء ومصلحت نظر سے اوجھل ہو۔گویا یہ لوگ دنوں کو پوجتے ہیں، پتھروں کی عبادت کرتے ہیں۔دوسرے لفظوں میں شرک کرتے ہیں۔لیکن خود کو مومن سمجھتے ہیں اور دن رات اپنے ایسے مومنین بنانے کی مشینیں چلا رہے ہیں۔

نماز جمعہ کے وجوب کی تاکیدیں ولایتؑ کے تصور کے بغیر

54۔ یہاں ٹھہر کر ہم چاہتے ہیں کہ آپ نماز جمعہ کے وجوب کی تاکیدیں کرنیوالے حضرات کے مضامین کے اس حصہ کو ایک دفعہ پھر ملاحظہ فرمائیں۔اور ہمارے مذکورہ بالا بیان کی تصدیق یا تردید کرلیں۔اُنکی پہلی سرخی یا عنوان جلی قلم کے ساتھ یہ ہے۔ ''روز جمعہ کے فضائل''۔اس عنوان کے ماتحت انہوں نے بہت سی احادیث لکھیں۔اُن احادیث کے انتخاب میں اُنہوں نے کوشش کی کہ مجرد جمعہ کے دن کے متعلق احادیث لائی جائیں۔اور ہم کہتے ہیں کہ اس مقصد کے لئے بھی وہ اچھا انتخاب نہ کرسکے۔اس لئے کہ اُن کا مقصد اچھا نہ تھا۔وہ منطقی فریب دینا چاہتے تھے۔ورنہ اِن تمام احادیث کا نماز جمعہ کے وجوب یا فرضیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔وہ صرف روز جمعہ کا رُعب داب لوگوں کے اذہان میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔تاکہ اُن کے غلط مقصد پر پردہ پڑ سکے۔وہ کہنا چاہتے ہیں کہ جمعہ تمام باقی دنوں سے افضل ہے باقی ایام کا سردار ہے۔ہم تسلیم کرتے ہیں کہ افضل ہے اور سردار بھی ہے۔لیکن چونکہ وہ افضل اور سردار ہے لہٰذا جمعہ کے دن نماز جمعہ واجب ہے۔یہ منطقی مغالطہ (Fallacy) ہے۔ہر عقل مند یہ دریافت کرے گا کہ جناب جمعہ کیوں افضل ہے۔اس کی سرداری کا کیا مطلب ہے؟ خدا نے اسے افضل اور سردار کیوں بنایا ہے؟ یہ اور اسی قسم کے دوسرے سوالات کا وہ جواب دیں گے کہ اس لئے کہ نماز جمعہ پڑھی جائے۔یعنی جمعہ کا دن افضل ہے اس لئے نماز جمعہ پڑھنا لازم۔اور نماز جمعہ پڑھنا لازم ہے اسلئے جمعہ کا دن افضل ہے۔یہ دَور ہے، چکر ہے، جس میں گھومتے گھومتے اُن کی محنتیں اور کوششیں ضائع اور اعمال ونتائج باطل ہوگئے ہیں پھر؛

55۔ ان تمام احادیث کو پڑھ جایئے اور دیکھئے کہ کہیں آپ کو ولایت کا تذکرہ نہ ملے گا۔جمعہ افضل ہے۔جمعہ یہ ہے۔جمعہ وہ ہے۔کی رٹ اور غوغا کو طرح طرح سے رنگیں بنانے کی کوشش ہر جگہ ملے گی۔اہل نظر کو وہ فریب نہیں دے سکے۔اُس سے انکی اُفتادِ طبع ہر ہر لفظ سے نمایاں ملتی ہے۔اسکے بعد ان تمام احادیث کو کس غرض سے لایا گیا تھا۔اس کو یوں ظاہر کرنا پڑا کہ:۔

''اس قسم کے فضائل بیان کرنے سے روز جمعہ اور بالخصوص نماز جمعہ کی اہمیت پر جو روشنی پڑتی ہے وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں ہے''

اور آخر اس نتیجہ پر شاعری کی مہر لگا کر اس کو مکمل کر دیا گیا۔گو اِس عنوان کی ابتدا شاعری سے نہ کی تھی۔مگر اس نتیجہ یعنی ریمارکس (Remarks) سے پہلے ایک مصرعہ لکھ کر اس کمی کو پورا کر دیا۔یعنی اپنے ریمارکس کو شاعری میں لپیٹ کر (Sandwich) قابل ہضم بنا دیا۔یعنی اس پردہ میں یہ فرمایا گیا کہ ہم جمعہ کی افضلیت کا سبب اور مقصد جانتے ہیں۔لیکن برسرِ عام انکار کرتے ہیں۔اور اس حسن کے ساتھ کہ اہل نظر داد دیں، سر دُھنیں اور طاغوت مسرت سے ناچنے لگے۔

56۔ آپ نے ان تمام احادیث کو دیکھ لیا تو یہ بھی دیکھا ہوگا کہ ان میں دو حدیثیں ایسی بھی ہیں جیسی کہ ہم نے ہر ایک حدیث لکھی۔یعنی غلطی سے یا کسی طرح اُنکے ہاتھ سے دو عدد اصولی احادیث بھی لکھی گئیں اور وہ ہیں چوتھے اور آٹھویں نمبر پر۔

اس سے اندازہ فرمایئے کہ خدا اُنکو کہاں شمار کرتا ہے؟ وہ نصب امیر المومنینؑ، قیام قائمؑ اور قیامت کو چوتھے نمبر پر رکھنے والے ہیں۔ جمعہ اُنکے یہاں اوّل نمبر پر اور ہر نمبر پر ہے۔ نبوتؐ و ولایتؑ پر بنی نوع انسان سے لیا ہوا میثاق یا عہد اُنکے نزدیک بعید ترین چیز ہے۔ اسلئے کہ روز ازل والی چیز کو؛ جمعہ و جماعت کے معنی ومقصد بیان کرنیوالی حدیث کو؛ وہ آخری نمبروں میں اس انداز سے چھپا جاتے ہیں کہ اُنکے ہاتھ چومنے کو دل چاہتا ہے۔ پڑھنے والے کو شبہ تک بھی نہیں ہوتا کہ یہاں جمعہ کی فضیلت نہیں بلکہ ولایت آئمہ اہل بیت علیہم السلام بیان ہو رہی ہے۔ پھر ان دونوں احادیث میں اُنہوں نے اپنی عربی دانی کا کمال مظاہرہ کیا ہے۔ حوالہ کتابوں کا دیا ہے لیکن متن میں یعنی قرآن کی آیت اور حدیث دونوں میں تحریف کر کے آیات کو عاجز کرنے کی کوشش کو ثابت کیا ہے۔ ہمیں بطور رسید اطلاع دیں کہ آپ نے ان دونوں احادیث کو پڑھا۔ حوالوں سے مقابلہ کیا اور کیا غلطیاں نوٹ کیں؟ یہ کاتب کی غلطیاں نہیں ہیں۔ اسکا داخلی ثبوت تحریر موجود ہے۔ اور مسودہ ہماری نظر سے گذر چکا ہے۔ طاغوتی اجسام میں دھڑکنے والی ہر نبض پر ہمارے نظام کی حساس انگلیاں رکھی ہوئی ہیں۔ اُنکی ہر حرکت ولایت محمدؐیہ کی زیر بار احسان ہے۔

جمعہ کی ہر فضیلت ولایتؑ کی مرہون احسان ہے

57۔ اب آپ اُن تمام فضائل جمعہ والی احادیث پر ہمارے ساتھ مل کر ایک طائرانہ نظر ڈالیں۔ تحریف وتغلیط سے صرف نظر کر کے معنوی حیثیت نمبر وار ملاحظہ ہو۔ جب یہ ثابت ہو چکا کہ جمعہ کی ہر فضیلت بلکہ اس کا نام تک ولایت کا مرہون احسان ہے۔ تو اُن احادیث میں مذکورہ ہر فضیلت دراصل ولایت وامامت یا محمدؐ وآئمہ اہل بیتؑ کی فضیلت ہے چنانچہ دیکھئے کہ:۔

جمعہ اسلئے تمام ایام کا سردار ہے کہ اس میں عہد ولایت لیا گیا۔ اور ہر جمعہ اس لئے ہے کہ اس میں باطل کو مٹایا جائے ولایت کو قائم کیا جائے۔ یہ سبب ہے اس میں نیکیوں کے دوگنا ہونے اور گناہوں کے مٹنے کا۔ نیکیاں صرف قیام ولایت کرنے والوں کی دو گنا ہونگی۔ گناہ صرف اُنہی کے مٹائے جائیں گے جو باطل شکنی اور ولایت کا اہتمام کریں۔ اُن ہی کی دعائیں قبول ہوں گی، رنج وآلام دور ہوں گے۔ اگر جہنم واجب بھی ہوا تو قیام ولایت کے صدقہ میں جنت واجب ہو جائے گی (حرؑ کو یاد کریں) جمعہ کا نہیں بلکہ ولایت کا حق حرمت پہچاننا۔ ولایت کی رُو ورعایت کرنا جہنم سے آزادی کا انعام دے گا۔ اور اگر اس حق حرمت اور رُو ورعایت کے دوران مارا جائے گا یا مر جائے گا تو یقیناً شہید ہوگا، نجات یافتہ ہوگا اور اُن اعمال کے بغیر خواہ نمازیں پڑھے، جمعہ پڑھے، حج کرے، زکوٰۃ دے، خمس ادا کرے، دن رات روزہ دار رہے وہ اجماعاً جہنمی ہے۔ اُن سے کہئے کہ ہمارے اس بیان کی تردید کریں۔

آپ نے دیکھا کہ دو لفظوں نے صورت حال کو اُلٹ کر رکھ دیا۔ یہ جو کچھ ہم نے لکھا وہ کتب احادیث کے ہر باب و ہر کتاب سے ثابت ہے۔ لیکن جو مولانا نے لکھا اس کو ثابت کرنے کیلئے باب فضائل جمعہ بھی کافی نہیں بلکہ مذکورہ دو احادیث

ایسی ہیں کہ مولانا کے تمام مذہب کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ کر پھینک دیتی ہیں۔ یہاں پھر سوال ہوگا کہ آخر جمعہ ہی کے روز اِن تمام رعایات اور انعامات و احسانات کو کیوں مخصوص کیا گیا؟ کیا جمعہ خدا پر (معاذ اللہ) کوئی دباؤ ڈالتا ہے جو اس سے ڈر کر یہ سب کچھ کہا گیا ہو؟۔ان سوالات کا جواب پھر دَوری ہوگا۔یعنی یہ کہ فضائل جمعہ میں ایسا فرمایا گیا ہے۔سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں فرمایا گیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ ایسا فرمایا گیا ہے۔خوب۔سوال یہ ہے کہ فضائل جمعہ کی چند احادیث کے علاوہ کسی اور باب یا کتاب یا قرآن سے جمعہ کے دن کی رعایات کا ثبوت دیں؟ جواب یہ ہے کہ فضائل جمعہ کا باب پڑھ لیں۔لیکن وہاں تو وہ دونوں احادیث بھی ہیں جن کو نمبر 4۔اور نمبر 8 پر لکھا ہے۔ وہ تو کہتی ہیں کہ جمعہ بے چارا کچھ بھی نہیں۔ یہ تو خدا نے تمام مخلوق کو جمع کیا کہ ان سے عہد ولایت لے۔جمع کرنے کی بنا پر اس دن کا نام جمعہ رکھ دیا۔اس سے پہلے نہ جمعہ تھا نہ ہفتہ۔مگر ولایت موجود تھی مخلوق موجود تھی۔ جمعہ مابہ التزاع ہے۔ وہ نہ تھا۔ایام تھے۔اور وہ سب برابر تھے۔ ولایت خود سردار ہے۔اس کے صدقہ میں نہ معلوم کتنے سردار بنے۔ یہ تھا پہلی حدیث کا وہ مفہوم جو مفہوم ہے ورنہ عبث ہے۔

58۔ دوسری حدیث کا حقیقی مطلب یہ ہے کہ ولایت کے قیام وعہد نے جمعہ کو سورج کی نظر میں سارے دنوں سے ممتاز کر دیا۔تیسری حدیث میں شب جمعہ علوم محمدؐ وآل محمد علیہم السلام کے علم میں اضافہ کیلئے مقرر ہونے کیوجہ سے چمکدار بنی اور جمعہ کا دن مذکورہ اسباب کی بنا پر مبارک ہوا کہ مرنے والا اگر ناصبی نہیں ہے فشار قبر سے محفوظ رہے گا۔اسی کے قیام میں مرا تو جنتی ہو گیا۔

چوتھی حدیث اصولی ہے۔ بیان ہو چکی ہے۔ پانچویں میں جمعہ کی طرف چلنے کے معنی قیام ولایت میں قدم مارنے کے ہیں۔ ورنہ جمعہ کوئی مجسم مسجد نہیں ہے کہ کوئی اس کی طرف چل کر جا سکے۔البتہ قیام ولایت ایک ایسا اہم مقصد ہے کہ ہر قدم نماز وروزہ وحج وزکوٰۃ وغیرہ سے زیادہ ثواب کا حامل ہوگا۔اور قدم قدم پر جنت واجب اور جہنم حرام ہوتی جائے گی۔

چھٹی حدیث کے معنی بھی جمعہ کی طرف جانا نہیں بلکہ راہ ولایت میں قدم اُٹھانا ہیں۔ یہی ایک ایسی عبادت ہے جو تمام عبادتوں کی کنجی ہے۔خود جمعہ و جماعت کی کنجی ہے۔اسی سے سابقہ گناہ نیست و نابود ہوتے ہیں اور اس کے خلاف جانے والوں کی نیکیاں گناہ بن جاتی ہیں۔ اعمال ضائع اور بے قدر ہو جاتے ہیں۔ ساتویں حدیث میں امامؑ نے اگر محض نماز جمعہ پر پابند لوگوں کی نجات کا ذمہ وضمانت لی ہے تو پھر دشمنانِ اہل بیتؑ بہت سے جنتی ہو چکے۔ حالانکہ یہ ناممکن ہے۔لہٰذا صرف وہ لوگ اُن کی ضمانت میں آئے جو اُن کی راہ میں کوشاں رہیں۔ بنی نوع انسان کو ولایت کے جھنڈے کے سامنے بخوشی سرنگوں کرانے کا انتظام کریں۔ مر جائیں تو جنتی اور شہید مریں۔ زندہ ہوں تو ملائکہ بشارتیں دیں۔

آٹھویں حدیث اصولی ہے۔خود مولانا کے خلاف گواہ ناطق ہے اور بیان ہو چکی ہے۔نویں حدیث میں راہ ولایت میں ادا کیا ہوا صدقہ مطلوب ہے۔ اسی راہ میں ایک درہم ہزار درہم کے وزن وثواب سے زیادہ ہوسکتا ہے۔ ولایت کے بغیر ہر

خیرات وعبادت گناہ ہے،حرام ہے ۔دسویں حدیث فضیلت جمعہ میں خواہ مخواہ گُھسا دی گئی ہے ۔اس میں کوئی فضیلت نہیں ہے۔اس کے بعد ایک ایسی بات کہہ دی گئی جو بڑی ہی گھٹیا بات ہے اور ہر روز ایک ایسی ساعت کا ہونا اُن کی کافی تردید ہے۔یعنی جمعہ کے امتیاز کو اس بیان میں ضائع کر دیا اور سمجھے یہ کہ میں فضائل جمعہ بیان کر رہا ہوں ۔اور ہر دُھنیے جُلاہے کو شامل کر کے یہاں امامتؑ کی کھلی توہین کی گئی ہے۔اگلی حدیث میں جمعہ کے روز امام معصومؑ کی ولایت کے حقوق بیان ہو رہے ہیں۔اُن حقوق کی حفاظت کرنے ہی سے گناہ مٹ جانا صحیح ہے۔ حقوق ولایتؑ میں کسی قسم کی کوتاہی ہرگز مطلوب وپسندیدہ نہیں۔حقوق ولایت ہی مطلقاً فرض و واجب ہیں جو ایک لمحہ کے لئے بھی ساقط نہیں ہوتے۔جمعہ غریب تو ساقط ہو جاتا ہے سب پر ہر حال میں واجب نہیں مانا گیا ہے ۔اس میں تو خود واجب ماننے والوں نے استثناء کی ہے ۔صرف ہم ہیں جو جمعہ کو واجب عینی اور مضیق ومطلق مانتے ہیں ہمارے نزدیک مرد ہوں یا عورت تنہا ہو یا جماعت ، بیمار ہو یا مسافر قیام جمعہ واجب ہے۔ورنہ منافقین کی ہر بات جھوٹی ہے۔خواہ خدا کی وحدانیت کا اقرار کریں یا رسالت کا یا جمعہ کا جماعت کا جب تک وہ ولایت کو وہ مقام نہ دیں جو خدا اور رسوؐل وآئمہ علیھم السلام نے بیان کیا ہے۔وہ کاذب ہی نہیں ملعون بھی ہیں اور اس لئے اُن کا ہر اچھا بُرا قول مردُود ہے، نا قابل سماعت وقبول ہے۔اس کے بعد کی حدیث نے فیصلہ کر دیا کہ جمعہ صرف محمدؐ وآل محمدؐ پر درود وسلام کا دن ہے۔ کیوں نہ ہو آج اُن کے فیوض سے علوم سے مالا مال ہونے کا دن ہے۔احسان ماننے کا شکر کرنے کا دن ہے اور حقیقی عبادت اور عبادت کی روح ہے . اللّٰھُمَّ صَلّی علی محمدؐ و آلؑ محمدؐ۔(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

59۔ آپ نے طائرانہ نظر میں دیکھا کہ اصل بات کیا تھی لیکن اُسے کیا بنا کر دکھایا گیا۔صرف طریقہ فکر کے فرق سے بُعد المشرقین ہو جاتا ہے۔سامان وہی ہے ماخذ وہی ہیں مگر عنوانات الگ الگ ،مقاصد جُدا جُدا اور وہ مقصد جو مقصدِ خدا و رسوؐل سے الگ راہ پر لے جاتا ہے۔ظاہر ہے کہ عبادت تو کجا،کھلا ہوا گناہ ہوتا ہے،حرام ہوتا ہے۔ یہ ہیں وہ ترکیبیں اور مجاہدے جن کی چمک دمک میں نورؑ ولایت کو دھندلا کر کے دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔سبزی خریدنے کے ٹاٹ سے بُنے ہوئے جھولوں (B a g s) پر'' **نماز پڑھو**'' چھپوا دیا جاتا ہے۔کوڑا کرکٹ ڈالنے والے چوراہوں پر رکھے ہوئے ڈرموں(DRUMS) پر'' **سچ بولو**'' رشوت اور ڈاکہ ڈال کر بنائے ہوئے مکانوں اور بسوں پر ھٰذا من فضل ربّی کی نمائش کر کے دین کا مذاق اُڑایا جاتا ہے۔طاغوت کی روح کو خوش کیا جاتا ہے لیکن دین دار قلوب اُن پر نگران ہیں۔ ہانکنے والے اُن لوگوں کو ہانک رہے ہیں ۔وہ سب ایک ہی جمعہ کی طرف یعنی یوم مجموع کی طرف کشاں کشاں لائے جارہے ہیں ۔اُن کے مقاصد واضح ہو چکے ہیں ۔اہلِ عقل وہنر اُنکا مذاق اُڑا رہے ہیں ۔عقل وبصیرت اُن پر ماتم کر رہی ہے۔اُن کا نام ولقب گالی بن چکا ہے۔اُن میں آپس میں پھوٹ پڑ چکی ہے۔وہ ایک دوسرے پر لعنت بھیج رہے ہیں ۔ولایت الٰہیہ کا نظام غیر محسوس طور

پراُنہیں چاروں طرف سے گھیرتا اوراُن کی قوتوں کوتوڑتا پھوڑتا چلا آرہا ہے۔اُن سے کہئے کہ اس دن کا نام بتائیں جس دن کے لئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

60۔ بتحقیق ہم وہ اوّلین خاندان ہیں جن کے ناموں کو اللہ نے اس طرح بلند کیا کہ جب اس نے آسمانوں اورزمینوں کو پیدا کیا تو ایک منادی کوحکم دیا کہ وہ تین مرتبہ وحدانیت خداوندی کا اعلان کرے تو تین ہی دفعہ اعلان نبوت کرے اور

> **اِنَّـا أَوَّل اهـل بيـت نـوّه الـلّـه بأسمائِنا اِنّه لمّا خلق السـمـاوات والأرض أمر منادياً فنادى:أشهد أن لا الٰه الّا الـلّٰه.ثـلاثا.اشهـد انَّ محمّداً رسـول اللّٰه. ثلاثا.اشهد أنّ عليّاً أمير المؤمنين حقًّا.ثلاثاً.**

ساتھ ہی علیّ مرتضٰی کے حق وامارت تین دفعہ گوش گذار کردے۔'' (کافی کتاب **الحجة** باب مولد النبیؐ حدیث نمبر 8)

61۔ جس وقت فضاؤں میں یہ ندا بلند ہوئی اُس وقت کوئی انسان موجود نہ تھا۔پھر اُس ندا کے معنی کیا ہوئے؟ یہ کس کو سنانے اورمتوجہ کرنے کے لئے اعلان ہوا ہے؟ وہ ندا آج بھی فضاؤں،خلاؤں،ستاروں اورشموس واقمار میں گونج رہی ہے۔ کائنات کا پورا نظام اُسی ندا کی زیرسرپرستی برسرکار ہے۔کائنات کا ذرہ ذرہ اُسی کی تائید کامحتاج ہے۔اس بات کو یہ استنجابردار کیا سمجھیں؟ یہ کیا جانیں سماوات وارضین کیا ہیں؟ اُن کے نزدیک سماوات مٹی کے بدھنے سے زیادہ کچھ اورنہیں ہیں۔جن کو یہ پتہ نہ ہوکہ اُن کا لباس کیسے بنتا ہے؟ جن کو یہ علم نہ ہوکہ وہ کیسے چلتے پھرتے ہیں؟ جن کو یہ خبر نہ ہوکہ اُن کی موٹر کیسے چلتی ہے؟ جن کو یہ معلوم نہ ہوکہ کانوں سے کیسے سنتے ہیں؟ آنکھوں سے کیسے دیکھتے ہیں۔اورجنہیں آج تک اس کی اطلاع نہ ہوکہ وہ کیسے سوچتے اورسمجھتے ہیں؟ اُن سے یہ اُمید کرنا کہ کائنات،افلاک وسماوات کوسمجھ سکتے ہیں بڑی غلط اُمید ہے۔ایسی غلط جیسا کہ اُن کے نزدیک اُن کا جاہل ہونا غلط ہے اورعقلاء کے نزدیک اُن کا عالم ہونا غلط ہے۔سماوات وارض کے رموز واسرار کے دروازوں کواُنہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے بند کیا ہے۔ولایت سے محرومی اس لئے تھوڑی اختیار کی تھی کہ اُن پرآسمانوں کے دروازے کھول دئے جائیں خدا کے یہاں کافروں کے لئے یہ دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے۔وہ اس دُنیا میں جمعہ و جماعت کے باوجودنماز کومعراج کا ذریعہ نہ بناسکیں گے۔روزانہ تحت الثریٰ کی طرف تنزّل اُن کے کرتوت کانتیجہ ہے۔وہ اپنی کوشش سے ایک انچ زمین سے بلند نہ رہ سکیں گے۔چنانچہ خدانے فیصلہ سُنا رکھا ہے کہ:۔

۔''بہ تحقیق جن لوگوں نے ہماری آیات کوجھٹلایا اوران کے بالمقابل تکبّر کیا۔اُن کیلئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے۔اور جب تک کپڑا سینے کی سُوئی کے ناکہ میں سے اُونٹ نہ گذر سکے وہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوسکیں گے۔اسی طرح مجرمین کوجزا ملتی ہے۔''

> **اِنَّ الَّـذِيۡنَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا وَاسۡتَكۡبَرُوۡا عَنۡهَا لَا تُـفَتَّـحُ لَهُـمۡ أَبۡـوَابُ السَّـمَـآءِ وَلَايَدۡخُلُوۡنَ الۡـجَـنَّةَ حَتّٰـى يَلِجَ الۡجَمَلُ فِىۡ سَمِّ الۡخِيَاطِ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُجۡرِمِيۡنَ o (7/40)**

ذرا نمازوں کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں سے تخلیہ میں دریافت کر کے دیکھیں کہ کیا اُن کے لئے آسمان کا کوئی دروازہ یا کھڑکی یا کوئی موری کھلی ہوئی ہے؟ اگر کوئی اقرار کرے تو ہمیں اس کا نام بتایئے۔ اور خود اس دروازے، کھڑکی یا موری میں ایک نظر جھانکنے کی اجازت مانگئے۔ اجازت مل جائے تو جھانک کر دیکھئے۔ اس کا خیال رہے کہ اُن کا کوئی گُرگا یا پنجابی زبان میں چمچہ آپ کے جھانکتے ہی کہیں تیزاب نہ پھینکدے اور یوں آپ کو اپنی راہ سے ہٹا دیا جائے۔ ہمارے ہر سوال کے جواب میں یہ لوگ لاجواب ثابت ہوں گے۔

62۔ چونکہ ابھی ابھی نماز جمعہ کے وجوب کے سلسلہ میں اُن لوگوں کی انتخاب کردہ احادیث گذریں جنہیں بھول کر بھی ولایت یا قیامِ ولایت کا خیال نہیں آتا۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان کا دوسرا عنوان۔ ''***نماز جمعہ کے بعض اسرار و رموز کا بیان***''۔ بھی ایک نظر دیکھتے چلیں۔ اس عنوان کو قائم کرنے کے بعد نہ کوئی آیت لکھی گئی نہ کسی حدیث سے اُن خود تراشیدہ اسرار ورموز پر سند اور دلیل لائی گئی۔ بلکہ جو کچھ لکھا اُسے بار بار پڑھئے اور تلاش کر کے ہمیں بتایئے کہ اُن اسرار و رموز میں اور اس سارے بصیرت افروز بیان میں کسی جگہ آپ کو مصنف کے شیعہ اہل بیتؑ ہونے کا شبہ ہوا؟۔ کوئی ایسی بات ملی جس سے ولایت و امامت آئمہ اہل بیت علیہم السلام سے عقیدت کی بُو آتی ہو؟ یہ خالص وہابی بیان ہے۔ اس میں شیوخ وزعمائے سیاست آپ کو گُھورتے ہوئے نظر آئیں گے۔ اس بیان میں سے اگر (1)''**نماز جمعہ**'' (2)''**جمعہ کا وجوب**''(3)''**شریعت اسلامیہ**'' (4)''**اسلامی اخوت**'' کی ترکیبیں نکال لی جائیں تو یہ پورا صفحہ یا یہ سارے اسرار و رموز امریکن انفارمیشن سروس یا کسی پادری مشن سے نکلنے والے بیانات سے سرِ موفرق نہیں رکھتے۔ یعنی چند الفاظ بطور حربہ اسلامی اختیار کر لئے گئے ہیں ورنہ شریعت مُقدسہ تمام عیسائی بھی بولتے اور لکھتے ہیں۔ حق و باطل کی ترکیب ہر فریب ساز بھی کرتا ہے۔ یعنی مصنف نے کم از کم ہر دل عزیز بننے کی پوری کوشش کی ہے۔ اور اس بیان میں اُنہوں نے جن اجتماعات کی تعریف میں رالوں کے دریا بہائے ہیں اُنہی کے لئے جناب باقر العلوم علیہ السلام نے ایام جاہلیت کا فتویٰ صادر فرمایا تھا۔ (ہمارا پیرا نمبر 14,15) یعنی مولانا ان اجتماعات کی مدح وثنا کر کے اپنے امامؑ کو جھٹلا رہے ہیں۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ جب تک یہ لوگ ہم سے مرابطہ نہ کریں۔ ہماری مودۃ و ولایت کو ہماری نصرت کر کے ہم پر ثابت نہ کریں۔ ہمارے علوم و احکامات کو ہم سے حاصل کر کے اقصائے عالم میں نشر نہ کریں۔ یہ اجتماعات مردود ہیں۔ لیکن مولانا فرماتے ہیں کہ:۔

۔''ان اجتماعات میں عربی، عجمی، ایرانی، افغانی، ہندوستانی، پاکستانی، یورپی و امریکی، روسی و افریقی، امیر وغریب، آقا و غلام ایک ہی مقام پر پہلو بہ پہلو صف آرا ہو کر جب کھڑے ہوتے ہیں تو اسلامی اخوت و مساوات کا وہ روح پرور مظاہرہ ہوتا ہے کہ جس سے مسلمانوں کی ہیبت و دبدبہ کا سکہ مخالفین کے دلوں پر بیٹھ جاتا ہے۔''

یہ لکھتے لکھتے مولانا پر وجد طاری ہوتا ہے اور شاعروں کی روح کو ثواب پہنچانے کا اہتمام کرتے ہیں۔یقین فرمایئے کہ مولانا نے یہ سب سُنی سُنائی مبالغہ آمیز باتیں لکھی ہیں۔وہ کبھی اُدھر سے خواب میں بھی ہو کر نہیں نکلے اِدھر تو مولانا یہ فرماتے ہیں۔اُدھر اگر اُن رُوح پرور اجتماعات میں کوئی اپنی شیعیت کا اعلان کر دے۔کوئی قادیانی یا احمدی ہونے کی اطلاع دے دے۔کوئی کسی مظلوم کی قبر پر رونا شروع کر دے۔کوئی کسی مظلوم کی قبر یا قبروں کو اُکھاڑ پھینکنے کی وجہ معلوم کر لے۔یا اُن کی مرمت کا ارادہ کر لے تو اُس کی کھال کھینچ لی جائے۔بتایئے خدا کے لئے بتایئے یہ مولانا کون ہیں۔اُن کا مذہب کیا ہے۔وہ شیعوں سے کیا چاہتے ہیں؟ اُن اجتماعات کی تعریف تو آپ نے سُن لی۔امامؑ معصوم کے فیصلہ کی تردید ہوتے ہوئے دیکھ لی۔اب ذرا اُن ہی کے قلم سے ایک اور بیان ملاحظہ فرمایئے۔وہ شیعانِ اہل بیتؑ کے اجتماعات کے لئے فتویٰ دیتے ہیں کہ:۔

۔''موجودہ اجتماعات ایک جسد ہیں۔جن میں روح نہ ہو۔اسی کا نتیجہ ہے کہ آج قوم بجائے ترقی کے مدارج طے کرنے کے اُلٹا تنزّل وانحطاط کے گڑھے میں گر رہی ہے۔اور اُسے ہر جگہ ذلت ورسوائی کا سامنا ہو رہا ہے۔اس کے لئے ترقی کی راہیں مسدود ہیں۔اور غلامی کا پھندا اس کے گلے کا ہار بنا ہوا ہے۔سچ ہے ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

لیکن افسوس کہ قوم کچھ اس طرح خوابِ غفلت میں محو ہے کہ اس کی بیداری کی قیام قائم سے قبل اُمید نہیں کی جا سکتی۔''

(1964ء جنتری صفحہ 40)

63۔ شیعہ قوم کی حالت اور اُن کے اجتماعات کی حالت ملاحظہ فرمالی تو یہ بھی دیکھ لیں کہ قوم کے ساتھ وہ علمائے شیعہ کے لئے کیا فرماتے ہیں مذکورہ بالا بیان مسلسل جاری ہے فرماتے ہیں:۔

۔''اس کے مصلحین جن کا وظیفۂ شرعی قوم کو اُس کی خامیوں سے آگاہ کر کے اُسے بیدار کرنا اور ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرنا تھا۔وہ بجائے اُسے بیدار کرنے کے اُلٹا اس کے لئے خواب آور گولیاں ڈھونڈ رہے ہیں۔بجائے اِس کے کہ جمعہ وجماعت کی اہمیت کو بیان کر کے قوم کو اس کی بجا آوری پر آمادہ کرتے تا کہ قوم کی عظمت رفتہ دوبارہ بحال ہو جاتی۔وہ اس کوشش میں مصروف ہیں۔کہ کسی نہ کسی طرح اس کی حُرمت ثابت ہو جائے تا کہ اس کے وجوب اور بجا آوری کا جُوا گردن سے ہمیشہ کے لئے اُتر جائے۔افسوس ع۔ خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں ہوئے کس قدر بے چارہ فقیہان حرم جس قوم اور اس کے مصلحین کے یہ لیل ونہار ہوں یاد رکھو۔

ع وہ قوم آج ڈوبی کل نہ ڈوبی''۔(صفحہ 40 جنتری 1964ء)

64۔ شعروں میں غلطیاں کاتب نے کی ہوں گی۔ بہرطور اُن کا منشاء واضح ہو چکا ہے۔ وہ شیعہ قوم کے اجتماعات کا ہونا مانتے ہیں مگر اُن اجتماعات میں مولانا کو نہ مختلف ملکوں کے آدمی شانہ بشانہ ملتے ہیں نہ غریب وامیر ساتھ ساتھ پائے جاتے ہیں۔ یعنی جہاں پاکستانی ہوتے ہیں وہاں دوسرے کسی ملک والے کو گھسنے نہیں دیا جاتا۔ جہاں امیر ہوتے ہیں وہاں غریب کا ہرگز گذر نہیں ہوتا۔ اور اُن میں آقا و غلام تو موجود ہوتے ہی نہیں۔ یہ لوگ کبھی پہلو بہ پہلو کھڑے نہیں ہوتے۔ یعنی نہ شانہ بشانہ بیٹھتے ہیں نہ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ بتایئے ایسے اجتماعات کو مولانا کس طرح رُوح پرور کہیں جن میں اُنہیں نہ اخوت اسلامی نظر آئے، نہ مساوات کا کہیں پتہ چلے۔ جہاں برابر بیٹھنے یا کھڑے ہونے کے بجائے ایک دوسرے کے سروں اور کندھوں پر بیٹھتے یا کھڑے ہوتے ہوں۔ مولانا نے ایران میں جس قدر اجتماعات دیکھے وہاں کوئی پاکستانی و ایرانی وغیرہ نہ ملا۔ پھر نجف میں کوئی ایرانی، پاکستانی نظر نہ آیا۔ اور غلامی و کنیزی تو شیعوں نے گویا ختم ہی کر دی۔ جب تک آقا و غلام دونوں موجود نہ ہوں کیسے اسلامی شان نظر آسکتی ہے۔

65۔ علماء کے متعلق جو کچھ سرکار مولانا نے فرمایا ہے وہ بہت کچھ ہے۔ اس کی تفصیل ہماری کتاب ''حکیمانِ اُمت اور نغمۂ صحت'' میں دے دی گئی ہے۔ یہاں تو اس قدر ہی کہا گیا ہے کہ وہ جمعہ و جماعت کو حرام قرار دینے کی فکر میں ہیں۔ خود نہیں بدلتے بلکہ قرآن کو بدلتے رہتے ہیں۔ قوم کی تباہ حالی علماء کے ذمہ ہے۔ وہ روزانہ انہیں خوابِ غفلت میں رکھنے کی فکر میں مبتلا ہیں۔ ہم نے مولانا کی جرأت و ہمت کی تعریف مسئلہ کفو کا جواب دیتے ہوئے کی ہے۔ ہم اُن سے ذاتی طور پر واقف ہی نہیں بلکہ اُن کی محبت و دوستی کا فخر ہمیں حاصل ہے۔ ہم اُن کی دیانت و امانت و تبحّرِ علمی کو مانتے ہیں۔ اُن کی ہر تحریر میں اصلاح کی تڑپ پائی جاتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہمارا طریق فکر جداگانہ ہے۔ ہم سب سوچنے سمجھنے میں خودمختار و آزاد ہیں۔ ہم نے نظام اجتہاد کی ذیل میں یہ بتایا تھا کہ ہمارے یہاں اَعلم بھی کسی کو اپنی رائے اور تحقیق کے اظہار سے منع نہیں کر سکتا۔ لہٰذا یہ مولانا کی رائے ہے کہ شیعہ قوم کے اجتماعات بے رُوح ہیں۔ اُن میں اسلامی اخوت کا نام و نشان نہیں وغیرہ وغیرہ۔

وہ سمجھتے ہیں کہ کسی زمانہ میں شیعہ قوم جمعہ و جماعت کے ذریعہ سے ایک عظمت حاصل کر چکی تھی۔ جسے شیعہ علماء نے ضائع کر دیا۔ اُنکے نزدیک وہ عظمتِ رفتہ پھر جمعہ و جماعت ہی سے واپس آسکتی ہے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ شیعہ قوم کو کبھی جمعہ و جماعت سے عظمت نہیں ملی تھی وغیرہ وغیرہ۔ یہ مولانا کا طریقہ ہے کہ وہ قیام قائمؑ لکھیں اور اس پر نہ درود پڑھیں نہ سلام کہیں نہ کوئی تعظیمی نشان دیں۔ یہ ہمارا طریقہ ہے کہ ہم قیام قائم صلوٰۃ اللہ علیہ کی تعظیم نہ کرنے اور اُنکے مقاصد کو جمعہ و جماعت سے الگ کرنے پر غم والم کا اظہار کریں۔ شیعہ کہلانے کی بنا پر ایسے افراد کو مطعون کریں۔ اُنہیں گھیر کر شیعیت کی طرف لائیں یا پھر وہ جہاں مناسب سمجھیں اُنہیں وہاں پہنچائیں۔ بس ہم دوست ہیں۔ لا الٰہ الّا اللّٰہ کا اسی قدر حق ہے کہ ہم اُن سے معاشرت و

مجالست رکھیں تا کہ ایک دوسرے کے خیالات واعمال پر اطلاع رہے۔ بہرحال مولانا کو شیعہ علماء وشیعہ اجتماعات ناپسند ہیں۔

66۔ اس کے بعد ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ ہماری پیش کردہ آخری حدیث (پیرا نمبر 52) جس کو مولانا نے نمبر 4 پر رکھنا مناسب سمجھا، بتاتی ہے کہ جس روز مخلوق سے محاسبہ ہوگا وہ دن یوم مجموع اور یوم مشھود ہے۔ یہ حدیث ہمیں قرآن کریم کی طرف لے جاتی ہے۔ اور قرآن کریم کی ایک آیت کو بجنسہٖ ہمارے لئے محفوظ کر دیتی ہے۔ یہ آیہ مبارکہ سورہ ھود میں ہے۔ یہاں قوم فرعون اور فرعون کے مذہب وطریقہ کار کا تذکرہ ہوا ہے۔ اُن کے اعمال کے نتیجہ میں اُن کو دُنیا وآخرت میں ملعون وجہنمی قرار دیا ہے پھر لوگوں کو بتایا ہے کہ:۔

إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ o(11/103)

بہ تحقیق اُس میں اُن لوگوں کے لئے ضرور معجزہ ہے جو آخرت کے عذاب کا خوف رکھتے ہیں۔ وہ دن تمام انسانوں کو جمع کرنے کا دن ہے۔ اور وہی دن شہادت قائم ہونے کا روز ہے۔''

روز قیامت، یوم مجموع اور یوم مشہود۔ عہد ومیثاق یاددلانے کے لئے جمعہ کا دن

67۔ احادیث معصومینؑ میں تفصیل سے وضاحت فرمادی گئی ہے۔ اور خود اس آیہ مبارکہ میں بلاکسی ابہام کے یہ بتا دیا گیا ہے کہ یوم مجموع اور یوم مشہود دراصل قیامت کے نام ہیں۔ یہاں سے ہم گفتگو کا رُخ بدلتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ یعنی اللہ یہ بتانا چاہتا ہے اور معصومین علیھم السلام اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ دن جس میں تمام مخلوق سے ولایت پر عہد ومیثاق لیا گیا تھا۔ اور وہ دن جس روز تمام مخلوق کو اُن کے میثاق پر جانچا جائے گا۔ اور سب کو بلا استثناء پھر ایک دفعہ جمع کیا جائے گا۔ اس روز کا نام قیامت۔ یوم مجموع اور یوم مشہود ہے۔ اس عہد ومیثاق کو بار بار یاددلانے اور اس کے مطابق عمل کرانے اور اس طرح یوم مجموع یا یوم مشہود کے دن بنی نوع انسان کو محفوظ کرانے کے لئے دُنیا میں ایک دن کا نام جمعہ رکھا گیا۔ جمعہ اس لئے کہ اس روز بھی تمام مخلوق کے مادی ومعنوی اجتماع کو خدا پسند کرتا ہے۔ اس بناپر اور ولایت کی وجہ سے جمعہ کو معزز بنایا گیا۔ لیکن اگر امامؑ زمانہ شریک نہیں ہے، اگر تصور ولایت غائب ہے یا اُلٹ لیا گیا ہے، اگر ولایت کے قیام کی سعی وکوشش غائب ہے اور اجتماعات ہوتے ہیں یا نہیں ہوتے، ہر حالت میں نہ یہ وہ جمعہ ہے جس کا تذکرہ ہورہا ہے، نہ یہ وہ اجتماع یا اجتماعات ہیں جن کی وجہ سے جمعہ نام رکھا گیا یا جمعہ کو فضیلت ملی تھی۔ پھر یہ برائے نام محض شناخت اور حساب کے لئے ایک دن ہے جس کو جمعہ یا فرائیڈے (Friday) کہتے ہیں۔ اور چونکہ اس میں کسی طرح یوم میثاق ویوم مشھود یا یوم مجموع کی طرح کا اجتماع نہیں ہوسکتا لہٰذا یہ اپنی بہترین شکل میں بھی محض نقل ہے، منسوب ہے۔ اصل جمعہ یوم مجموع ومشھود ویوم میثاق وقیامت ہے۔ حقیقی بزرگی اُسی دن کو حاصل ہے جسے یوم الدین بھی کہا جاتا ہے۔ یہاں اگر ہم یوم الدین یا یوم مجموع کا باقاعدہ تذکرہ شروع کردیں تو

قیامت برپا ہو جائے گی۔اور باطل کا تیار کردہ محل چُور چُور ہو جائے گا۔اور مضمون کی صورت بدل کر ہم دُور نکل جائیں گے۔لیکن چند اشارات ضرور کریں گے تاکہ ہمارے دوستوں کو معلوم ہو جائے کہ جمعہ کی آڑ میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ وہ ولایت کی دشمنی وبغض کی جسامت کو پوشیدہ رکھ سکے۔چونکہ آخری حدیث شریف نے قرآن کی طرف رخ پھیرا ہے۔اس لئے قرآن کریم سے چند منٹ تعلق رکھنا ضروری ہے۔مگر یہ بھی اپنی رائے سے نہیں بلکہ حدیث کے اشارہ پر ہوگا۔

68۔ سب سے پہلی بات جو مذکورہ بالا آیت میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ آخرت سے خوف کھانے والے انسانوں کیلئے یوم مجموع میں ضرور ضرور ایک آیت یا معجزہ ہے۔لہٰذا ایک اصول ملاحظہ ہو۔اصول کافی کتاب **الحجۃ** کے باب **اَنَّ آیات الّتی ذکرھااللّٰہ عزّوجلّ فی کتابہ ھم الآئمۃ** علیہم السلام) میں جناب امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ:۔
'' **الآیات ھُمُ الائمۃ، والنُّذُرُ ھم الانبیاء علیھم السلام** '' قرآن کریم میں مذکورہ آیات آئمہؑ اہل بیت ہیں اور نذر انبیاء علیہم السلام ہیں۔اگلی حدیث میں اُن کے والد ماجد (ہمارے ماں باپ اُن پر فدا ہوں) علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔''خدا کے فرمان **کَذَّبوا بآیاتنا کُلّھَا یعنی الاوصیاء کلّھم** ۔اُنہوں نے ہماری تمام آیات کو جھٹلایا کے معنی ہیں تمام اوصیاؑ (سلام اللہ علیہم)'' لہٰذا آیت مذکورہ میں جس آیت کا تذکرہ ہے۔وہ وہی ہے جس کو قرآن کریم نے موذنؑ اور اذان فرمایا اسی کا نام اس آیت میں مشہود بتایا گیا۔اس کا تعین کرنے کیلئے آپ سورۂ البروج کی ابتدائی آیات ملاحظہ فرمائیں ''**وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ O وَالْیَوْمِ الْمَوْعُودِO وَشَاھِدٍ وَّمَشْھُودٍO** (85/1-3) برجوں والے آسمان کی قسم۔اور یوم موعود (وعدہ کے دن) کی قسم اور قسم ہے شاہد ومشہود کی۔حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت میں واردشدہ شاہد ومشہود کو اور سابقہ سورہ ھود (11/103) میں مذکورہ یوم مشھود کو ایک ہی قرار دیا ہے۔مگر اُس وقت جن لوگوں نے شاہد سے یوم جمعہ اور مشہود سے روز عرفہ مراد لے رکھا تھا۔اُن کی تردید کر کے فرمایا کہ'' شاہد سے مراد ہے روز عرفہ اور مشہود سے مراد ہے یوم قیامت۔کیا تُو قرآن مجید نہیں پڑھا کرتا۔اللہ نے فرمایا ہے **ذلک یَوْمٌ مجموعٌ لہ الناس وذلک یوم مشھود** (معانی الاخبار)''

یہاں یہ سمجھ کر آگے چلیں کہ یوم مجموع کو نسبتاً جمعہ قرار دیا گیا تھا۔یوم مجموع ہی یوم شھود تھا۔یوم مجموع ہی کو یوم موعود بتایا گیا۔اور یہاں آکر آخر جمعہ صاحب ایک دن کی حیثیت کے علاوہ کسی فضیلت کے حامل نہ رہے اور تمام عطا شدہ فضائل اپنی اصل کی طرف لوٹ گئے۔یعنی امامؑ نے فرمادیا کہ یوم مجموع سے یوم مشہود مراد ہے۔یعنی دونوں سے قیامت مراد ہے اور یہی حقیقت تھی باقی مجاز تھا۔یعنی مجازی حیثیت سے ولایت کے صدقہ میں جمعہ کی فضیلت ہے ورنہ نہیں۔یہ بات سمجھ جانے کے بعد یہ بھی سمجھ لیں کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے نزدیک شاہد سے آنحضرتؐ اور مشہود سے علی مرتضیٰ علیہما السلام مراد ہیں (کافی ومعانی الاخبار) یعنی قیامت، یوم مجموع، یوم الموعود، یوم مشہود، یوم الدین وغیرہ حضرات محمد وعلی علیہما السلام کا دن

ہے۔چنانچہ عرض کیا گیا تھا۔جمعہ کو محض ان حضراتؑ کی ولایت کے عہد و قیام کی تنظیم میں بزرگی ملتی ہے۔ورنہ وہ ایک دن سات دنوں میں سے ہے اور بس۔

69۔ چونکہ قیامت کا تذکرہ ہو ہی گیا لہٰذا میدان قیامت میں ایک نظارہ ملاحظہ کرتے چلیں۔جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:۔''جب قیامت کا دن ہو گا تو ایک منبر اسطرح قائم کیا جائے گا کہ تمام مخلوقات اسے دیکھ سکیں۔اس منبر پر ایک مرد تشریف فرما ہو گا۔اس طرح کہ ایک فرشتہ اس کے داہنے دوسرا اس کے بائیں طرف کھڑا ہو گا داھنی طرف والا فرشتہ منادی کرے گا کہ اے مخلوقات خداوندی یہ علیؑ ہیں ابی طالبؑ کے فرزند۔یہ جنت کے مالک ہیں جس کو چاہیں اس میں داخل کریں۔پھر بائیں جانب والا فرشتہ منادی کرے گا اے مخلوقات یہ علی بن ابی طالب ہیں۔دوزخ کے مالک ہیں جس کو چاہیں اس میں داخل کردیں۔''

اذا کان یوم القیامة وضع منبر یراہ جمیع الخلائق یقف علیہ رجل یقوم ملک عن یمینہ وملک عن یسارہ فینادی الذی عن یمینہ یقول :یا معاشر الخلائق ھذا علی بن ابی طالب صاحب الجنة یدخل الجنة من شاء وینادی الذی عن یسارہ یا معاشر الخلائق ھذا علی بن ابی طالب صاحب النار یدخلھا من شاء۔

(علل الشرائع باب 130۔علة التی من اجلھا صار علی بن ابی طالب قسیم اللّٰہ بین الجنة والنار۔صفحہ 164)

آئمہ اہل بیتؑ کی تعلیمات کو اختیار نہ کرنے والے دوسری اقوام کے سامنے مُسخّر ہیں

جمعہ اسلئے افضل تھا کہ ہر ہفتہ میں ایک دفعہ اس منبر اور صاحب منبر سے واسطہ قائم کیا جاتا۔ولایت کے قیام واستحکام و نشر و اشاعت ہی کیلئے جمعہ تھا،جماعت تھی،عیدیں تھیں،حج تھا۔اگر یہ مقاصد باقی نہیں ہیں تو نہ جمعہ جمعہ ہے۔نہ حج حج ہے۔کوئی اسلامی حکم اور عبادت حکم وعبادت نہیں ہے۔لہٰذا عملاً دیکھئے کہ قدرت کی طرف سے نمازیوں کیساتھ کیا ہو رہا ہے۔دُنیا میں تمام اقوام سے ہر ہر حیثیت سے پس ماندہ۔جرائم اور بداخلاقی میں سب سے آگے۔جس کا رونا چوبیس گھنٹے رویا جاتا ہے۔کوئی اخبار کوئی کتاب اس رونے سے خالی نہیں۔مگر ہر چہ باداباد۔ولایت کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھنا،آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سے رشتہ نہیں جوڑنا،نماز روزہ کی تاکیدوں کا ڈھونگ رچانا ہے،انجمنیں بنانا ہیں،قوم کو سیاسی اقدار کے ماتحت یک رنگی وہم آہنگی کے اسباق دینا ہیں۔سب کچھ کرنا ہے لیکن آئمہ اہل بیتؑ کی تعلیمات کو اختیار نہیں کرنا ہے۔کچھ دن نماز و روزہ کو جمعہ و جماعت کو فوجی حیثیت سے استعمال کر کے دوسری اقوام کے سامنے اسلام کی غالبیت کا فریب چل سکا۔لیکن اہل نظر پہچان گئے۔اُنہوں نے فوجی قواعد وضوابط کو اتنی بلندی سے پیش کیا کہ ان بیچاروں کے ڈھول کا پول کھل گیا۔آخر اس میدان میں بھی ان کو شکست ہوئی۔اور آخر بہروپیوں کو غلامی قبول کرنا پڑی۔سیاست نے ان کی کمر توڑ دی۔چند بے وقوف آج بھی یہ خواب

دیکھ رہے ہیں کہ نماز کو قواعد اور پریڈ (Parade) بنا کر اقوام عالم پر غلبہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ آج تمہارے اس مذہب کا کسی پر رُعب نہیں ہے۔ بلکہ جو کام تم نے مذہب کی آڑ لیکر کیا تھا آج تمہارے ساتھ وہی ہتھکنڈے استعمال ہو رہے ہیں۔ چند پیسوں میں مُلا کو خرید لیا جاتا ہے۔ اور اُس سے اسلام خطرہ میں ہے کا نعرہ لگوا کر حکومتیں پلٹ دی جاتی ہیں۔ آج مولانا و مولوی دونوں پر نظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ ہر با بصیرت حکومت اُن سے کبھی غافل نہیں ہوتی۔ اسلام کو اس طرح بیچنے والوں اور خود بک جانے والوں ہی کا تذکرہ ذروا البیع کہہ کر کیا گیا ہے۔ وہاں تجارت ہر گز مقصود نہیں ہے۔ یہ بیعت کی بات ہے تجارت کی نہیں۔ چند قدم کے بعد ہم اس لفظ تک پہنچنے والے ہیں۔ یہاں تو یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جو جج کے یا جمعہ و جماعت کے اجتماعات کے بر تے پر کائنات کی تسخیر کے خواب دیکھ رہے ہوں وہ جاگ جائیں۔ اور سمجھ لیں کہ یہ تسخیر محمدؐ و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے مذہب کو آلہ ءِ کار بنا کر نہ اب تک ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔ بلکہ تم دوسری چھوٹی چھوٹی اقوام کے سامنے مُسخّر ہوتے رہے اور ہوتے جاؤ گے۔ تم ایک مضبوط حکومت بنا سکو گے؟ اور وہ حکومت ایسی ہوگی کہ تسخیر عالم کرلے؟ لاحول ولا قوۃ۔ یہ خواب آج جنون ثابت ہو چکا ہے۔ اس خواب سے باہر نکل آیئے۔ دو ہی راہیں ہیں۔ اسلام کو محمدؐ و آل محمدؐ کے طریقے پر اختیار کیجئے یا پھر خالص کفر اختیار کیجئے اور مذہب کو وہم سمجھئے۔ بس یہ دونوں راہیں آپ کو ترقی کی طرف لے جا سکتی ہیں۔ ایک میں دین و دُنیا دونوں میں کامیابی۔ دوسری میں صرف دُنیا میں کامرانی۔ درمیانی راستہ، کفر و ایمان کا مکسچر یا نفاق کبھی آپ کو ترقی کے زینہ پر نہ پہنچنے دے گا۔

70۔ عنوان بدلنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ یہاں یہ پھر واضح کر دیں کہ ہمارے تمام الزامات اُس ذہنیت پر وارد ہوتے ہیں جو اسلامی حقائق کو سمجھ کر اُس کے خلاف پروگرام رکھتی ہے۔ خواہ وہ کسی مکتبِ فکر سے متعلق ہو۔ خواہ اُس نے شیعوں میں پناہ لی ہو یا سُنّیوں میں رُوپوش ہو۔ اُن کو مولوی کہتے ہوں یا مسٹر۔ ناسمجھ عوام کی تباہی کا سبب بھی وہ راہنمایان مذہب ہیں جو اسلام کو بطورِ سپر استعمال کرتے چلے جاتے ہیں جو اسلام کے نام پر سیاسی گٹھ جوڑ کرتے ہیں۔ اِس ذہنیت کو قرآن نے طاغوت قرار دیا ہے اور ہم صرف اُس طاغوت کی مذمت کر کے اس کے سر بستہ راز فاش کرتے ہیں۔ اور اسی کا نام تشیّع ہے اور اُس ذہنیت سے لوگوں کو روشناس کرانا اور اُس سے محفوظ رہنے کے طریقوں کی اشاعت کرنا شیعیّت ہے۔

(71) فَاسْعَوْا کے معنی لامحدود کوشش یہاں تک اذان وندا کی تفصیلات گذر چکی ہیں۔ جمعہ کی پوزیشن واضح ہو چکی۔ یہ بتا دیا گیا کہ جمعہ کی فضیلت کی آڑ لینا اور صاحبانؑ جمعہ کو نظر انداز کر دینا بے دینی ہے۔ اِس کے بعد آیت جمعہ میں وارد شدہ لفظ جس سے گفتگو ہوگی وہ ہے ''**فَاسْعَوْا**'' یہ بتایا جا چکا ہے کہ اس لفظ کے معانی مذکورہ تراجم میں غلط کئے گئے ہیں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ یہ ایسا لفظ ہے جو طاغوت کیلئے مصیبت ہے۔ اس کے کیا معنی ہیں؟ سنئے ارشادِ خداوندی ہے۔

(72) وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِ نْسَانِ اِلَّا مَاسَعیٰ o وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰی o

(الف) اور یہ کہ انسان کیلئے کچھ (بھی) نہیں ہے سوائے اتنے کہ جتنی اُس نے کوشش کی ہو۔اور یہ کہ اس کی کوشش آ گے چل کر دیکھی جائے گی۔(53/39-40)

یہ جناب مقبول صاحب کا ترجمہ تھا۔فرمان علی صاحب کا ترجمہ یہ ہے۔

(ب) اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جسکی وہ کوشش کرتا ہے اور یہ کہ اسکی کوشش عنقریب ہی (قیامت میں) دیکھی جائیگی۔

آپ جانتے ہیں کہ سَعَی ماضی مذکر غائب کے واحد کا صیغہ ہے۔یَسْعٰی مذکر واحد مضارع ہے۔مصدر سَعْیٌ ہے۔کوشش کرنا اسکے معنی ہیں۔جو دونوں تراجم سے ثابت ہیں۔ہم جانتے ہیں کہ اسکے معنی میں دوڑنا بھی مراد لیا جاتا ہے۔اس لئے کہ کوشش جب چلنے کے فعل سے تعلق اختیار کرے گی تو یہ چلنا معمول سے تیز ہو جائے گا۔لیکن یہ محض کھینچ تان سے قابل قبول نہیں ہے۔جب تک اس پر دوڑنے کیلئے الگ سے دلیل قائم نہ ہو جائے۔اپنے کسی مقصد کے ماتحت قرآن کے الفاظ کے ساتھ ایسا کرنا کھلی ہوئی تحریف میں داخل ہوگا۔نہ ہم ایسا کرتے ہیں نہ کسی کو اس کی اجازت دے سکتے ہیں۔اسی مصدر سے مضارع ملاحظہ ہو۔

73۔ وَاَمَّا مَنْ جَآءَ كَ يَسْعٰی o(80/8)

اور جو تمہارے پاس لپکتا ہوا آتا ہے۔(فرمان علی صاحب)

اور وہ جو تیرے پاس نیکی کی غرض سے آتا ہے۔''(مقبول احمد صاحب)

یہاں اگر ہم فرمان علی صاحب والے معنی تسلیم کر لیں تو پھر **فَاسْعَوْا** کے معنی ''**لپک کر جاؤ**'' کرنا ہوں گے۔مگر نماز جمعہ کو واجب یا اختیاری ماننے والے اس پر متفق ہیں کہ اندھے پر فاسعوا کا اطلاق نہیں ہوتا۔یعنی اندھا نماز جمعہ سے معاف ہے۔جو فرمان علی صاحب کے معنی تسلیم کرنے سے غلط ہو جائیگا کہ اندھا سعی کرتا یعنی لپک کر چل سکتا ہے۔لہٰذا یہاں اندھے کی سعی کے معنی محض کوشش ہوں گے۔لپکنا یا دوڑنا ہو ہی نہیں سکتے۔یہی مضارع ایک دوسری جگہ دیکھیں۔

74۔ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰی o(79/22)

پھر پیٹھ پھیر کر (خلاف کی) **تدبیر** کرنے لگا۔(فرمان علی)

پھر رُوگردان ہوا اور (برخلاف) **تدبیر** کرنے لگا۔(مقبول احمد)

یہاں لفظ وہی ہے لیکن دونوں مترجمین اس کے معنی **تدبیر** کرتے ہیں۔لیکن تدبیر خود عربی زبان کا لفظ ہے۔یہ معنی کرنے کے لئے متن میں **یُدَبِّرُ** ہونا چاہئے جو نہیں ہے۔اُدھر تدبیر اور سعی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔لہٰذا یہ معنی بھی قبول نہیں کئے جا سکتے۔مترجمین کی پریشان خیالی دکھانے کا یہ اچھا موقعہ ہے۔لیکن اس میں ہمارا وقت ضائع ہوگا۔اور بات پھر ذاتی خیال و

رائے تک محدود رہے گی۔اس لئے آیئے اس کے معنی کا تعین معصومین علیہم السلام سے کرائے لیتے ہیں۔

75۔ سورہ والنجم کی اوّلین پیش کردہ (پیرا نمبر 72) آیات کے متعلق جناب مقبول احمد صاحب نے حاشیہ میں تفسیر صافی سے یہ نوٹ دیا ہے کہ میّت کو اس کے اقرباء کی طرف سے ایصال ثواب کیوں ہوتا ہے؟ وجہ بتائی گئی کہ:۔

''یہ اس وجہ سے ہے کہ میّت نے اپنے پس ماندوں کے دل میں بسبب احسان کے یا ایمان کے یا قرابت وغیرہ کے ایسی محبت ڈال دی تھی کہ اُنہوں نے اُس کی طرف سے نیت کی اور نیابةً یہ اعمال خیر بجالائے تو یہ فی الحقیقت میّت ہی کی سعی کا نتیجہ ہوا۔''

سعی کے معنی کوشش ثابت ہوگئے اور اس کا دائرۂ اثر ونفوذ ساعی کی زندگی کا پابند نہ رہا۔ بلکہ اس کی زندگی کی کوششیں جو نتائج پیدا کریں گی وہ بھی اس کی اپنی سعی میں داخل ماننا ہوں گی۔لہٰذا فَاسْعَوْا کے معنی دوڑنا، چل کر جانا، لپکنا غلط ہوئے بلکہ اس کے معنی لامحدود کوشش ہوگی۔جس میں دوڑنا وغیرہ بھی داخل ہوسکتا ہے اور ملاحظہ ہو:۔

76۔ اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰیo(92/4)

بے شک تمہاری کوششیں مختلف ہیں۔(مقبول آحمد)

تمہاری کوشش طرح طرح کی ہے۔(فرمان علی)

یہاں مقبول صاحب نے نوٹ دیا ہے کہ ''تفسیر قمی میں ہے کہ یہ جواب قسم ہے۔مطلب اس کا یہ ہے کہ تم میں سے بعض نیکی میں کوشاں ہیں اور بعض بدی میں ساعی۔''

معنی پھر کوشش ثابت ہوگئے۔اسکے بعد قول معصومؑ معہ قرآن کریم ملاحظہ ہو۔جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک اصولی اور تفصیلی بیان اِملا کرایا۔جس میں آنحضرتؐ کی بشریت اور روزہ ونماز ودیگر عبادات کی بجا آوری پر دلیل قائم کی حتّٰی کہ فرمایا:۔

77۔ اُسی طرح اگر تم ہر چیز پر نظر ڈالتے جاؤ اور بغور دیکھو تو تمہیں کوئی ایسی چیز نہ ملیگی جس کو فطرت کے خلاف دبایا گیا ہو اور کوئی چیز تمہیں ایسی نہ ملیگی جس پر خدا نے اپنی حجت (دلیل) پوری نہ کردی ہو اور اُس پر اللہ کا قانون فطرت جاری نہ ہو چکا ہو۔میں اس کا قائل نہیں ہوں کہ وہ جو چاہیں کرنے پر قادر ہیں۔ بعدازیں فرمایا کہ ہدایت وگمراہی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔اور فرمایا کہ اُنہیں کوئی حکم اُنکی عطاشدہ وسعتوں کے خلاف نہیں دیا گیا۔اور ہر وہ چیز جس کو انسانوں پر لازم کیا ہے۔اُنکی فطری توانائی کی گنجائشوں کے مطابق ہے۔اور ہر وہ چیز جو ان

وکذلک اذا نظرتَ فی جمیع الأشیاء لم تجد أحداً فی ضیق ولَمْ تَجد أحداً اِلَّا وَلِلّٰه علیه الحُجَّة وَلِلّٰه فیه المشیئة ولا اقول:اِنَّهم ماشاءُ واصنعوا ،ثم قال :اِنَّ اللّٰه یَهْدی ویضلّ ،وقال:وماأُمروا الَّا بِدُون سعتهم وکلّ شیء امر الناس به فهم یسعون له،وکلّ شیء لا یسعون له فهو موضوع عنهم و لکن الناس لا خیر فیهم ثم تلا علیه السلام،''لَیْسَ علَی الضعفاء ولا علَی المرضی ولا علَی الذین لا یجدون ما ینفقون حرجٌ'' فوضع عنهم''ما علَی الُمحسنین من سبیل واللّٰه غفور

کی فطری گنجائش سے باہر ہے وہ اُن سے علیحدہ کردی گئی ہے۔ولیکن انسانوں میں بھلائی (یا بُرائی) داخلی طور پر نہیں ہے۔اس کے بعد اُنہوں نے (سورہ توبہ کی) تلاوت فرمائی۔

رحیم. ولا علی الذین اذا ما أتوک لتحملهم"قال :فوضع عنهم لا نّهم لا یجدون۔(اصول کافی کتاب التوحید باب حجج اللہ علی خلقه)

۔''اورضعیفوں اور بیماروں اوراُن لوگوں پر جواخراجات نہیں رکھتے ذمہ داری نہیں ہے۔'' اُن سے علیحدہ کیا گیا ہے۔احسان کرنے والوں کے لئے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔اوراللہ غفورورحیم ہے۔اوراُن لوگوں سے بھی ذمہ داری علیحدہ ہے جو تمہارے پاس آئے کہ تم اُن کے لئے سواری کا بندوبست کردو (اورتم نے کہا کہ میرے پاس سواری کا انتظام نہیں ہے)۔''
(قُلْتَ لَآ اَجِدُمَا اَحمِلُکُمْ عَلَیْهِ...)(9/91-92)

فَاسْعَوْا کےدائرہ عمل کاتعین

78۔ آپ نے دیکھ لیا کہ امام علیہ السلام نے فَاسْعَوْا کے دائرہ عمل کاتعین کردیا۔یعنی سعی فطری عطا شدہ وسعتوں کے اندر اندر کی جائے گی۔جوحکم انسانوں کی مختلف عمروں اورحالتوں میں موجودہ وسعت سے باہر ہوگا اس پر عمل کرنالازم نہ ہوگا۔اورہم نے عرض کیا تھا کہ فَاسْعَوْا ان لوگوں کے لئے ایک مصیبت ہے۔اوراصرار وتکرار کے ساتھ ''چل کرجاؤ''۔''دوڑو'' وغیرہ کی مکمل تردید کی تھی۔یہاں یہ سمجھ لیں کہ اگر قرآن کریم وحدیث میں عبادتوں واحکامات کے لئے کوئی استثناء استعمال نہ بھی ہوا ہوتا۔تو یہ فَاسْعَوْا خودایک اٹل استثناء تھا۔یعنی جوکوشش کے باوجود جمعہ میں شامل نہ ہوتا وہ معاف تھا۔خواہ اُسے یا علماء کومعلوم ہوتا یا نہ ہوتا۔یعنی خواہ علماء اوروہ خوداُسے ملزم سمجھتے رہتے پھربھی وہ خدا کے یہاں ملزم نہ ہوتا۔اس لئے کہ احکاماتِ خداوندی وسعتوں کے دائرہ میں محدود رکھے گئے ہیں۔اس دائرہ سے باہر سعی کا تصور غیرفطری ونامعقول ہے۔لہٰذا فَاسْعَوْا کے معنی یہ ہوئے کہ:۔(1) جوشرکت کرنے؛(2)اورپھرادا کرنے؛(3)اورسمجھنے اور؛(4) پھرعمل کرنے وغیرہ کی وسعت،گنجائش،طاقت، استطاعت وغیرہ رکھتا ہے وہ کوشش کرے۔یہ نہیں کہ ندا جس نے سنی بے ہنگم دوڑنا شروع کردیا۔اورمسجد کی پشت کی طرف سے ہی چڑھ گیا اوردھڑام سے مسجد میں مولوی صاحب کے سر پرآ کُودا۔اس قسم کی حماقتوں سے قرآن کریم ومعصومینؑ کا ہرحکم پاک ہے۔وہاں عقل وفطرت کوایک لمحہ کے لئے بھی اورکسی مقدار میں بھی نظرانداز نہیں کیا گیا۔اورآگے بڑھیں۔

79۔ حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام نے اصول ہی یہ بتادیا کہ:۔
''اِنَّ اللّٰہ احتجّ علی النّاس بما آتاھم وَعرّفھم'' خدانے جوکچھ انسانوں کودیا ہے اورجس قدراُنہیں پہچان کرادی ہے۔اسی کے مطابق اُن کوذمہ دارقراردیا ہے۔''(کتاب التوحید۔باب البیان والتعریف ولزوم الحجۃ۔اصول کافی)
یہاں پرانسانی وسعتوں کی دوشاخیں بیان کردیں۔جس میں اوّل اُس سامان کورکھ دیا جواُن کی مادّی بضاعت سے

متعلق ہے۔جس طرح دولت، جسم وصحت وغیرہ۔دوسرے اُن کی ذہنی قابلیت ۔گویا جواب دہی اور ذمہ داری کی یہ دوحدود ہیں۔پھر ذراتفصیل کےساتھ ملاحظہ ہوکہ حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام سےعبدالاعلی سوال کرتے ہیں کہ:۔

هل جُعل في الناس اَداةٌ ينالون بها المعرفة؟قال:فقال :لا، قلت:فهل كلّفوا المعرفة؟قال:لا، على اللّٰه البيان،"لا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا"ولَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نفساًاِلَّا مَا آتاهَا" قال:وسألته عن قوله: "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْهَدٰهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّايَتَّقُوْن"قال:حتّٰى يعرَّفهم مايرضيه وما يسخطه(باب ايضاً)

۔"کیا بنی نوع انسان میں کوئی ایسا آلہ لگا دیا گیا ہےجس سے وہ ازخودمعرفت تک پہنچ جائیں۔جواب میں فرمایا کہ نہیں۔میں نے کہا کہ تو کیا اُن کومعرفت حاصل کرنے پر ذمہ دار بنایا ہے۔؟فرمایا کہ نہیں،اللہ کے ذمہ ہے بیان کر دینا۔خدا نے کسی ذی حیات کوکسی ایسی چیز کے لئے ذمہ دارنہیں بنایا جواُس کی وسعت سے باہر ہو۔(2/286)اورکسی ذی حیات کواُس کی بضاعت سے زیادہ کا ذمہ دارنہیں بنایا(65/7) پھرکہا میں نے اللہ کےاس قول کےمتعلق دریافت کیا کہ خدا کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی کوگمراہ شمار کرے۔قبل اس کے کہ اُنہیں اُن کے فرائض کواچھی طرح بیان کرکےسمجھا نہ چکا ہو(9/115)فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدااپنی خوشنودی اورناراضگی کوواضح کرنےتک (کسی کوگمراہ شمارنہیں کرتا)۔"

80۔ یہاں معصومؑ کے دونوں بیانات نے فَاسْعَوْا کےحکم کی مزیدوضاحت کردی ہے۔یعنی جوحکم تمام مومنین کوفاسعوا کے ساتھ دیاجائے گا۔اس کے ماننے اوراس پرعمل کرنے کے لئے اس حکم کاسمجھنا پھراس پرعمل کرنے کےتمام وسائل کا اُن کے پاس موجود ہونا ضروری ہے۔ورنہ حکم کا اطلاق ہی نہ ہوگا۔عمل کی سادہ ترین صورتیں ہیں۔بولنا،سننا،چکھنا،سونگھنا،چُھونا، دیکھنا۔بشرطیکہ انسان گونگا،بہرا،اندھااور بیمار نہ ہو۔ورنہ وہ معذور ہے۔جب کسی کوحکم دیا جائے کہ "سنو"۔اوروہ بہرا نہیں ہےتو بس وہ بلا کسی خاص محنت کے جوکہا جائے سننا شروع کردیگا۔لیکن اگر جوکچھ کہا گیا ہے۔وہ کسی غیرزبان میں ہوتو وہ سُنے گا ضرورمگرسمجھے گانہیں۔لہٰذامحض سُننا کافی نہ ہوگا۔اگرکسی سے کہا جائے کہ "بولو"یا"بات" کرو۔یا جواب دو"،تو اس حکم کی تعمیل کے لئے لازم ہے کہ اس میں دوقوتیں موجود ہوں۔پہلے سماعت پھرقوت گویائی۔اورسمجھنا ہرجگہ ضروری ہے۔معلوم ہوا کہ جواب دینے میں بہ نسبت سننے کےزیادہ محنت وقوتیں درکار ہیں۔فَاسْعَوْا کوسمجھانے کے لئےضروری ہے کہ ہم اعمال کی ایسی تفصیل میں سے گذریں جوروزمرّہ درپیش ہیں۔لیکن روزمرّہ کی باتیں اپنی سادگی کی بنا پرعام لوگوں کودلچسپ معلوم نہیں ہوتیں۔اوراُن کا بور ہوجانا یقینی ہوتا ہے۔اس لئے ہم بہت کچھ خودآپ کےکرنے اورسمجھنے کے لئے چھوڑکر، یہ عرض کریں کہ آپ ایک شخص کوحکم دیتے ہیں کہ چھت پر چڑھ جاؤ تو اس حکم کی تعمیل کے لئے (1) پہلے سماعت ؛(2) پھرسمجھ ضروری ہے؛ (3) اُس نے سُنا اورسمجھ لیا؛(4) مگرکس چھت پر؟اس کا تعین ہوا۔اُس نے سُنا اورسمجھا کہ چوتھی منزل پر چڑھنا ہے۔اس کے بعد

اگر وہ لیٹا ہوا تھا تو پہلا کام اُٹھنا ہوگا۔ بیمار و علیل نہیں تو اُٹھ کر بیٹھے گا۔کھڑا ہوگا، چلے گا، اندھا نہیں تو صحیح سمت میں چلے گا، سیڑھیاں ہیں تو چڑھے گا ورنہ چڑھنے کا انتظام شروع کرے گا۔اس انتظام میں چند منٹ بھی صرف ہو سکتے ہیں اور اس میں چند ماہ بھی کافی نہ ہوں تو تعجب نہیں ۔مثلاً سیڑھی مانگ لینا یا زینہ بنوانا اور زینوں کی ہزاروں قسمیں ہیں ۔لیکن اگر وہ شخص تندرست تو تھا مگر آزاد نہ تھا۔یعنی اُسے کسی کی اجازت لینے کی ضرورت تھی۔یا رسیوں میں بندھا ہوا تھا یا کسی مکان میں مقفّل تھا۔جیسے جیل کی کوٹھڑی میں ،تو صورتحال بدل جائے گی۔وہ سب کچھ لازم ہوگا جو لکھا گیا اور اس کے علاوہ آزادی حاصل کرنا اور اُسکے متعلقات سے عہدہ برآ ہونا بھی لازم آئے گا۔پھر اگر چھت پر چڑھنے میں کسی کی اجازت کی ضرورت ہے پہرہ لگا ہوا ہے۔کوئی دوسری رکاوٹ یا مزاحمت موجود ہے تو اُس کو دُور کرنا اور اُس کے متعلقات پر عمل لازم آئے گا۔اُن تمام اعمال میں سہولت بہم پہنچانا خود حکم دینے والے پر بھی لازم ہوگا۔اس حکم سے ہر وہ شخص خارج ہوتا جائے گا جو اس پر عمل کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔اگر اس حکم میں فَاسۡعَوۡا کو داخل کردیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ''۔چھت پر چڑھنے کی کوشش کرو۔'' یہ حکم بالکل مختلف ہے۔ پہلے حکم یعنی ''۔چھت پر چڑھ جاؤ۔'' سے پہلے حکم میں حکم دینے والے پر لازم ہے کہ وہ اُس شخص کو حکم دے جو اُس حکم پر عمل کرنے کے لئے کوئی عُذر نہ رکھتا ہو۔لیکن یہ دوسرا حکم تمام انسانوں کو بلا استثناء دیا جا سکتا ہے۔اس لئے کہ اس میں عمل کا حکم براہ راست نہیں ہے بلکہ عمل کرنے کے لئے کوشش کا حکم ہے۔لہٰذا وہ شخص جو خود چڑھ نہیں سکتا دوسروں کو چڑھا دینے میں مدد بن کر حکم کی تعمیل میں داخل ہو جائے گا۔مثلاً وہ صرف اس قدر بتا کر کہ سیڑھی فلاں شخص سے مل سکتی ہے۔سعی میں داخل ہو گیا۔سیڑھی دینے والا بھی سعی میں داخل ہے۔ بنانے والا بھی شامل ہے۔وہ شخص جو اُٹھ کر بیٹھ نہیں سکتا۔اپنی تندرستی کے لئے معالجہ اور پرہیز میں زیادہ انہماک سے سعی میں داخل ہو جائیگا۔جو لوگ جہاد میں سواری کی بنا پر شریک نہ ہو سکے ان کو گذشتہ حدیث میں (پیرا نمبر 77) جہاد کی تعمیل میں داخل رکھا گیا ہے۔لہٰذا فَاسۡعَوۡا کے معنی ہیں سعی کرنا۔اور سعی وسعت کے اندر محدود ہے۔لہٰذا اسی لفظ کی بنا پر نماز جمعہ سے (اگر سعی نماز جمعہ کا مقدمہ ہے تو) اَندھا، بہرا، لنگڑا، گونگا، بیمار وغیرہ از خود معاف ہو جائیں گے ۔یعنی یہ لفظ واجب ہے، واجب ہے کی رٹ لگانے والوں کو غور وفکر و تدبّر کی دعوت دیتا ہے۔اور اُن کے غلط مقاصد کو یہی لفظ توڑتا ہے۔اس لئے عرض کیا گیا تھا کہ یہ لفظ اُن کے لئے مصیبت ہے۔اگر آیات واحادیث واحکام وعبادات میں غور وفکر و تدبّر نہ کیا جائے تو ہم ہمیشہ غلط نتائج اخذ کریں گے اور جیسا کہ ہو رہا ہے۔اُمت کو غلط راہوں پر ڈال دیں گے۔اُن کی محنتوں کو ضائع و برباد کر دیں گے۔اعمال وعبادات مضحکہ بن کر رہ جائیں گی۔یہی سبب ہے کہ خداوند عالم نے ہمیں عقل عطا کی ہے۔قرآن وحدیث میں تدبّر، تعقل اور تفکر کے تقاضے کئے ہیں۔یہی نہیں بلکہ تفکر کو عبادت فرمایا گیا ہے ملاحظہ ہو۔امام رضا علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ:۔

اللہ تعالیٰ کے امر میں تفکر عبادت ہے

81۔ ۔''لیس العبادۃ کثرۃ الصّلاۃ والصوم ،انّما العبادۃ التفکّر فی امر اللّٰہ عزّوجلّ۔''

''۔ نماز روزہ کی کثرت عبادت نہیں ہے۔عبادت تو صرف اور محض اللہ تعالیٰ کے امر میں تفکر کرنا ہے۔''

(اصول کافی۔کتاب الایمان والکفر باب التفکر)

قرآن کریم نے فرمایا تھا کہ مشرق ومغرب سے لو لگا لینا نیکی نہیں ہے۔(2/177)

یہاں امامؑ نے اُس کام کو جسے مُلاّ جی سب سے اہم قرار دیتے ہیں عبادت سے خارج کر دیا ہے۔اگر وہ تفکر سے خالی ہو یا بعد از تفکر نہ ہو۔اور اس کے بعد تفکر سے رشتہ نہ رکھا جائے۔یہی نہیں کہ مولویانہ نماز روزہ عبادت نہیں بلکہ یہ بھی فرما دیا ہے کہ تفکر تمام عبادات سے افضل ہے چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:۔

82۔''افضل العبادۃ اِدمان التَّفکّر فی اللّٰہ وفی قدرتہ''''اللہ اور اسکی قدرت میں بلا ناغہ تفکر سب سے بڑی عبادت ہے۔''

حضرت علی علیہ السلام کی زبانی وجہ یہ بتائی ہے کہ:۔''اِنَّ التفکّر یدعو اِلی البرِّ و العمل بہ''

''۔بتحقیق تفکر نیکیوں کے لئے دعوت عمل دیتا ہے۔'' (کتاب وباب ایضاً)

یہاں یہ دیکھئے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کو کس قدر بھروسہ ہے عقل مند انسانوں پر۔وہ لوگوں کو گھیر گھار کر روزہ نماز میں لگا دینا بالکل غلط اور عبث سمجھتے ہیں۔وہ چاہتے ہیں کہ پہلے انسان غور وفکر کرے۔ایک صحیح نتیجہ اخذ کرے۔مقاصد سمجھے اور پھر اُن مقاصد تک پہنچنے کیلئے اعمال وعبادات بجالائے۔متعینہ نتائج نہ نکلنے پر غور وخوض کرے۔اپنے اعمال میں نظر ڈالے۔تفکر سے غلطیاں وکوتاہیاں نوٹ کرے۔اصلاح حال کے لئے پھر اعمال کو محتاط طریقہ پر انجام دے۔حتّٰی کہ نتیجہ برآمد ہو کر اُسے اُس کے اعمال کے صحیح ہونے اور قبول ہو جانے پر مطلع کرے۔یہی سبب ہے کہ آئمہ علیہم السلام نہایت بے تکلفی سے نماز روزہ اور دیگر عبادات کو شرک قرار دیتے ہیں اور تفکر سے خالی عبادت گذاروں کو مشرک کہنے میں باک نہیں کرتے۔

چنانچہ آج ہر اسلامی عبادت ہو رہی ہے۔حج ہوتا ہے جمعہ وجماعت قائم ہے مگر نتیجہ کیا ہے؟ بالکل برعکس، اُلٹا، تباہی، کائناتی ملامتیں اور لعنتیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔اور اس کا انکار اہل عقل وہوش ہرگز نہیں کر سکتے۔مگر پبلک کو صرف مسجدوں میں گھیر کر پہنچا دینے پر زور دیا جاتا ہے اور کچھ نہیں بتایا جاتا۔بہر طور <u>فاسعوا</u> کو ہم اتنا سہولت سے ختم نہیں کر سکتے۔اس ذیل میں آپ کو چند قدم اور چلنا ہوں گے۔تا کہ اس کے خلاف معنی ومطلب کی نفی ہو جائے۔ہم ہر معاملہ میں تفکر کو بنیاد سمجھتے ہیں۔اور آپ ہمارے ساتھ تفکر میں شامل رہ کر یقیناً سب عبادتوں سے بڑی عبادت کر رہے ہیں۔رفتہ رفتہ ہم اُس سعی کی طرف آئیں گے جس کا براہ راست جمعہ سے تعلق ہے۔ہم مسئلہ کا کوئی پہلو نظر انداز نہ کریں گے۔مگر تفکر وتعقل کو ہاتھ

سے نہ جانے دیں گے کہ اس کے بغیر نہ دین ہے نہ دُنیا۔حضرت باقر العلوم علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ:۔

83۔ ۔" **اِنَّمَا یداق اللّٰہ العباد فی الحسا ب یوم القیامة علی قدرماآتا ھم من العقول فی الدُّنیا۔"**

اس کے سوا اور کوئی معنی نہیں ہیں کہ اللہ قیامت میں اپنے بندوں سے محاسبہ اُسی حساب سے کرے گا کہ اُنہیں دُنیا میں کس قدر عقل دی گئی تھی۔(اصول کافی ۔کتاب العقل والجہل حدیث 7)

یہ نہیں کہا کہ قیامت کا مواخذہ مولوی صاحب کی منشاء کے مطابق ہوگا۔ بلکہ علم وعقل کو محاسبہ کی بنیاد رکھا گیا۔یعنی ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک شخص جنت میں جائے اور مولانا کی منشاء کے مطابق اُس نے عمل نہ کیا ہو۔اس لئے کہ مولانا والی عقل اُس جنتی کے لئے معیار نہ تھی۔ بلکہ ہر شخص کی اپنی عقل کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ چنانچہ مولوی تو درکنار خود آنحضرتؐ نے فرمادیا کہ:۔

"۔ **اِنَّا معاشر الانبیّاء اُمِر نا أن نکلّم النّاس علی قدر عقولھم۔"**

"۔ہم انبیاؑء کا معاشرہ مامور ہے کہ ہم لوگوں سے اُنکی عقلوں کی مقدار کے مطابق باتیں کیا کریں۔"

اس سے پہلے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے بتایا ہے کہ:۔

"۔**ماکلّم رسول اللّٰہ(صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم)العباد بکنہ عقلہ قطّ۔"**

رسوؐل اللہ نے بندوں کے ساتھ اپنی عقل کی بنیاد پر قطعاً کلام نہیں کیا۔(کتاب وباب مذکورہ حدیث 15)

84۔ یہاں ہماری اوّلین اقساط میں مرتب کردہ اصول کی تحقیق ہوگئی۔ساتھ ہی عقل انسانی کو اصول استنباط میں رکھنا لازم ثابت ہوگیا۔جس کو عموماً نظرانداز کردیا جاتا ہے۔جس سے آیات واحادیث میں اختلاف کے دروازے کھلتے ہیں۔حالانکہ وہ اختلاف،عقول انسانی کی مختلف سطوح کا اختلاف ہے جو لازم ہے۔اور اسی بنا پر رحمت ہے۔چنانچہ یہ طے ہوگیا کہ انسانوں پر کوئی ایسا عمل فرض نہیں ہے جو اُن کی طاقت سے باہر ہو۔اس پر آخری فیصلہ سُن کر سعی کے متعلق دوسرا پہلو پھر سامنے لاتے ہیں۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:۔

" **اللّٰہ اکرم مِن أَن یکلّف الناس ما لا یطیقون واللّٰہ أعزّ مِن اَن یکون فی سلطانہ ما لا یرید۔"**

اللہ اس سے زیادہ کریم ہے کہ وہ انسانوں کو اُن کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری (تکلیف) دے۔اور اللہ اس سے زیادہ اقتدار کا مالک ہے کہ اُس کی حکمرانی میں کوئی ایسی چیز وقوع میں آسکے جو اُس کے ارادہ کے خلاف ہو۔

(کتاب توحید۔**باب الجبر و القدر و الامر بین الامرین** ۔اصول کافی حدیث 14)

چنانچہ منشائے خداوندی یہ ہے کہ یہاں ہر انسان سے اُس کی عقل پر محاسبہ کیا جائے اور اُس کی عقل کو اُس پر **حجة** بنایا جائے۔اسی اصول کو احکام وعبادات میں اختیار کیا جائے۔

انسانی وسعتیں ہمیشہ ترقی پذیر ہیں اور دین پر سوالات امامؑ زمانہ سے ہوں گے

85۔ مختصراً یہ بھی عرض کر دیں کہ انسانی وسعتیں ہمیشہ ترقی پذیر ہیں۔اُن کی لامحدود ترقی کے لئے ہی آئمہ معصومین علیہم السلام کا دَور قیامت تک وسیع کیا گیا ہے۔اُسی وسعت میں لامحدودیت پیدا کرنے کیلئے علمِ آئمہؑ میں ہر شب جمعہ کو اضافہ کیا جاتا ہے۔اُسی علم سے بہرہ ور کرنے کے لئے جمعہ و جماعت کا قیام وسیلہ بنایا گیا ہے۔لہٰذا اس سلسلہ میں پہلی چیز یہ سُن لیں کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:۔

''**اِنَّ هذا العلم عليه قفلٌ و مفتاحه المسألة.** اس علم پر قفل لگا ہوا ہے۔اُس کی کنجیاں سوال و پُرسش ہے۔پھر فرمایا کہ:۔
لَا يسع الناس حتّٰى يسألوا و يتفقّهوا ويعرفوا امامهمؑ و يسعهم اَن يا خذوا بما يقول و ان كان تقيّة.''

۔''وسعت انسانی بڑھ نہیں سکتی جب تک کہ وہ سوالات نہ کریں اور تفقہ حاصل نہ کریں۔اور اپنے امامؑ کی معرفت حاصل نہ کرلیں۔اور یہ اُن کی وسعتوں کے اندر ہے کہ وہ جو کچھ امامؑ کہے اُس پر عمل کریں خواہ وہ تقیہ ہی کیوں نہ ہو۔''

یعنی امامؑ کا فرمان ہر ہر حیثیت سے واجب العمل ہے۔تقیہ کی آڑ لے کر اُس حکم کو رد کر دینا باطل ہے۔اور اس سلسلہ کی آخری بات آنحضرتؐ کی زبانی یوں بیان کی کہ:۔

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و آله وسلم .اُفّ لرجلٍ لا يفرّ غ نفسه فى كلِّ جمعة لِاَ مر دينه فيتعاهده ويسأل عن دينه وفى رواية اُخرى لكلّ مسلم.

۔''رسولؐ اللہ نے فرمایا اس مرد پر **افسوس** ہے کہ جو ہر جمعہ کو خود کو اپنے دین کے امر کے لئے فارغ نہ کرے تا کہ وہ اس سے متعلقہ معاہدہ پر کاربند ہو سکے۔اور اپنے دین کے متعلق سوالات کر سکے۔ایک دوسری روایت میں (رجل کے بجائے) ہر مسلم (پر افسوس) آیا ہے۔''

(اصول کافی۔کتاب فضل العلم۔باب **سؤال العالم و تذاكره**) (تینوں حدیثیں لگاتار)

86۔ اس آخری حدیث کو ہمارے واجبی حضرات نے بھی مسلمانوں کو مطعون کرنے کیلئے لکھا ہے۔اور ہم نے بھی اس کو لکھنا ضروری خیال کیا تا کہ ہم دونوں کی افتادِ طبع کا علم ہو سکے۔ہم نے اس حدیث سے پہلے دونوں حدیثیں مسلسل لکھ کر یہ بتایا ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس حدیث سے پہلے یہ بتا دیا ہے کہ علم دین، تفقہ فی الدین اور دین پر سوالات امامؑ زمانہ سے ہوں گے نہ کہ مولانا سے۔اور پھر نہ کہ اُن جاپانی اور واجبی مولویوں سے۔اُن کو خود معرفت امامؑ حاصل نہیں۔وہاں حصول معرفت بھی تفقہ کیساتھ ساتھ رکھی گئی ہے۔اسی کے احکامات کو واجب قرار دیا گیا۔اور تقیہ کی شرط بھی سمجھا دی گئی ہے۔تو وہ لوگ جو کسی بھی حدیث کو تقیہ کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں ہرگز مراد نہیں ہو سکتے۔علاوہ ازیں اس تیسری حدیث میں اس معاہدہ کو تازہ رکھنا دُھرا دیا ہے جو روزِ ازل اصلی جمعہ کو ہوا تھا۔تیسری چیز جو اس حدیث میں واجبی علماء کے خلاف ہے۔وہ یہ ہے کہ اُنکے نزدیک جو لوگ

مستثنیٰ ہیں وہ اس حدیث میں **اُف** (افسوس) کے تحت آ گئے ۔ حالانکہ مستثنیٰ بے قصور ہوتے ہیں ۔ لہٰذا اس حدیث سے ہمارا موقف مضبوط اور ثابت ہوتا ہے نہ کہ اُن حضرات کا ۔ اور ساتھ ہی وسعت کے معنی کوشش کرنا ثابت ہو گیا ۔ دوڑنا وغیرہ باطل قرار پایا ۔ واقعی اس معاہدہ کی تجدید و استحکام کیلئے کسی کا کوشش کے باوجود بھی خود کو فارغ نہ کر سکنا خود کو قابلِ افسوس معلوم ہوگا ۔ یعنی اس حدیث میں رسوؐل اللہ نے اس شخص پر تارک جمعہ کا فتویٰ نہیں لگایا ۔ بلکہ صرف اُف فرما دیا ۔ اور **یہ واضح رہے کہ یہ اُف اس مرد یا تمام مسلمانوں کے لئے فرما دیا گیا ہے جو تمام جمعوں کو ناغہ کر دے** اور اس بیان سے واجب واجب نہیں رہتا ۔ اسکا حل کئے بغیر مولوی صاحبان کا تمام کام خراب ہو جاتا ہے ۔ لہٰذا اُنہیں حق ہی نہیں پہنچتا کہ وہ اس حدیث کا تذکرہ کریں ۔ اُنہیں تو اس حدیث سے روپوشی لازم تھی ۔ لیکن وہ جانتے ہیں کہ ہمارے خلاف کون قلم اُٹھائے گا ۔ جب کہ ہم جمعہ کو واجب کہتے ہیں ۔ ہم نے کہا ہے کہ جمعہ واقعی واجب ہے اور ایسا واجب ہے کہ اس میں استثناء نہیں ہے مگر منافق یقیناً جھوٹے ہیں ۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ اس حدیث کو محض مسلمانوں کو مطعون کرنے اور اپنے غلط مقصد کو قوت پہنچانے کیلئے لائے تھے ۔ ورنہ یہ حدیث سراسر اُن کے مقاصد کے خلاف ماحول رکھتی ہے ۔ لیکن وہ مطمئن ہیں کہ عوام کی اُن احادیث تک رسائی کی راہیں اُنہوں نے مسدود کر رکھی ہیں ۔ مگر اسی کتاب میں ایسے لوگوں کا پردہ فاش کر دیا گیا جب کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اُنکی تصویر کشی فرماتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ :۔

87۔ ۔ ''روزہ و نماز کو اُس نے ورد زبان کر رکھا ہے جو اُس کے دامِ فریب میں آ جائیں ۔ وہ اُن کے لئے مجسمہ فتنہ ہے ۔ اپنے سے پہلے والوں کی راہ راست سے گمراہ ہے ۔ جو کوئی اس کی زندگی میں یا اُس کی موت کے بعد اُس کی پیروی کرے اُن کے لئے گمراہ کنندہ ہے ۔'' (باب البدع والرأی والمقائیس)

قد لهج بالصوم و الصلاة فهو فتنة لمن افتتن به، ضالٌ عن هدى من كان قبله، مضلّ لمن اقتدى به في حياته وبعد موته (الخ) (کافی ۔ کتاب فضل العلم)

یعنی ایسے علماء کی پیروی میں نماز و روزہ بھی گمراہی ہے جو نماز نماز، روزہ روزہ، واجب واجب کی رٹ لگاتے ہیں ۔ یہ وہی عبادت ہے جس میں تفکر نہ ہو ۔ اور یہ ایسے ہی علماء کا ذکر ہے جو کہ محض روزہ و نماز کی آڑ میں لوگوں کو منافق کا فرو جہنمی بنانے کا ھوّا دکھاتے رہتے ہیں ۔ اُن کے لئے ایک بات سُن لیں تو آگے بڑھیں ۔

88۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کی زبانی بتاتے ہیں

فرمایا کہ کیا میں تمہیں فقیہ اور فقیہ کے حق سے مطلع نہ کر دوں جو لوگوں کو اللہ کی رحمۃ سے مایوس نہ کرے ۔ جو اُنہیں عذاب سے بے پرواہ نہ کرے ۔ جو اُنہیں گناہوں کی چھوٹ نہ دے دے ۔ جو کسی اور چیز کی بنا پر قرآن کریم کو ترک نہ کرے ۔ خبردار اُس علم میں کوئی بھلائی نہیں ہے جو سمجھ

الا اخبركم بالفقيه حق الفقيه : من لم يقنّط النّاس من رحمة اللّه وَلَمْ يؤمنهم من عذاب اللّه ، ولم يرخّص لهم في معاصي اللّٰه ولَمْ يترك القرآن رغبة عنه الى غيره ، اَلالا خير في علم ليس فيه تفهّم، اَلالا خير في قرأة ليس فيه تدبّر، اَلا لاخير في عبادة ليس فيها تفكّر، .... (اصول کافی)

کر حاصل نہ کیا گیا ہو۔ ہوشیار باش کہ اس قرأت میں کوئی اچھائی نہیں ہے جس میں تدبر نہ کیا جائے۔ آگاہ باش کہ اُس عبادت میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں تفکر نہ ہو۔'' (کتاب فضل العلم۔ باب صفة العلماء۔ اصول کافی)

89۔ بس جناب! آیئے اب پھر'' فَاسْعَوْا'' اور'' سعی '' کے معنی کا تعین کرنا شروع کریں۔ آپ اصول کافی میں کتاب الایمان والکفر میں ایک باب کا عنوان ملاحظہ فرمائیں عنوان ہے'' السعی فی حاجة المؤمن '' جس کا ترجمہ ہے '' کوشش درحاجت مومن '' یا مومن کی حاجت روائی کی کوشش کرنا۔'' بتایئے یہاں کیوں نہ دوڑ نا معنی کر لئے جائیں؟ چنانچہ سعی کے معنی دوڑ نا غلط ہیں۔ اب اس باب سے کوئی حدیث ملاحظہ کریں تو ہر حدیث سے سعی کے معنی مختلف حیثیات سے کوشش ثابت ہوتے جاتے ہیں مثلاً امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

مشى الرّجل فى حاجة أخيه المؤمن يكتب له عشر حسنات ويمحى عنه عشر سيّأت، يرفع له عشر درجات، قال: ولا اعلمه الّاقال: ويعدل عشر رقاب وأفضل من اعتكاف شهر فى المسجد الحرام.

کسی مرد کا کسی مومن بھائی کی حاجت روائی کے لئے چلنا اس کے لئے دس نیکیاں لکھواتا ہے۔ اور دس برائیاں مٹواتا ہے۔ اس کے دس درجہ بلند کراتا ہے۔ میرے علم میں اس کے سوا نہیں کہ فرمایا کہ اور دس غلاموں کو آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اور کعبہ میں ایک مہینہ کی چلہ کشی سے افضل ہے۔'' (اصول کافی کتاب الایمان والکفر باب السعی فی حاجة المؤمن)

مومنین کی حاجت روائی کی کوشش تمام عبادتوں سے افضل ہے

90۔ ثابت ہوا کہ حاجت روائی کے لئے صرف چلنا سعی کہلا سکتا ہے۔ لہٰذا دوڑ نا اگر سعی ہے تو صرف روزمرّہ کا چلنا بھی سعی ہے۔ لیکن بات صرف چلنے کی نہیں ہو رہی چلنے کا ثواب بیان ہو رہا ہے۔ یعنی چلنا بھی سعی میں داخل ہے۔ اصل بات حاجت روائی ہے اور حاجت روائی کے لئے مختلف اعمال کرنے لازم ہوں گے۔ اس میں بولنا، کام کرنا، چلنا، ہوسکتا ہے کہ دوڑ نا بھی پڑ جائے۔ اعمال کے اُس سارے مجموعہ کو سعی قرار دیا جائے گا۔ جس سے حاجت روائی مقصود تھی یا حاجت روا ہوگئی۔ لہٰذا فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ کے معنی وہی ہوتے ہیں جو ہم احادیث سے ثابت کرتے چلے آئے ہیں۔ اُٹھ کر بیٹھنا بھی سعی ہوا۔ جمعہ کے قیام میں ہر مدد ہر مشورہ سعی ہوا، راہ بتانا سعی ہوا۔ اس حدیث میں خاص بات یہ دیکھیں کہ زاویہ نشینی سے بہر حال چلنا افضل ہے اگر مومنین کی حاجتیں رفع کر دی جائیں تو گویا مومنین کو خوشحال کرنے کی کوشش اس تمام عبادتوں سے افضل ہے۔ جس کا مسجد حرام کے اعتکاف میں تصور ہو سکے۔ اور مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ اِن عام مساجد میں ڈیرے لگا لو۔ بس سب کام ہو گئے، تعمیل احکام خداوندی ہوگئی۔ لاحول ولا قوة الا باللّٰہ۔

91۔ دوسری حدیث جناب ابوالحسن علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ فرماتے تھے۔

بتحقیق اللہ کے پسندیدہ بندے وہ ہیں جواس زمیں پر انسانوں کی محتاجگی دور کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ وہی وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن امن میں ہوں گے۔ اور جو کوئی کسی مومن کو

> **اِنَّ لِلّٰہ عباداً فی الارض يسعون فی حوائج الناس، هم الآمنون يوم القيامة ،ومن ادخل علی مؤمن سرورًا فرّح اللّٰه قلبه يوم القيامة۔(اصول کافی)**

مسرت بہم پہنچائے اللہ اس کے قلب کو قیامت کے دن فرحت بخشے گا۔'' (کتاب الایمان والکفر باب السعی فی حاجة المؤمن)

92۔ یہاں آ کر مولوی ٹائپ آدمی بہت پریشان ہوتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ صرف عام انسان کی حاجت روائی سے قیامت میں امن مل رہا ہے۔ نہ اس میں مولوی کی شرط نہ کوئی اور پابندی۔ مگر امامؑ نے فرمایا ہے لہٰذا صحیح ہے۔ ہر وہ فعل سعی میں داخل ہوگا جس سے محتاجگی دُور ہو۔ مومنین مسرتیں حاصل کریں۔ یہ دوسری بات ہے کہ مومن کس بات سے مسرور ہوگا اور فاسق کس بات سے؟ مومن فرما کر بات صاف کر دی۔ اور سعی کے معنی بہر حال دوڑنا یا مسجد کی طرف جانا نہیں ہیں۔ بلکہ کوشش ہیں اور بس۔

93۔ تیسری حدیث میں مسلمانوں کی احتیاج کو دُور کرنا یا اُنہیں آسودہ حال و خوشحال کرنا حج و عمرہ کا ثواب دیتا ہے۔ جس میں صفا و مروہ کے درمیان والی سعی بھی شامل، قربانی اور نہ معلوم کتنی عبادتیں داخل ہیں۔ یہ لوگ مسلمانوں کو ادھر سے ہٹا کر مسجدوں میں تکیہ بنانے کی تاکیدیں کرتے کرتے مرتے جاتے ہیں۔ اِس لئے کہا گیا تھا کہ وہ عبادت جس میں تفکر نہ ہو خیر سے خالی یعنی شر سے لبریز ہوتی ہے۔ الغرض اس باب میں ہر حدیث ایسی ہے جو طاغوتی ذہنیت پر بجلیاں گراتی ہے۔ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی ضمانت لیتی ہے اور سعی کے معنی طرح طرح سے متعین کرتی ہے۔ ہم ہر عنوان میں برائے نام بطور نمونہ ایک دو مثالیں لیتے ہیں تا کہ اختصار قائم رہے۔ ورنہ احادیث اور قرآن کے دلائل لامحدود و بے پناہ ہیں۔ اس باب سے آخری حدیث دکھا کر ہم آگے بڑھنا چاہتے ہیں سُنیئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ:۔

94۔ جو اپنے مسلمان بھائی کی احتیاج دُور کرنے کی کوشش کرے اور اس سلسلہ میں تلاش و چھان بین کرے چنانچہ اللہ اُس کے ہاتھ سے احتیاج کے دُور کرنے کا فیصلہ کر

> **من سعی فی حاجة أخيه المسلم فاجتهد فيها فأجری اللّٰه علی يديه قضاء ها كتب اللّٰه عزّوجلّ له حجّة و عمرة و اعتكاف شهرين فی المسجد الحرام وصيامها ۔وان اجتهد فيها ولم يجر اللّٰه قضاء ها علٰی يديه كتب اللّٰه عزّوجلّ له حجّة وعمرة.''**

دے تو اللہ اُس کے لئے ایک حج ایک عمرہ اور مسجد الحرام میں دو ماہ کے اعتکاف اور دو ماہ کے روزے لکھ دے گا۔ اور اگر اس نے اس سلسلہ (سعی) میں تلاش و چھان بین تو کی مگر خدا نے اُس کے ہاتھ سے پورا ہو جانا طے نہ کیا تو پھر اللہ اس کے لئے ایک حج اور ایک عمرہ لکھتا ہے۔'' (اصول کافی کتاب الایمان والکفر۔ باب **السعی فی حاجة المؤمن**)

95۔ آپ نے دیکھ لیا کہ سعی میں خود اجتہاد بھی داخل ہے۔ اور سعی کرنے والے کیلئے بہر حال ایک حج اور ایک عمرہ تو کہیں

گیا ہی نہیں ہے۔ یہاں سعی کے معنی مکمل ہو جاتے ہیں۔اس کے بعد ہم سعی کی اصطلاح سے گفتگو کریں گے۔ اور بتائیں گے کہ اصطلاحاً بھی سعی کے معنی دوڑ نا نہیں بلکہ کوشش ہی کرنے کوسعی کہا جاتا ہے۔لیکن تدبر وتفکر سے خالی علماء یا تفکر وتدبر کے فقدان نے ازراہ ضد وحسد بطور بیگار ایک عبادت کوسعی کہا ہے۔

(قسط 7) **JS/7/29366** **29 مارچ 1966ء**

96۔ سابقہ قسط میں فاسعوا کے مادہ، مصدر و ماضی وغیرہ کا استعمال دکھاتے اور سعی ووسعت پر طرح طرح سے نظر ڈالتے ہوئے ہم یہاں تک پہنچے کہ اجتہاد بھی سعی میں داخل ہے۔افسوس ہے کہ قرآن کریم اور صاحبانِ قرآن علیھم السلام کے مقاصد کو باطل کا رنگ دینے کے لئے قرآن وصاحبانِ قرآن کے دشمنوں نے صدیوں محنت کی۔ایک ایک لفظ کے تصور کو بدلا۔نئی نئی ایجادیں کیں۔باطل مقاصد کے لئے نئی نئی لُغات مرتب کیں۔پھر اُنہیں رواج دینے اور اُن کی قدامت ثابت کرنے پر بے شمار دولت وقوت وتجربہ صرف کیا۔یہی وجہ ہے کہ آج ہمیں سادہ ترین الفاظ کے مشہورترین معانی کو ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگانا لازم ہو جاتا ہے۔اُن لوگوں نے الفاظ سے سادگی چھین لی۔اُنہیں رنگارنگ تعبیرات میں لپیٹا کہ اصل مقصد فنا ہو جائے۔جس طرح مجتہد کے معنی ہیں کوشش کرنے والا خواہ کسی بھی کام میں کوشش ومحنت کرے اچھا کام ہو برا ہو نیک ہو بد ہو۔مگر اصطلاح بننے کے بعد صرف قوانین شریعت میں کوشاں رہنے والا اور ایک خاص معیار پر پورا اترنے والا شخص مجتہد کہلوانے لگ گیا اُسی طرح یہ روزمرہ بولا جانے والا لفظ سعی بھی اُن کی زد سے نہ بچا۔مگر ہم نے طے کیا ہے کہ اُن کے ہر پردہ کو اُٹھایا جائے۔اور قرآن وحدیث سے اُن کے باطل مقاصد کی پردہ دری کی جائے۔سُنئے ! اُن کی اس کوشش پر کہ دین اسلام کو مسمار کر دیا جائے۔ایک حدیث سنئے اور اسی میں سعی کے معنی ملاحظہ فرمائیے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا ارشاد ہے کہ:۔

مَن أتـى ذا بـدعة فـعظّمه فانّما يسعىٰ فى هدم الاسلام .
(اصول کافی کتاب فضل العلم باب البدع والرأی والمقائیس)

97۔ ہر وہ شخص جو بدعتوں کی عظمت اور رواج پھیلائے وہ اسلام کو منہدم کرنیکی کوشش میں مصروف ہے۔''

اس باب کے عنوان کی رُو سے رائے۔قیاس۔بدعت اور اُن سے متعلقہ تمام وہ اعمال جن سے اسلامی مقاصد مجروح ہو سکیں سعی میں داخل ہیں۔یعنی سعی کسی ایک عمل کا نام نہیں ہے۔جیسے بولنا، سُننا، سونگھنا، چکھنا، چلنا، جانا، دوڑ نا۔لہٰذا اگر سعی کے یہ معنی نہیں ہیں تو فاسعوا کے بھی یہ معنی نہیں ہو سکتے۔فاسعوا کے معنی میں بھی وہ تمام اعمال داخل ہوں گے جن کے نتیجہ میں منشاء قرآن وحدیث کے مطابق جمعہ کا قیام ہو سکے۔قیام جمعہ بتایا گیا ہے قیام ولایت کو۔لہٰذا ہر وہ فکر یا تفکّر وتعقل یا عمل جو اس مقصد میں مُمِد ہو گا فاسعوا یا اُس کے لئے سعی میں داخل ہو گا۔اور بفضل خدا یہ جمعہ کی رٹ لگانے والے، جمعہ کیلئے دوڑنے والے، وہاں جا کر غلط عمل میں وقت ضائع کرنیوالے فاسعوا کے حکم میں داخل نہ ہونگے۔جمعہ پڑھنے کے باوجود وہ جمعہ کے تارک شمار

ہوں گے۔اور دُنیا و آخرت میں ذلیل وخوار رہیں گے۔اسلئے کہ اُن کی یہ محنت ومشقت بلاتفکر وبلا مقصد ہے یا اصلی مقاصد کو تباہ وبرباد کرنے کی غرض سے ہے۔

98۔ اب آپ جمعہ کے دن سعی کے معنی ملاحظہ فرمائیں۔**من لا یحضرہ الفقیہ** میں فرمایا گیا ہے کہ:۔

''ویکرہ السفر والسعی فی الحوائج یوم الجمعۃ بکرۃ من اجل الصلوۃ، فامّا بعد الصلوۃ فجائز (الخ)
جمعہ کے روز سفر کرنا یا دیگر ضروریات کی فراہمی کی کوشش کرنا نماز کی وجہ سے بار بار مکروہ بتایا گیا ہے۔البتہ نماز کے بعد جائز ہے۔'' (صفحہ 114 حدیث نمبر 38 **کتاب الصلوٰۃ باب وجوب الجمعۃ و فضلھا**)

یہاں بھی سعی کے معنی ہرگز دوڑنا یا جانا یا چل کر جانا وغیرہ نہیں کئے جا سکتے۔اور جو معنی ہم بیان کر رہے ہیں جن پر ہمیں اصرار وتکرار ہے وہ بالکل ثابت ہیں۔سعی کی ذیل میں یہاں یہ بھی دیکھ لیں کہ نماز جمعہ سے پہلے جب نماز کے علاوہ حوائج میں سعی مکروہ ہے۔اور بار بار مکروہ قرار دی جا چکی ہے۔بلکہ حدیث کا آخری حصہ ناجائز قرار دیتا ہے تو جمعہ کے دن جمعہ کی تیاری کے علاوہ تمام کام مکروہ وناجائز ہوئے۔مگر مولوی صاحبان کے یہاں جائز ہیں۔حتیٰ کہ نماز جمعہ کی اذان نہ ہو جائے۔اس حدیث پر اور آج کل کے عمل درآمد پر غور فرمائیں۔بہرطور یہاں سعی کے معنی پھر واضح ہوگئے۔اور اس میں وہ تمام اعمال وافکار داخل ہوگئے جن پر حوائج کی یا ضروریات کی فراہمی منحصر ہو۔نہ کہ دوڑنا یا چل کر جانا۔

جمعہ کے روز عہد و میثاق پر محاسبہ ہوگا

99۔ اب ہم براہ راست نماز جمعہ کے ابواب میں سے سعی کے معنی کا تعین کر رہے ہیں۔ایک اور مقام ملاحظہ ہو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے جابر نے اللہ کے قول کا مطلب دریافت کیا:۔

میں نے **فاسعوا الی ذکر اللّٰہ** کا مطلب دریافت کیا تو فرمایا کہ (اس کے معنی یہ ہیں کہ) عمل کرو اور جلدی کرو یقیناً اس دن مسلمانوں پر سختی کی گئی ہے۔اس روز مسلمانوں کے اعمال کا ثواب اسی سختی کے حساب سے ہے۔اس روز نیکی اور بدی دونی ہو جاتی ہے۔پھر کہا کہ محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یقیناً مجھے معلوم ہوا ہے کہ آنحضرتؐ کے صحابہ جمعہ کیلئے جمعرات کے دن آراستہ ہو جاتے تھے۔اس لئے کہ جمعہ مسلمانوں پر ایک سخت دن ہے۔''	**قال قلت لہ: قول اللّٰہ عزَّ وجلَّ ''فاسعوا الی ذکر اللّٰہ'' قال: اعملوا وعجّلوا فانّہ یوم مضیّق علی المسلمین فیہ و ثواب اعمال المسلمین فیہ، علی قدر ما ضیّق علیھم و الحسنۃ والسّیئۃ تضاعف فیہ . قال:وقال ابو جعفر علیہ السلام واللّٰہ لقد بلغنی أنّ اصحاب النبّی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ کا نوا یتجَھَّزُون للجمعۃ یوم الخمیس لانّہ یوم مضیّق علی المسلمین.** (فروع کافی کتاب الصلاۃ باب فضل یوم الجمعۃ ولیلتہ)

100۔ اس حدیث سے جہاں آپ یہ دیکھتے ہیں کہ جمعہ کی سختی بار بار تاکید سے لائی گئی ہے؛اور ظاہر ہے کہ یہ سختی اور کچھ نہیں سوائے اسکے کہ عہد و میثاق پر محاسبہ ہوگا۔جس کے سامنے مسلمانوں کا ہر عمل پیش کیا جا چکا ہے۔اس کا سامنا ہوگا۔نیّت اور ارادوں پر نکتہ چینی و تنقید ہو گی ۔حد جاری کرنے والا وہیں موجود ہو گا۔قاضی معہ رجسٹروں کے حاضر ہونگے۔مجمع عام ہوگا۔احکامات اسلام کا نتیجہ چہروں پر دیکھا جائے گا۔قوانینِ صحت وصفائی پر نظر ڈالی جائے گی۔مختصراً یہ کہ یہ جمعہ قیامت کی نقل ہے۔اس میں دل سہمے ہوئے ہونگے۔اختیارات اعلیٰ کا تعزیری نفاذ اشارہ چشم وابرو کے فاصلے پر ہوگا۔بولتی ہوئی کتاب کھلی ہو گی۔اچھے اور برے اعمال کا ذرّہ ذرّہ سامنے ہوگا۔بلکہ دوگنا (Enlarged) ہوکر سامنے آئیگا۔یہ تو سختی کی طرف اشارات کا مطلب ہوگیا۔خاص بات یہاں یہ بتائی ہے کہ فاسعوا کے معنی مسجد کی طرف دوڑ جاؤ،چل کر جاؤ یا جلد جاؤ نہیں۔بلکہ فاسعوا کے معنی ہیں قبل از جمعہ تیاریاں آراستگیاں۔جمعرات ہی سے اپنے اپنے متعلقات میں جمعہ کی سختی کے لئے تیار ہوجانا۔اور ہم کہتے ہیں کہ جمعرات اس لئے فرمایا گیا کہ لوگ جمعہ کا بہانہ نہ کریں۔بلکہ جمعہ کی نماز ختم ہوتے ہی دوسرے جمعہ کی تیاریاں شروع کردیں۔پورے ہفتہ کا خدائی پروگرام جدید ترین لب ولہجہ اور تازہ ترین علم الٰہی کی قوت سے ملے گا۔تاکہ کوئی عُذر باقی نہ رہ جائے۔جمعہ ایسا نہیں ہوتا جیسا تم پڑھتے ہو۔یہ تو بیگار ہے۔تلعب بالدین ہے۔تفکّر سے خالی ہے۔اس لئے مشرکانہ و معاندانہ افعال ہیں۔جس پر تمہیں روز افزوں عذاب میں مبتلا رہنے کی یہاں مشقیں کرائی جارہی ہیں۔

101۔ یہاں آپ کو خاص جمعہ کے دن جمعہ کے لئے چند ایسی چیزیں دکھاتے ہیں جو فاسعوا میں داخل ہیں۔اور ساتھ ہی ایک اصول قائم ہوجاتا ہے جو سعی کو سمجھنے میں مدد واطمینان کا باعث ہوگا۔امام جعفر صادق علیہ السلام نے جمعہ کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ:۔(یہاں من یوم الجمعة اور یوم الجمعة کا فرق بھی دیکھیں)

."لیتزین احدکم یوم الجمعة ویغتسل ویتطیب ویتسرح ویلبس انظف ثیابه لیتهیئاللجمعة ولیکن علیه فی ذلک الیوم السکینة والوقار و لیحسن عبادة ربّه ولیفعل الخیر ما استطاع ،فان اللّٰه جلّ ذکره یطلع علی الارض لیضاعف الحسنات.
(الفقیه کتاب الطهارة .باب غسل یوم الجمعة)

اس حدیث میں جو خاص بات قابل ملاحظہ ہے وہ یہ ہے کہ جمعہ کیلئے ذاتی تزئین وآرائش کو ضروری قرار دیا گیا۔اس حد تک کہ ایک شخص قابل افتخار نظر آئے۔لیکن چھچھورے پن کی ہمت شکنی کرنے کیلئے اُن سب کا مقصد سامنے رکھ دیا گیا۔اور وہ یہ کہ یہ چیزیں یعنی آرائش،غسل،خوشبو،کنگھی،صاف کپڑے عبادت کو اچھی طرح ادا کرنے میں مُمد بنیں۔اس کے بعد حسبِ استطاعت نیکی کرنے کا تقاضہ فرمایا۔اس سے وہ لوگ از خود معاف ہوگئے جو صاحبان استطاعت نہ ہوں۔اور سب سے ضروری بات یہ فرمادی کہ ہر صورت میں اس روز انسان کو پُرسکون و باوقار رہنا ضروری ہے۔یہ آخری بات وہ بات ہے جس

کے لئے ہم اس حدیث کو آپ کے سامنے لائے ہیں۔ یعنی جمعہ کے دن بھاگ دوڑ، لپّا ڈُ گّی، دھکّم دَھکّہ، اِترانا اور اکڑ کر چلنا سب منع ہے۔ لہٰذا جمعہ کے روز تو ہرگز ہرگز بھاگنا دَوڑنا نہ چاہئے۔ بلکہ آپ کے ہر عمل، رفتار، گفتار اور عبادات سے سکون ووقار ٹپکنا چاہئے۔ وجہ ظاہر ہے کہ آج قیامت کا نمونہ قائم کرنے کا دن ہے۔ آج ولایتؑ سے قربت کا روز ہے۔ آج اچھائی بُرائی، عیب و ہنر کئی گُنا ہو کر نظر آئے گا۔ اس حدیث کو بجنسہٖ فروع کافی کتاب الصلاۃ باب التزین یوم الجمعۃ میں پہلا نمبر دیا گیا ہے۔ اس پورے باب کو پڑھ جایئے اور دیکھئے کہ اس باب میں نماز جمعہ کی فرضیت کے لئے یہ غسل بیان نہیں کیا جا رہا ہے۔ بلکہ آپ دیکھیں گے کہ جمعہ کو عام صفائی وزینت کا دن ہونے پر زور دیا گیا ہے۔ اس میں صرف ایک حدیث میں بیمار کو غسل سے معاف ہونے کا محض اشارہ ہے۔ ورنہ مردوں اور عورتوں پر خواہ حاضر ہوں یا مسافر غسل وصفائی اور زینت لازم ملتی ہے۔ اسی باب سے ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

نماز کے لئے سکون ووقار فرض ہے۔ فاسعوا کے معنی دوڑ کر جانا یا چل کر جلدی جلدی جانا نہیں

102۔ جمعہ کے روز غسل ترک نہ کرو یقیناً یہ سنت (لازمہ) ہے۔ خوشبو لگانا (سونگھنا) عمدہ ترین کپڑے پہننا مگر زوال سے پہلے پہلے غسل سے فارغ ہو جانا۔ اگر زوال کا وقت ہو جائے تب بھی (فکر نہیں) اُٹھو مگر سکون ووقار تم پر فرض ہے۔ اور فرمایا کہ جمعہ کے روز غسل کرنا واجب ہے۔

لا تد ع الغسل یوم الجمعة فَاِنّه سنّة و شمّ الطیّب وألبس صالح ثبابک ولیکن فراغکَ من الغسل قبل الزّوال ،فاذا زالت فقم و علیک السکینة والوقار ،وقال: الغسل واجب یوم الجمعة .
(فروع کافی کتاب الصلاۃ باب التزین یوم الجمعۃ)

آپ جانتے ہیں کہ نماز جمعہ کا وقت، زوال کا وہی وقت ہے جو نماز ظہر کا وقت ہے۔ لہٰذا حدیث میں واضح کر دیا کہ اگر تم سے نہاتے نہاتے زوال کا وقت یا ظہر وجمعہ کا وقت ہو گیا تو گھبرا کر دوڑنا نہ شروع کر دو۔ وقار وسکون بہر حال فرض ہے۔ یہاں بھی دوڑنے کی نفی ہو گئی حالانکہ زوال کا وقت حمام میں ہو گیا تھا۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ ان احادیث میں **یوم الجمعة** اور **من یوم الجمعة** کا فرق ضرور نوٹ کرتے چلے آ رہے ہوں گے۔ اس کے بعد یہ دیکھیں کہ تمام نمازوں کے لئے سعی لازم ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ سعی کے بغیر کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ چنانچہ ہر نماز کے لئے بھی سعی لازم ہے۔ صرف نماز جمعہ ہی کی شرط نہیں ہونا چاہئے۔ دیکھئے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

103۔ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو؛ تم نماز کی طرف آنے میں سعی کرنے والے ہو، انشاء اللہ، مگر تم پر سکون ووقار فرض ہے؛ چنانچہ جس قدر تمہیں مل جائے اتنی پڑھ لو۔ اور جو

اذا قمت اِلَی الصلاة انشاء اللّٰه فأتها سعیًا ولیکن علیک السکینة والوقار فماادرکت فصل وما سبقت به فاتمه ، فان اللّٰه عزَّوجلَّ یقول (یا ایّها الذین

گذر چکی ہواُسے پورا کرلو۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کہاہے کہ | آمنوا اذا نودی للصلاۃ من یوم الجمعۃ فَاسْعَوْا اِلٰی (اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جب کسی جمعہ کونماز کے | ذکر اللّٰہ) ومعنی قولہ فاسعوا ھوا لانکفاء. لئے ندا دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف کوشاں ہو)اور | (علل الشرائع باب 73۔ جز ثانی علۃ السعی الی الصلاۃ)

اللہ کے قول ''فاسعوا'' کے معنی ہیں۔''اَلْاِنْکِفَاء''۔(اس باب کا عنوان تمام نمازیں ہیں جمعہ مقصود نہیں ہے)۔یہاں **اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ** ..... 5/6 کو نہ بُھولیں۔

104۔ پہلی چیز تو یہاں یہ دیکھنے کی ہے کہ وقار وسکون کو ہر نماز اور ہر وقت کیلئے لازم کر دیا ہے۔خواہ نماز پوری مل سکے یا نہ مل سکے۔یعنی نماز کیلئے سعی تو ضرور کی جائے گی مگر دوڑنا، بھاگنا وغیرہ نہیں ہوگا۔اسکے بعد عام نمازوں کے لئے سعی ثابت کر دی گئی ہے۔اورآخری بات یہ کہ سعی کے معنی انکفاء بتادئے گئے اور انکفاء کے معنی ہیں پُرسکون وپُروقار طریقہ پر سر جھکا کر چلنا۔

چنانچہ اِنکفاء کے لئے لغت مجمع البحرین صفحہ 360 پر آنحضرؐت کی رفتار کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

''۔کان اذا مشی تکفا تکفیاً۔ای تمائل الی قدام۔''

لہٰذا معلوم ہوا کہ انکفاء کے معنی ہیں جھک کر متانت کیساتھ چلنا۔یہاں فاسعوا کے معنی مکمل ہو گئے۔اسکے بعد ہمیں مزید بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔لیکن ابھی ایک اصطلاحی سعی باقی ہے جو حج کے دوران لوگوں نے صفا ومروہ کے درمیان دوڑنے کو شہرت دے دی ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔بس اُس سعی کا تذکرہ کر دیں تو عنوان کو بدلیں۔یہ سعی کیا ہے؟ سنئے:۔

105۔ آپ جانتے ہیں کہ جب حضرت ہاجرہؑ نے حضرت اسماعیلؑ (علیھما السلام) کی پیاس سے بے چین ہو کر پانی کی تلاش شروع کی تو یہ اُن کی سعی عبادت قرار پا گئی۔اورآج تک حج کی عبادتوں میں سے ایک واجب اور فرض عبادت ہے۔اس کو عمداً ترک کرنے سے حج باطل ہو جاتا ہے۔اور بُھول کر چُھٹ جانے سے سعی کا اعادہ لازم آتا ہے۔یہ سعی عبادت کے ایک مجموعہ کا نام ہے۔جس میں صفاومروہ کے درمیان قیام، تسبیح وتہلیل وتکبیر ودعائیں وغیرہ بہت سے اعمال عبادت میں شامل ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جس طرح حضرت ہاجرہؑ بے چین ہو کر کئی جگہ دوڑی تھیں۔وہاں ہر شخص دوڑے۔اور نہ صرف دوڑے بلکہ اُسے یہ سعی کرنا ہے کہ وہ بالکل حضرت ھاجرہؑ کیطرح دوڑے۔یعنی مشاق دوڑ لگانے والوں کیطرح نہ دوڑے بلکہ ایک بے چین اور تھکی ماندی۔گھبرائی ہوئی عورت کی طرح دوڑے۔اِدھر اُدھر دیکھتا جائے۔کندھوں کو اوپر نیچے ہلاتا جائے۔ پلٹ کر بھی اُدھر دیکھے جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لِٹا کر آئی تھیں۔یعنی یہ دَوڑ بھی دَوڑنا نہیں ہے۔بلکہ سعی ہے اس بات کی کہ یہ حرکات بالکل ویسی ہوں جیسا کہ حضرت ھاجرہؑ سے سرزد ہوئی تھیں۔اس نقل کی کوشش کی وجہ سے اسکا اور بہت سے دیگر اعمال کا نام سعی پڑ گیا۔ہم اگر چاہیں تو اپنے اس بیان کے ہر ایک لفظ اور شوشہ کے اثبات کیلئے احادیث کا انبار آپکے سامنے رکھ

دیں۔لیکن بنظر اختصار چند چیزیں بتا کر عنوان بدل دینگے۔ جو کچھ ہم عرض کرینگے اس کو دیکھنے کیلئے فروع کافی جلد چہارم کتاب الحج میں سے خصوصا ابواب الوقوف علی الصفاء والدُّ عاء اور السعی بین الصفاوالمروۃ ومایقال فیــہ ۔ دیکھنا ضروری ہیں۔لہٰذا ایک حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سعی کی تفاصیل بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ..... اِس دُعا کے بعد........

106۔ ثُمَّ امش وعلیک السّکینۃ والوقار حتّی تأتی المروۃ فاصعد علیھا حتّی یبدولک البیت واصنع علیھا کما صنعت علی الصفاوطف بینھما سبعۃ أشواط تبدء بالصفا و تختم بالمروۃ۔

پھر تُو چلنا شروع کر مگر ایسے کہ تُو پُرسکون و باوقار چلے۔ یہاں تک کہ مروہ تک پہنچ جائے۔ پھر اُس پر چڑھائی شروع کر حتّی کہ تجھے خانہ کعبہ دکھائی دینے لگے۔اور وہاں بھی اسی طرح عمل کر جیسا کہ صفا پر کیا تھا۔اور صفاومروہ کے مابین سات دفعہ طواف کے چکر اس طرح پورے کرو کہ جو صفا سے شروع ہوں اور مروہ پر ختم۔(باب السعی بین الصفاوالمروۃ ومایقال فیہ . کتاب الحج)

اس حدیث کی ابتداء اس طرح کی گئی تھی کہ:۔ (کوہ) صفا سے چل کر اُترنا شروع کرو مگر پُرسکون و باوقار طریقہ برقرار رہے۔ یہاں تک کہ تم مینار کے پاس پہنچ جاؤ یہ سعی کرنے والے کی حد ہے چنانچہ سعی کرو۔اور پڑھو.........وغیرہ

انحدر من الصفاء ما شیاً الی المروۃ وعلیک السکینۃ والوقار حتّی تأتی المنارۃ وھِیَ علی طرف المسعی فاسع ....وقل بسم اللّٰہ و اللّٰہ اکبر.....الخ (فروع کافی کتاب الحجّ باب ایضاً)

یہاں جو کچھ ہم دکھانا چاہتے ہیں وہ اس قدر ہے کہ دونوں پہاڑیوں پر اُترنا اور چڑھنا پیدل اور پُرسکون و باوقار طریقہ پر چل کر بتایا گیا۔اس سے ثابت ہوا کہ دوڑنا سکون و وقار کو برقرار نہیں رکھتا۔لہٰذا مساجد کی طرف جانا بھی دوڑ کر نہ ہوا۔ بلکہ وہ چلنا بھی باوقار پُرسکون ہونا ضروری ہے۔لہٰذا فاسعوا کے معنی آیۃ جمعہ میں دوڑ کر جانا یا چل کر جلدی جلدی جانا غلط ہوا۔ پھر یہ کہ صفاومروہ کے درمیان بہت سے اعمال ہیں جن میں دُعائیں وغیرہ کے ساتھ ساتھ یہ پرسکون و پروقار چلنا، پہاڑ پر چڑھنا اور اُترنا بھی داخل ہیں۔لہٰذا سعی کے معنی صرف دوڑنا یا تیز چلنا غلط ہوئے۔ بلکہ اصل منشاء وہی ہے کہ حضرت ھاجرہ صلوٰۃ اللہ علیھا کی بے چینی و تلاش کی نقل کی جائے جو فرض عبادت ہے۔اور اُن تمام اعمال کا نام سعی ہوا جو صفاومروہ کے درمیان بجالائے جاتے ہیں۔اس سعی کو اسی حدیث میں طواف بھی کہا گیا ہے۔

فاسعوا کے معنی آیت جمعہ میں، دوڑ کر جانا یا چل کر جلدی جلدی جانا غلط ہیں

107۔ یہ بھی دیکھیں کہ صفاومروہ کے درمیان سعی کرنے کیلئے اور صفا پہاڑی پر آنے کیلئے آپ اسی وادی میں سے گذریں گے جس میں آپ پر حضرت ہاجرہؑ کی بے چینی کی نقل فرض ہے۔اس کیلئے ایک طویل حدیث کی ابتدا میں بتایا گیا کہ:۔

(دونوں حدیثیں مذکورہ ابواب میں ملاحظہ ہوں۔) فرمایا جناب امام محمد جعفر صادق علیہ السلام نے کہ پھر تم صفا کی طرف اُسی

دروازہ سے نکلو، جس سے آنحضرتؐ نکلا کرتے تھے۔ اور وہ وہ دروازہ ہے جو حجر اسود کے بالمقابل ہے؛ یہاں تک کہ تم پوری وادی میں سے باوقار و پرسکون طریقہ پر گذرو پھر تم صفا پر چڑھو۔ (باب الوقوف علی الصفا والدعاء کتاب الحج)

قال ابوعبداللّٰه عليه السلام ثم اخرج الى الصفا من الباب الّذى خرج منه رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و آله. وهو الباب الّذى يقابل الحجر ألاسود حتى تقطع الوادى وعليك السكينة والوقار فاصعد على الصفا... (الخ)

اس حدیث میں صفا پہاڑی پر آکر کیا کیا کرنا ہے؟ اس کی پوری تفصیل دے دی گئی ہے۔ اور اس میں آنحضرتؐ اتنی دیر مصروف رہا کرتے تھے جتنی دیر میں سورہ بقر کو نہایت ٹھہر ٹھہر کر ترتیل کے ساتھ بآواز بلند قرأت کی جا سکے۔ یہ سب عبادت صفا و مروہ کی سعی میں داخل ہے۔ ورنہ وہ نقل جس کو دوڑ نا قرار دیا گیا ہے ھَرْ وَلَہٗ کہلاتی ہے۔ اور وہ حصہ عبادت کا عورتوں پر معاف ہے۔ سواری پر معاف ہے۔ اس میں تاخیر کی جا سکتی ہے۔ (دیکھیں مذکورہ ابواب کی احادیث نمبر 1 وغیرہ)

(اور باب الاستراحة فى السعى والركوب فيه احادیث نمبر 1 وغیرہ)

چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔ **لَيْسَ على الراكب سعى ولكن ليسرع شيئاً**۔ سوار پر سعی لازم نہیں ہے۔ ولیکن اسے چاہئے کہ سواری کو قدرے تیز چلائے۔ (باب الاستراحۃ فی السعی والرکوب فیہ حدیث نمبر 6)

اس حدیث کے متعلق محققین نے فرمایا ہے کہ:۔ **يدل على انه يستحب للراكب تحريك دابة فى مقام الهرولة كما ذكره الاصحاب**۔ (مراۃ العقول) یعنی اس حدیث میں سواری کو تیز چلانا مستحب معلوم ہوتا ہے مقام ھَرْوَلَہ کے دوران۔

108۔ دیکھا آپ نے کہ سعی کا یہ حصہ اتنا ضروری نہیں ہے کہ اس کے لئے سوار ضرور اُتر کر پیدل دوڑے۔ پھر یہ کہ اس خاص قسم کی دَوڑ کو ھَرْوَلَہ یعنی تیز چلنا قرار دیا گیا ہے نہ کہ دَوڑنا۔ چونکہ اس تیز چلنے میں وقار و سکون باقی نہیں رہ سکتا۔ اس لئے سعی کے اس حصہ کو جاری رکھنے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اس سے جبّار و متکبّر قسم کے لوگوں کو ذلیل کیا جائے۔

چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے بار بار اس کی وجہ یوں بتائی کہ:۔" ۔ **جعل السعى بين الصفا والمروة مذلّة للجبارين**۔" (باب السعى بين الصفا والمروة وما يقال فيه) لہٰذا سعی کا یہ حصہ جو ھرولہ کہلاتا ہے اسی بنا پر مستورات پر واجب نہیں ہے کہ اُن کا معمول کے خلاف چلانا ناموس کے وقار کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے سعی کے اس حصہ کو ھرولہ قرار دے کر ایک جامع بیان میں مستورات کا استثنا بیان فرمایا ہے ارشاد ہے:۔

109۔ ۔"فرمایا کہ عورتوں پر اذان و اقامۃ و جمعہ و جماعت و حجر اسود کا بوسہ و دخول کعبہ اور صفا و مروہ کے مابین تیز چلنا اور سر مُنڈانا نہیں ہے۔ البتہ وہ اپنے کچھ بالوں میں کمی کر دیں۔"

ليس على النساء اذان ولا اقامة ولا جمعة ولا جماعة لا استلام الحجر ولا دخول الكعبة ولا الهرولة بين الصفا والمروة ولا الحلق انما يقصرن من شعور هن۔ (الفقيه باب الاذان والاقامة كتاب الصلوٰة)

یہاں بات بالکل صاف ہوگئی یعنی باقی سعی ہر حاجی پرواجب ہے۔مگر سعی کا وہ حصہ جسے **ھرولہ** کہتے ہیں عورت پر واجب نہیں ہے۔اب **ھرولہ** کی وجہ تسمیہ بھی سُن لیں۔(**علل الشرایع باب 167 علة الهرولة بين الصفاء والمروة**)

110۔ حضرت جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ صفاومروہ کے درمیان اس لئے سعی قائم ہوئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ابلیس ظاہر ہوا تو جبریل علیہ السلام نے انہیں اس پر سختی کرنے کا حکم دیا۔چنانچہ انہوں نے اُسے بھگا دیا۔اور وہ وہاں سے بھاگ گیا۔اس سے یہ سُنت جاری ہوگئی یعنی **ھرولہ** ۔(ساری سعی نہیں بلکہ یہ حصہ جسے ھرولہ کہا۔)

قال صار السعی بين الصفا والمروة لان ابراهيم عليه السلام عرض له ابليس فامره جبريل عليه السلام فشدّ عليه فهرب من فجرت به السنة يعني بالهرولة۔

111۔ سعی کے اسی حصہ کی وجہ جناب حضرت صادق علیہ السلام سے یوں بھی پوچھی گئی کہ:۔ صفاومروہ کے درمیان سعی کس لئے کی جاتی ہے فرمایا کہ:

لم جعل السعی بين الصفا والمروة؟ قال لان الشيطان تراء ى لابراهيم عليه السلام في الوادی فسعى وهو منازل الشيطان (علل الشرایع باب المذکور۔جز ثانی)

''اس وادی میں حضرت ابراہیمؑ پر شیطان ظاہر ہوا تھا۔بس حضرت ابراہیمؑ نے سعی کی تھی۔اور وہ شیطان کی منزلیں ہیں۔''

اس حدیث میں **ھرولہ** کی تخصیص نہیں کی گی ہے۔اس لئے ایسا معلوم ہوتا ہوگا کہ یہاں پوری سعی کا تذکرہ ہو رہا ہے۔نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔یہ صرف سعی سے تعین کیا گیا ہے۔مگر تذکرہ پوری سعی کا نہیں بلکہ ھرولہ کا ہے۔آپ کے اطمینان کے لئے ایک اور مقام سامنے لاتے ہیں تاکہ صفاومروہ کا قصہ مکمل ہوجائے۔چنانچہ حضرت صادق علیہ السلام بیان فرما رہے ہیں۔

112۔ ۔'' جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ میں چھوڑ گئے۔تو بچہ کو پیاس لگی اور وہ اس وقت صفاومروہ کے درمیان درختوں کے اندر تھا۔چنانچہ اس کی والدہ چلیں یہاں تک کہ صفا پر جا کر رکیں۔اور انہوں نے پکارا۔کیا کوئی اس وادی میں ہمدرد ہے۔پھر جب جواب نہ ملا تو پھر گذریں یہاں تک کہ مروہ پر انتہا کر دی۔اور پھر فرمایا کہ کیا اس وادی میں کوئی ہمدرد ہے۔پھر جواب نہ پا کر صفا (کی پہاڑی) کی طرف پلٹیں اور اسی طرح آواز دی۔یہاں تک کہ یہ سب کچھ سات مرتبہ کیا۔چنانچہ خدا نے اس کو قانون بنا

ان ابراهيم عليه السلام لما خلف اسمعيل بمكة عطش الصبی و كان فيما بين الصفا و المروة شجر ،فخرجت امه حتّٰى قامت على الصفا فقالت هل بالوادی من أنيس؟فلم يحببها احد فمضت حتّٰى انتهت الى المروة فقالت هل بالوادی من أنيس؟فلم يحببهااحد ثم رجعت الى الصفا فقالت كذلك حتّٰى صنعت ذلک سبعاً فاجرى اللّٰه ذلک سنة .فاتاها جبرئيلؑ فقال لها من انتِ؟فقالت أنا ام ولد ابراهيم..... (الخ)

دیا۔اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام آئے اور پوچھا کہ تم کون ہو۔فرمایا کہ ابراہیمؑ کے بیٹے کی ماں ہوں۔''

(علل الشرایع باب 166العلة التی من اجلھا جعل السعی بین الصفا و المروة)

113۔ ہم نے حدیث کو درمیان میں چھوڑ دیا ہے اس میں آگے بڑا روح پرور مکالمہ اور نتیجہ ہے۔ بہرحال یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت ھاجرہ علیھا الصلوٰۃ والسلام نے صرف اُس وادی میں هَـرْوَلَهٗ نہ کیا تھا۔ بلکہ ان کی سعی میں پہاڑوں پر چڑھنا اور بار بار چڑھنا واُترنا بھی شامل ہے۔آوازیں دینا۔ ہمدرد کی تلاش بھی اس کوشش میں ہے۔اس میں آہستہ چلنا بھی ہے۔ پلٹ پلٹ کر بچے کو بار بار دیکھنا بھی ہے۔ریت میں دوڑنا ویسے بھی ناممکن ہے۔ بہرحال کوشش کے ساتھ چلنا ثابت ہے۔ریت میں کہیں کہیں ٹانگوں کا ڈگمگانا۔احتیاطاً چھوٹے قدم چلنا۔جیسے ٹانگیں بندھی ہوئی ہوں۔دُوری کے ساتھ یہ خیال کہ بچہ غیر محفوظ ہوتا چلا جاتا ہے۔قدموں کا رُک رک جانا۔ایک عجیب منظر ہے۔ جسے خدا نے پسند کیا۔اور پھر ایک عظیم نبیؑ کی زوجہ اور ایک بزرگ نبیؑ کی والدہؑ کی حیثیت سے اُن کے ایک ایک عمل کو بنی نوع انسان پر لازم کر دیا۔ یہ دونوں رسولؑ اور یہ بزرگ محترمہ سلام اللہ علیھم اس ریگستان میں بحکم خداوندی آئے تھے۔ یہاں بیت اللہ کا ارتفاع مقصودِ خداوندی تھا۔اس بیت اللہ میں ولایتؑ خداوندی کا ظہور ہونا تھا۔اُسی ولایت کا قیام و استحکام جس کا میثاق روز ازل لیا گیا تھا۔میثاق میں پیش پیش رہنے والے انسانوں کو اولوالعظم نبی بنایا گیا تھا۔اُسی میثاق کیلئے جمعہ کو عزت دی گئی تھی۔اُسی میثاق کے مقاصد کو مکمل کرنے کے لئے خاندانِ نبوتؑ کو اس جنگل میں لایا گیا تھا۔اُنہی کے اعمال وافکار کو حج کا نام دیا گیا ۔پھر حج کا مقصد اصلی امامت وولایت سے علوم حاصل کرنا اور اقصائے عالم میں پھیلانا بتایا گیا۔تاکہ تمام بنی نوع انسان ایک وحدت کلیہ اختیار کر لے اور ایک جسم کی طرح مل کر کام کرے۔اس عمل پر منحصر تھی تسخیر کائنات۔اور رفتہ رفتہ ہم پھر وہیں آئے جہاں سے چلے تھے۔یعنی ولایت ہی اوّل تھی وہی آخر ہے۔اُسی سے تمام چیزیں شروع ہوتی ہیں۔اُسی پر ہر چیز اختتام پذیر ہوتی ہے۔آیئے اب ہم عنوان بدل دیں۔

ذِکْرِ اللّٰہ سے ولایت امیرالمومنین علیہ السلام مراد ہے

114۔ یہاں تک لفظ **اذان، نودی، جمعہ اور فاسعوا** پر گفتگو تھی۔آپ نے ہر جگہ دیکھا کہ ہمارے مقدس مخالف ان الفاظ کے متعلق کیسی سرسری اور پھُس پھُسی باتیں لکھتے رہے ہیں۔اُن کی بحثیں کھوکھلی اور بے مقصد ثابت ہو چکیں۔اُن کے معانی و مطالب مہمل نکلے۔اب یہاں سے ہم فاسعوا کے بعد والی ترکیب یعنی **ذِکْرِ اللّٰہ** پر مختصراً بات کریں گے۔اور یہاں بھی ہمارے دوستوں کا وہی حال ہوگا جو اب تک ہوتا رہا ہے۔ذکراللہ کا تذکرہ باقاعدہ شروع کرنے کے لئے آپ کو ہماری قسط نمبر 4 محررہ 26 جنوری کا پیرا نمبر 3 سے آخر تک دوبارہ پڑھنا ہوگا۔وہاں ہم نے مولانا صاحب کا ترجمہ پیش کر کے اُن کا ایک منطقی فریب واضح کیا تھا۔جو اُنہوں نے فریب سمجھ کر اختیار نہیں کیا بلکہ خود فریب میں مبتلا ہو گئے۔اور اُنہیں پتہ نہ چلا کہ کیا ہوا؟ چنانچہ وہ

اجماع کی تائید میں تردید کرتے رہے۔لیکن جو بات وہاں غور طلب ہے اور اُن کے تمام مضمون میں تلاش کے باوجود آپ کونہیں ملتی۔وہ یہ ہے کہ اُن کے نزدیک **ذِکْرِ اللّٰہ** سے کیا مراد ہے؟ اُنہوں نے یہ بحث نکالی اور پھر ایک اختلاف کو اتفاق کہہ کر جو چلے تو یکسر بھول گئے کہ مجھے کیا کہنا تھا۔بہرحال بالکل پتہ نہ چلا کہ اُن کے نزدیک **ذِکْرِ اللّٰہ** سے؛

(1) نماز جمعہ یا (2) نماز جمعہ کے دونوں خطبے یا (3) نماز جمعہ معہ دونوں خطبوں کے، میں سے کیا مراد ہے۔؟

یہ ایسی خامی ہے کہ اس کو بیان کئے بغیر اُن کی ساری بحث نامکمل اور کمزور ہے۔وہ یکا یک یہ کہتے ہوئے اور پھر سارے مضمون میں اُسے ثابت کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں کہ جس چیز کی طرف سعی واجب ہے۔وہ نماز جمعہ ہے۔چنانچہ اُنہوں نے سعی کو مقدمہ قرار دیا ہے اور نماز کو ذوالمقدمہ بتایا اور ثابت کرتے، دوڑاتے چلے گئے۔مگر اس بھاگ دَوڑ میں ظاہر ہے کہ وہ یہ بھول گئے کہ علماء میں اتفاق ہو یا نہ ہو مگر مولانا کو علماء سے اتفاق نہیں ہے۔

115۔ چونکہ ہم فاسعوا کے معنی بھاگ دَوڑ نہیں سمجھے اس لئے اس دوڑ میں ہم شریک نہ ہو سکے۔لہٰذا قدرتی طور پر ہمیں پُر وقار و پُر سکون رہنا چاہیئے تھا۔اور جب دَوڑے بھاگے نہیں تو ہمارا ہانپنا یا عقل و ہوش کو غائب کر جانا بھی ممکن نہ تھا۔اس لئے ہم اس دوڑنے والے کو روک کر یہ سُنانا چاہتے ہیں کہ سرکار! '' فَاسْعَوْا '' جو آپ کے نزدیک مقدمہ ہے اُس کا ذوالمقدمہ اگر نماز جمعہ ہے؟ تو دونوں خطبوں کا ذوالمقدمہ نہ ہونا ثابت ہو گیا۔اور جب نماز جمعہ سے دونوں خطبے نکل جائیں تو نماز جمعہ تو رہتی ہے لیکن وہ واجب نہیں رہتی۔اور آپ غالباً نماز جمعہ کو واجب ثابت کر رہے تھے۔گویا آپ کی ثابت شدہ نماز جمعہ واجب نہ رہی۔لہٰذا آپ نے اپنی پوری محنت ضائع کر دی۔جس پر ہم تعزیتی پُرسہ دیتے ہیں۔یہ تینوں باتیں پھر سے سامنے لائیے۔

116۔(الف) (i) تمام مفسرین خاصّہ وعامّہ ذکر کو نماز جمعہ سمجھنے میں متفق ہیں۔اور؛

(ii) تمام مفسرین خاصّہ وعامّہ ذکر کو نماز جمعہ کے خطبے سمجھنے میں متفق ہیں۔پھر؛

(iii) تمام مفسرین خاصّہ وعامّہ ذکر کو نماز جمعہ معہ خطبوں کے سمجھنے پر متفق ہیں۔یعنی؛

(ب) (i) تمام مفسرین کے نزدیک ذوالمقدمہ نماز جمعہ ہے۔اور یہ بھی کہ؛

(ii) تمام مفسرین کے نزدیک ذوالمقدمہ نماز جمعہ نہیں ہے۔بلکہ؛

(iii) تمام مفسرین کے نزدیک ذوالمقدمہ دونوں خطبے ہیں۔اور یہ بھی کہ؛

(iv) تمام مفسرین کے نزدیک دونوں خطبے ذوالمقدمہ نہیں ہیں۔بلکہ؛

(v) تمام مفسرین کے نزدیک نماز جمعہ معہ دونوں خطبوں کے ذوالمقدمہ ہے۔گویا؛

(ج) جب کہ مولانا نے نماز جمعہ کو ذوالمقدمہ مان لیا تو تمام مفسرین خاصہ وعامہ کے خلاف فیصلہ کیا۔خود اپنی دلیل کو

کومجروح کر کے اپنے خلاف دلیل لائے اور نماز جمعہ کو بلا خطبات کے واجب ثابت کر کے اپنی تردید کر دی۔ **لہٰذا؛**

(د) چونکہ علم اصول فقہ میں یہ امر مسلمہ ہے کہ جب دو بیانات میں معارضہ ہو تو وہ دونوں ساقط الاعتبار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جناب مولانا کے بیانات ایک دوسرے سے متعارض ہونے کی وجہ سے ساقط و باطل ہو گئے۔

117۔ اُن کا پورا مضمون دیکھ لیا جائے۔ اس میں کہیں بھی آپ کو خطبات کا ذوالمقدمہ ہونا نہ ملے گا۔ لیکن یہ ضرور ملے گا کہ خطبات کے بغیر نماز جمعہ واجب نہیں۔ لہٰذا اُنہوں نے اس مضمون میں نماز جمعہ کو غیر واجب ثابت کیا ہے۔ اسلئے عرض کیا گیا تھا کہ مولانا نے اپنی پوری محنت ضائع کر لی اور سمجھے یہ کہ وہ نماز جمعہ کو واجب ثابت کر بیٹھے ہیں **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن**۔

118۔ ہم مولانا کے مضمون پر اس لئے تنقید نہیں کرنا چاہتے کہ اس مضمون میں تنقید برداشت کرنے کی قوت و سکت ہی نہیں ہے۔ یہ فری اسٹائل لکھا گیا ہے۔ صرف مُقلِّد ٹائپ کا مضمون ہے۔ یہ چند جملے آپ کو تازہ دم کرنے اور مضمون کو ربط دینے کے لئے لکھے گئے ہیں تا کہ "**ذِکْرِ اللّٰہ**" اور نماز جمعہ کا فرق سامنے آ سکے۔ ہم کہہ چکے ہیں اور آئندہ بھی بتائیں گے کہ نماز جمعہ بلا خطبوں کے جماعت سے بھی اور فرادیٰ بھی ہوتی ہے، ہوتی رہی ہے، ہو سکتی ہے۔ لیکن وہ نماز جمعہ ہوتے ہوئے بھی واجب نہیں ہے۔ مولانا صاحبان کی زبان میں ڈھیلے الفاظ کی فراوانی ہوتی ہے تا کہ اس ڈھیل سے حسب منشاء فائدہ اُٹھایا جا سکے۔ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ **کوئی عبادت، عبادت نہیں ہے اگر اُس میں تصورِ ولایت اور سعی ولایت شامل نہیں ہے**۔ اور ماشاء اللہ مولانا نے کہیں بھول کر بھی تصورِ ولایت کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ آئمہ علیھم السلام کی احادیث لکھیں تا کہ اُن سے اپنی وہابیت پر دلیل لائی جائے۔ لیکن اُن کے حقوق کا تذکرہ تک نہ کیا۔ اس لئے جس نماز جمعہ کو وہ واجب ثابت کرتے رہے ہیں ہمارے نزدیک وہ نماز حرام ہے، باطل ہے۔ اور **نماز جمعہ کے حرام ہو جانے کا یہ کافی ثبوت ہے کہ اس میں ولایت داخل نہ ہو سکے**۔ لہٰذا جن علماء نے نماز جمعہ کو حرام قرار دیا وہ علمائے شیعہ اثناعشریہ تھے۔ اُن کی طرف سے ہماری یہ ایسی دلیل ہے کہ اس کے خلاف دلیل لانا تک حرام ہے۔ یعنی اُس کے خلاف دلیل صرف یہ ہو سکتی ہے کہ ولایت کی نماز جمعہ میں کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر یہ لوگ ایسا کہہ دیں تو قوم اُن کی کھال کھینچ لے گی۔ لہٰذا ہم نے بار بار ثابت کیا ہے کہ ہر ہر عبادت خصوصاً نماز جمعہ بلا ولایت حرام ہے۔ اُن لوگوں سے کہئے کہ ہماری تردید کریں اور شیعہ مذہب کی کتب اربعہ سے دلیل لائیں۔

119۔ یہاں سے ہم "**ذِکْرِ اللّٰہ**" کی مراد و معنی بتانے کا اہتمام شروع کریں گے۔ اس اہتمام میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جناب مولانا نے نماز جمعہ کی بحث شروع کرتے ہوئے نہ سہی لیکن آخر کار ایک جگہ قرآن کریم کو پہلا نمبر دے ہی دیا۔ اور بڑے فخر کے ساتھ سینہ تان کر فرمایا ہے کہ:۔

۔"اب ہم نماز جمعہ کا حکم معلوم کرنے کے لئے قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور اسکے بعد سرکار سید المرسلین

(ؐ)اور اُن کی اہلبیت طاہرین (ؑ) کے فرامین کی طرف رجوع کریں گے۔ کیونکہ تمام مسلمانوں کو اپنے تمام منازعات میں اُنہی کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔ **فان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللّٰہ والرسول ان کنتم تومنون باللّٰہ والیوم الاخر** ۔تم اگر یوم آخرت اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اپنے تمام نزاعات میں خدا اور رسوؐل کی طرف رجوع کرو۔'' (صفحہ 43 کالم اوّل جنتری)

120۔ سب سے پہلے ہمیں یہ اعتراض ہے کہ اس بیان میں سرکار سید المرسلینؐ لکھا پھر فوراً بعد اہلبیتؑ طاہرین لکھا۔لیکن دونوں کے لئے نہ درود وسلام لکھا نہ کوئی تعظیمی نشان (ؐ یا ؑ) دیا۔(تعظیمی نشان ہم نے دیا ہے) اس کے بعد آپ خود ملاحظہ کر چکے کہ آیت جمعہ کی وجہ دلالت نہ قرآن کو بنایا نہ حدیث سے تعلق رکھا بلکہ مفسرین خاصہ وعامہ کے اختلافات کو دلیل بنا کر رہ گئے۔اور یہ بحث نکال کر کہ ذکر اللہ سے کیا مراد ہے۔اس کا تعین پورے مضمون میں نہ قرآن سے کیا اور نہ حدیث سے۔ لہٰذا ہمیں کہنے دیجئے کہ قرآن وحدیث کی طرف رجوع کا تذکرہ محض رعب وداب اور گرمی محفل کیلئے تھا۔ولیکن حقیقتاً مولانا نے قرآن وحدیث سے روگردانی کر لی ہے۔اس قسم کی روگردانی اور وہ بھی اللہ کے ذکر سے روگردانی۔اسی سے بات شروع کرتے ہیں۔قرآنی حکم معلوم ہونے سے پہلے۔پھر ایک دفعہ تاکید کر دیں کہ مولانا نے پورے مضمون میں ذکر کے اثبات کے لئے قرآن وحدیث اور خود ذکر اللہ سے روگردانی کی ہے یا نہیں۔اس کا پتہ لگا کر اور یقین حاصل کر کے قرآن کریم کا فتویٰ سُنیں اور ذکر اللہ کا تعین ہمارے ساتھ ساتھ کرتے چلیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

121۔ **وَمَنْ اَعرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰىo(20/124)**

۔''اور جس نے میرے ذکر سے رُوگردانی کی تو ہم اس کی زندگی کے وسائل کو تنگ کر دیں گے اور اس کو قیامت کے روز اندھا محشور کریں گے۔'' (سورہ طٰہٰ)

اللہ کا یہ فیصلہ اُس شخص کیلئے ہے جو ذکر خدا سے بے توجہی کرے۔اور مولانا کی بے توجہی اور رُوگردانی پر اُن کا پورا مضمون شاھد ہے۔قرآن کریم کے بعد حدیث شریف سے اسکی وضاحت ملاحظہ ہو اور دیکھیں کہ ذکر سے اللہ کی کیا مُراد ہے۔؟

122۔ ابی بصیر حضرت صادق علیہ السلام سے سورہ طٰہٰ کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر دریافت کرتے ہیں۔

(معلوم ہو کہ ابو بصیر کو مولانا پسند نہیں کرتے)

عن ابی عبداللّٰہ علیہ السلام فی قول اللّٰہ عزَّوجلَّ: وَمَنْ اَعرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا ''قال : یعنی بولایۃ امیر المؤمنین علیہ السلام، قلت:''وَنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى'' قال:یعنی اعمٰی البصر فی الآخرۃ اعمی القلب فی الدُّنیا عن ولایۃ أمیرالمؤمنین علیہ السلام .قال: وھو متحیّر فی القیامۃ یقول: '' لِمَ حَشَرْتَنِیۤ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِیْراً، قَالَ كَذٰلِكَ أَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ''قال :الآیات الأئمّۃ علیھم السلام فنسیتھا وکذٰلک

اليوم تنسٰی" یعنی ترکتها و کذلک الیوم تترک فی النّار کما ترکت الآئمة علیهم السلام :فلم تطع امرهم و لم تسمع قولهم، قلت:وَکَذٰلِکَ نَجۡزِیۡ مَنۡ اَسۡرَفَ وَلَمۡ یُؤۡمِنۡ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ وَلَعَذَابُ الۡاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبۡقٰی؟قال:یعنی من اشرک بولایة أمیرالمؤمنین علیه السلام غیره ولم یؤمن بآیات ربّه وترک الائمّة معاندة فلم یتبّع آثارهم ولم یتولّهم قلت: اَللّٰهُ لَطِیۡفٌۢ بِعِبَادِهٖ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ؟ قال: ولایة امیر المؤمنین علیه السلام . قلت:"مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ حَرۡثَ الۡاٰخِرَةِ"؟قال: معرفة أمیرالمؤمنین علیه السلام والائمة. "نَزِدۡ لَهٗ فِیۡ حَرۡثِهٖ"؟قال : نزیده منها،قال: یستوفی نصیبه من دولتهم " ومن کَانَ یُرِیۡدُ حَرۡثَ الدُّنۡیَا نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا وَمَالَهٗ فِی الۡاٰخِرَةِ مِنۡ نَّصِیۡبٍ"؟ قال:لیس له فی دولة الحقّ مع القائم نصیب."

123۔ ابوبصیر امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے قول کہ:۔"جس نے میرے ذکر سے روگردانی کی تو ہم اُس کی زندگی کے وسائل کو تنگ کر دیں گے"۔فرمایا کہ ذکر اور اس کے معنی ہیں ولایت امیر المومنین علیہ السلام" میں نے عرض کی کہ "اور اُس کو قیامت کے روز اندھا محشور کریں گے۔"(20/124)فرمایا کہ اس کے معنی ہیں آخرت میں آنکھوں کا اندھا اور دُنیا میں دل کا اندھا اسلئے کہ وہ ولایت امیر المومنینؑ سے فہم وفراست کے باوجود جُدا رہا اور قیامت میں حیران ہے اور کہتا ہے کہ"۔مجھے اندھا کیوں اُٹھایا گیا۔حالانکہ میں دیدہ ور تھا۔(20/125) اس کو جواب دیا گیا ہے کہ۔"اسلئے کہ ہماری آیتیں تیرے پاس آئیں تو تُو نے اُنہیں حوالہ نسیاں کر دیا۔"فرمایا کہ آیات سے مقصود حضرات آئمہ علیھم السلام ہیں ۔اُن کو تُو نے بُھلا دیا تھا۔اسی طرح آج تو بُھلا دیا گیا ہے(20/126)یعنی تُو نے آیات کو ترک کر دیا تھا لہٰذا آج تجھے جہنم میں واگذار کیا جاتا ہے۔تُو نے آئمہؑ کے فرمان اختیار نہ کئے اور اُنکی باتوں پر توجہ نہ دی۔میں نے عرض کیا کہ "جو اپنے رب کی آیات پر ایمان نہ لائے اور حد سے بڑھ جائے اُسے بدلہ اِسی طرح دیا جاتا ہے۔یقیناً آخرۃ کا عذاب شدید تر اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔"(20/127)فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر وہ شخص جس نے ولایت امیر المومنینؑ میں کسی اور کو شریک کیا اور اپنے رب کی آیتوں کی پرواہ نہ کی اور ولایت کو از راہ عناد ترک کئے رکھا اور اُنؑ کے احکامات کی پیروی نہ کی اور اُنؑ سے تولا نہ رکھا"۔میں نے عرض کی کہ "خدا اپنے بندوں پر بڑا لطف کرنے والا ہے۔جو چاہتا ہے روزی دیتا ہے۔"فرمایا ولایت امیر المومنینؑ اس کی مراد ہے۔میں نے کہا کہ "جو شخص آخرت کے لئے کھیتی کرتا ہے"فرمایا اس سے معرفت آئمہؑ وامیر المومنینؑ مقصود ہے۔"اس کے لئے کھیتی میں افزائش کرتا ہے۔"فرمایا کہ اُن کی معرفت میں زیادتی کرتا ہے۔اور فرمایا کہ وہ دولت آئمہ علیہم السلام سے بہرہ مند ہوتا ہے۔"اور ہر وہ شخص جو دُنیا کے لئے کھیتی کرتا ہے۔تو ہم اُسے دُنیا میں بدلہ دیتے ہیں۔مگر آخرت میں اُس کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے(42/19-20)فرمایا کہ اسکے لئے حضرت قائم قیامت علیہ السلام کے ساتھ دولت حق میں کوئی حصہ نہیں رکھا گیا۔"(اصول کافی ۔کتاب الحجة باب فیه نکت و نتف من التنزیل فی الولایة)

تفکر وتدبّر وتعقل سے اعمال کی درجہ بندی یا تدریج قائم ہوتی ہے

124۔ اس معصومؑ بیان میں کماحقہ ثابت ہوگیا کہ'' **فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہ** '' سے جناب علی مرتضیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ کی ولایت کی طرف سعی کرنا واجب ولازم ہوتی ہے۔نہ کہ جاہلوں کے پڑھے ہوئے خطبوں کی طرف یا اُنکی قیادت میں نماز کی طرف یا اُن دونوں کے جہل مرکبات کی طرف۔ یہ بات اچانک شروع ہوگئی ہے اور صرف اسلئے کہ مولانا نے''ذکر'' سے خدا کی کیا مراد ہے؟ نہ لکھی نہ اُس کی تلاش وسعی کی اور نہ اُسے ضروری سمجھا۔ وہ تو صرف اس قدر چاہتے ہیں کہ کسی طرح لوگوں کو بے سوچی سمجھی اور بگاڑی ہوئی نماز کے چکر میں پھنسائے رکھیں۔لیکن ہمارے راہنمایاں دین صلوٰۃ اللہ علیھم ہرگز نہیں چاہتے کہ لوگ عبادت کو تفکر کے بغیر اختیار کرلیں۔اسلئے کہ تعقل وتفکر کے نتیجہ میں ہر عاقل ایک معصوم قیادتؑ یا ولایتؑ تک پہنچے گا۔اور بلاتفکر وتعقل اندھی تقلید غیر معصوم نظام کو قائم کرے گی۔ چنانچہ دشمنانِ آل محمدؑ کا سب سے کامیاب حربہ یہی تھا کہ غور وفکر، تعقل وتدبر کے دروازوں پر پہرے بٹھا دئے جائیں۔اور چاروں طرف سے راہنمائی و امامت وقیادت وسربراہی کے دعوے کرائے جائیں کہ اس شور میں نہ شرفاء شریک ہونگے نہ اُنکا کوئی مقام ہوگا۔اسی قسم کے حربوں کو بے اثر کرنے کیلئے فرمایا گیا کہ:۔

125۔(الف) ''**نَوْمٌ عَلٰی یَقِیْنٍ خَیْرٌ مِّنْ صَلَاۃٍ فِی شَکٍّ**'' (علی علیہ السلام)

اہل یقین کا سونا اھل شک کی نماز سے بہتر ہے۔(نہج البلاغہ حکم نمبر 97 مفتی جعفر حسین)

(ب) ''**فنوم العاقل أفضل من سهر الجاهل**'' (رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم)

عقل مند کا سونا جاہل کی شب بیداری سے افضل ہے۔(اصول کافی کتاب العقل حدیث 11)

(ج) ''**کَمْ مِّنْ صائِمٍ لَیْسَ لَهُ مِنْ صِیَامِهٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَالظَّمَاءُ؛ وَکَمْ مِّنْ قَائِمٍ لَیْسَ لَهُ مِنْ قِیَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ وَالْعَنَاءُ؛ حَبَّذَا نَوْمُ الْاَکْیَاسِ وَاِفْطَارُهُمْ** '' (علی علیہ السلام) ۔کئی ایسے روزہ دار ہوتے ہیں کہ وہ بھوکے پیاسے مرتے ہیں لیکن روزہ شمار نہیں ہوتا۔ بہت سے ایسے عبادت گذار ہیں جو صرف زحمتوں میں مبتلا ہوتے ہیں لیکن اُن کی عبادت ضائع ہے۔زیرک ودانا لوگوں کا سونا بھی قابل ستائش ہے۔(نہج البلاغہ حکم نمبر 145 مفتی جعفر حسین)

(د) ''**۔عالم ینتفع بعلمه أفضل من سبعین ألف عابد**''۔(**محمد باقر علیه السلام**)

''۔جو عالم اپنے علم سے بہرہ اندوز ہے وہ ستر ہزار عبادت گذاروں سے افضل ہے۔''

(اصول کافی کتاب فضل العلم باب صفة العلم و فضله وفضل العلماء)

126۔ ہمارے معصومین علیھم السلام کے فرمانات میں مندرجہ بالا عنوان کو اس عظمت کے ساتھ مکمل کیا گیا ہے کہ حماقت و جہالت منہ چھپانے کو جگہ ڈھونڈتی پھرتی ہیں۔ ہمارے یہاں جہلا کو مرفوع القلم سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے یہاں اوّل نمبر پر عقل

ہے جس کو مذہب یا اللہ ورسولؐ مخاطب کرتے ہیں۔ جو لوگ تعقل وتفکر کے دشمن ہیں یا جو لوگ ان کو نظر انداز کرتے ہیں وہ خواہ کسی قدر اور کسی طرح کی عبادت کریں ہمارے یہاں اُن کی عبادت کی مذاق اُڑائی جاتی ہے۔ہم ایسے لوگوں کو مجسم مضحکہ سمجھتے ہیں۔ **ہمارے یہاں روزہ نماز وغیرہ بذاتہ کوئی مقام نہیں رکھتے اُن میں تعقل وتفکر اور پھر ولایت کی شرط ہے**۔ ورنہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ صرف عبادت کی بنا پر کسی کو بزرگ نہ سمجھو اور طرح طرح سے اس بات کو ذہن نشین کرایا گیا بطور نمونہ دو باتیں ملاحظہ ہوں۔

اول: ”۔ **فَاِنّی سَمِعۡتُ جدّ کما صلی اللّٰه علیه و آله یَقُوۡلُ: صَلاحُ ذَاتِ البَیۡنِ اَفۡضَلُ مِنۡ عَامَّةِ الصَّلاةِ وَالصِّیَام**........الخ۔“ چنانچہ میں (علیؑ) نے تمہارے جد بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ سے سُنا ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ آپس کی اصلاح حال، عام نمازوں اور رُوزوں سے افضل ہے۔(نہج البلاغہ مکتوب 47)

یہاں پر جہلا کی یا ولایتؑ سے خالی بےتفکر وتعقل نمازوں کی بات نہیں ہے بلکہ ان تمام صفات کے ساتھ والی نماز روزہ کی بات ہے۔مطلب صاف ہے کہ پہلے نمبر پر معاشرہ کی اندرونی اصلاح ہے۔ پہلے آدمیوں کو آدمی بنایا جانا چاہیئے پھر نماز وروزہ مفید ہے۔ ورنہ نماز کے دوران جوتیاں چرالی جائیں گی۔ نماز پر اُجرت لی جائے گی۔نماز کو حرام خوری کا ذریعہ بنالیا جائے گا۔اور تمام فتنے وفساد مسجدوں میں جنم لیں گے۔

دوم۔ **امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسحاق بن عمار نے بتایا کہ:۔**

میں فدا ہو جاؤں۔ میرا ایک ہمسایہ ہے جو کثرت سے نمازیں بجالاتا ہے۔ بہت ہی خیرات کرتا ہے۔اور اس نے بہت سے حج کئے ہیں۔اور اُس میں کوئی بُرائی نہیں ہے۔کہا کہ امامؑ نے فرمایا کہ اے اسحاق وہ عقل میں	**جعلتُ فداک اِنّ لِی جارًا کثیر الصلوٰة کثیر الصدقة، کثیر الحج لا باس به قال: فقال: یا اِسحٰق کیف عقله؟قال:قلتُ له: جعلتُ فداک لیس له عقل، قال: فقال: لایرتفع بذلک منه.** (اصول کافی کتاب العقل والجہل)

کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا میں نثار۔عقل مند نہیں ہے۔کہا کہ فرمایا کہ یہ عبادتیں اُس کو بزرگ نہیں بناتی ہیں۔

127۔ آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ ہمارے راہنمایانِ دین کا لب ولہجہ کتنا شاندار ہے۔وہ دکھاوے کے مذہبی رسوم ورواج میں کسی قسم کی بزرگی نہیں مانتے۔وہ چاہتے ہیں کہ انسان پہلے نمبر پر عاقل ہو۔اُس کے بعد دین کا اجرا ہوگا۔ ہر کام اور دین کی ہر بات عاقلانہ طریقہ پر سمجھے گا۔پھر اس پر عقل مندانہ عمل کرے گا۔تفکر وتدبّر وتعقل سے اعمال کی درجہ بندی یا تدریج قائم کرے گا۔یعنی جو کام پہلے کرنے کے ہیں اُن کو اوّل نمبر دے گا۔اس طرح بےمحل کام کرنے یا ظلم کرنے سے محفوظ رہے گا۔معصومؑ راہنمائی پر عقل وفکر سے عمل درآمد اُسے اس کائنات میں لامحدود ترقی سے وابستہ رکھے گا۔ جاہلانہ نمازیں اور روزوں میں اپنا وقت ضائع نہ کرے گا۔عبادت سے نتائج مرتب کرے گا۔معراج حاصل کرے گا۔

128۔ آپ نے قرآن کریم میں تفکر وتعقل وتدبّر کی کتنی تاکید دیکھی ہے۔اوران تینوں سے الگ رہنے والوں کی ساتھ ہی ساتھ خدا نے انتہائی مذمت کی ہے۔پھر آپ جانتے ہیں کہ ہمارے یہاں ہماری سب سے معزز کتاب قرآن کریم کے بعد حدیث کی کتاب ہے۔اس میں سب سے پہلے نہ توحید کوشروع کیا گیا، نہ رسالت کو لایا گیا، نہ عدل کو پہلا نمبر دیا، نہ امامت کو شروع میں رکھا بلکہ سب سے پہلے ''**کتاب العقل**'' کورکھا گیا۔ہمیں فخر ہے، ناز ہے اپنے مذہب پر۔ہمارا خدا عقل کا خالق ہے۔ہمارا دین عقلی ہے۔ہمارے انبیّاء وآئمہ علیھم السلام انسانوں کی عقل کومکمل کرنے کیلئے مامور تھے۔جس طرح ہمارے مخالفین نماز نماز کے نعرہ مارتے ہیں۔ہم عقل عقل، تفکر وتدبر وتعقل کی ضربیں لگاتے ہیں۔لہٰذا اُن کی ہر بات بے عقلی سے شروع ہوتی ہے، جہالت کی آغوش میں پرورش پاتی ہے، حماقتوں کے زیر سایہ پھلتی پھولتی ہے اور گمراہی کے قبرستان میں دفن ہوجاتی ہے۔ہم دُنیا کے تمام مذاہب کے علماء کوعقل کی طرف سے چیلنج کرتے ہیں۔اور آج تک ہمارے خلاف بہت کچھ لکھا گیا لیکن اس عقلی چیلنج کو کسی نے اختیار نہیں کیا۔اور جو کچھ ہمارے خلاف لکھا گیا وہ سب کچھ وہی ہے جو مذکورہ بالا قسم کے علماء نے شیعوں کے یہاں رہتے ہوئے اپنی رائے اور قیاس سے لکھا۔اور آپ جانتے ہیں کہ **ہمارے یہاں رائے اور قیاس حرام ہے**۔لہٰذا ہمارے عقلی چیلنج کا جواب آج بھی دیا جائے تو ہم غور کریں گے۔اور ثابت کریں گے کہ عقل کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔لہٰذا جو عقلی مسائل کے خلاف بولے گا۔وہ عقل کو چیلنج کرنے والا ہوگا۔اور ظاہر ہے کہ وہ جاہل ہوگا۔

129۔ آیت جمعہ میں یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ اذان یا ندا ہوتے ہی سعی واجب ہے۔اور سعی واجب ہے تو گویا مقدمہ واجب ہے۔جب مقدمہ واجب ہے تو ذوالمقدمہ لازماً واجب ہوگا۔مگر ذوالمقدمہ ہے کیا؟ اس کے تین جواب ہیں اور تینوں کو رد کر دیا گیا ہے۔تو پھر بلا ذوالمقدمہ بحث ہوتی رہی۔اور آخرکار جمعہ کی نماز واجب مان لی گئی۔ہم دکھا چکے ہیں کہ اگر فاسعوا میں جو سعی واجب ہے تو **اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہ** غلط ہوجائے گا۔اس کے لئے موزوں ترین تھا **فاسعوا الیھا** جو قرآن میں نہیں ہے۔لہٰذا نماز کی طرف سعی واجب نہیں ہے۔یہ تو ایسی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ جب کھانا پکانا ہو تو....''کھانسنا شروع کردو'' اِن عقل مندوں سے کہیے کہ تم دن رات کھانستے رہو۔اور کھانستے کھانستے مرجاؤ۔کھانا ہرگز ہرگز نہ پکے گا۔ضرور پکے گا اگر''سامان فراہم کرو'' کہا جائے۔ورنہ ہرگز نہیں اور تم بھوکے مرجاؤ گے۔اور مصیبت یہ ہے کہ بھوک پیاس سے تمہیں نفرت ہے۔اور بھوکے پیاسوں کے تم دُشمن ہو۔اسی لئے مسجدوں میں جمع کرنا ضروری ہے کہ تمہاری ہانڈی چڑھی رہے۔ہم نے ابتدائی بحثوں میں چیلنج کر دیا ہے کہ آیت جمعہ سے تمہارا مقصد پورا نہیں ہوسکتا۔اس میں اضافہ کرو۔نہ صرف اضافہ بلکہ چند لفظ کم بھی کرو۔یعنی مکمل تحریف کرو۔قرآن کی صورت کو مسخ کر دو۔تب۔ہاں تب جا کر تمہارا منشاء پورا ہوسکتا ہے۔اور ہم کہتے ہیں کہ تمہارا کوئی منشاء پورا نہ ہوا جب تک تم نے قرآن وصاحبانِ قرآن پر ہاتھ صاف نہ کرلیا۔

ذکر سے دوہستیاں مراد ہیں۔قرآن کریم اورآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

130۔ کمال یہ ہے کہ یہ حضرات جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں ذکر سے دوہستیاں نام بنام مراد ہیں۔اوراجماع اُمت کی رُو سے مصدقہ ہیں۔اوّل قرآن کریم ہے دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔چنانچہ قرآن کے لئے فرمایا گیا کہ:۔

(الف) اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَo (38/87)

(i) یہ قرآن تو بس سارے جہان کے لئے نصیحت ہے۔(فرمان علی صاحب)

(ii) نہیں ہے یہ قرآن مگر نصیحت واسطے عالموں کے۔(رفیع الدین صاحب)

اِن دونوں تراجم میں ہمیں مترجمین کا زیر بار احسان ہونا پڑتا ہے۔ورنہ جس طرح اُنہوں نے یہاں نام ہونے کے باوجود ذکر کا ترجمہ (نصیحت) کردیا۔اُسی طرح اگر وہ چاہتے تو یہاں قرآن مراد نہ لیتے۔اس لئے ہم قرآن کریم سے ایک دوسرا مقام دکھادیں۔جہاں کسی مترجم کی مجال نہیں کہ وہ انکار کرسکے۔

(ب) اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌo (36/69)

(i) یہ کتاب تو بس نِری نصیحت اورصاف صاف قرآن ہے۔(فرمان علی صاحب)

(ii) نہیں وہ مگر ایک نصیحت اور کتابِ روشن۔'' (رفیع الدین صاحب)

131۔ اس آیت کو دیکھئے،اس میں لفظ قرآن کو دیکھئے۔اس کے بعد اس جذبہ کو سمجھئے جس کے ماتحت یہاں قرآن کی لفظ ہوتے ہوئے بھی قرآن کا نام نہ لیا گیا بلکہ کتاب کہا گیا۔حالانکہ یہ لفظی ترجمہ ہے۔اورہم نے اکثر احسن الحدیث میں اس کی مدح کی ہے۔بہرطور قرآن سے لاتعداد آیات لائی جاسکتی ہیں۔مگر ہم ازراہ اختصار ان دونوں آیات پر قرآن کریم کا ذکر ہونا ختم کرتے ہیں۔اوراسی طرح مختصراً آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ کا ذکر ہونا دکھاتے ہیں۔ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

۔''قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًاo رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ.....۔''(65/10.11)

(i) یقیناً اللہ نے تمہاری طرف ذکر کو رسول بنا کر بھیجا ہے،جو تم کو خدا کی کھلی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے۔(مقبول احمد صاحب)

(ii) تحقیق اُتارا ہے اللہ نے طرف تمہاری ذکر کہ پیغمبر ہے جو پڑھتا ہے اوپر تمہارے نشانیاں اللہ کی۔(رفیع الدین صاحب)

صرف اس ایک آیت سے ثابت ہوجاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاشبہ ذکر ہیں۔

132۔ یہاں خود بخود یہ سوال کھڑا ہوجاتا ہے کہ جب مسلمانوں میں قرآن کریم کی رُو سے قرآن اورصاحبِ قرآن کو ذکر کہا ہے تو یہ لوگ '' فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ'' کے معنی یہ کیوں نہیں کرتے کہ''۔قرآن کی طرف سعی کرو۔'' یہ تو وہابیت کے بھی خلاف نہیں ہے یا یہ کہ''رسولؐ اللہ کی طرف سعی کرو۔'' یہ البتہ وہابیت کے خلاف شرک کی بات ہوسکتی ہے؟ لیکن اس کا جواب

آزمودہ اور بہت پُرانا ہے کہ وہابیّت تو بدنام کر لی گئی ہے۔حقیقی وہابی تو یہی لوگ ہیں جو دوسروں کے لئے طرح طرح کے لیبل اور فتوے تراشتے رہتے ہیں تاکہ اُن کی مارکیٹ میں کوئی گڑ بڑ نہ کر سکے۔اگر یہاں قرآن کریم یا رسوؐل کریم مراد لے لیا جائے تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔لیکن وہ جانتے ہیں کہ یہ دونوں باتیں بڑی خطرناک ہیں جس طرح **انا و علیؑ من نور واحد** سے رسوؐل اللہ و علیؑ ایک ہو جاتے ہیں تو قرآن ناطق ہونے کی وجہ سے یا **القرآن مع العلیؑ** کی بنا پر علیؑ پھر قرآن و رسوؐل کی جگہ لے لیتے ہیں۔یہ ہے وہ مصیبت جس سے مسلمان رہ کر پیچھا چھڑانا مشکل ہے۔اور پیچھا چھڑانا بہر طور لازم ہے۔لہٰذا یہ لوگ ذکر سے صحیح چیز کیوں مراد لیں؟ وہ اس سے مراد لیتے ہیں ہر مسجد کا پیش نماز، خواہ جولاہا ہو یا تیلی نومسلم ہو یا نسلی مسلمان۔سورۃ فاتحہ و سورۃ توحید جسے یاد ہے اور دیکھ کر عربی کا خطبہ پڑھ سکتا ہے وہ ذکر ہے۔وہ ذکر ہے یا نہیں ہے مگر چونکہ اُنہوں نے فتویٰ دے دیا لہٰذا اب اُسے ذکر بننا ہی پڑے گا۔فاسق و فاجر ہے کوئی پرواہ نہیں ایک تقیہ کی پناہ لے لیگا۔دوسرا بلا تقیہ سند دے دیگا۔اسی قسم کے اسباب ہیں کہ علی مرتضیٰ علیہ السلام کو ایمان اور نفاق کی شناخت قرار دیا گیا ہے۔اُنؑ کی محبت ایمان کی اور صحیح نسب ہونے کی پہچان ہے۔اُن سے بغض اور نفاق حرامی ہونے کی پہچان ہے۔اس سلسلہ میں مسلمانوں کے ہر فریق کے یہاں احادیث کا انبار موجود ہے۔اور اسی لئے منافق بھی اعلان حُبِّ علیؑ کرنے پر مجبور ہوتے چلے آئے ہیں۔

133۔ جو لوگ زیادہ محتاط ہیں وہ ذکر اللہ سے نماز مراد لیتے ہیں اور خود کو نسبتاً زیادہ محفوظ خیال کرتے ہیں۔لیکن قرآن کریم کی موجودگی میں باطل کو پناہ نہیں ملتی۔وہ اُن کا پردہ فاش کرتا ہے۔مشکل صرف یہ ہے کہ عوام کو قرآن سے جدا کرنے کا انتظام بڑا سختی سے کیا گیا ہے۔اُن غریبوں کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ قرآن میں اور مولانا میں زمین و آسمان کا بُعد ہے۔آیئے ہم آپ کو قرآن کریم سے ایک مقام دکھائیں اور پھر مل کر سوچیں کہ یہ کیا بات ہے؟ اللہ کا ارشاد ہے کہ:۔

(الف) رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ....الخ (24/37)

''ایسے مرد بھی ہیں جن کو زکوٰۃ ادا کرنے اور نماز قائم کرنے اور ذکر اللہ سے نہ تجارت غافل کرتی ہے اور نہ بیع۔''

اس آیت کا ترجمہ فرمان علی صاحب سے سنیئے:۔''ایسے لوگ جن کو خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے نہ تو تجارت ہی غافل کر سکتی ہے نہ (خرید و) فروخت (کا معاملہ)۔''

مقبول احمد صاحب فرماتے ہیں:۔ ''ایسے لوگ جن کو یادِ خدا سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تو تجارت باز رکھتی ہے اور نہ کوئی خرید و فروخت۔''

رفیع الدین صاحب کو بھی سن لیں:۔ ''وہ مرد کہ نہیں غافل کرتی ان کو سوداگری اور نہ بیچنا یادِ خدا کی سے۔''

134۔ان آخری دونوں ترجموں میں ذکر اللہ کا ترجمہ کر دیا گیا ہے جو نئی بات نہیں۔بہر حال اس آیت میں آپ جس حقیقت کو

دیکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہاں **تجارت** اور **بیع** دومختلف چیزیں ہیں۔اس کے بعد ذکراللہ کا ترجمہ کیا جائے یا نہ کیا جائے بہرحال **ذکراللہ اُسی طرح نماز نہیں ہے، جس طرح زکوٰۃ نماز نہیں ہے۔**

یعنی، **ذکراللہ الگ ایک بات ہے۔ نماز** جداگانہ چیز ہے اور **زکوٰۃ** ان دونوں سے مختلف ہے۔اس بات کو آیت میں پھر آیت کے سارے ترجموں میں بار بار تلاش کریں۔اور دیکھیں کہ ذِکْرِ اللّٰه ، ذِکْرِ اللّٰه ہے، نماز نہیں ہے۔ نماز نماز ہے، زکوٰۃ نہیں ہے۔ زکوٰۃ زکوٰۃ ہے، ذکراللہ نہیں ہے۔ پھر دیکھئے کہ ذکراللہ نہ نماز ہے نہ زکوٰۃ ہے۔ نماز نہ زکوٰۃ ہے نہ ذکراللہ ہے۔ زکوٰۃ نہ نماز ہے نہ ذکراللہ ہے۔ جب تک آپ ہماری اس بات کی تحقیق کریں ہم یہ بھی کہہ دیں کہ اس آیت سے ثابت ہے کہ وہ لوگ جن کو تجارت، نماز وغیرہ سے روکتی ہی نہیں اُن پر فاسعوا کا اطلاق ہی نہیں ہوسکتا۔ **وہ تو ذکراللہ وزکوٰۃ اور صلوٰۃ کی راہ میں تجارت وبیع کو حارج ہونے ہی نہیں دیتے۔** لہٰذا وہ **فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰه** اور **ذَرُوا الْبَیْع** کے واجب حکم سے خارج ہوئے۔ یہ حکم صرف اُن لوگوں کے لئے ہے جو تجارت وبیع کے چکر میں نماز وزکوٰۃ وذکراللہ کو غفلت سے ترک کردیتے ہوں۔ چنانچہ ہمیں فی الحال سرسری طور پر کہنے دیجئے کہ وہ لوگ جو عین نماز میں سے تجارت ولھو کیلئے چلے جاتے ہوں وہ وہی لوگ ہیں جن کو تجارت اور بیع نماز وزکوٰۃ وذکراللہ سے باز رکھتی ہے۔ اور یہ بھی کہ نماز جمعہ صرف انہی لوگوں کے لئے ہے جو تجارت اور بیع میں اُلجھے ہوئے ہوں یا اُلجھے رہتے ہوں۔ باقی کسی کیلئے نماز جمعہ نہ ہوئی۔ یہ باتیں صرف نمک کا منہ کرنے یعنی ذائقہ بدلنے کیلئے کی گئی ہیں اور مولانا صاحبان اس کے خلاف دلیل نہیں لاسکتے۔ اس سلسلہ میں ہم باقاعدہ گفتگو کریں گے۔ یہاں تو آیت جمعہ کی لفظی تشریح مقصود ہے۔اس کے بعد ہم ایک دم رسّی کھینچ لیں گے اور باطل کے یہ پُتلے یا بُت (STATUE) منہ کے بل آگریں گے۔ ہماری عادت یہ ہے کہ ہم بحث کے تسلسل وربط کی وجہ سے آیات یا احادیث سے نکلنے والے ہر عنوان کے پیچھے نہیں چلتے۔ بلکہ اُن کو بعد کے لئے اُٹھا رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت سے ہم صرف اس قدر چاہتے ہیں کہ آپ یہ دیکھ لیں کہ ''۔ **فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰه ۔''** **سے نماز جمعہ ہرگز مراد نہیں ہے۔** اس لئے کہ اس آیت میں واضح طور پر ذکراللہ الگ اور نماز سے مختلف ہے جب تک ہمارے یہ احباب قرآن کی آیت یا حدیث سے یہ ثابت نہ کردیں کہ ذکراللہ نماز جمعہ کو کہتے ہیں۔ اُس وقت تک اُنہیں اپنا منہ بند رکھنا ہوگا۔ اس لئے کہ ہر وہ فیصلہ یا حکم جو قرآن وحدیث سے نہ دیا جائے کافرانہ بلکہ فاسقانہ فیصلہ یا حکم ہے۔

مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ o (5/44)

مَنْ لَّم یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ o (5/47)

جو کوئی اللہ کی طرف سے نازل شدہ سے حکم جاری نہ کرے وہ **کافر** ہے۔ اور اسی کو دُوہرا کر فرمایا کہ وہ **فاسق** ہے۔ یہ فیصلہ آپ کر لیں کہ کافر اچھا ہوتا ہے یا فاسق۔

135۔ قرآن کریم سے ایک اور مقام ملاحظہ فرمائیں جہاں اللہ نے نماز کو ذکر سے علیحدہ رکھا ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ o (5/91)

شیطان کی تو بس یہی تمنا ہے کہ شراب اور جُوئے کی بدولت تم میں باہم عداوت و دشمنی ڈلوادے اور خدا کی یاد اور نماز سے باز رکھے (فرمان علی) یہاں آخری دفعہ نوٹ کریں کہ یہ مترجمین ذکر کا ترجمہ اصل مطلب کو ڈھیلا کرنے کے لئے کردیتے ہیں ورنہ اس کے ترجمہ کی خواہ مخواہ ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ خصوصاً جب کہ قرآن کریم سے یہ معلوم ہوگیا کہ ذکر قرآن اور صاحبانِ قرآن کا نام ہے۔ لہٰذا کہنا یہ چاہئے تھا کہ شیطان کی کوشش یہ ہے کہ وہ تم میں شراب اور جُوئے کے ذریعہ سے دشمنی اور بغض پھیلا دے۔ اور اُنہی کے ذریعہ سے قرآن یا صاحبِ قرآن (صلی اللہ علیہ وآلہ) سے باز رکھے۔ بتایئے یہ ترجمہ کرنے میں کونسی تکلیف تھی؟ مذہب میں کیا خرابی پیدا ہوجاتی؟ مگر ہم بتا چکے کہ قرآن، محمدؐ اور علیؑ (ہمارا اُن پر سلام) ایک ہی تو ہیں۔ افسوس کہ اُنہوں نے علیؑ کی وجہ سے قرآن اور رسوؐل کو بھی چھوڑ دیا۔ اسی قسم کی کاروائیوں کے سبب سے رسوؐل اللہ نے اللہ سے کہا کہ:۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُراٰنَ مَهْجُوْرًا o (25/30)

اور رسوؐل نے فرمایا کہ اَے میرے پروردگار میری قوم نے قرآن کو چھوڑ کر اس سے دُوری اختیار کرلی ہے۔

136۔ اس آیہ کریمہ سے بھی ثابت ہوگیا کہ نماز ذکر سے الگ اور بالکل مختلف چیز ہے۔ لہٰذا **فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰه** کے معنی نماز کیلئے کوشش کرنا یا دوڑنا وغیرہ سراسر غلط ہیں۔ یعنی فاسعوا کا ذوالمقدمہ نہ نماز ہے، نہ خطبے ہیں اور نہ نماز وخطبے ملاکر ہیں۔ بلکہ **فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ** میں ذوالمقدمہ یا تو خود قرآن ہے اور یا پھر رسوؐل اللہ ہیں۔ چونکہ قرآن کریم ہر شخص کی تحویل میں اور ہر گھر میں ہوتا ہے یعنی کہیں ایک جگہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا **فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ** میں خود رسوؐل اللہ کی طرف سعی کرنا ہوگا۔ چنانچہ ذوالمقدمہ حقیقتاً سرکار رسالتؐ ہی ہیں، نہ نماز نہ خطبے۔ اس کے بعد ہم خالص قرآن کریم سے ذکر کا نماز سے جدا ہونا دکھانے کیلئے ایک آیت اور لکھ کر حدیث کی وضاحتیں پیش کریں گے سنئے ارشادِ خداوندی ہے کہ:۔

137۔ **اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُاللّٰهِ اَکْبَرُ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ o (29/45)**

جو کچھ کتاب میں سے تم پر وحی ہو چکا ہے۔ اس کی تلاوت کرو اور نماز قائم کرو۔ یقیناً نماز فحش اور منکرات (بے حیائی اور برائیوں) سے منع کرتی ہے۔ اور اللہ کا ذکر ضرور سب سے بزرگ ہے۔ اور اللہ تمہاری گھڑی ہوئی صنعت کاریوں کو جانتا ہے۔''

اس جگہ اللہ نے تلاوت قرآن کا حکم الگ دیا پھر نماز کو قائم کرنے کا حکم دے کر نماز کے دو بڑے بڑے کام بتائے۔ اور پھر فرمایا

کہ اللہ کا ذکر ہر عبادت سے بزرگ ہے۔تم نے جو کچھ گھڑنت بنا رکھی ہے اللہ اُسے جانتا ہے۔یعنی یہ لوگ کوئی ایسی بات ضرور گھڑ بیٹھے تھے جس کو توڑنے اور رَد کرنے کے لئے۔تلاوت،نماز اور ذکر اللہ کا تذکرہ الگ الگ بیان کرنا ضروری ہوا۔تاکہ ذکر کو الگ اور سب سے بزرگ بتایا جائے۔یعنی ہمارے دوستوں کی کاروائیاں خدا کو پہلے ہی معلوم تھیں۔اور ان کا طریقہ خود قرآن میں نازل کرکے مسلمانوں کو اُن سے ہوشیار رہنے کا موقعہ فراہم کر دیا گیا۔یہاں سے مجبوراً بنظر اختصار ہم حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

138۔ یہاں پر آپ ٹھہر جائیں اور ذرا اصول کافی۔کتاب فضل القرآن کی پہلی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔جناب امام محمد باقر صلوٰۃ اللہ علیہ قرآن کریم کے اوصاف بیان فرمارہے ہیں۔قیامت میں تمام انسانوں کا صف بصف جمع ہونا،قرآن کریم کا ایک شکیل وحسین مرد کی صورت میں ہر صف کا معائنہ کرتے ہوئے گذرنا اور دیگر بصیرت افروز تفصیلات بتاتے ہوئے ایک جگہ وقفہ دیتے ہیں تو سعد الخفاف (راوی) حیران ہوکر سوال کرتا ہے:۔

جعلت فداک یا ابا جعفر وهل یتکلّم القرآن؟فتبسّم ثمُّ قال: رحم اللّٰه الضعفا ء من شیعتنا اِنّهم أهل تسلیم ثُمَّ قال:نعم یا سعد والصلا ۃ تتکلّم ولها صور ۃ وخلق تأمرو تنهی،قال سعد:فتغیّر لذلک لَوُ نِیُ وقلتُ هذا شیء لا أستطیع (أنا)أتکلّم به فی النّاس ؟فقال ابو جعفرؑ وَهَل الناس اِلّا شیعتنا فمن لم یعرف الصلوٰۃ فقد أنکر حقّنا ثُمَّ قال: یا سعد اُسمعک کلام القرآن؟ قال سعد: فقلت: بلی صلّی اللّٰه علیک، فقال:'' اِنَّ الصلوٰ ۃ تنهٰی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللّٰه أکبر .''فالنهی کلام والفحشاء والمنکر رجال ونحنُ ذکر اللّٰه ونحنُ أکبر . (اصول کافی۔کتاب فضل القرآن حدیث 1) ترجمہ سُنئے:۔

نماز خدا کی مخلوق ہے اور نماز بھی باتیں کرتی ہے

139۔ میں قربان جاؤں اے ابوجعفرؑ،اور کیا قرآن باتیں کرے گا؟ آنحضرتؑ مسکرائے۔پھر فرمایا کہ خدا ضعیف عقل والے شیعوں پر رحم کرے۔یقیناً وہ صرف مان لینے والے لوگ ہیں۔پھر فرمایا کہ ہاں اَے سعد نماز بھی باتیں کرتی ہے۔وہ بھی خدا کی مخلوق ہے اور ایک شکل وصورت رکھتی ہے۔حکم دیتی ہے اور نہی کرتی ہے۔سعد کہتے ہیں کہ اس تصور سے میرا رنگ اُڑ گیا اور میں نے کہا کہ یہ ایسی چیز ہے کہ میری مجال نہیں کہ میں اس کا بیان لوگوں کے سامنے کرسکوں۔امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ کیا ہمارے شیعوں کے علاوہ بھی لوگ ہوتے ہیں۔؟ جو نماز کی معرفت نہیں رکھتا یقیناً وہ ہمارے حقوق کا منکر ہے۔(یعنی شیعہ نہیں ہے)فرمایا کہ اَے سعد کیا میں تجھے قرآن کریم کی بات سُنواؤں؟ میں نے عرض کیا کہ آپؑ پر دَرود وسلام ہو کیوں نہیں ضرور سُنایئے۔چنانچہ فرمایا کہ **یقیناً نماز منع کرتی ہے بے حیائیوں سے اور برائیوں سے اور اللہ کا ذکر بہرحال بزرگ ترین ہے۔**

نہی (منع) کرنا بات ہے۔اورفحش ومنکر مرد ہیں۔اور ہم (آئمہؑ) ذکراللہ ہیں اور ہم سب سے بزرگ ہیں۔''

140۔ یہ ہے وہ طریقہ جس میں رائے، قیاس، ظن وتخمین اور ہوائے نفسی کا دخل نہیں ہوسکتا۔اور جس طریقہ پر شیعہ مذہب کے عقائد واحکام مبنی ہیں۔قرآن کریم کی آیات میں سے چند نمونہ دیکھنے کے بعد ہم نے حدیث سے آپ کے سامنے فیصلہ رکھ دیا۔جس آیت کو پیرا نمبر 137 میں لکھا گیا تھا اس آیت کی معصوم تفسیر آپ کے سامنے ہے۔اب تو مان لیجئے کہ ذکراللہ جو کچھ بھی ہو نماز نہیں ہے، خطبے نہیں ہیں اور خود مولانا ذکراللہ نہیں ہیں۔بلکہ ذکراللہ خود صاحبانِ قرآن ہیں۔انہی کی طرف سعی ہوتی ہے، انہی کے لئے سعی کی جانا چاہئے۔یعنی پھر ولایتؑ کا قیام لازم آ گیا۔مومنین کی ضیافت ایمانی کیلئے اسی جگہ یہ بتادیں کہ نماز جس کے قائم کرنے کا حکم مذکورہ بالا آیت (پیرا نمبر 137) میں آیا ہے۔اُس کی تفسیر قرآن وحدیث سے کیا ہوتی ہے؟سُنئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نماز کے قیام کی غرض بتاتا ہے۔حضرت موسیٰؑ سے کوہ طور پر کہا گیا کہ:۔

141۔ اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ o اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ اَکَادُ اُخۡفِیۡہَا لِتُجۡزٰی کُلُّ نَفۡسٍۭ بِمَا تَسۡعٰی o فَلَا یَصُدَّنَّکَ عَنۡہَا مَنۡ لَّا یُؤۡمِنُ بِہَا وَ اتَّبَعَ ہَوٰىہُ فَتَرۡدٰی o (20/14-16)

(پہلی آیت میں حکم ملا کہ جو کچھ وحی ہورہی ہے اسکو کان لگا کر توجہ سے سُن کہ) بتحقیق میں ہی اللہ ہوں کوئی معبود نہیں ہے سوائے میرے۔لہٰذا میری ہی عبادت کر اور میرے ذکرؑ کیلئے نماز قائم کر۔یقیناً وہ گھڑی آنے والی ہے۔لیکن میں اُسے بہر صورت پوشیدہ رکھوں گا تا کہ ہر ذی رُوح کو اس کی سعی کے مطابق جزا دُوں۔پس ایسا نہ ہو کہ وہ شخص جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہشوں کی اتباع کرتا ہے۔تجھے اس سے باز رکھے اور تو تباہ ہوجائے۔''

142۔ ان تین آیات میں قیامت، قائم قیامتؑ اور ایک مخصوص ذہنیت کا تذکرہ ہوا ہے کہ اگر ہم اس تفصیل میں جائیں تو نہ معلوم کہاں جا کر رُکیں گے۔لہٰذا صرف اس قدر عرض کریں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک ذہنیت اور قیامت سے ہوشیار رہ کر قیامِ نماز کا حکم دیا گیا ہے۔اور نماز کو قائم کرنے کی غرض وغایت قیامِ ذکراللہ ہے۔

سابقہ حدیث کی رُو سے مطلب ظاہر ہے کہ نماز کا قیام قیامِ ولایتؑ کے لئے کیا جائیگا۔یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ نماز خود ہی ذکر ہے۔نہیں جناب ایسا نہیں اوّل اس لئے کہ نماز کا اس آیت میں ذکر کے لئے قائم کرنا ثابت ہے۔یہ خارجی خیال ہے کہ نماز خود ذکر ہے۔اس لئے کہ آیت میں ایسے الفاظ موجود نہیں جن کا یہ ترجمہ یا مطلب ہو۔دوسرے اس لئے کہ گذشتہ آیات سے نماز اور ذکراللہ کا الگ الگ دو مختلف چیزیں ہونا ثابت ہو چکا۔مزید اطمینان کے لئے پھر قرآن کریم وحدیث کی طرف رجوع فرمائیں تا کہ اس آیت میں واردشدہ لفظ ذکری کی تفسیر سامنے آئے۔

143۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ:۔وَّ عَرَضۡنَا جَہَنَّمَ یَوۡمَئِذٍ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ عَرۡضَا o نِ الَّذِیۡنَ کَانَتۡ اَعۡیُنُہُمۡ فِیۡ غِطَآءٍ عَنۡ

ذِکۡرِیۡ وَکَانُوۡا لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَمۡعًاo(18/100-101)

۔''اور اُس روز ہم کافروں کے لئے جہنم کو دلیل کے ساتھ پیش کریں گے۔ یہ وہی لوگ ہوں گے جن کی آنکھیں ہمارے ذکر سے پردہ پوش تھیں۔اور وہ سماعی استطاعت نہ رکھتے تھے۔''

۔'' **العیون** میں جناب امام رضا علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ آنکھوں کا پردہ ذکر سے باز نہیں رکھتا اور ذکر آنکھوں کے دیکھنے کی چیز نہیں ہے۔ بلکہ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کے منکروں کو خدا نے اَندھوں سے تشبیہ دی ہے۔اس لئے کہ آنحضرتؐ کے قول کو حقیقت پر مبنی خیال نہ کرتے تھے۔لہٰذا سُننے کے باوجود نہ سُنتے تھے''۔اور تفسیر قمی میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف سے روایت ہے کہ **ذکری** سے ولایت امیر المومنین علی علیہ السلام مراد ہے۔اور اُن کے سُن نہ سکنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ حضرت علی و اہل بیت علیہم السلام سے اتنا شدید بغض رکھتے تھے کہ رسولؐ اللہ کی باتیں اُن کے حق میں غلط سمجھتے تھے۔''

144۔ اس سے قبل (پیرا نمبر 121,122,123 میں) قرآن وحدیث سے ذِکۡرِیۡ کے معنی متعین ہو چکے تھے۔اس لئے ہم اس پر زیادہ زُور دینا پسند نہیں کرتے۔ ہماری کتب احادیث وتفاسیر سے ذِکۡرِیۡ، ذِکۡرِ اللّٰہ ہے اور **ذکر اللہ** ،خودسربراہ اُمت ثابت ہیں۔ یہاں ہم آپ کے سامنے ایک ایسی طویل حدیث کا تذکرہ کرتے ہیں جو اصول کافی کتاب **الحجۃ** کے **باب فیہ نکت و نتف من التنزیل فی الولایۃ** میں کئی صفحات پر پھیلی ہوئی اور آخری حدیث سے پہلی حدیث ہے۔اس پوری حدیث کا متن لکھنا طوالت سے دوچار کرے گا۔اس لئے عنوان زیر نظر سے متعلق اس میں جو آیات اور اُن کی جو تفسیر مذکور ہے۔وہ ہم بلفظہ آپ کو دکھاتے ہیں تاکہ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہ کی وضاحت وتعیّن ہو جائے۔

ذِکۡر، ذِکۡرِی، ذِکۡرٰی یا تذکرہ معصومین علیہم السلام کی پیروی میں ولایت ہے

145۔**(الف)** محمد بن الفضیل نے ایک موزوں مقام پر سوال کیا کہ آیہ مبارکہ (74/31) لِیَسۡتَیۡقِنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ (کی تفسیر کیا ہے)قال: یستیقنون أنَّ اللّٰہ وَرسولہ ووصیّہ حقٌ، قُلْتُ: ''وَیَزۡدَادَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡااِیۡمَانًا''

قال: ویزدادون بولایۃ الوصیّ ایمانًا، قُلْتُ:''وَلَایَرۡتَابَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ ''قال :بولایۃ علی علیہ السلام ۔ قلت :ماھذا الارتیاب؟قال :یعنی بذلک أھل الکتاب والمؤمنین الَّذین ذکر اللّٰہ فقال:ولا یرتابون فی الولایۃ ،قلت ''وَمَا ھِیَ اِلَّا ذِکۡرٰی لِلۡبَشَرِ'' ؟قال :نعم ولایۃ علی علیہ السلام، قُلْتُ:اِنَّھَا لَاِحۡدَی الۡکُبَرِ'' (74/35)؟ قال: الولایۃ، قلت: لِمَنۡ شَآءَ مِنۡکُمۡ اَنۡ یَّتَقَدَّمَ اَوۡیَتَاَخَّرَ(74/37)؟قال: من تقدَّم الٰی ولایتنا اُخّرعن سقر و من تَاَخّر عنّا تقدَّم اِلی سقر۔''اِلَّا اَصۡحٰبَ الۡیَمِیۡنِ(74/39)؟قال ھم واللّٰہ شیعتنا، قلت: ''. لَمۡ نَکُ مِنَ الۡمُصَلِّیۡنَ.''(74/43)؟قال:انّا لم نتولّ

وصی محمدؐ والأوصیآء من بعده ،ولَا یصلّون علیهم .قلت :**فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ**(74/49)؟ قال :عن الولایة معرضین ،قلت: **كَلَّآ اِنَّه تَذْكِرَةٌ**(74/54)؟قال الولایة .

146۔ ترجمہ:۔''تاکہ اہل کتاب یقین کرلیں (کی تفسیر کیا ہے)؟ فرمایا کہ وہ یہ یقین کرلیں کہ حقیقتاً اللہ،اس کا رسولؐ اور رسول اللہ کا وصی برحق ہیں۔ میں نے کہا اور مومنین کا ایمان اور زیادہ ہوجائے؟ فرمایا کہ وصی رسولؐ کی ولایت پروہ اپنے ایمان میں اضافہ کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مومنین اور صاحبانِ کتاب شک نہیں کرتے؟ فرمایا کہ ولایت علیؑ میں۔ میں نے کہا کہ یہ شک (تردّد) کیسا ہے؟ فرمایا کہ اس سے مقصود وہ مومنین اور اھل کتاب ہیں جن کا خدا نے تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ خدا نے فرمایا کہ وہ ولایت میں تردُّد نہیں رکھتے۔ میں نے پوچھا کہ اور نہیں ہے یہ سوائے اس کے کہ اس سے انسانوں کے لئے یاددھانی ہے؟ فرمایا کہ ہاں اس سے مراد ولایت علیؑ ہے (74/31) میں نے دریافت کیا کہ''۔وہ یقیناً ایک بہت ہی بزرگ چیز ہے''؟ فرمایا کہ ولایت علیؑ مرتضیٰ ہی بزرگ چیز ہے۔ میں نے سوال کیا کہ تم میں سے جو آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا چاہے؟ فرمایا کہ جو ہماری ولایت کو مقدم کرتا ہے دوزخ اس سے پیچھے ہٹادی جاتی ہے۔اور جو ہماری ولایت کو موخّر کرتا ہے دوزخ اس کے لئے آگے بڑھادی جاتی ہے۔(74/37) اِلَّا اصحب الیمین ؟(74/39) فرمایا کہ وہ تو بخدا ہمارے شیعہ لوگ ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ہم نمازیوں میں مُصلّیں (نمازی) نہ تھے؟(74/43) فرمایا کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ محمدؐ کے وصیؑ اور دیگر اوصیاء مابعد سے تولا نہ رکھتے تھے۔اور نماز میں اُن کو داخل نہ سمجھتے تھے۔ میں نے کہا کہ اُنہیں کیا ہوگیا ہے کہ وہ اس مخصوص تذکرہ سے روگردانی کررہے ہیں؟ فرمایا کہ وہ ولایت سے روگردان ہیں؟(74/49) میں نے عرض کیا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ یہ تذکرہ نہ ہو؟(74/54) فرمایا کہ اس کا مقصد ولایت ہی ہے۔''

147۔ اس معصومؑ بیان سے مندرجہ ذیل ثابت ہوگیا:۔

(الف) مومنین اور اہل کتاب میں کچھ ایسے لوگ ہیں جنہیں خدا اور رسولِ خدا اور وصیؑ رسولِ خدا کے برحق ہونے میں کوئی تردّد، شک وشبہ اور گرانی نہیں ہے۔

(ب) وہ ولایت کے متعلق اللہ و رسولؐ اللہ کے بیانات سے اپنے ایمان میں روز افزوں اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ظاہر ہے کہ ایمان لانے والوں میں اور اہل کتاب میں ایسے افراد بھی لازم ہیں جن کے بالمقابل یہ ذکر نکالا گیا ہے۔ جنہیں ابتدا ہی سے شکوک وشبہات نے گھیرا ہوا ہے۔ان کے ایمان میں ہر ہر قدم پر کمی واقع ہوتی ہے۔

(ج) **ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ** کے معنی انسانوں کے لئے ولایتِ آئمۂ اہلِ بیتؑ ہیں۔

(د) ولایت کا بزرگ ترین چیز ہونا۔ایسی بزرگ جس سے مخالفین کا دل گھبراتا ہے۔

(ہ) ولایت کومقدّم وموخّر کرنے سے جہنم سے نجات اوراس میں داخلہ پر انحصار ہے۔

(و) اصحاب یمین کا قرآن کریم نے، بار بار، بڑی شان سے تذکرہ کیا ہے۔ یہاں یہ بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ولایت کواصولی حیثیت سے جُز وایمان بنا چکے ہیں۔اوراس سلسلہ میں صرف اثبات ولایتؑ میں کوشاں رہتے ہیں۔لہٰذا جہنم اُن سے ہمیشہ سے دُوراور جنت پہلے روز سے اُن کی منتظر ہے۔درمیانی قسم کے ایماندار وہ ہیں جو کبھی ولایت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اُسے ضروری خیال کرنے لگتے ہیں ۔اور کبھی دُنیا کی طرف چل دیتے ہیں اور ولایت کو دوسرا نمبر دے دیتے ہیں۔ منکریںِ ولایت بالکل اصحابِ یمین کی ضد ہیں۔وہ جہنم کیلئے ہیں جہنم اُن کی جا گیر ہے۔شروع سے اُن کی منتظر ہے۔

(ز) یہ لوگ جب جہنم میں داخل ہوچکیں گےاس وقت اقرار کریں گے کہ ہم سچ مچ کے نمازی نہ تھے۔ہمیں آل محمدعلیھم السلام کی ولایت وتولاّ پسند نہ تھا۔ہم اُن کے لئے نماز نہ پڑھتے تھے۔

(ح) آخری چیز یہ کہ تذکرہ کے معنی بھی ولایتؑ ہیں۔ذراسا آگے چل کر امامؑ نے ''۔اِنَّ هٰـذِهٖ تَـذْكِـرَةٌ۔'' (76/29) يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِىْ رَحْمَتِهٖ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا o(76/31) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ:۔

(ط) تذکرہ ولایت ہے۔رحمت میں داخلہ ولایتؑ کے دامن میں پناہ لینا ہے۔

(ی) تذکرہ یاولایت کی پرواہ نہ کرنا ظلم ہے۔جس کی سزا بلاتکلف عذاب بلکہ دردناک عذاب ہے۔''

148 ۔ اب ہم سوال کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا تمام احادیث کا تقاضہ ہے کہ جہاں قرآن کریم میں لفظ (1) ذِکْرٌ (2) ذِکْرِی (3) ذِکْرٰی یا (4) تذکرہ آئے۔وہاں معصومین علیھم السلام کی پیروی میں ولایت سمجھنا چاہئے۔ساتھ ہی ساتھ جولوگ ان الفاظ سے روگردانی کرکےاس سے ولایت اختیار نہیں کرتے اُن کے لئے جہنم کی وعید آئی ہے۔پھر ہمارے اپنے علماء ایسا کیوں کرتے ہیں؟ یہ بات ذکر کے دوران بار بار آئے گی۔لہٰذا یادرکھئے کہ وہ علماء جوذکر کے معنی سے گھبراتے ہیں اوراس کے معنی کو بدل کر کچھ اور کرتے ہیں۔وہ ہمارے علماء ہرگز نہیں ہیں اوراس حدیث میں ثابت ہوگیا کہ وہ شخص ہرگز شیعہ نہیں ہوسکتا جوقرآن میں استعمال شدہ الفاظ ذکر۔ذِکرِی۔ذکریٰ وتذکرہ کے معنی ولایت (امیرالمومنین واوصیاء من بعدہ صلوٰۃ اللہ علیھم) نہ کرے۔ اس حدیث میں نماز کی پوزیشن کوخصوصی حیثیت سے ولایت کے زیراثر اور ولایت ہی کے لئے ثابت کردیا گیا ہے ۔اب بتائیے کہ نماز جمعہ میں فاسعوا الی ذکراللہ سے سوکھی نماز (میں کہتا ہوں کہ اہل خلاف والی نماز) کوہم ذکر کیسے مان لیں؟ ایک جاہل مُلا کے خطبات کو بے سمجھے بلا مقصد پڑھنا ذکر کیسے تسلیم کرلیں؟ یادرہے ہم قرآن کریم وحدیث شریف کواُسی طرح ماننے پراصرار کرتے ہیں جس طرح ہمارے آئمہ علیھم السلام نے ہمیں حکم دیا ہے۔ہمارے یہاں تفسیر بالرّائے حرام ہے۔رائے حرام ہےخواہ ایک آدمی کی ہو یا ایک قوم کی رائے ہو،خواہ ایک پورے ملک کی رائے اورخواہ پورے عرب کی رائے ہو یا عجم کی

رائے ہو۔یہی حال قیاس کا ہے۔وہ مردود ہے خواہ شیطان قیاس کرے یا مومن یا مُلّا قیاس کریں حرام ہے۔یاد رہے کہ ترجمہ اور تفسیر کرنے میں جو قواعد رائے کے ماتحت آتے ہیں وہ قواعد حرام ہیں۔بشرطیکہ منشاء معصومؑ کے خلاف جاتے ہوں۔معصومؑ کی تائید میں تنہا قول بھی قابل قبول ہے۔اُن کے خلاف تمام دُنیا کے عقلاء کی بات مردود اور نا قابل قبول ہے۔ہم اس سے بڑی جرأت وجسارت وگناہ کسی اور چیز کو سمجھتے ہی نہیں جتنا کہ حضرات معصومینؑ اور قرآن کے خلاف تصورات کا موجود ہونا گناہ ہے۔

ذکراللہ میں ہر وہ فعل داخل ہو سکے گا جس سے قیامِ ولایتؑ میں مدد ملے

149۔ ذکر کے معنی سے ولایت ولایت بار بار دیکھ کر ضعفاء شیعہ کو شاید حیرانی ہو۔اس لئے ہم یہاں یہ بتاتے ہیں کہ ایسے حضرات کو قرآن کریم میں سورۃ الکھف کا چوتھا اور پانچواں رکوع پورا پڑھنا چاہئے (18/27-44)۔اِن اٹھارہ آیتوں میں اُمت محمدیؐ کے ایک مخصوص انسان کی ذہنیت کا تذکرہ ہوا ہے۔آنحضرتؐ کو اس شخص کے متعلق خصوصی تاکید آئی اور اس ذہنیت سے بچنے کی تاکید کے ساتھ ساتھ دومَردوں کی ایک بڑی عبرت انگیز مثال بیان کرکے انسانوں کے دو گروہوں اور اُن کی دو ذہنیتوں کا تجزیہ کیا گیا ہے۔اور آخر میں اللہ نے اپنی ولایت کی حقانیت کو اُس میں سے ایک کی کامیابی کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ:۔''وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًاo هُنَالِكَ <u>الْوَلَايَةُ</u> لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًاo(18/43-44)''

''اور اُس کے لئے کوئی جماعت بھی نہ رہی کہ اُس کی مدد کرتی سوائے اللہ کے اور نہ وہ بدلہ لینے کے قابل ہوا۔یہاں ولایت کی حقانیت اللہ کے لئے ثابت ہوگئی۔وہی ثواب دینے میں بہتر ہے۔وہی انجام کیلئے بہتر ہے۔''

یہاں جناب رفیع الدین صاحب نے ولایت کا ترجمہ حکومت کیا ہے۔جو صحیح ترجمہ ہے۔یہ ولایت وہی خلافت الٰہیہ ہے جس کو بظاہر حضرت آدمؑ سے شروع کیا گیا تھا۔اسی کا نام <u>ذکر</u> ہے۔اسی پر گفتگو ہورہی ہے۔چنانچہ مذکورہ بالا آیت میں ولایت حقّہ ثابت ہوگئی۔سورۃ الانفال میں (8/72) اُن لوگوں کو جو مسلمان ہو چکے تھے۔مگر ابھی اُنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اُن کو اس ولایت سے خارج کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:۔

''وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَالَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ''(8/72)

''اور جو لوگ ایمان لا چکے ولیکن ہجرت نہیں کی تمہیں اُن کی کسی قسم کی ولایت حاصل نہیں ہے۔حتیٰ کہ وہ ہجرت نہ کرلیں۔''

آگے چل کر مدد ونصرت کے معاملہ میں اُن پر اُن کافروں کو ترجیح دے دی ہے جن سے معاہدہ صلح ہو چکا ہو۔یہاں ولایت کا حکومت ہونا۔فوج کشی اور صلح وامن کا قیام تفصیل سے ثابت ہے۔اس ولایت کا زور شور ہے جس کو ہم پیش کر رہے ہیں اور ہمارے مخالفین اسی ولایت کا نام تک لینا پسند نہیں کرتے۔چنانچہ وہ ذکر کا ترجمہ، والی وحاکم وخلیفۂ خداوندی یا خود رسولؐ اللہ کو

پسند نہیں کرتے۔اسلئے کہ اُنہیں ولایتِ علویہ پر ایمان لانا پڑے گا جواُن کے نزدیک بہت بُری بات ہے۔

150۔ شاید آپ نے فراموش کر دیا ہو۔اس لئے ہم یاد دلائیں کہ ہم ذکر کے معنی ومراد بیان نہیں کر رہے تھے۔یہ تو ازخود ہوتے جارہے ہیں۔ہم تو نماز اور ذکر کو دو الگ الگ اور مختلف چیزیں ثابت کر رہے تھے۔اس ذیل میں ذکر کا سربراہِ اُمتؑ ہونا، یا دوسرے الفاظ میں ولایت محمدؐ یہ یا علویہؑ ہونا بھی آتا جائے گا۔چنانچہ اس عنوان کے ماتحت کہ آیا ذکر و نماز ایک ہی ہیں یا نہیں ہم نے آیات واحادیث پیش کیں۔اور ثابت کیا کہ یہ دونوں الگ الگ ہیں۔یہاں ہم سورۂ جمعہ میں سے نماز جمعہ کے متعلق پیش کردہ آیات کو اپنی دلیل بناتے ہیں۔واجب ماننے والے بھی مانتے ہیں کہ اذان ہو تو نماز جمعہ کے لئے دوڑو۔نماز وغیرہ پڑھو اور جب نماز ہو چکے تو فوراً مسجد سے باہر بھاگ جاؤ۔

''وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَثِيۡرًا لَّعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَo(62/10)''

(1) اور خدا کے فضل (اپنی روزی) کی تلاش کرو۔اور خدا کو بہت یاد کرتے رہو تا کہ تم دلی مرادیں پاؤ۔(فرمان علی)

(2) اور خدا کے فضل کے خواستگار رہو۔اور اللہ کو زیادہ یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔(مقبول احمد)

(3) اور چاہو فضل خدا کے سے۔اور یاد کرو اللہ کو بہت۔تا کہ تم فلاح پاؤ۔(رفیع الدین)

151۔ یہ حضرات ذکر کے معنی ''یاد'' کرتے ہیں۔لہٰذا یہاں اللہ کا ذکر کثرت کیساتھ کرو۔اُن کو پسند نہیں۔یاد کرنا پسند کرتے ہیں۔بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ نماز ختم ہو گئی مگر ذکر ختم نہیں ہوا۔بلکہ نماز کے بعد کثرت سے ہونا ممکن ہو گیا۔یعنی نماز ذکر نہیں ہے۔اور نماز ختم ہو جاتی ہے مگر ذکر ختم نہیں ہوتا۔بس یہ چیز حدیث میں دکھا کر آگے بڑھیں گے۔ملاحظہ ہو کہ (اصول کافی کتاب الدُعا، باب ذکر اللّٰہ عزّوجلّ کثیراً میں جناب جعفر صادق علیہ السلام ابن القداح سے بیان فرماتے ہیں کہ:۔

۔''مَا من شیءٍ اِلَّا وَلَہٗ حدّ ینتھی الیه اِلَّا الذِکر فلیس له حدّ ینتھی الیه، فرض اللّٰه عزّوجلّ الفرائض فمن ادّاھُنَّ فھو حدُّھُنَّ؛ وشھر رمضان فمن صامه فھو حدّہ، والحجُّ فمن حجَّ فھو حدّہ ،اِلَّا الذّکر، فَاِنَّ اللّٰه عزّوجلّ لم یرض منه بالقلیل ولم یجعل له حدًّا ینتھی الیه ،ثُمَّ تَلا ھذہ الایة ۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوا اللّٰهَ ذِكۡرًا كَثِيۡرًاo وَّسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًاo فقال:لم یجعل اللّٰه عزّوجلّ له حدًّا ینتھی الیه،(الخ)''

152۔ کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کی حد نہ ہو اور وہ اس حد پر ختم نہ ہو جاتی ہو۔اللہ نے فرائض (نماز، روزہ وغیرہ) کو فرض قرار دیا ہے۔پس جو کوئی ان فرائض کو ادا کر دے تو وہ ادائیگی اُن کی حد ہے۔جیسے رمضان کے روزے ہیں۔جس نے ایک ماہ کے روزے رکھ لئے تو اس کی حد ختم ہو گئی۔اسی طرح حج ہے جس نے حج کر لیا۔حج کو حد تک پہنچا دیا۔مگر یہ کہ ذکر کی حد نہیں ہے۔پس یقیناً اللہ ذکر کی کمی کو پسند نہیں کرتا اس لئے کہ اس کی حد مقرر نہیں کی گئی ہے کہ وہ اس حد پر ختم ہو جائے۔پھر آپ نے یہ

آیات (33/41-42) تلاوت فرمائیں۔ کہ اَے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو تم اللہ کا ذکر کرو بہت کثرت سے ذکر کرو۔ اور صبح کو وشام کو اللہ کی تسبیح کرو‘‘ پھر فرمایا کہ اللہ نے ذکر کی کوئی حد مقرر نہ فرمائی کہ یہ بھی اس حد پر ختم ہو جایا کرتا۔‘‘

153۔ آپ نے دیکھ لیا کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس جہاد ایسے فرائض کو ذکر قرار دینا کتنی غلط بات ہے۔ ان سب کی نہ صرف حدود مقرر ہیں بلکہ اُن کیلئے سینکڑوں شرائط، موقعہ ومحل وغیرہ بھی متعین کر دئے گئے ہیں۔ اس کے برخلاف ذکر ایسی چیز ہے کہ اسکی حد وانتہا ہی نہیں ہے۔ اسی حدیث میں آگے چل کر ہمارے کھانے پینے اور معاشرت کے دیگر اعمال کو ذکر میں شامل کر کے بتا دیا کہ عقیدہ ولایتؑ ہے تو یہ سب کام عبادت بن جاتے ہیں کہ اُن سے ہی امامتؑ وولایتؑ کا قیام واستحکام ہوگا۔ بھوکا، کمزور اور محتاج انسان ولایتؑ کے قیام واستحکام میں مدد دینے کے بجائے خود ایک وزن اور عضو معطل ہوگا جو اس راہ میں شعوری وغیر شعوری مجسم رکاوٹ بن کر لیٹ جائے گا۔ جیسا آج مومنین کا حال ہے۔ چنانچہ نماز ہو یا نماز جمعہ ہو یہ ہرگز ذکر اللہ نہیں ہیں کہ ان سب کی حدود ہیں۔ ان کو غلط وقت اور غلط رُخ میں پڑھنا باجود پڑھنے اور محنت کرنے کے حرام اور گناہ بنا دیگا۔ مثلاً مغرب کی چار رکعتیں پڑھ کر دیکھئے۔ صبح کی نماز مغرب کے وقت اور جمعہ کی نماز ظہر کے وقت کے علاوہ کسی اور وقت یا دن پڑھ کر بتائیے کہ کیا قبول ہو سکتی ہے۔ مگر ذکر بے حد و بے پایاں ہے۔ اور ایسی چیز جس کی حدود ناقابل تصور ہیں وہ صرف ولایتؑ ہے اور کچھ نہیں۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ نماز نہ صرف یہ کہ ذکر نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی کہ نماز میں یہ گنجائش ہی نہیں ہے۔ اس میں ذکر کثیر ہو سکے۔ اسی بات کو اس طرح فرمایا گیا ہے کہ:۔

154۔ **فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًاo(4/103)**

’’۔ پس جب تم نماز ادا کر چکو تو اُٹھتے بیٹھتے اور کروٹ کروٹ اللہ کا ذکر جاری رکھو۔ اور جب تمہیں طمانیت حاصل ہو جائے تو نماز قائم کرو۔ بتحقیق نماز مومنین پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔‘‘

ان میں سے ہر آیت اور ہر حدیث تصورات باطلہ کے لئے ایک جلا ڈالنے والی بجلی ہے۔ ہے کوئی جو یہ کہہ دے کہ یہاں نماز اور ذکر ایک ہی ہے۔ اور سُنئے کہ یہ تذکرہ اس وقت ہوا ہے کہ رسولؐ اللہ کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا ہے۔ جب کہ تیر وتلوار کی بارشوں والی نماز صرف نماز ہے۔ اسلئے کہ اس کی حد مقرر ہے، وقت مقرر ہے تو وہ کیسے ذکر بن سکتی ہے۔ وہ اطمینان کے حصول کے بعد ہوگی۔ لیکن ذکر ہر وقت ہوگا، ہر لحہ ہوگا اور ذکر ہی کو طمانیت حاصل کرنے اور نماز قائم کرنے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اسی پر تمام فرائض کا دارومدار ہے اور وہی ولایتؑ ہے۔

بتائیے اگر نماز کو ذکر مان لیں تو خود اُن لوگوں کا ابطال ہوتا ہے اور نماز جمعہ واجب تو کیا رہتی غیر ضروری چیز ثابت ہو جاتی

ہے۔کم ازکم اُن لوگوں پرواجب نہ رہے گی جو کہ ہرلحہ ذکر میں مصروف ہوں۔سُنئے اللہ فرماتا ہے کہ:۔

''الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِھِمۡ وَیَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ.....الخ(3/191)

''وہ لوگ جواُٹھتے بیٹھتے اور کروٹ کروٹ اللہ کا ذکر کرتے اور سماوات کی تخلیق میں تفکر کرتے رہتے ہیں۔''

اگر جمعہ کی نماز یا کوئی نماز ذکر ہے تو ضرور محدود اور قلیل ذکر ہے۔لہٰذا مذکورہ بالاحضرات کے لئے فضول وعبث ٹھہرتی ہے۔ چنانچہ اُن کوسمجھایئے کہ خدا اور رسُولؐ کے لئے نہ سہی خود اپنے باطل اصول کے لئے ہی نماز کو ذکر ہرگز نہ کہنا ورنہ جمعہ تو جمعہ روزانہ کی نمازیں اور تمہاری قیادت غائب ہوجائے گی۔یہی سبب ہے کہ تم دیکھ رہے ہو کہ رفتہ رفتہ تمہاری گھریلونماز اور قیادت عقل مندوں کے قلوب سے نکلتی جارہی ہے۔لہٰذا اپنے کاروبار کی حفاظت کی غرض سے تم پرلازم ہے کہ نماز کو ذکر بُھول کربھی نہ کہو۔ اس لئے کہ نماز موقوت ہے، محدود ہے، مشروط ہے اور خود تمہارے خلاف ہے۔

155۔ ذکر اللہ کے لئے کوئی حدنہیں حتیٰ کہ وضو کی بھی ضرورت نہیں اسلئے کہ تصور ولایتؑ میں بلاوضوہونا حارج نہیں ہے سنئے امام جعفرصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

(الف) **لا بأس بذکر اللّٰه وانت تبول. فانّ ذکر اللّٰہ عزَّوجلَّ حسنٌ علٰی کلّ حال فلا تسأم من ذکر اللّٰه.** اس میں کوئی حرج نہیں کہ تو پیشاب کرتے ہوئے اللہ کا ذکر کرتا رہے۔بتحقیق اللہ کا ذکر ہرحال میں اچھاہے۔چنانچہ ذکر اللہ سے خستگی محسوس نہ کر۔(اصول کافی کتاب الدعاباب **مایجب من ذکر اللّٰه فی کل مجلس**)اور ملاحظہ ہو۔

(ب) مومن کی تین عظیم الشان خصلتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے جناب امام جعفرصادق علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''**المؤاساة فی ذات یدیه والانصاف من نفسه وذکر اللّٰه کثیراً، أما اِنّیۡ لَا أقولُ : سبحان اللّٰه والحمدلِلّٰه (ولااله الا اللّٰه) ولکن ذکر اللّٰه عندما أحلَّ له وذکر اللّٰه عند ما حرّم علیه۔**''

قبضہ قدرت کی حدتک دوسروں کی مدد کرنا اوراپنی ذات پرانصاف لازم رکھنا اور کثرت سے ذکراللہ کرنا۔میرا کہنا یہ نہیں کہ ذکر اللہ سے **سُبۡحَان اللّٰه والحَمۡد لِلّٰه و لا اِلٰه اِلَّا اللّٰه** زبان سے کہتے رہنا مراد ہے۔نہیں بلکہ میرا کہنا یہ ہے کہ خود پرحلال و حرام کی پابندی عائدرکھے۔''(کافی۔کتاب **الایمان والکفر۔باب الانصاف والعدل**)

(ج) اس سے پہلی حدیث میں سرکار امام علیہ السلام نے **سبحان اللّٰه والحمد لِلّٰه ولا اِلٰه الَّا اللّٰه واللّٰه اکبر** کے لئے فرمایا کہ ''**وَاِنۡ کان هٰذَا من ذاک**''اگرچہ یہ بھی ذکراللہ سے متعلق ہے۔مگر ذکراللہ سے مقصود ہے کہ ہرحالت میں ذکراللہ کرے جبکہ تم پراطاعت ومعصیّت کا ہجوم ہو۔مطلب یہ کہ حرام اور معصیّت کو دُور رکھنے اوراطاعت وحلال پرکاربند رہنے کے لئے ذکراللہ ہے۔(اصول کافی۔کتاب الایمان والکفر۔باب ایضاً)

(د) ایک دوسرے مقام پر ذکر اللہ کے معنی بتاتے ہوئے مندرجہ بالا دونوں حدیثوں (ب، ج) کی وضاحت یوں کی ہے کہ عبدالاعلیٰ بن اعین کہتے ہیں کہ ہمارے کچھ اصحاب نے مجھے امام جعفر صادق علیہ السلام سے چند چیزیں معلوم کرنے کے لئے تحریر ارسال کی۔ اور مجھے حکم دیا کہ حضورؑ سے مسلم کا حق مسلم بھائی پر کیا ہے؟ معلوم کروں۔ چنانچہ میں نے امامؑ سے سوال کیا مگر اُنہوں نے جواب نہ دیا۔ جب میں اُنہیں وداع کرنے کے لئے آیا تو میں نے کہا کہ:۔

''سَألْتُکَ فلم تجبني ؟فقال: انّي اخا فُ أن تكفروا اِنَّ من أشدّ ماا فترض اللّٰه على خلقه ثلاثاً: انصاف المرء من نفسه حتّٰى لا يرضى لأ خيه من نفسه الّابِمَا يرضى لنفسه منه ،ومواساة الاخ في المال ،وذِكر اللّٰه على كل حالٍ، ليس سبحان اللّٰهِ والحمد للّٰهِ ولكن عند ما حرّم اللّٰه عليه فيدعه۔''	۔''میں نے جناب سے دریافت کیا تھا مگر آپ نے مجھے جواب نہ دیا۔ فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ تم لوگ کافر ہو جاؤ گے۔ بتحقیق اللہ نے جو کچھ اپنی مخلوق پر فرض کیا ہے۔ اس میں سے شدید ترین تین فرائض ہیں۔ (1) اپنی ذات پر انصاف کو اس طرح لازم کرنا کہ اپنے بھائی کے لئے کسی ایسی حالت کو پسند نہ کرے جو کہ وہ خود اپنے لئے ناپسند کرتا ہو، اپنی جانب سے۔

(2) اپنے بھائی کی مالی مدد کرتے رہنا۔ (3) اور ہر حال میں اللہ کا ذکر کرنا۔ سُبْحان اللّٰه والحَمْدُ لِلّٰه پڑھنا نہیں بلکہ جو اللہ نے اُس پر حرام کر دیا ہے اُسے راہ سے ہٹانا۔'' (اصول کافی۔ کتاب الایمان والکفر۔ باب حق المؤمن على أخيه واداء حقه)

معصومین علیہم السلام کی وجہ سے تخلیق کائنات ہوئی اور خداوند عالم کا تعارف وعبادت ہوئی

156۔ ''جو لوگ محض اللّٰه، اللّٰه یا سبحان اللّٰه یا الحمد لِلّٰه وغیرہ قسم کی تسبیحات کو ذکر اللہ سمجھتے رہے ہوں اُن کو مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہو جانا چاہیے کہ کوئی اس قسم کی عبادت جس میں صرف نامِ خدا جپنا ہو عبادت نہیں ہے۔ اس کی دلیل ابھی آیا چاہتی ہے۔ کہنا یہ ہے کہ امامؑ نے فیصلہ فرمادیا کہ ذکر اللہ میں ہر وہ فعل داخل ہو سکے گا جس سے قیام ولایتؑ میں مدد ملے، لوگوں کی راہ سے دشواریوں کو دُور کرنا، اُن کو خطرات سے محفوظ کرنا، اُن کی مرکزی حیثیت سے شیرازہ بندی کرنا۔ یہ تمام اعمال واقوال وعبادات ذکر کی ذیل میں آئیں گی۔ لیکن صرف رسمی عبادات بجالانا یا اللہ کے کسی نام کی تسبیح جاری رکھنا اسلام وقیام ولایت میں داخل نہیں کرتا۔ اوّل اس لئے کہ خدا کی وحدانیت پر ابلیس بھی ایمان رکھتا ہے اور تمام غیر مسلم اس کے مختلف ناموں کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ لیکن وہ قابل قبول نہیں اس لئے کہ اس میں تصور نبوتؐ وولایتؑ غائب ہے۔ علاوہ بریں ذاتِ خداوندی کی تسبیح اس لئے بھی ناقابل قبول ہے کہ اس کی ذات بلا انبیاؑ وآئمہ علیہم السلام کی وساطت ومعجزات کے ظہور کے سمجھ میں نہیں آسکتی۔ ہم خدا کو اُنؑ حضرات کے اعمال ومحسوسات کے آئینہ میں دیکھتے ہیں، لہٰذا ہمارا صرف اللہ اللہ کہنا ایک رٹ ہے بے معنی اور لایعنی۔ ہمارا کام ہے کہ جو یہ حضرات فرمائیں وہ کریں، اُن کی رضامندی ورضاجوئی کو خدا کی رضامندی ورضاجوئی سمجھیں۔ اس سے

زیادہ عقلِ انسانی کے اقتدار ودائرۂ عمل سے باہر ہے۔ وہاں تک عقول واوھام کی رسائی نہیں۔ لہٰذا ہمیں عرض کرنے دیں کہ ہم خدا کونہیں پہچانتے۔ البتہ ہم انبیاء وآئمہ علیھم السلام کو پہچاننے کی قوت رکھتے ہیں۔ اللہ کی ذات وکیفیات ہمارے شعور سے بلند ہے۔ لہٰذا ہمارا صرف اللہ اللہ کرنا اور اسی قسم کے دوسرے اَوْرَاد ووظائف کے چلّوں میں رہنا حماقت ہے۔ ہمیں انبیاء علیھم السلام کی منشاء کوسامنے رکھ کر اُن کے متعینہ مقاصد کے لئے اپنے افکار واقوال واعمال کو وقف کردینا چاہئے۔ اور ہماری ہر ہر نقل وحرکت اُن حضراتؑ کے اتباع میں سرزد ہونا چاہئے۔ ہمارے قلوب میں اُنؑ کا احترام ومحبت ومودۃ کا جوش ہونا لازم ہے۔ اُنؑ کے احکامات واشاروں پر ہمیں قربان ہوجانے میں جھجک نہ ہونا چاہئے۔ تب جا کر ہم مسلم ومومن کہلانے کا حق رکھتے ہیں۔ ورنہ ہم میں اور بُت پرستوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بار بار لاحولیں پڑھنے، بات بات میں شرک شرک پکارنے، لوگوں کو بلا سوچے سمجھے ملحد وبے دین کہنے سے باز رہنا چاہئے۔ ورنہ ہم خود مشرکوں سے بدتر ہیں۔ وہ بھی اللہ کو مانتے ہیں چنانچہ مشرکین عرب کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ:۔

(الف) قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَo (23/84)

(مشرکوں سے) دریافت کرو کہ زمین اور اہلِ زمین کس کی ملکیت ہیں؟ اگر تمہیں علم ہے۔

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ..... وہ کہیں گے کہ اللہ کی۔(23/85)

(ب) قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِo (23/86)

اُن سے پوچھئے کہ عرش عظیم اور ساتوں آسمانوں کا پروردگار کون ہے؟

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ.....(23/87) وہ کہیں گے کہ ربوبیت خدا کو حاصل ہے۔

(ج) قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ..... ۔(23/88)

دریافت کیجئے کہ وہ کون ہے جس کو تمام اشیاء پر حکومت حاصل ہے اور اُسے کسی کی پناہ نہیں چاہئے بلکہ وہ خود پناہ دینے والا ہے؟ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ.....(23/89) کہیں گے یہ سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہے۔

158۔ یہاں ثابت ہوگیا کہ کفار ومشرکین عرب وعجم اللہ کی وحدانیت، اُس کی قدرت، خالقیت، حکومت، ربوبیت وغیرہ کے ماننے والے تھے۔ وہ بتوں کی پوجا بھی صرف اس لئے کرتے تھے کہ:۔ مَانَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى..(39/3)

''ہم اُن کی عبادت نہیں کرتے مگر صرف اس لئے کہ اُن کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کیا جائے۔''

واضح ہوگیا کہ مشرکین وکفار وبُت پرست خدا کو مع اس کی تمام صفات کے ماننے کے باجود جہنمی تھے۔ اور اس کا سبب تھا براہ راست خدا کو تسلیم کرنا۔ انبیاء علیھم السلام سے تعلق نہ رکھنا تھا۔ لہٰذا یہاں یہ سمجھ کر آگے بڑھیں کہ ہم خدا کی رضا ومنشاء معلوم

نہیں کر سکتے جب تک انبیاء علیھم السلام کو وسیلہ نہ بنائیں۔ہم خدا کی مرضی کے مطابق کام نہیں کر سکتے جب تک انبیّاء کے اسوہ کی اتباع نہ کریں۔ان تمام چیزوں کا سمٹا ہوا تصور ولایت کہلاتا ہے۔انبیّاء کی ولایت کو تسلیم کرنا ہی کفر وایمان کا فیصلہ کرنا ہے۔مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک ولایتؑ یا خدائی بادشاہت کو تسلیم نہ کرلے۔

لہٰذا وہ نمازیں اور عبادتیں بھی بُت پرستی ہیں جن میں معرفت انبیّا نہ ہو،جن میں تصور ولایتؑ ومرکزیت نہ ہو،صرف اللہ کا نام جپنا تو ہر گرجا اور ہر بُت خانہ میں جاری ہے اور جاری رہے گا۔ہم میں اور کفار ومشرکین ویہود ونصاریٰ ودیگر غیر مسلمین میں صرف ولایت کا فرق وہ فرق ہے جس کی بنا پر ہم خود کو حق پر کہہ سکتے ہیں ورنہ کوئی فرق نہیں ہے۔طریقۂ عبادت کا فرق کوئی فرق نہیں ہے۔فرق تصورات وعقائد میں اگر نہیں ہے تو ہم سب ایک ہی ہیں۔چنانچہ ہم نبوت ہی کے تصور وعقائد میں دوسرے مذاہب سے جُدا ہیں۔وحدانیت کے وہ بھی قائل ہیں۔وہ بھی قیامت پر ایمان رکھتے ہیں،وحی ونبوت کو مانتے ہیں۔ہم خدا کو اَحد ماننے کے ساتھ ساتھ عادل مانتے ہیں وہ اس کے منکر ہیں۔ہم نبوّت کو معصوم مانتے ہیں وہ اس کے خلاف ہیں۔ہمارے نزدیک رسوؐل اللہ ہر عیب ونقص سے مبّرا وپاکیزہ ہیں۔اُنؐ کا ہر قول وفعل ہمارے لئے نمونہ عمل ہے جس میں ہم غلطی کا امکان نہیں مانتے۔ہم رسوؐل کے بعد ایک سلسلۂ امامت کے قائل ہیں۔یہ سلسلہ بالکل نبوّت کی طرح معصومؑ سلسلہ ہے۔معصومینؑ کا ہر قول وہر فعل نمونہ عمل ہے جس میں کسی سقم وغلطی کا امکان نہیں ہے۔اُنؑ کی رضامندی خدا کی رضامندی ہے۔وہؑ جو کچھ چاہتے ہیں وہ وہی ہوتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔جس عبادت کا وہؑ حکم دیں ہم اُسی کو عبادت خیال کرتے ہیں۔جس کام سے وہؑ منع کردیں وہ ہم پر حرام ہے۔وہؑ تمام عبادات واحکام کی بنیاد ہیں۔ہر حکم وہر عبادت اُنؑ کی مرکزیت کو قائم کرنے کیلئے ہے۔اُنؑ ہی کا تذکرہ ہورہا ہے۔وہؑ ہی ذکرؑ ہیں وہیؑ اہلؑ ذکر ہیں۔وہؑ اس پوری کائنات کے مالک ہیں۔اُنہیؑ سے خداوند عالم کا تعارف وعبادت ہوئی۔اُنؑ ہی کی وجہ سے تخلیق کائنات ہوئی ہے۔اُنہیؑ کی عظمت کو مٹانے کی کوشش کرنے والوں نے ہر حکم وہر عبادت کی صورت کو بگاڑا۔جہاں یہ ناممکن ہوا وہاں مقصدِ عبادت کو تبدیل کردیا۔اور رفتہ رفتہ نبوتؐ وامامتؑ کی جگہ خود اپنی ولایت قائم کرنے کی داغ بیل ڈالی اور رفتہ رفتہ ولایت وتصور ولایت کو شرک بنا کر پیش کردیا۔ہم اُن مشرکین کا پردہ فاش کررہے ہیں جو سر سے پیر تک اسلامی لباس میں ملبوس ہیں۔مگر اُن کے قلوب واذھان شرک ونفاق سے معمور ہیں۔زبانوں پر اللہ اللہ دلوں میں طاغوت وابلیس کی جَے۔اُن کو بتادو کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ قرآن وحدیث کے بیانات ہیں اور تم جو کچھ کہتے ہو وہ تمہارے ذاتی یا جماعتی یا ملکی تصورات ہیں۔ہم تم سے تعارض نہ کرتے اگر تم نے قرآن وحدیث کو آڑ نہ بنایا ہوتا۔چونکہ تم ایسا کرچکے ہو۔لہٰذا اب تمہیں اس کے سوا چارہ کار نہیں ہے کہ ہمارے خلاف ذکر کے معنی وتصور قرآن سے اس طرح پیش کرو جیسے ہم ہر ایک بات اور بات کا ہر ایک پہلو قرآن وحدیث سے پیش کرتے چلے آتے ہیں۔اگر تمہیں خدا کے یہاں مغفرت کی ضرورت ہے تو

تم ذکر کی اتباع کرو۔اس کے قدم بقدم چلنے میں نجات سمجھو ورنہ یادرکھو کہ قرآن کریم تمہیں جہنم کی خوشخبری سناتا ہے۔غور سے سنئے اور حکم خدا پر ایمان لائیے اور اسی کے مطابق عمل کیجئے ارشاد ہے:۔

159۔ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ فَبَشِّرْہُ بِمَغْفِرَۃٍ وَّاَجْرٍ کَرِیْمٍo (36/11)

''اس کے سوا کچھ اور مطلب نہیں ہوسکتا کہ تم صرف اس کو تنذیر کرسکتے ہو جو رحمٰن کی غَیبت سے باوقار خوف رکھتا ہے۔اور اسی بنا پر ذکر کے قدم بہ قدم چلتا ہے۔چنانچہ ایسے شخص کو مغفرۃ اور بہت بڑے اجر کی بشارت دے دو۔''

یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا نماز کے اتباع کا اس آیت میں حکم ملا ہے؟ اور یہ کہ نماز کی اتباع کیسے ہوگی؟ اتباع تو ذی روح کی ہوتی ہے۔صاحبِ شعور کی ہوتی ہے۔پھر یہ اتباع محض اتباع نہیں ہے بلکہ یہ اتباع مطلق ہے۔زندگی کے ہر ہر شعبہ میں اتباع ہے۔اس اتباع میں بنیادی تصور یہ ہے کہ ہمارا سوچنا، سمجھنا، بات کرنا، اعمال وافکار تمام مرضی خدا کے مطابق ہیں۔جس نے ہمیں یہ طریق کار بتایا ہے وہ ہرگز ہرگز منشاء خداوندی کے خلاف کچھ نہیں بتا سکتا۔اس کی ہر بات سے خدا راضی ہے۔ایسی اتباع نماز سے حاصل نہیں ہوسکتی۔نماز کے ساتھ تو روزہ، حج وزکوٰۃ وغیرہ سینکڑوں دوسرے فرائض ہیں جن کے بغیر صرف نماز سے مغفرت واجر کریم ناممکن ہے۔اس اتباع کو ایسی اتباع ہونا لازم ہے کہ جس میں سب کچھ آجائے۔جس میں نماز بھی داخل ہو حج بھی شامل ہو۔اور ایسی اتباع محض صاحبانِ قرآن کی اتباع ہے جو قیامت میں اجر کریم ومغفرت کی کلیتاً ذمہ داری لیتی ہے۔آیت مذکورہ بالا سورہ یٰسین کی آیت ہے۔سورہ یٰسین کی تفسیر کے دوران جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ:۔

160۔ ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اُن کو تنذیر کرنا یا نہ کرنا برابر ہے۔وہ اللہ اور ولایت علیؑ وآئمہؑ پر ایمان نہ لائیں گے۔اس کے سوا کچھ نہیں کہ تم یقیناً اُنہی کو تنذیر کرسکتے ہو جو امیر المومنین (علیہ السلام) کی اتباع کرے اور غیبت رحمانیہ کے وقار کا خوف رکھتا ہو۔چنانچہ ایسے شخص کو مغفرت اور بہت بڑے اجر کی خوشخبری سنادو۔'' (اصول کافی کتاب الحجۃ باب فیہ نکت ونتف من التنزیل فی الولایۃ)

یا محمدؐ۔ ''وَسَوَاءٌ عَلَیْھِمْ ءَ اَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ o'' باللّٰہ وبولایۃ علیؑ و من بعدہ ثُمَّ قَالَ: اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ (یعنی امیر المؤمنین علیہ السلام)وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ فَبَشِّرْہُ(یا محمدؐ) بِمَغْفِرَۃٍ وَّاَجْرٍ کَرِیْمٍ o(36/10-11)

یہ ہے وہ ذکرؑ جس کی اتباع سے قیامت میں کرامت و بزرگی ملے گی اور دُنیا میں سرفرازیاں قدم چُومیں گی۔یہی ہے جس کے لئے فرمایا ''فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہ''، یہی ہیں جن کو آنحضرتؐ نے اپنے بعد قیامت تک کے لئے دین کو بطور امانت سونپا۔جنکی ذمہ داری یہ ہے کہ دین میں کسی طرح کا انسانی یا شیطانی کھوٹ نہ مل سکے۔دین کی ہر ہر ضرورت کو معیار خداوندی پر

پورا پورا اتارنے کے لئے قیامت تک قیامت خیز قربانیاں پیش کریں۔ انہی کے لئے فرمایا گیا کہ قرآن کے مشکلات انہیؑ سے دریافت کرو چنانچہ " فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَo (16/43) کے لئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ذکر اور اہل بیت اہل الذکر اور مسئولون ہیں

161۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ ذکر میں ہوں اور آئمہ (علیہم السلام) اہل ذکر ہیں۔ اور اللہ کا یہ قول کہ بتحقیق یہ ضرور تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے ذکر ہے۔ اور عنقریب اُن سے سوال کیا جائے گا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم رسولؐ اللہ کی قوم ہیں اور ہم ہی وہ ہیں جن سے سوالات ہونا ہیں۔" اس جگہ صاحبانِ

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و آله: الذِّكْرُ اَنَا وَالْاَئمّةُ اَهْلِ الذِّكر، وقوله عزّوجلَّ: وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَ سَوْفَ تُسْئَلُوْنَo(43/44) قال ابو جعفر عليه السلام: نحن قومه ونحن المسؤولو ن. (اصول كافى كتاب الحجة باب ان اهل الذكر الذين امر اللّٰه الخلق بسئوالهم هم الائمة عليهم السلام)

قرآن ہی ذکر و اہل ذکر ہیں جن سے تمام مخلوق اپنی احتیاج کے متعلق سوال کرنے پر مامور ہے۔ یہ بھی فرمایا گیا کہ:۔

162۔ وشّاء کہتے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے "اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے معلوم کرو کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ ہم اہل ذکر ہیں اور ہم ہی سے سوال ہونا چاہئے۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ چنانچہ آپ مسئول ہوئے تو ہم لوگ سائل ٹھہرے؟ فرمایا کہ ہاں (ایسا ہی ہے) میں نے کہا کہ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم سوال کریں تو کیا آپ بھی جواب دینے کے ذمہ دار ہیں۔ فرمایا کہ نہیں۔ یہ ہم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اگر ہم چاہیں اُس پر عمل کریں چاہیں تو اس پر عمل نہ کریں۔ کیا تو نے اللہ کا یہ قول نہیں سُنا کہ یہ ہماری بے حساب عطا ہے۔ اس میں سے لوگوں پر احسان کر یا دستکش رہ۔ (کافی۔ کتاب الحجۃ باب مذکورہ بالا)

عن الوشّاء قال: سألتُ الرضا عليه السلام فقلت له: جعلتُ فداك " فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَo(16/43)؟فقال :نحن أهل الذكر و نحن المسؤولون ،قلتُ :فأنتم المسؤولون و نحن السائلون؟قال:نعم ،قلتُ حقاً علينا أَن نسألكم؟ قال:نعم ،قلت حقاً عليكم اَن تجيبونا؟ قال: لَا، ذاك إلينا، اِن شئنا فعلنا واِن شئنا لم نفعل، أما تسمع قول اللّٰه تبارك و تعالىٰ" ـ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ O(38/39)

163۔ اس سے اگلی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو ذکر اور اہل بیت کو اہل الذکر اور مسئولون قرار دیا ہے۔ اس کے بعد والی میں قرآن کریم کو ذکر اور وہ قوم جو حامل ذکر ہے آئمہؑ کو بتایا گیا ہے۔ الغرض اس باب کی تمام احادیث سے ولایت و ذکر ایک ثابت ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ ہمارے دینی ذخیرے اس سے مالا مال ہیں۔ مگر چونکہ صدیوں تک حقائق کو پس

پشت ڈالے رکھنے سے مسلمانوں کوایسا معلوم ہونے لگا ہے کہ یہ نئی باتیں کی جاتیں ہیں۔اس لئے ہمیں ذکراللہ کوولایت ثابت کرنے کے لئے یہ اہتمام کرنا پڑا۔اب صرف چنداحادیث بطورتتمہ عنوان لکھ کرآگے بڑھ جائیں گے۔پہلے یہ دیکھیں کہ آئمہ علیھم السلام کا تذکرہ بھی اللہ کا ذکر ہے۔اور ہروہ بات جس میں آل محمدؑ شامل نہ ہو دراصل شیطان کا تذکرہ کہلاتا ہے۔چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

164۔ ''کوئی ایسا جلسہ نہیں ہوسکتا کہ جس میں اللہ کا تذکرہ نہ ہو اور نہ ہمارا تذکرہ ہو کہ وہ مجلس قیامت میں غرق حسرت نہ ہو۔پھر فرمایا کہ،فرمایا محمد باقر علیہ السلام نے کہ ہمارا تذکرہ اللہ کے ذکر سے ہے اور ہمارے دشمن کا تذکرہ شیطان کے ذکر سے ہے۔'' (کافی کتاب الدعا باب ما یجب من ذکر اللّٰہ فی کل مجلس)

''ما اجتمع فی مجلس قومٌ لم یذکر وااللّٰہ عزَّوجلَّ ولم یذکرونا إلَّا کان ذلک المجلس حسرۃ علیھم یوم القیامۃ، ثُمَّ قال :قال ابو جعفر علیہ السلام :اِنَّ ذِکْرُنا من ذکر اللّٰہ و ذکر عدوّنا من ذکر الشیطان۔''(اصول کافی)

ثابت ہوا کہ آئمہؑ کے متعلقات کا بیان کرنا بھی خدائی تذکرہ میں سے ہے۔اس حدیث میں لفظ ذکر لغوی حیثیت سے بولا گیا ہے۔مگراُس نے بھی حصر کردیا کہ وہی باتیں خدا کی باتیں ہیں جو ولایت کی باتیں ہوں ورنہ نہیں۔معلوم ہوا کہ نماز میں آئمہ اہلبیتؑ کا تذکرہ ضروری ہے۔ورنہ وہ عبادت کے معیار سے نیچے آجائیگی۔لہٰذا جو حضرات نماز جمعہ کی آیت میں واردشدہ لفظ ذکر کولُغوی معانی میں اصطلاح کے خلاف استعمال کرنا چاہتے ہیں۔اُن کا مطلب یہ ہوا کہ نماز میں چونکہ **سبحان اللّٰہ، الحمد لِلّٰہ ،واللّٰہ اکبر**، کلمہ توحیداورقرآن کی چندسورتیں ہوں گی۔اورانہی کوذکراللہ کہا گیا ہے۔توان لوگوں کیلئے جوکچھ لکھا گیاوہ کافی سے زیادہ ہے۔پھربھی اس خاص فکر کی تردیدوابطال کیلئے دوایک احادیث اورلکھتے ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ اگروہاں ذکر سے عام لُغوی معنی لئے جائیں تو نماز جمعہ نہ صرف فضول ثابت ہوجائیگی بلکہ نماز جمعہ پڑھنا حرام وگناہ ثابت ہو جاتا ہے۔سنئے کہ عام ذکر کیلئے حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔(**اصول کافی کتاب الدعا باب ذکر اللّٰہ فی السِر**)

165۔(الف)''۔**قال اللّٰہ عزَّوجلَّ من ذکرنی سرًّا ذکرتُہُ علانیۃً**۔

جومیرا ذکر پوشیدہ طور پر کرے میں اسکا ذکراعلانیہ کرتا ہوں۔''

اللہ نے ایسا کیوں فرمایا یہ بھی سن لیں۔انہی حضرتؑ نے فرمایا کہ:۔

(ب) **شیعتُنا الذین اذاخلوا ذکروااللّٰہ کثیرًا.**

ہمارے شیعہ وہ لوگ ہیں جوعلیحدگی میں ذکرِکثیر کرتے ہیں۔''(**کتاب الدعا باب ذکر اللّٰہ کثیراً**)

(ج) اس کے بعد حدیث مذکورہ (الف) کے بعد والی حدیث میں جناب امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

جو کوئی اللہ کا ذکر پوشیدہ طور پر کرے یقیناً اُس نے ذکر اللہ کثرت سے کیا۔ بتحقیق منافقین اللہ کا پوشیدہ ذکر نہ کرتے تھے۔(بلکہ) وہ اعلانیہ ذکر کرتے تھے۔ چنانچہ خدا نے اُن کے لئے کہا کہ یہ لوگ دوسروں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر قلیل ذکر کرتے ہیں۔'' (4/142)	**من ذکر اللّٰہ عزّوجلّ فی السر فقد ذکر اللّٰہ کثیرًا،اِنَّ المنافقین کانوا یذکرون اللّٰہ علانیۃ ولا یذکرونہ فی السرّ. فقال اللّٰہ عزّوجلّ ''یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلاً''** o (4/142)

اعلانیہ عبادتیں ذکر قلیل ہیں

166۔ یہ حدیث ذکر کثیر و ذکر قلیل کا فرق یہ بتاتی ہے کہ جو ذکر لوگوں کے سامنے اعلانیہ ہو وہ بہر حال قلیل ذکر ہوتا ہے۔اس کے بعد منافقوں کا تذکرہ بتاتا ہے کہ وہ لوگ چونکہ دل سے عبادت کے قائل ہی نہ تھے۔اس لئے وہ اپنی خلوتوں میں کیوں عبادت کرتے؟ وہ صرف نماز موقُوت اور جمعہ و جماعت وعیدین اور حج وغیرہ میں شامل ہوا کرتے تھے۔نہ ہوتے تو مسلمانوں میں اُنہیں عمدہ مقامات نہ ملتے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ جمعہ ہو یا دوسری اعلانیہ عبادتیں ہوں وہ سب ذکر قلیل ہے۔لہٰذا کسی کو ذکر کثیر سے ہٹا کر یہ کہنا کہ تم ذکر کثیر کو چھوڑ واور جلدی جلدی دوڑ کر لپک کر جمعہ یعنی ذکر قلیل کی طرف جاؤ۔ایک احمقانہ ومنافقانہ بات ہوئی۔کم از کم شیعہ ایسا نہیں کر سکتے اُن کے لئے ثابت ہو گیا کہ وہ ہمیشہ ذکر کثیر کرتے ہیں۔جس میں ذکر قلیل خود داخل ہے۔بس جناب ''<u>فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہ</u>'' کے معنی کے سلسلہ میں باقی سینکڑوں دلائل کو فی الحال محفوظ رکھتے ہوئے ہم آپ کو یاد دلائیں کہ مولانا ہوں یا کوئی اور صاحب ہوں۔اپنے مقصد کو ثابت کرنے کے لئے نہایت وزن دار اسباب وعلل پیش کیا کرتے ہیں۔چنانچہ اگر آپ اُن کی سرخی ''<u>**نماز جمعہ کے بعض اسرار ورموز کا بیان**</u>'' پڑھیں تو اس میں سب سے وزن دار بات یا نماز جمعہ کا سبب یا وجہ یا دلیل وہ <u>رابطہ</u> ہے جو نماز جمعہ سے مولانا کے خیال کے مطابق ،مسلمانوں میں پیدا ہوگا۔یہاں اُن کے چند جملے نقل کرتے ہیں اُن میں سب سے شاندار وجہ یا سبب نوٹ کریں وہ فرماتے ہیں کہ:۔

167۔ **(الف)** شریعت مقدسہ کا ہر ہر حکم کئی کئی مصالح اور حکم کا حامل ہوتا ہے۔''

(ب) کوئی بھی حکم خواہ واجب ہو یا حرام یا مستحب وغیرہ کسی مصلحت وحکمت کے بغیر نہیں ہوتا۔''

(ج) حکیم ازلی ہمیشہ اسی چیز کا حکم دیتا ہے۔جس میں کچھ فوائد وعوائد مضمر ہوں۔''

(د) شریعت اسلامیہ نے سب سے زیادہ معاشرہ کی اصلاح اور تمدن کی فلاح و بہبود پر زور دیا ہے۔''

(ہ) معاشرہ کی اصلاح بغیر باہمی اتفاق واجتماع کے ہو نہیں سکتی۔اس لئے اس کے محکم ومضبوط اجتماعات کی تاسیس وتشکیل دینے اور باہمی اتفاق وتعاون پر زور دیا۔''

(و)　چنانچہ ہر شب وروز میں بطور استحباب پانچ مرتبہ اجتماع، ہر ہفتہ میں بطور وجوب ایک عظیم الشان اجتماع اور ویسے ہر سال مگر ہر شخص کے لئے مدت العمر میں ایک مرتبہ عالمی اجتماع کا حکم اس مقصد ومطلب کے پیش نظر دیا گیا ہے۔

(ز)　اس لئے شریعت مقدسہ نے ہر چہار طرف سے تین تین میل کے اندر رہنے والوں پر واجب ولازم کیا کہ وہ ایک جگہ جمع ہوں تا کہ اُن کی قوت و طاقت ظاہر ہو۔ اُن کے درمیان مراسم و روابط پیدا ہوں ۔محبت ومودّت کے جذبات اُبھریں باہمی کدورتیں ونفرتیں دور ہوں۔صلح وآشتی کے روح افزا مواقع میسرآئیں۔اور یگانگت و یک جہتی کی فضا پیدا ہو۔''

168۔　یہ ہے تمام وہ فہرست جس کو مصالح کہئے، یا حکمتیں مانئے یا فوائد وعوائد کہئے۔ان تمام پر نظر کرنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اُن میں سے کثیر تعداد بلا نماز جمعہ باقی اسلامی احکامات سے حاصل ہو جاتے ہیں۔صرف ایک سب سے بڑا، سب سے وزن دار فائدہ یا حکمت یا سبب یا نتیجہ ہے۔اور وہ ہے رابطہ کا قائم ہو جانا۔آپ سے درخواست ہے کہ ان ساتوں اجزا کو پڑھیئے اور بار بار غور کیجئے اور دیکھئے کہ کیا رابطہ سے زیادہ اہم کوئی دوسری چیز ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ گو محبت کا پیدا ہونا جمعہ پر دارومدار نہیں رکھتا اس کے لئے الگ حکم موجود ہے۔بہرحال رابطہ کے بغیر محبت پیدا نہیں ہوسکتی۔ہر وہ چیز جو اُنہوں نے بیان کی ہے وہ ربط کے بغیر نہیں ہوسکتی۔کدورت ونفرت رابطہ کے بغیر کیسے دُور ہوگی؟ ہم کہتے ہیں کہ وہ رابطہ کے بغیر پیدا بھی نہیں ہو سکتی۔ربط کے بغیر صلح، آشتی۔یگانگت، یکجہتی، اجتماع، اتفاق، تعاون، اصلاح، فلاح، بہبود اور تمدن کا تصور احمقانہ ہے۔پہلے رابطہ ہوگا تب کچھ اور ہوگا۔جب آپ ہم سے متفق ہو جائیں تو پھر سنئے کہ شریعت مقدسہ وشریعت اسلامیہ میں فرائض کی ادائیگی کے لئے چند اصول مقرر ہیں۔مولانا نے خود اپنے خیالات واجتہادات اُن سات بیانات میں دیئے ہیں۔اور کہیں اس عنوان میں اصول شریعت کا تذکرہ پسند نہ کیا۔مگر ہم اصول کے بغیر ایک لفظ بطور فیصلہ کہنا یا لکھنا شریعت مقدسہ وشریعت اسلامیہ کی رُو سے حرام کہتے ہیں۔جمعہ اگر فرائض میں داخل ہے؟ جیسا کہ مولانا نے غلطی سے مان لیا ہے کہ وہ فرض وواجب ولازم ہے تو اُن سے کہئے کہ جناب! **اصول کافی کتاب الایمان والکفر** کا **باب أداء الفرائض** ملاحظہ فرمائیں۔وہاں اُن کو معلوم ہوگا کہ جو شخص فرائض کو ادا کر کے خیر الناس بننا چاہے۔تمام انسانوں سے متقی (اتــقٰـی) ترین ہونا چاہئے۔اور خدا کا محبوب کہلانا پسند کرے اُسے چاہئے کہ وہ جمعہ ہی کو نہیں بلکہ ہر فرض کے لئے یہ سمجھ لے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان یہ ہے کہ:۔

خدا کا قول کہ: **(یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا)''اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا(وَاتَّقُوْااللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ) قال: اصبر واعلی الفرائض وصابروا علی المصائب ورابطوا علی الآئمة علیهم السلام** (سورہ اٰل عمران کی آیت نمبر 200 کی تفسیر میں۔اَے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو) صبر کرو اور دوسروں کو قوتِ صبر دو اور رابطہ قائم کرو (اور اللہ سے تقویٰ کرو تا کہ تم فلاح پاجاؤ) فرمایا کہ فرائض پر صبر کرو، مصائب میں دوسروں کو قوتِ صبر فراہم کرو، اور رابطہ آئمہ علیھم السلام سے قائم کرو۔''

169۔ لیجئے جناب مولانا کی خیالی تعمیر بکھر کر رہ گئی۔ رابطہ صرف آئمہ علیہم السلام کے ساتھ قائم کیا جائیگا۔ یا ولایت کے قیام و استحکام کی غرض سے کیا جائے گا۔ رہ گیا جناب مولانا کا یہ کہنا کہ ''ہفتہ میں بطور وجوب ایک عظیم الشان اجتماع'' کھلا ہوا فریب ہے۔ سات آدمیوں کے اجتماع کو نہ عظیم کہا جا سکتا ہے، نہ جسیم۔ یہ تو ایک بہت حقیر اجتماع ہے، قلیل اجتماع ہے، عظیم نہیں۔ نہ معلوم مولانا نے عیدین کے اجتماعات کا یہاں تذکرہ کیوں مناسب نہ سمجھا۔ شاید نماز عید اُن کے لئے واجب نہیں ہے۔ چونکہ جاتے جاتے پھر ولایت کا تذکرہ ہو گیا اس لئے ذکر کے لئے ایک مقام اور دیکھ لیں تو پھر آیت جمعہ کا اگلا لفظ شروع کریں۔ آپ ہمارے پیرے نمبر۔ 130,131 کو دوبارہ دیکھیں۔ اور معلوم کریں کہ قرآن کریم کی رُو سے ذکر اللہ خود قرآن کریم و رسولؐ کریم کو قرار دیا گیا ہے۔ لیکن قرآن صرف ایک ضابطہ حیات ہے۔ وہ خود بول کر ہدایت نہیں کر سکتا۔ وہ خود، خود پر عمل کر کے نہیں دکھا سکتا۔ اس لئے اور اس لئے بھی کہ قرآن کریم دراصل علوم محمدؐ یہ کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا حقیقی ذکر دراصل صاحبؑ قرآن ہی ہے۔ لہٰذا جہاں جہاں قرآن میں قرآن کریم کو ذکر فرمایا گیا ہے۔ وہاں ہر جگہ صاحبؑ قرآن مراد لیا جائے گا۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔

فی قوله عزّوجلّ: قُلْ مَآ اَسْئَلُكم عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ o اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ o قال هو أ امير المؤمنين عليه السلام ''وَ لَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ o (38/86-88)قال: عند خروج القائم عليه السلام (روضة الكافى موضوع الذكر هو امير المؤمنين عليه السلام)

170۔ آپ نے باب کا نام دیکھ لیا اور حدیث میں پڑھ لیا کہ صرف اور صرف ذکر سے مراد جناب ولایت مآبؑ و رسالت مآبؐ ہیں۔ اور وہ دونوںؑ اور سب محمدؐ ہیں یا عالینؑ ہیں لہٰذا ذکر سے آئندہ کسی کے لئے یہ گنجائش نہیں نکلتی کہ اُن حضراتؑ کی جگہ کسی اور کو دے دی جائے۔ اور وہ غاصب نہ کہلائے۔ چنانچہ حدیث میں فرمایا گیا کہ سورہ صٓ کی آیات نمبر 88-86 میں جو ''کہہ دو میں تم سے اس (علیؑ کی تیاری و تعیناتی) پر کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ ہی میں بناوٹ کرنیوالوں میں سے ہوں، نہیں ہے یہ علیؑ مگر تمام کائنات کے لئے ذکر ہے۔ فرمایا کہ وہ (علیؑ) امیر المومنینؑ ہیں۔ اور ضروری ہے کہ ایک عرصہ کے بعد تمہیں اس کی خبر معلوم ہو جائے گی۔'' فرمایا کہ ظہور حجۃ علیہ السلام کے آس پاس۔ ذکر کی توضیح کو یہاں ختم کرتے ہیں۔

(قسط8) **JS/8/6466** 6 اپریل 1966ء

پورے قرآن اور تمام احادیث کو سامنے رکھ کر فیصلہ نہ کیا گیا تو وہ فیصلہ غلطی سے پاک نہیں ہوسکتا

171۔ سابقہ قسط میں سعی اور ذکر اللہ کے معنی و مراد کا مختصر تعیّن ہو چکا۔ اس کے بعد جس لفظی ترکیب پر گفتگو ہونا چاہئے اُسے آیاتِ جمعہ میں ملاحظہ فرمالیں۔

آیت نمبر نو۔ (1) يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا۔ (2) إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ۔ (3) مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ۔ (4) فَاسْعَوْا إِلٰى

ذِكْرِ اللّٰهِ۔(5) وَذَرُوا الْبَيْعَ ۔(6) ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ ۔(7) إِنْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ o(62/9)

آیت نمبر دس۔ (8) فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ۔(9) فَانتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ ۔(10) وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔ (11) وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا ۔(12) لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ o(62/10)

آیت نمبر گیارہ ۔ (13) وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوَ نِا انفَضُّوْا إِلَيْهَا۔(14) وَتَرَكُوكَ قَآئِمًا ۔(15) قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۔(16) وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ O(62/11)

سورہ جمعہ کی یہ تین آیات، نماز جمعہ کی بحث وتحقیق میں نہ کبھی ایک جگہ لکھی گئیں اور نہ ہی اُنکو مجموعی حیثیت سے اس بحث میں ملحوظ رکھا گیا۔اور ہماری اوّلین شرط یہ ہے کہ ایک آیت یا چند آیات سے کوئی شرعی فیصلہ کرڈالنا سب سے خطرناک غلطی اور دشمنانِ قرآن وصاحبان قرآنؑ کا سب سے کامیاب حربہ ہے۔ہم نے بار بار لکھا ہے کہ اگر پورے قرآن اور تمام احادیث کوسامنے رکھ کر فیصلہ نہ کیا گیا تو وہ فیصلہ غلطی سے پاک نہیں ہوسکتا۔اُسے آخری فیصلہ نہیں کہا جا سکتا۔وہ معصوم فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ہوسکتا ہے کہ وہ فیصلہ صحیح ہو۔لیکن ہمارے پاس اس فیصلہ میں غلطی کا احتمال نہ ہونے کیلئے کوئی محسوس وبیّن دلیل نہیں۔اور جب تک ہمیں علمی معیار پر کسی فیصلہ پر حتمی یقین فراہم نہ ہوجائے۔اُس وقت تک کسی فیصلہ کو خدائی فیصلہ سمجھ کر ہم اختیار نہیں کر سکتے۔مجتہدانہ تحقیقات واستنباط صرف ظن یا ظنِ غالب تک لیجاتے ہیں۔حتمی یقین اور عقلی اطمینان محض معصومؑ حکم وفیصلہ پر منحصر ہے۔یہی سبب ہے کہ تفسیر بالرائے حرام ہے۔قیاس وظن وتخمین واوھام اور رائے ہمارے مددگار ہیں امام نہیں ہیں۔حق تک پہنچنے کیلئے یہ عقلی وسائل ہیں خود منزل نہیں ہیں۔ہم اِن سے خدمات لیتے ہیں۔یہ سمجھتے ہوئے کہ اُن سے ہر لمحہ غلطی ممکن ہے۔ ہم اُنکے ہر فیصلہ کو شک وشبہ وریب وتَرَدُّد کے شکنجوں میں کستے ہیں۔احتمال وظن ویقین کے مدارج سے گذارتے ہیں۔اپنی موجودہ عقل کی پوری پوری وسعتوں کو برسرکار لانے کے باوجود اپنے فیصلہ کو معصومؑ کی تصدیق کامحتاج سمجھتے ہیں۔جو شخص ان قواعد کے خلاف عمل کرتا ہے ہم اُسے فری اسٹائل، بے مہار، فاسق وجاہل قرار دیتے ہیں۔معصومؑ کے سوا ہم کسی پر اندھا دھند بھروسہ نہیں کرتے۔یہ عقلی فیصلہ ہےاوراسکے خلاف ہر فیصلہ احمقانہ ہے۔جسکا دل چاہے وہ ہمارے اس بیان سے تعرض کرے۔

172۔ جیسا کہ عرض کیا گیا اُن حضرات نے مذکورہ بالا تینوں آیات کا ایک جگہ لکھا جانا پسند نہ کیا۔چنانچہ اُن کے قلم سے اُن تینوں آیات کا ترجمہ پیش کرنا بھی ناممکن ہوگیا۔کراچی والے رسالہ''**وجوب نماز جمعہ**'' میں تو پہلی آیت بھی پوری نہ لکھی گئی۔بلکہ **ذلکم خیر لکم** پر آیت کوتوڑ دیا گیا۔البتہ جنتری میں اور اس سے نقل شدہ پمفلٹ''**نماز جمعہ اور اسلام**'' میں پہلی آیت پوری لکھی گئی ہے۔مگر جو ترجمہ آیت کے فوراً بعد لکھا ہے(صفحہ 43 کالم دوسرا) ذرا آگے چل کر دو جگہ اس کی لاشعوری تردید بھی کردی گئی ہے۔(صفحہ 44 کالم دوسرا اور صفحہ 90 کالم اوّل) یعنی صفحہ 43 پر **فاسعوا الی ذکر اللّٰہ** کے ترجمہ میں

نماز جمعہ کی طرف جلدی چل کر جاؤ لکھا تھا۔ مگر صفحہ 44 پر نماز جمعہ کی طرف دوڑ کر جانا بلا اعتراض تسلیم کر لیا ہے۔ یعنی مولانا کے نزدیک جلدی چل کر جانا اور دوڑ کر جانا ایک ہی بات ہے۔ پھر صفحہ 43 پر **ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون** کا ترجمہ تھا۔

''ایسا کرنا تمہارے لئے یقیناً بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔'' مگر صفحہ نمبر 90 پر اُنہی الفاظ کا ترجمہ یوں ہو گیا کہ:۔

''یہ نماز جمعہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔''

سوال یہ ہے کہ اگر یہ بعد والا ترجمہ صحیح ہے تو اسی آیت کے نیچے والے ترجمہ میں کیوں نہ لکھا گیا؟ ہمیں نہیں معلوم کہ مقلدین حضرات نے مولانا کے کون سے ترجمہ کو اختیار کیا۔ مگر ایک عقلی طور پر آزاد شخص اُن دونوں تراجم کے بعد کسی ایک کو اختیار کر لینا اور دوسرے کو رد کر دینا ناپسند کرے گا۔ گویا مولانا کا مختار معلوم نہ ہو سکا کہ وہ نماز جمعہ کیلئے دوڑ کر جائینگے یا جلدی چل کر؟ سواری پر بہر حال وہ جا نہیں سکتے۔ یہاں ہم آیات مذکورہ بالا کا سادہ سا ترجمہ لکھے دیتے ہیں تاکہ آئندہ حوالہ جات میں سہولت رہے۔

آیاتِ جمعہ میں ذَرُوا الْبَیْعَ کی موجودگی نے غلط معنیٰ کو رَد کر دیا

173۔ ''اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو جب کسی جمعہ کو نماز کے لئے ندا دی جائے تو ذکر اللہ کے لئے سعی کرو۔ اور البیع سے رُوگردان ہو جاؤ۔ اگر تمہیں علم حاصل ہو چکا ہو تو وہ سعی اور البیع سے روگردانی تمہارے لئے خیر ہے۔ (ورنہ شر ہے) پس جب نماز فیصل کر دی جائے تو روئے زمین پر پھیل جاؤ اور فضل خداوندی میں سے اپنا اپنا حصہ تلاش کرو۔ اور ذکر اللہ کو کثیر کر دو تاکہ تم فلاح یافتہ ہو سکو۔ اور جب وہ لوگ تجارت یا لھو (حیات دنیا) کا تصور کرتے ہیں (فیصلہ کر لیتے ہیں) تو اُسی کے درپے ہو جاتے ہیں اور تجھے قیام کی حالت میں ترک کر دیتے ہیں۔ کہہ دو کہ جو کچھ اللہ کی طرف سے ہے وہ تجارۃ اور حیاتِ دُنیا سے بہتر ہے۔ اور خود اللہ تمام رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔'' (62/9-11)

174۔ ہمارے اس ترجمہ کو فی الحال نظر انداز کر کے اپنے سامنے وہی تراجم رکھیں جو آج کل مارکیٹ میں مقبول ہیں۔ حق حق ہے۔ باطل کے پردوں میں حق کو چھپا لینے کی گنجائش نہیں ہوتی ہم اُن ہی ترجموں سے اثباتِ حق کرتے چلے آرہے ہیں۔ ہماری تحقیق کا طریقہ کار اُن تراجم و تفاسیر کے تمام راستے بند کر دیتا ہے۔ آیئے آنے والی لفظی ترکیب پر غور فرمائیے۔

فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہ کے بعد اللہ نے وَذَرُوا الْبَیْعَ فرمایا ہے اور اس کے معنی کئے جاتے ہیں۔

1۔ خرید و فروخت ترک کر دو۔ (مولانا صاحب) 2۔ لین دین چھوڑ دو۔ (مقبول احمد صاحب)

3۔ چھوڑ دو سودا کرنا۔ (رفیع الدین صاحب) 4۔ تجارت کو چھوڑ دو۔ (فرمان علی صاحب)

175۔ ہمیں تسلیم ہے کہ اُردو یا کسی دوسری زبان میں یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ قرآن کریم کے ہر لفظ کا مفہوم ایک ایک لفظ میں پیش کر سکے۔ یہی سبب ہے کہ ہم بانگ بلند اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے الفاظ میں نہ اُلجھیں بلکہ ہمارا مطلب سمجھنے کی کوشش

کریں۔ چنانچہ ہمیں ان تراجم کے الفاظ سے کوئی تعرض نہیں۔ حقیقتاً ہمیں اُس مفہوم پر اعتراض ہے جو اُن الفاظ سے پیدا کیا جاتا ہے۔ پھر اُس ذہنیت پر اعتراض ہے جس کے ماتحت قرآنی مقاصد کو ضائع کیا جاتا ہے۔ کلام اللہ ہو یا کسی بھی عاقل کا کلام ہو اُس کے سمجھنے کے لئے قواعد مقرر ہیں۔ اہل زبان فطری طور پر اُن قواعد کے مطابق اپنی زبان بولتے اور سمجھتے ہیں۔ چھوٹے بچے نہ صرف الفاظ بلکہ جملے تک غلط بولتے ہیں۔ لیکن اُن سے مانوس اور قُربت رکھنے والے افراد اُن کا صحیح مطلب سمجھتے ہیں۔ قرآن کریم کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے بھی وہی انسانی طریقہ اختیار کیا جانا چاہئے۔ اللہ کا یہ کلام تمام سمجھدار انسانوں کے سمجھنے کے قابل بنا کر نازل کیا گیا ہے۔ ہر وہ شخص جو پہلے ہی سے کسی خاص غرض کے درپے نہ ہو ہمیشہ منشاء خداوندی کو ٹھیک ٹھیک سمجھے گا۔ دوسری قسم کے افراد کلام خداوندی کو اپنی غرض کے چشمہ میں سے دیکھنے کی وجہ سے منشاء رب العالمین سے دُور جا پڑیں گے۔ جو جان بوجھ کر دُوری اختیار کرے گا وہ اپنی دُنیا و آخرت دونوں تباہ کرلے گا۔ جو غلطی سے ایسا کرے گا وہ خسارہ میں رہنے اور رکھنے والا ہو گا۔ لیکن یہاں اور وہاں اس کے لئے معافی کی اُمید ہے نقصان بہر حال ہو کر رہے گا۔

176۔ آیت کی اس ترکیب میں دو لفظ ہیں۔ نمبر 1۔ **ذَرُوا** 2۔ **اَلْبَيْعَ** اور ذَرُوا کے معنی کئے گئے ہیں۔

(1) ترک کر دو۔ (2) چھوڑ دو۔ (3) اور رُوگردان ہو جاؤ۔

یہ آخری معنی ہم نے سادہ کہہ کر لکھے ہیں۔ جہاں ہم نے اپنے لئے یہ کہہ دیا کہ ہمارے معنی کو نظر انداز کر دو۔ اُسی طرح دوسروں کو چاہئے کہ وہ اپنے ترجمہ پر ضد نہ کریں۔ بلکہ لوگوں کو اللہ کی منشاء تک پہنچنے میں مدد دیں۔ لہٰذا ہم اپنی کوشش شروع کرتے ہیں۔ غور فرمایئے کہ خدا نے حکم دیا کہ اَے مومنین تم سب نماز جمعہ کی طرف دوڑو۔'' یا یہ کہ ''تم سب نماز جمعہ کے لئے جلدی جلدی چل کر جاؤ۔'' یا یُوں کہ ''تم سب ذکر اللہ کے لئے کوشش کرو۔'' اگر واقعی مومنین مومن ہیں؟ اور کم از کم ہماری افواج یا غیر مسلم فوجیوں کی سی خصلت اُن میں موجود ہے تو حکم ملتے ہی پہلا کام کیا ہوگا؟ اور ہاں! ہم سے مولانا کا فوراً تو چھوٹ ہی گیا۔ اگر اُس فوراً کو بھی شامل کرلیں؟ کہ جس کا شامل کرنا مجتہد کے فتویٰ کی بنا پر لازم ہے تو بتایئے کہ ایک مومن یا فوجی کا پہلا کام کیا ہوگا؟ یہ سوال ساری دُنیا سے پوچھئے۔ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ پہلا کام وہی ہوگا جو کسی مقابلہ کی دوڑ کیلئے تیار کھڑے ہوئے کھلاڑیوں کا ''تیار ہو جاؤ'' **(GET,SET)**۔ ہوشیار۔ **(READY)**۔ ایک۔ دو۔ تین کے بعد ہوتا ہے۔ یعنی نہایت مستعدی کے ساتھ پہلا قدم مسجد کی طرف اُٹھے گا۔ دُکان کا دروازہ بند کرنا، تالا لگانا، پھیلا ہوا سامان سنبھال کر دُکان میں رکھنا وغیرہ کی گنجائش صرف ہمارے ترجمہ میں ہے۔ **کوشاں ہو، کوشش کرو۔** اس میں تمام کام ٹھیک ہوں گے اور کوئی خلاف ورزی کا مجرم نہ ہوگا۔ دوسرے مفاہیم سے ایک ہنگامہ ہو جائے گا۔ کُتے گوشت و گلاب جامنیں کھا رہے ہوں گے۔ گدھے گیہوں کے ڈھیروں میں پیشاب کر رہے ہوں گے۔ آدمی آدمی سے ٹکرا رہے ہوں گے۔ جوتیاں کہیں ہوں گی صاحبِ جُوت

کہیں ہوگا۔مسجد کا دروازہ کسی فیل نما..........کی گردن سے لٹکتا ہوگا۔**لا حول و لا قوۃ۔**

177۔ اب اس طرح سوچیئے کہ خدا کا منشاء بھی وہی تھا جو مولانا نا سمجھے اور مولانا و مومنین بھی ویسے ہی تھے جیسا کہ ہونا چاہئیں۔ یعنی وہ تعمیل حکم میں ذرہ برابر لیت ولعل، ڈھیل اور سُستی ہر گز نہیں کرتے۔اور **فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہ** کی بنا پر جس کے کان میں اذان یا ندا پہنچی اُس نے **فوراً** دوڑنا شروع کر دیا۔تو پھر اس کے بعد **ذَرُوا الْبَیْعَ** کہنا اس لئے فضول وعبث ہوگا کہ مومنین تو فوراً دوڑ گئے۔اب تجارت چھوڑ دو،سودا یا خرید وفروخت ترک کر دو کس سے کہا جائے گا؟ اور کیوں کہا جائے گا۔لہٰذا **فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہ** کے مولویانہ معنی کرنے سے قرآن کریم کے الفاظ فضول اور عبث ثابت ہوتے ہیں۔اس لئے اُس کے وہی معنی صحیح ہیں جو ہم نے پیش کئے ہیں۔ یہاں آپ نے دیکھا کہ **ذَرُوا الْبَیْعَ** کی موجودگی نے غلط معنی کو رَد کر دیا۔یعنی آیت نے خود بتایا کہ یہ معنی غلط ہیں۔ایک شخص اپنے خادم سے کہتا ہے کہ کمرہ سے باہر نکل جاؤ۔(مثلاً بیگم صاحبہ تخلیہ چاہتی تھیں۔) نوکر سمجھا! تیزی سے باہر نکل گیا۔لیکن اُس دروازہ سے باہر نکلا جس سے بیگم داخل ہونے کیلئے کھڑی تھیں۔ٹکر ہوئی،بیگم کو تارے نظر آئے۔دھڑام سے گریں،سر پھٹا بیہوش ہوگئیں۔سرکار نے حکم دیا۔ڈاکٹر کو بلاؤ۔وہ ڈاکٹر برقی صاحب کو بلانے کے لئے مشرقی پاکستان کو پیدل چل کھڑا ہوا۔آپ سوچ رہے ہیں یہ کیا بکواس شروع کر دی۔شاباش ٹھیک سوچا،واقعی یہ بکواس ہے۔ مالک نے کہا تھا کہ "**کمرہ سے باہر نکل جاؤ**"۔ جملہ کا آخری لفظ سن کر ملازم؛ فرماں بردار ملازم فوراً باہر نکل گیا تو مسٹر نے کہا کہ "**باہر کے دروازہ سے**" جب وہ باہر کے دروازہ سے کہہ رہا تھا تو ٹکر ہو چکی تھی۔یہ اس لئے بکواس ہوئی کہ اُس نے جملہ کی ترکیب کو بدل دیا۔کہنا چاہیئے تھا کہ: "**باہر کے دروازہ سے کمرہ سے نکل جاؤ**" اِس جملہ کے پہلے سات لفظوں کو پہلے سننا ضروری ہے اس کے بعد کا لفظ ہے: "**جاؤ**" اس "**جاؤ**" کو سُن کر عمل کا الف ب ت شروع ہوگا۔لہٰذا ہونا یہ چاہیئے تھا کہ جب تم ندا سُنو تو تجارت،سودا،خرید وفروخت بند کر دو،چھوڑ دو،ترک کر دو،سامان سنبھالو،محفوظ کرو اور فوراً نماز کیلئے مسجد کی طرف دوڑ جاؤ"۔سمجھے آپ! "**دوڑ جاؤ" پہلے لانے سے ٹکریں ہوں گی**" دن میں تارے نظر آئیں گے،کُشت وخون ہوگا،فساد سے زمین لبریز ہو جائے گی،قرآنی تحریف کا جرم عائد ہوگا،خسارہ ہی خسارہ،وہی آج درپیش ہے۔مالک کو اگلے جملہ میں ڈاکٹر کا نام بتانا لازم تھا۔ورنہ ڈاکٹر تو حضرت اقبال بھی تھے۔اور جناب لیاقت علی خانصاحب بہادر بھی ڈاکٹر تھے۔اور یوروپ میں ہر مداری پروفیسر وڈاکٹر کہلاتا ہے۔دیہاتوں میں کمپونڈر ہی ڈاکٹر کہلاتے ہیں۔ہر وہ کلام بکواس ہے جو منطق اور نفسیات وحقائق کو نظر انداز کر دے۔کاش ہمیں اُتنی فرصت ہوتی جتنی ہمیں ضرورت ہے۔یہ ہماری مجبوری ہے کہ ہمیں اپنی ضروریات کو سمیٹ کر بتدریج وترجیح کے ساتھ خدائے قہار کے قہری نظام کے رحم وکرم و پسند کے حوالہ کرنا پڑتا ہے۔ورنہ ہمارے لئے بھی علمی و دینی طور پر لاوارث مرنا مقدّر ہو جائے گا۔اور ہماری سعی اِدھر اُدھر بکھر کر ضائع ہو جائے گی۔ایک شخص گردن میں چھُرا لگنے پر

سرراہ گرا۔شہہ رگ کا خون دس فٹ اُچھل کرگر رہا ہے۔پولیس انسپکٹر بیان لینے کے لئے کان لگائے بیٹھا ہے۔مقتول سے پہلے نمبر پر قاتل یا حملہ آور کا نام،پھر پتہ،حلیہ یا شناخت سُننے کا منتظر ہے۔مقتول لمبی کہانی ایک ادیب کے اسلوب نگارش کے ساتھ شروع کرتا ہے۔دس سال پہلے کے حالات دردانگیز زبان میں بیان کررہا ہے۔وہ دُشمنی کی وجہ بتائے گا۔سارا قصہ دلیل سے سنائے گا مگر اچانک ہچکی نے زبان بند کردی۔یہ فصاحت و بلاغت وادبیّت بکواس بن کررہ گئی۔اگر وہ کہتا کہ''حملہ آور غلام علی تھا تو بھی موقعہ کے لحاظ سے غلط ہوتا۔ہوسکتا ہے کہ حملہ آور کہتے ہوئے دم نکل جائے۔چاہئے کہ نام پہلے لیا جائے۔غلام علی حملہ آور تھا۔یا غلام علی قاتل کا نام ہے۔اس لئے کہ غلام علی کہہ کر اگر زبان بند ہوجائے تو گردن کی طرف اشارہ۔بتادے گا کہ غلام علی قاتل کا نام ہے۔اگر اشارہ کرنے کی گنجائش بھی نہ رہے تو بھی پولیس اپنی قابلیت سے غلام علی قاتل کا نام ہے۔''معلوم کرسکے گی۔لیکن آج سے دس سال پہلے میں اپنے باغ میں چہل قدمی کررہا تھا کہ.........وغیرہ وغیرہ باوجود حسین زبان کے بکواس ہے۔لہٰذا قرآن کے معنی کرتے ہوئے آپ یا ہم اگر بکواس کریں تو بات تو یہ بھی بُری ہے۔لیکن اگر معاذ اللہ خود قرآن کو عبث بنا ڈالیں تو یہ نہ صرف بکواس اور بُری بات ہے بلکہ جرم عظیم ہے۔

178۔ آپ کو دوبارہ یاد دلاتے ہیں کہ ہم نے بھی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ سے ایک بیان لکھا تھا اور جناب مولانا نے بھی لکھا ہے کہ:۔''من لا یحضرہ الفقیہ وغیرہ کتب معتبرہ میں وارد ہے کہ عہد نبویؐ میں جب اذان جمعہ دی جاتی تھی تو ایک منادی ندا کرتا تھا کہ **حرّم البیع ۔حرّم البیع** ۔لوگو اب بیع وشرا حرام ہے۔بیع وشرا حرام ہے۔''(جنتری صفحہ 44 کالم نمبر 2)
گو مولانا کے اس بیان میں مذکورہ کتب کی ترجمانی نہیں کی گئی ہے۔پھر بھی آخر الکلام بجنسہٖ صحیح ہے۔اور ہمارا اسی سے تعلق ہے۔یہاں ہم از سرنو آپ کو تفکر وتعقل کی دعوت دیتے ہیں۔اذان ہوجانے کے بعد منادی کی ندا کیا ہے؟حرّم البیع ،حرّم البیع ۔یعنی البیع حرام کردی گئی،البیع حرام کردی گئی۔رک جایئے۔سوچیۓ اور دیکھئے کہ آیت جمعہ میں وہ کونسا لفظ ہے جس کی روشنی میں البیع کو حرام کیا گیا ہے؟بلا کسی تمہید کے ہم عرض کرتے ہیں کہ **ذروا البیع** کے معصوم معنی ہیں حرّموا البیع ۔اور مولانا کی زبان میں''حرّموا البیع والشرا''خرید وفروخت دونوں کو حرام کردو''مولانا سے کہئے کہ اپنے اس مصدقہ اور کتب معتبرہ میں واردشدہ مفہوم پر ایمان لائیں۔اور البیع والشرا کو حرام مانیں۔

ذَرُوا کے معنی کسی سے بالکل کٹ کر ہمیشہ کے لئے دست بردار ہوجانا

179۔ ایک بات اور سنئے!ہم نے بار بار عرض کیا ہے کہ مولانا صاحبان جب جوش میں ہوتے ہیں اور اُن کے سر پر اُن کی ذاتی سوجھ بوجھ اور غرض کا بھوت سوار ہوتا ہے تو وہ کچھ ایسے حقائق کو لکھ جاتے ہیں جو ہوش وحواس ٹھکانے ہونے کی صورت میں وہ ہرگز نہ لکھتے اور قطعاً نہ مانتے۔اُن کے اسی قسم کے بیانات نے دراصل ہمیں حق تک پہنچایا ہے۔مجرم بڑی احتیاط سے جرم کرتا

ہے۔مگر ہر مجرم کے لئے مقدر ہے کہ اُس سے دورانِ جرم احتیاط کے باوجود ایک ایسی کوتاہی ہو جائے جس کا پتہ لگ جانے سے مجرم، جرم اور متعلقہ تمام حالات وواردات کُھل کر محقق و مفتّش کے سامنے آ جاتے ہیں۔ بہر طور ہم دینی مجرموں کے بھی احسان مند ہیں جو کچھ ہم نے اُن سے سیکھا وہ دوسرے لوگ نہ سکھا سکتے تھے۔اب سنئے کہ اسی جمعہ کے مضمون میں ایک جگہ آپ کو مولانا یہ کہتے ہوئے ملتے ہیں کہ:۔

۔''اب یہ خطاب اگر چہ بظاہر اُن ہی لوگوں کو ہے جو زمانہ نبویؐ میں موجود تھے لیکن چونکہ شریعت مقدسہ کے احکام قیامت تک ہونیوالے سب لوگوں کیلئے یکساں ہیں۔اسی لئے احادیث میں وارد ہے۔<u>حلال محمد حلال ابدًا الٰی یوم القیٰمۃ و حرام محمد حرام ابدًا الٰی یوم القیامۃ</u>۔(اصول کافی) حضور ختمیؐ مرتبت کا حلال قیامت تک حلال اور اُن کا حرام قیامت تک حرام ہے۔لہٰذا ہر دور کے تمام مومنین اس میں داخل ہیں۔جیسا کہ دوسرے تمام شرعی خطابات واحکام کا یہی حال ہے۔پس اس آیت مبارکہ سے روز روشن کیطرح واضح وآشکار ہو گیا کہ نماز جمعہ ہر زمانہ میں اہل ایمان پر واجب ولازم ہے۔''

(جنتری صفحہ 44-43)

180۔ ہم بتا چکے ہیں کہ جمعہ کا یہ مضمون اور اس سلسلہ کے تمام مضامین اس قدر کمزور ونحیف ہیں کہ وہ تنقید کا دباؤ برداشت نہیں کر سکتے۔چنانچہ اس فقرہ کا بھی یہی حال ہے۔چند اشارات کر کے ہم اُن کی صحیح مانی ہوئی بات پر گفتگو کریں گے۔

1۔حسب عادت مولانا نے ختمیؐ مرتبت لکھا لیکن درود وسلام اس لئے پسند نہ کیا کہ غالبًا بڑے بھائی کا درجہ اس قابل نہیں ہوتا۔(معاذاللہ)

2۔شریعت مقدسہ کے تمام احکامات کو سب لوگوں کے لئے قیامت تک یکساں کہہ کر ایسی صریح غلطی کی ہے کہ آج تک اس سے بڑی غلطی ہمارے علم میں نہیں ہے۔

3۔کسی چیز کے قیامت تک حلال وحرام ہونے سے نماز جمعہ کا سب پر بلا استثناء قیامت تک واجب ہونا نہ معلوم کون سی اصول فقہ کی کتاب میں ہے۔یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ چونکہ سردی کا موسم قیامت تک آتے رہنا لازم ہے۔لہٰذا تمام انسانوں کو بھیڑیں پالنا واجب ہے۔

4۔ان حضرات نے اکثر حوالہ جات بذات خود دیکھ کر لکھنا پسند نہیں کیا۔اسلئے صرف''کافی'' لکھ دینا کافی خیال کرتے ہیں۔افسوس صد افسوس۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو کافی کوئی دو چار صفحات کا پمفلٹ ہے یا یہ کہ انکو پتہ ہی نہیں کہ وہ ایک بحر ذخار ہے۔بہر طور وہ پُر یقین ہیں کہ اُنکی تحریر کو کتاب سے مقابلہ کر کے دیکھنے کی کوئی شخص ضرورت محسوس نہ کریگا۔خود مُقلَّد ہیں تو دوسروں کو لازمًا مُقلِّد سمجھنا چاہئے۔یہ بھی اُنکا احسان ہے کہ وہ''کافی'' لکھ گئے ورنہ سند لانا تو مجتہد کا کام ہی نہیں

مانا گیا وہ جو کہہ دے تو وہی تو آیات واحادیث ہوتی ہیں۔اسی لئے تو وہ خود آیت اللہ بنے تھے۔(انا لِلّٰہ وانا الیہ راجعون)

181۔ مولانا کو یہاں پھر روکئے اور دریافت کیجئے کہ سرکار! کیا واقعی آپ نے مان لیا کہ محمد مصطفیٰ کا حرام قیامت تک حرام ہے۔؟ اگر ایسا ہے تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ابھی ذرا دیر پہلے البیع کا حرام ہونا تکرار کے ساتھ ثابت ہوا تھا۔اور اب معلوم ہوا کہ جس حرام کو ہر جمعہ بہ تکرار حرام کہنا لازم ہے۔وہ تو یقیناً قیامت تک حرام ہے۔اور یہ حرام، اللہ ورسوؐل دونوں نے کیا ہے۔ لہٰذا قیامت تک ہی نہیں بلکہ خود قیامت میں اور بعدِ قیامت بھی حرام ہے۔چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

............اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ لَّا بَیۡعٌ فِیۡهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَالۡکٰفِرُوۡنَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَo(2/254)

اَے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو جو کچھ ہم نے تمہیں رزق دیا ہے۔اس میں سے انفاق کرو قبل اس کے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ بیع ہے نہ خُلَّة ہے نہ شفاعة ہے اور کافر! وہی تو ظالم ہیں۔''

182۔ اس آیت پر فی الحال غائر نظر ڈالنا مقصود نہیں ہے۔یہ تو اس لئے پیش کی گئی ہے کہ یہاں یہ دیکھیں کہ لفظ بیع؛ خُلَّة اور شفاعة کے ساتھ ہمسر بنا کر استعمال ہوا ہے۔اور بتایا یہ گیا ہے کہ چونکہ قیامت میں نہ بیع ہے نہ خُلّت ہے نہ شفاعت ہے۔ اس لئے انفاق کرو۔گویا اگر وہاں شفاعة کا انتظام ہوتا تو دُنیا میں انفاق نہ کرنا نقصان نہ پہنچا سکتا تھا۔اسی طرح بیع اور خلّت کو وہ وسائل سمجھنا ہوگا جن کے ذریعہ سے تمام ذمہ داریوں سے سبکدوشی ہو جائے۔چنانچہ بیع یا البیع کے معنی اس آیت سے اخذ کرنا ہوں گے۔اور یہ کہ وہی وہ بیع یا البیع ہوگی جو حرام کر دی گئی یا جس کے لئے ذَرُوۡا فرمایا گیا ہے۔ورنہ قیامت میں اگر غلّہ منڈی یا بردہ فروشی کا بازار (نخّاس) لگانے کی اجازت بھی مل جائے تو اس دُنیا میں کئے ہوئے مظالم کیسے محو ہو جائیں گے۔ خریدنے والا خریدے گا، پیسے دے گا، مال لے گا۔بیچنے والا، مال دے گا اور پیسے لے گا۔اس خرید وفروخت کی اجازت سے خود خرید وفروخت سے نجات کیسے نکل آئے گی۔لہٰذا شافع، بائع اور خلیل ایسی پوزیشن کا انسان ہونا چاہئے جو خدا کے حضور اس قدر اختیار رکھتا ہو کہ اس کی درخواست پر نجات ہو جائے۔یا پھر خود خدا کو شافع بائع اور خلیل ہونا چاہئے۔اس سے خود بخود معلوم ہو گیا کہ نجات کے طلبگار اور سفارش کنندہ میں شفاعت کا تعلق ہے۔اُنہی دونوں میں بیعت وخلّت کا معاملہ ہے۔یہ آٹا، دال اور کھجوروں کی خرید وفروخت کی بات نہیں ہے۔بلکہ البیع میں ہر قسم کی بیع داخل ہے۔وہ شخص جو کسی کا ملازم ہے۔اُس نے اپنے نفس کو چند مقرر ومتفقہ گھنٹوں، دنوں یا مدت کے لئے فروخت کیا ہے۔اُسے تنخواہ جب ہی ملے گی جب کہ وہ اتنی دیر یومیہ کام کرے ورنہ نہیں۔ذَرُوا البیع محض تاجروں یا دوکانداروں کے لئے نہیں ہے۔اس میں تمام ملازمت پیشہ بھی داخل ہیں۔اور خود ملازم رکھنے والا بھی اس بیع سے باہر نہیں۔ورنہ نماز جمعہ کا وجوب صرف دکانداروں تک محدود رہے گا۔کاشتکار اور (تاجروں کے علاوہ) تمام پیشے اور صاحبانِ صنعت وحرفت اس وجوب سے مستثنیٰ رہیں گے۔چنانچہ بیع کے مولویانہ معنی سراسر غلط وباطل ہیں۔

183۔ حالانکہ مندرجہ بالا بیانات میں **ذَرُوْا** اور **البیع** کے معانی پر کافی روشنی پڑ گئی ہے۔ مگر ہم دینیات میں اس سہولت سے نہ خود مطمئن ہوتے ہیں اور نہ دوسروں سے ہمیں یہ اُمید ہوتی ہے کہ وہ چٹکی بجاتے ہی مطمئن ہو جائیں گے۔ لہٰذا بات ختم نہیں ہوگئی بلکہ شروع ہوئی ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ مولانا کی تصدیق کے ساتھ احادیث و آیات سے یہ ثابت ہو چکا کہ:۔

اوّل۔ البیع حرام ہے اور اس کا حرام ہونا ہر جمعہ کو بتکرار دُہرانا لازم ہے؛

دوم۔ حَرّمَ الْبَیْع ،حَرَّم الْبَیْع کی ندا جمعہ کے روز جمعہ کے لئے لازم ہے؛

سوم۔ البیع کو حرام کرنیوالا حکم، جس پر سُنّۃِ جامعہ قائم تھی **ذَرُوا البیع** ہے۔ لہٰذا **ذَرُوا** بمعنی **حَرِّمُوا** استعمال ہوا ہے اور آخری بات یہ کہ؛

چہارم۔ البیع قیامت تک حرام ہے نہ کہ صرف جمعہ کے روز نماز جمعہ کے دوران حرام ہے؛ بلکہ ہر حرام مستقلاً حرام ہے۔(24/37)

184۔ آپ نے دیکھا تھا کہ ایک بیع وہ تھی جو ذکر اللہ کی راہ میں رکاوٹ نہ بنتی تھی۔ اُسی بیع کو حلال کیا گیا ہے(وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا.... 2/275)اور حلال قیامت تک حلال ہے۔ لہٰذا وہ بیع جو حرام ہے۔ نہ صرف جمعہ کے دن اور جمعہ کے وقت حرام ہے بلکہ ہر وقت اور ہر روز حرام ہے۔ اور جو بیع حلال ہے وہ جمعہ کو اور جمعہ کے وقت بھی اور ہر وقت و ہر روز حلال ہے۔ آپ جانتے ہیں اور ہم بھی۔ بتائیں کہ! وہ انسان جو کسی کا غلام یعنی ملکیت ہو۔ یعنی جس کی ذات بِک چکی ہو۔ اُس پر نماز جمعہ واجب نہیں۔ یہی نہیں بلکہ دین کے بہت سے احکامات اُس سے ساقط ہیں۔ لہٰذا پھر معلوم ہوا کہ انسان کی خرید و فروخت دونوں حرام ہیں۔ اِس سے اُس بیع کا پھر تعیّن ہوا جو حرام ہے۔ ساتھ ہی یہ معلوم ہوا کہ کوئی ایسی ملازمت جس میں دین کے احکامات کی دین کی منشاء کے مطابق تعمیل نہ ہو سکے وہ بھی حرام ہے۔ یعنی ذَرُوا الْبَیْعَ ہی کو مالک سرکار کے رُوبرو پیش کر کے کہا جائے گا کہ مجھے نماز جمعہ سے باز نہیں رکھا جا سکتا۔ یہ ہوسکتا ہے کہ مالک صاحب تنخواہ شروع سے ہی کم مقرر کریں۔ بہرحال ایسا معاملہ جو دین میں حارج ہو جائے حرام ہے۔ اور وہ ذَرُوا الْبَیْع کی رُو سے حرام ہے۔

185۔ ہم نے عرض کیا تھا کہ مولانا جوش میں حرام محمدؐ کو قیامت تک حرام کہہ گئے۔ اس لئے کہ اُن پر جمعہ کا وجوب سوار تھا۔ ورنہ یہ حضرات کسی حرام کو قیامت تک اور مطلق حرام نہیں مانتے۔ ہماری کتاب **حرمۃ غنا** میں اس کی باقاعدہ وضاحت کی جا چکی ہے۔ ہم نے دکھایا ہے کہ ہر حرام کو حلال کر لیا گیا اور کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہونے دی۔ چوڑے میدان میں کہا، کتابوں میں لکھا اور کوئی سمجھ نہ سکا کہ حرام کو حلال کر لیا ہے یا حلال کو حرام بنا دیا ہے۔

186۔ ابھی ابھی جو آیت (2/275) گذری (پیرا نمبر 184)اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''البیع کو حلال کر دیا اور سود کو حرام کر دیا''۔ یعنی جو بیع حلال ہے وہ نہ سود ہے نہ سود سے متعلق ہے ورنہ حرام ہوتی۔ سود کو حرام قرار دیا گیا لہٰذا سود کے متعلق ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیں جو مذکورہ بالا آیت سے مسلسل و مربوط ہے فرمایا کہ:۔

۔''اے مومنین اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اگر تم واقعی مومن ہو تو جو کچھ سُود کسی کے ذمہ باقی رہ گیا ہے ۔اُس سے روگردانی اختیار کرلو۔چنانچہ اگر تم نے ایسا نہ کیا یعنی ذَرُوْا کے حکم کے خلاف سُود سے اپنا تعلق قائم رکھا تو پھر تم خدا اور اُس کے رسُول کا جنگی اُلٹی میٹم سُن لو۔''

یَاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْااللّٰہَ وَذَرُوْا مَابَقِیَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ o فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ..... الخ (2/279-278)

آپ نے دیکھا کہ **ذَرُوْا** حرام شدہ چیز کے لئے استعمال ہوا اور یہ ایسا لفظ ہے کہ اس کی خلاف ورزی خدا و رسُول سے اعلان جنگ ہے۔اس کے معنی صرف چھوڑ دینا۔یا۔کسی چیز یا کام سے الگ ہو جانا۔یا بے توجہی اختیار کر لینا یا چشم پوشی برتنا نہیں ہیں۔بلکہ یہ سب معانی اس میں داخل ہیں۔اِس لفظ سے منشاء یہ ہوتا ہے کہ کسی سے بالکل کٹ کر ہمیشہ کیلئے دست بردار ہو جانا۔اور پھر اُدھر رُخ یا رغبت و توجہ تک نہ کرنا۔صرف چھوڑ دینا اور وہ بھی عارضی طور پر کسی کام کو چھوڑ دینا **ذَرُوْا** کے معنی نہیں ہیں۔ہم نے بار بار کہا ہے کہ یہ لوگ قرآن کے معاملہ میں کبھی بھی سنجیدہ نہیں ہوتے۔اِنکی تمام تحریریں ڈھیلے الفاظ اور مبہم زبان میں ہوتی ہیں۔جن کا منطقی اصول سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔لُغت اپنا سر پیٹتی رہ جاتی ہے،آیات و احادیث انکا منہ دیکھتی رہ جاتی ہیں،عقل ایک کونے میں منہ چھپائے کھڑی ہوتی ہے۔اور طرفہ تماشہ یہ کہ اس قسم کے مولانا اپنے زمانہ کے اَعلم دوراں کو یتیم فی العلم کہنے میں تکلف نہیں کرتے یعنی اُستاد کے منہ پر طمانچہ لگا دینا اُن کے لئے جائز ہے۔خدا اُن کو ھدایت دے آمین۔

187۔ سُنیئے ! جناب علی مرتضٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام البیع کی وضاحت فرماتے ہیں۔

یہ دُنیا منزل نہیں راہ گذر ہے۔یہاں تمام انسان دو مَردوں کیطرح ہیں ایک وہ مرد جو یہاں خود کو بیچ ڈالتا ہے۔اور اپنی ذات کو تباہ کر دیتا ہے۔دوسرا وہ مرد جو یہاں اپنے نفس کو خرید لیتا ہے پھر اُسے آزاد کر دیتا ہے۔'' سرکار علیہ السلام کا ماخذ قرآن کریم ہے جہاں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:۔

''اَلدُّنْیَا دَارُ مَمَرٍّ لاَ دَارُ مَقَرٍّ ،وَالنَّاسُ فِیْھَا رَجُلاَنِ : رَجُلٌ بَاعَ نَفْسَہٗ فَاَوْبَقَھَا ،وَرَجُلٌ ابْتَاعَ نَفْسَہٗ فَاَعْتَقَھَا . (نہج البلاغہ حکمت نمبر 133 مفتی جعفرحسین)

۔''بالتحقیق اللہ نے مومنین میں سے اُن کے نفوس کو اور اُن کے اموال کو جنت کے یقینی عیوض پر خرید لیا ہے۔وہ فروخت شدہ مومنین راہِ خدا میں مرنے اور مارنے کیلئے جنگ کرتے ہیں۔اس خرید و فروخت اور عمل درآمد پر (تمام کتب خداوندی مثلاً) توریت انجیل اور قرآن میں ہمارا وعدۂ حق لکھا جا چکا ہے اور اللہ سے بڑھ کر کون ہوسکتا ہے ایفاءِ وعدہ میں؟ وہ تمام مومنین (جن سے یہ وعدہ ہو چکا ہے) اپنی اس بیع پر جو اُنہوں نے اللہ

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ وَذٰلِکَ ھُوَالْفَوْزُالْعَظِیْمُ o(9/111)

کے ساتھ بیع کی ہے ہم سے مژدۂ بشارت سن کر مسرور ہوں۔ وہ اُن کی بیع ہی تو فوز العظیم ہے۔''

البیع صاحبؑ زمانہ و حجۃِ خدا سے حلال ہے، لازم ہے ورنہ حرام ہے

188۔ اس آیہ کریمہ میں بیع وشرا کا پورا پورا معاملہ آپکے سامنے آ گیا۔ یہ ہے وہ بیع جو دین و دُنیا میں خدا کو پسند ہے۔ یہ بیع کسی لمحہ حرام نہیں ہے۔ جمعہ کے روز یہی بیع ہے جس کی تجدید و تثبیت کیلئے امامؑ کے حضور حاضر ہونا لازم ہے۔ یہی **بیع باقی ہر قسم کی بیع پر پابندی عائد کرتی ہے**۔ اور جو بیع یا شرا اُسکے اثر و نفوذ میں دخل انداز یا حارج ہو حرام مطلق ہے۔ اسی لئے ہر وہ جزوی بیع جس میں کوئی شخص اپنی ذات کو روزی پیدا کرنے کیلئے عارضی طور پر وقف کر دے جمعہ کے روز قطعاً حرام ہے۔ اسلئے کہ آج تمام انسانوں کے مالک و آقا اور حجۃِ خدا کے سامنے جانا ہے۔ حجۃِ خداوندی تمام مومنین کے نفوس، جان و مال و اولاد کی مالک ہے۔ یہ سب اُسکے ہاتھ میں بکے ہوئے یا فروخت شدہ ہیں۔ جو شخص اپنی جان و مال و اولاد و ازواج و اقرباء وغیرہ کو حجۃِ خدا سے عزیز تر خیال کرے وہ کافر ہے، جہنمی ہے، مردود و ملعون ہے۔ اس پر قرآن و احادیث کے بینات قائم ہیں۔ یہ ہے وہ عظیم المرتبہ بیع کہ جسکے بالمقابل کوئی بیع حلال نہیں ہے۔ اسی بیع کی مضبوطی کیلئے وسائل کی فراہمی کے سلسلہ میں انسانوں کو عارضی طور پر اپنا وقت وقف کرنیکی اجازت ہے۔ اسی بیع کو برقرار رکھنے کیلئے ہر پیشہ حلال کیا گیا ہے۔ یہی بیع ہے جس نے بردہ فروشی کو حرام کیا۔ اسی بیع کو خدا نے مذکورہ بالا آیت میں وعدہ قرار دیا ہے۔ اسی کی تکریم کیلئے خدا نے عہد کیا ہے۔ یہی عہد قیامت میں شفاعت کا حق پیدا کرتا ہے۔ اسی عہد کی بنا پر وہاں شفاعت کی رحمانی اجازت (اذن) ملیگی۔ اسی عہد سے متعلق ہر فرد یقیناً جنت میں دھوم دھام کیساتھ لیجایا جائے گا۔ انہی لوگوں کی برائیاں اور گناہ نیکیوں سے بدل جائینگے۔ اب یہ سنئے کہ یہ بیع کیسے ہوتی ہے؟

189۔ ''بتحقیق جو لوگ خود کو اپنے ہاتھوں سے تمہارے ہاتھ بیع کر رہے ہیں۔ یہ بیع اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ لوگ خود کو خدا کے ہاتھ بیع کر رہے ہیں۔ اُن کے ہاتھوں پر ید اللّٰہ ہے یا یہ کہ اُن کے ہاتھوں پر ید اللّٰہ فوقیت رکھتا ہے۔ چنانچہ جو کوئی اس معاہدہ بیع کو توڑے وہ ذاتی طور پر ماخوذ ہوگا۔ اور جو کوئی اللہ کی اس بیع کے معاہدہ پر ثابت قدم رہے گا اُسی کو عنقریب اللہ عظیم الشان اجر عطا کرے گا۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًاo(48/10)

آپ نے دیکھا کہ خداوند عالم کی طرف سے حجۃ خدا صلوٰۃ اللہ علیہ اس بیع کے ذمہ دار ہیں۔ یہ بیع اُنؑ سے ہوتی ہے اور خدا سے بیع کہلاتی ہے۔ معاہدہ اُنؑ سے ہوتا ہے مگر ذمہ داری خدا کی ہوتی ہے۔ یہاں بھی خدا نے اجر عظیم کا وعدہ دہرایا ہے جو دراصل وہی فوز عظیم ہے جو سابقہ آیت میں گذر چکا۔ یہی بیع وشرا وہ تجارت ہے جو عذاب الیم سے نجات دلانے کی ضامن ہے۔ (61/10-11) یہی وہ بیع وشرا ہے جو دُنیا میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اُن کے جانشینوںؑ کے ہاتھوں پر ہو چکنا

لازم ہے ۔قیامت میں اسی بیع کا موقعہ نہ ملے گا ۔یہی بیع شفاعت ہے ،یہی بیع خلّت ہے ۔مختصراً یہ کہ یہی بیع جنت ہے (2/254) مناسب ہوگا کہ یہاں اس بیع وشرا کا تعیّن بھی ہوجائے ارشاد ہے:۔

190۔''اورانسانوں میں سے ایک وہؑ بھی ہے جواللہ کی رضامندیاں حاصل کرنے کیلئے اپنے نفس کوفروخت کرچکا ہے۔اوراللہ توبندوں پرشفیق ومہربان ہے۔'' | وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌ بِالۡعِبَادِ o (2/207)

سابقہ دونوں آیات اُسؑ بزرگ ترین انسان کے اسوۂ حسنہ کی اتباع کرنے والوں کی نشاندھی کرتی ہیں ۔یہ ہے وہ ہستی جس نے سب سے پہلے محمد مصطفیٰ فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ کی معرفت خوداُنؐ کی جان کوخطرہ سے محفوظ کرنے اورتمام مومنین کے لئے امن کی راہ ومقام کا افتتاح کرنے کے لئے خودکوموت کے منہ میں دھکیل دیا۔اوراس طرح خدا کے عہد کے مطابق اللہ کی مرضات کواپنی جان کے بدلے میں خریدلیا۔اللہ اُس کی جان کا مالک بنا۔اوراپنی تمام رضامندیاں اُن امین و دیانت دار ہاتھوں میں سونپ دیں ۔اس بیع میں اب کسی بدعنوانی کی گنجائش نہیں ہے ۔چنانچہ جن لوگوں کواس کی ضرورت ہے کہ خدااُن سے راضی ہواُن کا فرض ہے کہ اُس ہستی کوراضی کرے کہ جس کی رضا کے خلاف خدا کچھ نہیں چاہتا(76/30) زبانی رضی اللہ کہنے سے خدا راضی نہیں ہوسکتا ۔اُس کی رضا کیلئے ولایت پرایمان ،ولایت کی اتباع ،ولایت کے دشمنوں سے تبرّا، دوستوں سے تولّی ضروری ہے ۔ بیع صرف ولایت سے ہوگی ،ولایت کے لئے ہوگی ۔ولایت کی رضامندی سے ہوگی ورنہ حرام ہے جمعہ ہویا جمعرات کسی پیر سے ہو یا فقیر سے ہو بیع حرام ہے۔بیع صاحبؑ زمانہ وحجۃِ خدا سے حلال ہے،لازم ہے ورنہ حرام ہے ۔یہی وہ بیع ہے جو ذکراللہ کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی ۔بلکہ ذکراللہ کی کثرت کا سبب بنتی ہے ۔اُنہی بک جانے والوں(24/37) کوخدانے بشارتیں دی ہیں اُنہی کومردقراردیا گیا۔اس بیع سے جوباہر ہیں وہ نامرد ہیں انُہوں نے مردانگی کی توہین کی ہے۔اسی جگہ سے ناکثین ومارقین کی پوزیشن معلوم ہوتی ہے۔

191۔ حضرت امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ:۔تمام انسان اطاعت کی حیثیت سے ہمارے غلام ہیں ۔دین کی دیانت میں ہم سے وابستہ ہیں ۔ | النّاس عبید لنا فی الطاعة ،موال لنا فی الدّین، فلیبلّغ الشاهد الغائب۔

چاہئے کہ حاضرین اس حقیقت کوغائبین تک تبلیغ کردیں ۔''(اصول کافی ۔کتاب الحجة باب فرض طاعة الآئمة)

انسان ہی امام علیہ السلام کے غلام ومطیع نہیں بلکہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

۔''اَنَّ الدُّنیا والآخرة للامام یضعها حیث یشاء وید فعها الی من یشاء۔''

۔''یہ کہ یقیناً دُنیا وآخرت امامؑ کی ملکیت ہے ۔جہاں چاہے اُنہیں استعمال کرے اور جسے چاہے دُنیا وآخرت یا دونوں عطا کردے۔''(اصول کافی ۔کتاب الحجة باب ۔اِنَّ الارض کلّها لِلِامامؑ)

192۔ آپ نے مسلسل دیکھا کہ سربراہِ اسلام سے معاہدۂ بیع وشرا دراصل خدا سے معاہدہ ہے۔اس عہد کے خلاف ہر بیع حرام ہے۔دشمنانِ اسلام کی تمام مخالفانہ سعی وکوشش اسی عہد کو توڑنے کے مترادف ہے۔اس عہد کے خلاف معاہدہ کرنا، جماعتیں بنانا یا اس عہد خداوندی کو کسی خفیہ ترکیب سے ڈھیلا کرنا حرام ہے۔اس کو ہر جمعہ کو خصوصاً بطور تنبیہ یاد دلانا لازم ہے۔اس عہد کی خرید وفروخت کو ہر قیمت پر حرام کیا گیا ہے۔(16/95)

(یعنی لَا تَشْتَرُوْا بِعَھْدِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیْلاً اِنَّمَا عِنْدَاللّٰہِ ھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o)

یہاں بھی یہ بتایا گیا ہے کہ اگر تمہیں علم ہے تو جو خدا کی طرف سے ہے وہی خیر ہے۔یعنی اس خیر کو سمجھنے کیئے لئے علم کی ضرورت ہے۔اور اس خیر کے علاوہ ہر چیز شر ہے۔جو لوگ آٹا دال ہی کو بیع وشرا سمجھتے ہیں اُن کا خیال آیت جمعہ پڑھ کر روٹی اور سالن ونمک تیل لکڑی تک یا بزاز وبقال تک محدود رہتا ہے۔لیکن اس بیع کا تذکرہ نہیں ہورہا ہے۔یہ تو ذیلی وضمنی چیزیں ہیں۔قرآن کریم کے الفاظ وآیات سے گھٹیا قسم کے تصورات پیدا کرنا بہت گھٹیا طریقہ ہے۔خدا نے تو جس بیع کا ذکر کیا ہے وہ براہِ راست دُنیا وآخرت میں نجات وفلاح سے متعلق ہے۔قرآن میں بیع وشرا اور تجارت کی چند ذیلی وضمنی چیزیں ملاحظہ ہوں۔

193۔ **اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْکُفْرَ بِالْاِیْمَان...** الخ۔بتحقیق جن لوگوں نے ایمان دے کر کفر خریدا وہ........**لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا وَلَھُمْ عَذَابٌ أَلِیمٌo** (3/177) لوگ خدا کو ذرہ برابر ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اُن کیلئے عذاب الیم ہے۔

یہاں آپ ایمان اور کفر کی بیع وشرا دیکھتے ہیں۔اس کے بعد خدا نے آیات کی خرید وفروخت کرنے والوں کی غرض یہ بتائی ہے کہ وہ دین خداوندی کی راہ روکنا چاہتے ہیں۔(9/9) آیات کی فروخت میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو ولایت پر ایمان کا اعلان کریں اور دشمنان ولایت کے دباؤ پر سر جھکا دیں۔گویا وہ لوگ بات بات میں اپنے آیت اللہ یا امام زمانہ علیہ السلام کو بیچتے رہتے ہیں۔خدا نے یہ بھی بتایا کہ ایسے ہی لوگ وہ ہیں جو اپنی آخرت کی نجات کو دُنیا کے منافعوں کے بدلے فروخت کردیتے ہیں۔(2/86) اسی کو ہدایت دیکر گمراہی خریدنا قرار دیا گیا ہے (2/16) یعنی وہ مغفرت کو بیچ کر عذاب خریدتے ہیں۔(2/175) دشمنانِ دین اس حد تک بڑھتے ہیں کہ دینداروں کو گمراہ کردینے کی خاطر ضلالۃ وگمراہی خود بھی خرید لیتے ہیں۔(4/44) یہ تمام قسم کی بیع وشرا، بیعتِ ولایت یا معاہدۂ بیع کو بے اثر کرنے کے لئے کی جاتی ہیں۔اس کا ایک تاریخی موقعہ جناب ولایت مآب علیہ السلام کی زبانی سنئے ارشاد ہے کہ:۔

194۔ اور اُس نے اُس وقت تک خود کو نہ بیچا جب تک اُس نے یہ شرط نہ منوالی کہ اُسے اِس بیعت (بیچنے) پر نقد قیمت ادا

وَلَمْ یُبَایِعْ حَتّٰی شَرَطَ اَنْ یُؤْتِیَہٗ عَلَی الْبَیْعَۃِ ثَمَنًا فَلَا ظَفِرَتْ یَدُ الْبَائِعِ وَخَزِیَتْ اَمَانَۃُ الْمُبْتَاعِ فَخُذُوْا لِلْحَرْبِ اُھْبَتَھَا وَاَعِدُّوْا لَھَا عُدَّتَھَا فَقَدْ شَبَّ لَظَاھَا ،وَعَلَا سَنَاھَا، وَاسْتَشْعِرُوا الصَّبْرَ فَاِنَّہٗ اَدْعَیٰ اِلَی النَّصْرِ.

کردے۔ بیچنے والے (بائع) کے ہاتھ فتح وظفر سے محروم رہے اور خریدارِ عہد و پیان کے لئے یہ سودا باعث رسوائی ہوا۔ لہٰذا تم جنگ کو خود پر لازم کرلو۔ متعلقہ سامان حرب تیار کرلو۔ جنگی شعلے بلند ہور ہے ہیں اس کی لپٹیں لپک رہی ہیں۔ صبر کو اپنا شعار بنالو بتحقیق وہ نصرت کے لئے بلاوا ہے۔ (نہج البلاغہ خطبہ نمبر 26)

اس جگہ یہ سمجھ کر آگے بڑھیں کہ معاہدۂ خداوندی یعنی بیعتِ ولایت کو بے اثر کرنے کے لئے حکومتیں قائم کی جاتی رہی ہیں۔ اور یہ بھی کہ جو ولایت کی بیعت میں داخل ہیں اُن پر ہر لمحہ سامان حرب تیار رکھنا خود کو جنگ کے لئے آمادہ اور فٹ رکھنا لازم ہے۔ اُن کے شعار میں صبر وتحمل ایک ضروری چیز ہے۔ جمعہ ہو یا جماعت، عام اعمال ہوں یا عبادت، اہل ولایت کا فریضہ ہے کہ وہ قیام ولایت کو اپنا مطمع نظر رکھیں۔ اُن کی ہر کوشش اُن کا ہر عمل اُن کی قیام ولایت کی فکر سے خالی نہ ہو۔ بتایا جاچکا ہے کہ ہر وہ عبادت حرام ہے جس میں تصورِ قیامِ ولایت یا ولایت نہ ہو۔ اس لئے فرمایا گیا کہ <u>وَذَرُوا الْبَيْعَ</u>۔ اپنے نفوس آزاد کرلو۔ ہر غلط معاہدہ توڑ ڈالو۔ تمام علائق وعواطف اور پابندیوں کو کچل دو، قطع کردو۔ اس لئے کہ حرّم البیع حرّم البیع۔ بیع صرف امام علیہ السلام کیلئے ہے۔ ولایت وقیام ولایت سے مخصوص ہے اور بس۔

فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہ کے تقاضہ کے ماتحت لوگوں کی جہالت دُور کرنا، علم کی دولت سے آراستہ کرنے کی سعی

195۔ <u>ذروا البیع</u> پر اس سے زیادہ تفصیلات کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف اس قدر اور بتانا ہے کہ ابلیس کے نظام یا طاغوتی انتظام میں بھی چند نمائندہ ہیں۔ جن سے وابستگی طاغوت کیلئے اتنا ہی ضروری ہے۔ جتنا کہ ہمارے یہاں معصومین علیہم السلام سے لازم ہے۔ چنانچہ مذہب کی ابتدا آدم علیہ السلام کے زمین پر تشریف لانے سے ہوتی ہے۔ مگر ابلیسی نظام اُس سے بھی قدیم اور مشاق ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کے مذہب کے خلاف ابلیسی تصادم جاری رہا۔ رفتہ رفتہ چند انسان بھی ابلیسی نظام میں شامل ہو گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں باقاعدہ محاذ بنا اور چند انسان ابلیس کی مکمل نمائندگی کے قابل تیار ہو گئے۔ اُن لوگوں یا لیڈروں کیلئے جو قدرومنزلت مخالفین مذہب میں رہتی چلی آئی ہے۔ وہ یہ کہ کسی قیمت پر اُن سے وابستگی ترک نہ کی جائے۔ اس کے برعکس باقی ہر چیز سے <u>مقاطعہ</u> اور علیحدگی اختیار کی جاسکتی ہے۔ کفار کے اس تصور کو قرآن کریم نے طرح طرح سے بیان کیا ہے۔ بس ایک مقام دیکھ لیں اللہ نے کفار کا قول نقل کیا ہے کہ:۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا O وَقَدْ أَضَلُّوْا كَثِيرًا۔الخ (71/23-24)

196۔ اور اُنہوں نے حکم دیا کہ تم اپنے معبودوں کی طرف سے ہرگز ہرگز روگردانی نہ کرو گے اور یہ کہ تم ودّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر سے بھی ہرگز ہرگز روگردان نہ ہو گے۔ اور یقیناً اُن لوگوں نے اس طرح بہتوں کو گمراہ کیا۔

آپ نے دیکھا کہ ہم سے خدا نے بیع یا بیعت کیلئے کہا کہ ذروا البیع یا حرّم البیع اس کے خلاف ابلیسی نظام نے حکم دیا کہ:۔

لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَکُمۡ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا... وغیرہ۔ معلوم ہوا کہ ذروا البیع کے حکم سے ہم ہر وہ چیز ترک کر دیں گے جس کو ابلیسی معاشرہ ترک کرنا نہیں چاہتا۔ چنانچہ ہمارا فرض ہے کہ ہم کسی غیر معصوم نظام یا فرد سے ہرگز ہرگز البیع کا تعلق نہ رکھیں۔ سب سے کٹ کر، بریّت یا تبرّا کر کے الگ ہو جائیں۔ اور دامنِ عصمت کو مضبوط تھام لیں ہماری ہر فکر، ہمارا ہر عمل و اقدام قیام ولایت کی غرض سے وابستہ ہونا لازم ہے۔ لہٰذا ذروا البیع کے معنی میں ولایت کے خلاف ہر تصور، ہر فکر و عمل اور ہر نظام سے کُلّی مقاطعہ اور دائمی تبرّا داخل ہے۔ یہاں آٹا دال مراد لینا نہ صرف احمقانہ تصور ہے بلکہ منافقین کی طرفداری کا شعوری یا لاشعوری نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ یہ ایک بڑی گھٹیا بات ہے۔ جس طرح معذورین اور مستثنیٰ مومنین نماز جمعہ میں شریک نہ ہوں گے اسی طرح وہ نہ دکانیں بند کریں گے۔ نہ دفاتر اور دوسرے اداروں کا کام بند کریں گے اور یہ سمجھ لیں کہ سو فیصد تعطل کبھی اور کسی غرض کیلئے جائز نہ ہوگا۔ عین نماز جمعہ کے وقت ڈاکٹر مریضوں کو دیکھ رہے ہوں گے۔ ریلوے اور دوسرے وسائل آمد و رفت برابر جاری رہیں گے۔ غیر مسلم ممالک کے جہاز بندرگاہوں پر لگانا۔ متعلقہ سامان اُتارنا چڑھانا وغیرہ۔ ہزاروں انسان عین نماز جمعہ کے وقت مصروف کار ہوں گے۔ نماز موقوت کو باجماعت ادا کرنے کے لئے یہ عذرات معقول نہیں ہیں۔ اس لئے کہ باقی پانچوں وقتوں کی نمازوں کو آگے پیچھے کیا جا سکتا ہے۔ اُن کے اوقات کو اسی تعطل کو روکنے کے لئے بڑا وسیع رکھا گیا ہے۔ ایک جماعت ہو چکے گی تو دوسری شروع ہوگی۔ جمع بین الصلاتین بھی اسی سلسلہ انتظام کی ایک کڑی ہے۔ مگر نماز جمعہ کا وقت بہت تنگ ہے۔ اُسے آگے پیچھے نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا باقاعدہ قیام تمام بنی نوع انسان کو آگے پیچھے کرے گا۔ انسانوں کو اس کے لئے تیاریاں کرنے اور اس بات کو سمجھنے کے لئے کیا طریقہ اختیار کریں کہ اُسی تنگ وقت میں بلا استثناء تمام بنی نوع انسان نماز جمعہ میں امام وقت علیہ السلام کے رُوبرو حاضر ہو سکے؟ اور کسی قسم کا تعطل بھی پیدا نہ ہو؟ اسی انتظام پر غور و فکر و نظر و عمل کو مرکوز کرنے کے لئے سعی کا حکم ملا ہے۔ اسی کے علم سے یہ سعی خیر بنے گی۔ اسی لئے اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ فرمایا گیا ہے۔ اس مقصد اعلیٰ کو اگر سامنے رکھ کر عمل نہ کیا گیا تو قیام جمعہ جہالت پر مبنی رہے گا۔ اور جہالت پر مبنی کسی چیز سے خیر کی اُمید کرنا نامعقول ہے۔ یہی سبب ہے کہ آج جمعہ بے نتیجہ ہے اس سے خیر کا صادر ہونا یا حاصل ہونا ہرگز مخصوص نہیں البتہ فسادات، ایک دوسرے کے خلاف نفرت کا پھیلانا بالکل ظاہر ہے جو شر ہے، فساد ہے۔ اور ہم جاہلوں کو فِی سَبِیۡلِ اللّٰہِ فساد کی اجازت نہیں دے سکتے۔ ہمارا کام ہے کہ ہم پہلے فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ کے تقاضہ کے ماتحت لوگوں کی جہالت کو دُور کرنے اور اُنہیں علم کی دولت سے آراستہ کرنے کی سعی کریں۔ تاکہ وہ خیر و شر کو سمجھیں اور خصوصاً قیام ولایت کی غرض و غایت اور اس کے لئے سعی میں خصوصی خیر کو جان لیں۔ اس تدریج و تقسیط کے بغیر نہ صرف جمعہ بلکہ ہر عبادت حرام ہے۔ ہمارے علماء نے خواہ مخواہ حرام ہونے کے فتویٰ نہیں دیے ہیں۔ نہ اُنہوں نے خواہ مخواہ جمعہ کو اختیاری قرار دیا ہے۔ ہوتا یہ رہا ہے اور یہی ضروری ہے کہ ان بحثوں میں راز ہائے سربستہ کو محفوظ رکھنے کے لئے

ہمارے علماء نے زیادہ کھل کر بحثیں نہیں کیں۔ کہ دیوار ہم گوش دارد۔ ہم خود اس مسئلہ میں چالیس سال سے خاموش تبلیغ کرتے چلے آئے۔ لیکن اب طے کر لیا ہے کہ کلیدی مقامات کو محفوظ رکھ کر اس بحث کو مکمل کر دیا جائے تا کہ جہلاء واجب واجب کہتے کہتے ہمارے منصوبہ کو تباہ نہ کر دیں۔

قیام جمعہ کے لئے علم کی شرط کو خیر کے لئے لازم کیا گیا

197۔ اس کے بعد **ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ** o کا نمبر آتا ہے۔ اگر تمہیں علم ہو تب ہی وہ سب کچھ تمہارے لئے خیر ہو سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ آیت کے اس حصہ پر زیادہ بحث کی اس لئے ضرورت نہیں ہے کہ ہر عاقل جانتا ہے کہ بلا علم کوئی عمل کرنا حماقت ہے۔ اور اس لئے بھی کہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ بلا علم نہ عبادت ہے نہ دین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بچوں پر، دیوانوں پر، دماغی بیماروں پر، ضعیفوں پر جمعہ کا واجب نہ ہونا یہ سب بھی مانتے ہیں۔ یہ استثنا اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ کے اندر بھی محفوظ ہے۔ اور قرآن کریم کی سینکڑوں آیات سے بھی ثابت ہے۔ علم و حکمت خود خیر ہے بلکہ خیر کثیر اسی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جہل خود شر ہے اور تمام شر و فساد کا دارومدار اسی پر ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اس پر مزید کسی بحث کی ضرورت ہے۔ بہر حال اس سلسلہ میں چند چیزیں پیش کریں گے تا کہ عنوان بالکل خالی نہ رہ جائے۔

198۔ قرآن کریم سے ایک اصول ملاحظہ فرمالیں ارشاد خداوندی ہے کہ:۔

قُلۡ هَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ لَایَعۡلَمُوۡنَ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ O (39/9)

''کہہ دیجئے کہ کیا وہ لوگ جن کو علم حاصل ہے اُن لوگوں کے برابر ہو سکتے ہیں جن کو علم حاصل نہ ہو؟ اس کے سوا کچھ نہیں کہ صاحبانِ عقل ہی سمجھ کر عمدہ نتیجہ نکال سکتے ہیں۔''

آپکو یاد ہوگا کہ مولانا نے فرمایا تھا کہ ''شریعت مقدسہ کے احکام قیامت تک ہونے والے سب لوگوں کیلئے یکساں ہیں۔'' مندرجہ بالا قرآنی اصول کی رُو سے یہ قول کس قدر غلط ہے؟ جب تمام انسان علمی حیثیت سے برابر نہیں تو احکام کس طرح سب کے لئے یکساں ہو سکتے ہیں؟۔ بہر طور آیہ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اہل علم جہلا کے برابر نہیں ہوتے۔ اور منشاءِ خداوندی سمجھنے کے لئے عقل مند ہونا ضروری ہے۔ یہ سبب ہے کہ قیام جمعہ کے لئے علم کی شرط کو خیر کے لئے لازم کیا گیا۔ یہاں آپ ایک بہت طولانی حدیث میں سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں تا کہ علم و عقل و مذہب کا تعلق معلوم ہو جائے۔

199۔ جناب ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ھشام بن الحکم کو علم و حکمت و عقل اور مذہب کی تفصیلات بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

۔’’اے ہشام پھر (خدانے) اہل عقل کا ذکر بڑی خوبی کے ساتھ کیا ہے۔اور بہترین زیور سے آراستہ کیا ہے‘‘ (اللّٰہ) جسے چاہتا ہے حکمت عطا کر دیتا ہے۔اور جسے حکمت دے دی گئی یقیناً اُسے خیرِ کثیر عطا ہوئی۔اور اہل عقل کے سوا کوئی تذکیر نہیں کرسکتا (2/269) اور فرمایا کہ علم میں راسخ افراد کا کہنا ہے کہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہر کچھ ہمارے پروردگار کی جانب سے ہے۔اور اہل عقل کے سوا کوئی تذکیر نہیں کرسکتا (3/7) اور فرمایا کہ اہل عقل کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق میں رات اور دن کی آمد و رفت اور اختلاف میں یقیناً معجزات ہیں (3/190) اور فرمایا کہ کیا وہ شخص جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تجھ پر تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ یقیناً حق کے سوا کچھ اور نہیں ہے وہ اُسکی طرح ہو سکتا ہے جو اس حقیقت سے اندھا ہو؟ اہل عقل کے سوا کوئی اور سمجھ کر عمدہ نتیجہ مرتب کر ہی نہیں سکتا۔ (13/19) اور فرمایا کہ (کہہ دیجئے کہ) کیا وہ شخص جو راتوں کو سجدوں اور قیام میں مصروفِ عبادت رہتا ہوا آخرت کی بنا پر بچ کر رہتا ہوا اور جو اپنے پروردگار کی رحمت کا اُمیدوار ہو۔ کہہ دیں کہ کیا برابر ہو سکتے ہیں وہ لوگ جو علم رکھتے ہوں اُن کے جو علم نہ رکھتے ہوں؟ بتحقیق صاحبانِ عقل ہی سمجھ کر عمدہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔(39/9) اور فرمایا کہ تمہارے اوپر ہم نے جو مبارک کتاب نازل کی ہے وہ اس لئے کہ اس کی آیتوں میں تدبر کیا جائے۔ اور اہل عقل اُس سے عمدہ نتائج اخذ کریں (38/29) اور فرمایا کہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو ہدایت عطا کی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا جو ہدایت اور ذکریٰ (قیام ولایت) ہے اہل عقل کے لئے 40/53-54 اور فرمایا کہ تذکیر کر بتحقیق ذکریٰ (قیام ولایت) مومنین کو بہرہ ور کرتی ہے۔ (51/55) (اصول کافی۔کتاب العقل و الجہل حدیث نمبر 12)

۔ثُمَّ ذکر أولی الألباب بأحسن الذکر، وحلّاھم بأحسن الحلیة، فقال: ’’یؤتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَاءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلّآاولوا الاَلْبَابِ‘‘ وقال: والرّاسخون فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ آمَنَّا بِهٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآاُولُوا الْاَلْبَابِ‘‘ وقال: اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَآیاتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ‘‘ و قال: اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ کَمَنْ هُوَ اَعْمٰی اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ‘‘ وقال: أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ الّیلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا یَّحْذَرُ الْآخِرَةَ وَیَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهٖ، قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ وقال: کِتٰبٌ انزلنٰه اِلَیْکَ مبارکٌ لِّیَدَّبَّرُوْا آیاتِهٖ وَ لِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ وقال: وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْهُدٰی وَأَوْرَثْنَا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ الْکِتٰبَ هُدًی وَّ ذِکْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ وقال: وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔‘‘

200۔ اس معصومؑ بیان میں قرآن کریم کے وہ مقام دکھائے گئے ہیں جہاں اُولوالالباب یعنی صاحبانِ عقل وفہم کی مدح ہوئی

ہے۔اس جگہ ثابت ہوگیا کہ علم وعقل وفہم وتدبّر اور حکمت کے بغیر دین خداوندی کونہیں سمجھا جاسکتا۔ساتھ ہی خیر کے معنی بھی بتا دیئے گئے۔مزید تعیّن کے لئے مذکورہ حدیث کوذرا دُور تک مسلسل دیکھئے۔

یا هشام إنَّ اللّٰه تعالٰی یقول فی کتابه ’’ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَـذِکۡـرٰی لِـمَـنۡ کَـانَ لَـهٗ قَـلۡـبٌ ،یعنی :عقل :وقال: وَلَقَدۡ آتَیۡنَا لقمان الحِکۡمَةَ ’’قال الفهم و العقل .	اَے هشام یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ بتحقیق اُس میں اُسکے لئے ذکریٰ (قیام ولایت) ہے جو قلب رکھتا ہو۔یعنی عقل رکھتا ہو۔اور فرمایا کہ یقیناً ہم نے لقمان کو

حکمت دی تھی۔فرمایا کہ فھــم اور عقل دی تھی۔(50/37,31/12 حسب ترتیب) یہاں آپ نے عقل وفہم کا حکمت ہونا دیکھا۔جواس سے پہلے دراصل خیر کثیر ثابت ہوچکی ہے۔ذراسا آگے بڑھ کر ارشاد ہوا ہے کہ:۔

انّ الـدُّنیا بـحـر عـمیـق ،قـد غرق فیها عالم کثیر فـلتـکـن سـفیـنتـک فیهـا تقوی اللّٰه ،و حشوهـا الایـمـان وشـراعهـا التوکّل وقیّمها العقل ودلیلها العلم وسکّنها الصبر .(کتاب العقل و الجهل)	**201۔** جناب لقمان نے اپنے بیٹے کونصیحت کرتے ہوئے بتایا تھا کہ:۔بتحقیق یہ دُنیا ایک گہرا سمندر ہے۔عالَم کی کثرت اس میں ڈوب گئی ہے۔تجھے چاہیئے کہ اس سمندر میں تیرے لئے اللہ کے تقویٰ کی کشتی ہو۔جس میں ایمان بھرا ہوا ہو۔

توکل خداوندی کے بادبادن ہوں۔اُس کا ناخدا عقل ہواور راہنما علم ہواور صبر کا لنگر ساتھ میں ہو۔(کافی کتاب العقل والجہل)

یہاں معلوم ہوا کہ اگر علم وعقل موجود نہیں ہے تو اس دُنیا میں انسان ہدایت نہیں پاسکتا۔لہٰذا اِنۡ کُـنۡـتُـمۡ تَـعۡلَمُوۡن کا تقاضہ ہے کہ ذمہ داری صرف اہل علم وعقل پر عائد کی جائے۔جہلاء کے ساتھ رعایت کرنا لازم ہے۔چنانچہ اللہ ومعصومینؑ نے نادانوں اور بےعلم لوگوں کے ساتھ خاص رعایات ملحوظ رکھی ہیں۔اس عنوان پر ہمیں کچھ بھی نہ لکھنا چاہیئے تھا۔لیکن اہل علم کی تسکین کے لئے لکھنا پڑ رہا ہے۔اللہ کی طرف سے بےوقوفوں کے ساتھ ایک رعایت بطور نمونہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی تھی۔کوہ طور پر جلوۂ خداوندی نے جب ستر آدمی جلا کر خاک کردئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:۔

202۔ رَبِّ لَوۡشِئۡتَ اَهۡلَکۡتَهُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ وَاِیَّایَ اَتُهۡلِکُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا؟.....(7/155)

’’اے میرے پالنے والے اگر تو چاہتا تو اُن کواور مجھے بھی اس سے پہلے ہی ہلاک کردیتا۔کیا تُو ہمیں ہم میں سے نادانوں کے فعل کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے۔؟‘‘

امام رضا علیہ السلام نے اس آیت کے سلسلہ میں بڑی تفصیل سے بتایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس اپیل پر خدا نے اُن بےعقلوں کو دوبارہ زندہ کردیا تھا۔جہالت کا قابل رعایت ہونا کافی سے ملاحظہ ہو۔جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:۔

جب جان یہاں تک پہنچ جاتی ہے۔اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔ تو عالم پرتوبہ بند ہو جاتی ہے۔(پھرتوبہ قبول نہیں ہوتی) پھر اس آیت کی قرأت فرمائی کہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ توبہ تو صرف اُن لوگوں کی	اذا بلغت النفس ههنا. وأشار بيده الى حلقه. لَمْ يكن للعالم توبة، ثُمَّ قرأ: اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ۔(4/17)

قبول ہوتی ہے جو جہالت کی بنا پر بدعملی کرتے ہیں۔(کافی کتاب فضل العلم باب لزوم الحجة علی العالم وتشدید الامر علیه)

اسی باب سے ایک اور حدیث انہی حضرتؑ کی زبانی سنئے:۔

اے حفص اس سے پہلے کہ ایک عالم کا ایک گناہ معاف کیا جائے۔ایک جاہل کے ستر گناہ معاف ہوچکیں گے۔	قال يا حفص يُغفر للجاهل سبعون ذنبًا قبل اَن يُغفر للعالم ذنب واحد. (کافی۔کتاب فضل العلم باب ایضاً)

203۔ سابقہ مباحث میں بھی ثابت ہو چکا ہے کہ دین کے احکامات عقل وعلم پر منحصر ہیں۔اگر یہ نہیں تو دین کا کوئی حکم واجب نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ علم حاصل کرو اسی لئے فرمایا گیا کہ:۔

(i) طلب العلم فريضة على كلّ مسلم (جعفرصادق علیہ السلام۔کافی فضل العلم باب فرض العلم ووجوب.....)

(ii) اَيُّهَا النَّاس اِعلموا انّ كمال الدين طلب العلم والعمل.................(امیرالمومنینؑ۔ایضاً)

ہر مسلم پر علم حاصل کرنا فرض ہے‘‘۔اے لوگو جان لو کہ دین کو کمال تک حاصل کرنے کے لئے علم وعمل لازم ہیں۔‘‘

لہٰذا جس چیز کا علم نہیں وہ کسی پر کیسے واجب یا فرض ہوسکتی ہے؟ رعایات کا یہی سبب ہے۔اسی لیے فرمایا گیا کہ:۔

’’جو عاقل ہے اسی کے لئے دین ہے‘‘۔اور؛	’’من كان عاقلا كان له دين۔‘‘
اللہ نے اپنے بندوں کو صرف اُسی قدر قیامت کے حساب میں ذمہ دار بنایا ہے جس قدر کہ دُنیا میں اُنہیں عقل میں سے دیا تھا اور یہ کہ ’’بتحقیق ثواب عقل کے مطابق ملتا ہے۔‘‘	” انّما يداق اللّٰه العباد فى الحساب يوم القيامة على قدر ما آتاهم من العقول فى الدُّنيا ‘‘’’ اِنَّ الثواب على قدر العقل ‘‘(کتاب العقل والجہل)

یہ تمام معصومؑ فرمانات اصول کافی کی ابتدا میں لائے گئے تاکہ شریعت اسلام پر عمل کی بنیاد کا تعیّن ہو جائے۔اسکے بعد مسائل واحکام بیان ہوئے ہیں تاکہ اہل علم ذمہ دار بن کر عمل کریں۔جاہل علم حاصل کریں علماء علم کی اشاعت کریں۔سربراہِ اسلام علیہ السلام اُمت کے علم میں مجموعی اضافہ کا ذمہ دار رہے۔دینی علوم کی نشر واشاعت کیلئے قیام جمعہ ہو۔اور ہر جمعرات کو اللہ کی طرف سے امامؑ کے علم میں لازوال اضافہ جاری رہے۔کس قدر فطری ترتیب وعقلی انتظام ہے یہ؟ اسکے برعکس ہر بات غیر فطری ونامعقول ثابت ہے۔لہٰذا جہلا کو پہلے علم دیا جائے گا پھر عمل کا حکم ملے گا۔جس قدر علم بڑھتا جائیگا اُسی قدر ذمہ داریاں بڑھتی جائیں گی۔اُسی حساب سے مہمات اسلام میں شرکت وعمل کا موقعہ دیا جائے گا۔ہر شخص کو ہر جگہ اور ہر کام میں شامل کر لینا فساد پیدا کریگا۔چنانچہ ارشاد ہے کہ:۔(اصول کافی)

علماءسوء کے منصوبوں کی پردہ دری کرنے کا نام شیعت ہے

204۔ من عمل علی غیر علم کان ما یفسدا کثر ممّا یصلح۔(صادق علیہ السلام بزبانی رسولؐ اللہ)

بلاعلم عمل کرنے سے اصلاح کی بہ نسبت فساد زیادہ ہوگا۔(کتاب فضل العلم باب من عمل بغیر علم)

قرآن کریم نے فرمایا کہ بلاعلم بات تک نہ کرو۔(وَلَا تَقْفُ مَالَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ .17/36)

امام زین العابدینؑ نے اسی آیت کی شرح میں بلاعلم بات کرنے کی ممانعت کے ساتھ ساتھ فرمایا کہ بلاعلم غیر متعلق بات کا سننا بھی منع کیا گیا ہےاوردلیل میں آیت کو اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ....الخ پڑھ کرمکمل کردیا۔(17/36) یہ اس لئے منع ہوا کہ اگر علم نہیں ہے تو جاہل قلب کے اندر فسادات اُٹھ کھڑے ہوں گے۔لہٰذا عمل تو عمل بلاعلم بات کہنا اور سننا دونوں کومنع ہونا چاہئے۔یہ بھی فرمایا گیا کہ:۔

۔''قلیل العمل من العالم مقبول مضاعف و کثیر العمل من أهل الهوی و الجهل مردود''۔(کتاب العقل)

(اے ہشام)علم رکھنے والے کا تھوڑا سا عمل مقبول اور بڑھتے رہنے والا ہوتا ہے۔اور جاہل یا ھواپرست کا زیادہ عمل مردود ہوتا ہے۔یہی سبب ہے کہ عالم کی عبادت جاہل کی عبادت سے بہتر بتائی گئی تھی۔عالم کا سونا عبادت تھا۔یہ تمام احکامات یہی بتانے کے لئے ہیں کہ اگر علم نہیں تو کسی عمل میں خیر نہیں ہوسکتی۔چنانچہ جمعہ اوراس کے متعلقات مہمات ولایت میں سے ہیں۔وہ اگر جہالت سے محفوظ نہ رکھے جائیں گے تو لوگ سجدوں میں ٹکریں مارنے کے عادی تو بنائے جاسکیں گے مگر مقاصد اہل بیت علیھم السلام فنا ہوکر رہ جائیں گے۔اسی لئے ہم نے اس فرسودہ بحث کواپنایا ہے کہ اس واجب واجب کے فرضی نعرہ سے اُمت کو روشناس کرایا جائے۔اور بتایا جائے کہ جمعہ واقعی تمام مومنین پر قیامت تک بلاکسی استثناء کے واجب ہے مگر وہ اسی وقت خیر بنے گا جب کہ تم پہلے فریضہ علم ادا کرلو گے (ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ) اور جمعہ سے پہلے کرنے کے تمام کام مکمل کردو گے۔یہ واجب واجب پکارنے والے ذمہ دار ہیں کہ تمام اُمت کوفریضہ علم مکمل کرنے میں اپنا فرض ادا کریں۔اس فرض کو یہ لوگ دن رات نظر انداز کررہے ہیں۔بنگلوں،کوٹھیوں اور قصروں میں دربانوں کی نگرانی میں سونا۔سیدھے منہ مسلمانوں سے بات نہ کرنا،ایک گھنٹہ وعظ کرنے کے کم ازکم سوروپیہ وصول کرنا،نمازیں اُجرت لے کر پڑھانا۔اوقاف المومنین کودن رات اپنے عیش وآرام اور بسوں وموٹروں کی شکل میں تبدیل کرتے رہنے کی اسکیمیں چلانا۔اُمت کو جاہل رکھ کر،جمعہ واجب ہے جمعہ واجب ہے۔تم مردود ہو،دین سے قاصر ہو۔کہہ کہہ کران کا سرجھکائے رکھنا اور جب دل چاہا اُن کی جیب خالی کرالینا۔یہ ان کا کام ہے جو بیّن آیات واحادیث میں حرام ہے۔ہمارا کام یہی ہے کہ ہم علماءسوء کے منصوبوں کی پردہ دری کریں۔اسی کا نام شیعت ہے،یہی تشیّع ہے۔شیعوں پر فرض ہے کہ ہرتخریب پسند انسان کو بلامحابا پبلک میں روشناس کرائیں۔

تا کہ لوگ اُن کے شرور سے محفوظ رہیں ۔ یہ نہیں کہ ایک کونہ میں بیٹھے اور چند جھوٹوں کو، ظالموں کو، غاصبوں کو بُرا بھلا کہہ لیا حالانکہ خود جھوٹ بولنا، ظلم کرنا اور غصب ونہب کرنا اپنا پیشہ بنا رکھا ہے۔ یا لوگوں میں نفرت پھیلانے کے لئے قرآن کے خلاف عمل کرنے میں تکلف نہیں کرتے۔ اُن کے تمام منصوبے اور اقدامات حرامکاری وحرام خوری میں اضافہ کرتے ہیں۔

205۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نہج البلاغہ سے بھی چند چیزیں آپ کے سامنے لائیں۔ دیکھئے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے نزدیک اگر علم نہ ہوتو تجارت سود بن جاتی ہے۔ یعنی حلال پیشہ حرام ہوجاتا ہے سنئے ارشاد ہے:۔

''مَنِ اتَّجَرَ بِغَيْرِ فِقْهٍ فَقَدِ ارْتَطَمَ فِي الرِّبَا۔ جو بلا سمجھے تجارت کریگا وہ سودخوری میں مبتلا ہوجائے گا۔'' (حکم نمبر 447)

یہاں غور طلب یہ ہے کہ تجارت ایک بازاری کام ہے اگر یہ بلا علم حرام ہوجاتی ہے تو دین کے اہم منصوبوں پر بلا علم عمل کرنے سے کسی خیر کی کیا اُمید ہوسکتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جہلاء کو نماز جمعہ سے اسی لئے علیحدہ رہنا چاہئے کہ وہ بجائے دین کو فائدہ پہنچانے کے نقصان پہنچائیں گے۔ اور معذور ہونے کی بنا پر ماخوذ بھی نہ کئے جاسکیں گے۔ لہٰذا اُن کے لئے علم سے پہلے جمعہ حرام ہے۔ یہ کہتے رہنا کہ جمعہ واجب ہے۔ اور اس قول کی تائید میں احادیث وروایات کا انبار پیش کردینا بھی کافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ سب یہی بتاتی ہیں کہ نماز جمعہ واجب ہے۔ بتانے اور سمجھانے کی بات یہ ہے کہ اور یہی ثابت کرنا چاہئے کہ <u>**نماز جمعہ کیوں واجب ہے؟ کس پر اور کب واجب ہے؟ اس سے کیا فوائد ہوں گے؟ کون سا مقصد مکمل ہوگا**</u>؟ اس سلسلہ میں جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

206۔ ''۔اِعقِلُوا الخَبَرَ اِذَا سَمِعْتُمُوْهُ عَقْلَ رِعَايَةٍ لا عَقْلَ رِوَايَةٍ ؛فَاِنَّ رُوَاةَ الْعِلْمِ كَثِيْرٌ ،وَرُعَاتَهُ قَلِيْلٌ۔''
حدیثوں کو سُنتے ہی معیار عقل پر جانچو روایتی ٹیکنیک میں نہ اُلجھو۔ اس لئے کہ روایتی ٹیکنیک پر زور دینے والے تو بہت ہیں مگر حدیثوں کی حفاظت کرنے والے بہت کم ہیں۔ (حکم نمبر 98)

ہم نے یہاں علم کا ترجمہ حدیثیں کردیا ہے۔ امام علیہ السلام کا حقیقی منشاء وہ نتیجہ ہے جو اِن احادیث سے اخذ کرنا چاہئے۔ اس نتیجہ ہی کو سرکارؑ نے علم سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس بیان کے مطابق نمازِ جمعہ واجب ہے کا نعرہ مارنے والے علماء کا مقصد واضح ہوجاتا ہے۔ ہم یہ ثابت کریں گے کہ یہ حضرات اُن لوگوں میں بھی شریک نہیں ہیں جو روایتی ٹیکنیک ہی کے پابند ہوں۔ یہ تو بالکل فری اسٹائل مجادلہ فی الدین کرتے ہیں۔ ہر اُس حدیث سے نظریں چُرا لیتے ہیں جو اُن کے قلبی زیغ کے خلاف زبان کھولتی نظر آئے۔ جب ہم نماز جمعہ کی فقہی وفروعی حیثیت سے بحث کریں گے۔ اس وقت آپ دیکھیں گے کہ اُن حضرات نے وہاں بھی کلیدی احادیث کو نظر انداز کردیا ہے۔

قرآن یا خیر، متّقین کے لئے حسنہ ہے

207۔ بس جناب فی الحال ہم "**اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْن**" کی ذیل میں علم وعقل پر اس سے زیادہ کچھ عرض کرنا پسند نہیں کرتے۔ اگر کوئی صاحب ہم پر تعرض کر کے یہ ثابت کریگا کہ علم وعقل کے بغیر جمعہ وجماعت مفید ہے یا یہ کہ پہلے جمعہ شروع کرادو پھر علم وعقل فراہم کراتے رہوتو ہم اُن دلائل پر غور کریں گے اور انشاء اللہ اس تصور کو احمقانہ ثابت کر کے دکھائیں گے۔اس کے بعد "**ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ**" کو علیحدہ بھی واضح کرتے ہیں۔ہم بلاتمہید یہ عرض کرتے ہیں کہ:۔

"**خَیْرٌ، خَیْرًا، خِیَرًا، خَیَّرَ، خِیْرَۃً مصادر ہیں**۔" اور خَارَ یا خَیَرَ ماضی اور یَخِیْرُ مضارع ہے۔

مصدری معنی ہیں:۔ خوبی والا ہونا۔صاحب فضیلت ہونا۔ترجیح دینا۔پسند کرنا۔صاحب اختیار ہونا۔

آگے بڑھ کر ثلاثی مزید میں تَخَیَّر، اِخْتَارَ، اِسْتَخَارَ کی صورت ہو جاتی ہے۔اسی سے اختیار نکلتا ہے۔خیریّت کا تعلق اسی سے ہے۔مُختار یہیں سے بنتا ہے۔استخارہ اسی مصدر سے ہے۔اور خود جمعہ کو واجب تخیّری اسی خیر سے کہا جاتا ہے۔بھلائی، نیکی، برکت بھی اس کے معنی میں داخل ہے۔مُخَیَّر اسی خارا یخیرُ سے ہے۔اور خیرات اسی مصدر سے ہوتی ہے۔اور من چلے قسم کے افاضل علماء نے خیر کے معنی مال و دولت بھی کر دئے ہیں۔معنی کے اس ہیجان کو اطمینان بخشنے کے لئے کم از کم ایک سو صفحات کی ضرورت ہے۔اور ہم نے مسٹر پرویز کے لئے عرصہ ہوا کہ یہ محنت شاقہ برداشت کی تھی۔اور قرآن کریم سے اُن کے اختیار کردہ معنی کی مکمل تردید کی تھی جو ہماری کتاب **مواخذہ** میں آپ کے سامنے آنے والی ہے۔بحث کا یہ وہ مقام تھا۔جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کے قرآنی قول" اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ۔" (38/32) کے معنی مال کی محبت کر لئے گئے ہیں یعنی حضرت سلیمانؑ نے (معاذ اللہ) مال کی محبت میں نماز عصر جان بوجھ کر ضائع کر دی تھی۔ہم بڑی سہولت سے مواخذہ جلد نمبر 16 سے وہ پوری بحث نقل کر سکتے ہیں لیکن اس سے گفتگو اور بھی طویل ہو جائے گی۔چنانچہ ہم مترجمین ولُغوییّن کی موشگافیاں بالائے طاق رکھ دینے کا مختصر انتظام کرتے ہیں اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

208۔ وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَآ أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا خَيْرًا لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ O (16/30)

اس آیت کو مختلف مترجمہ قرآنوں میں ملاحظہ فرمائیں۔اور مترجمین کی پریشان خیالیاں دیکھیں۔اس آیت میں خَیْرًا۔خَیْرٌ مصدر ہے۔حَسَنَۃٌ۔لا کر بھلائی اور خوبی معنی کرنے کا راستہ روک دیا۔نِعْمَ لا کر اچھا کہنے سے منع کر دیا۔اُدھر جو کچھ خدا نے نازل کیا ہے اُس میں کیا کچھ نہیں ہے؟ یعنی قرآن میں کیا کیا نہیں؟ اُس میں نماز جمعہ بھی ہے باقی نمازیں بھی۔ اُس میں نور بھی ہے، ہدایت بھی۔اُس میں غیب السّمٰوات بھی ہے اور مشہودات بھی۔اُس میں بشارتیں بھی ہیں تنذیر

بھی۔ اُس میں تسخیر کائنات بھی ہے۔ اختیارات بھی۔ ایسے عظیم الشان لفظ کے معنی بھلائی، نیکی، اچھائی کر لینا صرف جہلا کا کام ہے۔ پورے قرآن کریم کی صفات کے لئے کوئی ایک لفظ کافی نہیں ہوسکتا سوائے قرآن کے۔ ہمارا لنگڑا سا ترجمہ سنئے :۔

209۔ ''متقین سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے تربیت کنندہ نے کیا نازل کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے رب نے خیر (قرآن) نازل کیا ہے۔ اُن لوگوں کیلئے جو اس دُنیا میں احسان پیشہ ہیں حسنہ ہے۔ اور دارالآخرۃ میں بھی خیر (قرآن) ہے۔ اور متقین کی قیامگاہ بڑی عمدہ ہے۔''

ذرا سی توجہ دیں یہ سوال متقین سے ہوا ہے۔ یعنی اُن لوگوں سے جن سے خلاف تقویٰ عمل سرزد نہیں ہوا۔ یہ نہیں کہا گیا کہ وقِيۡلَ لِلَّذِيۡنَ اسلموا ۔ یا لِلَّذِيۡنَ امنوا ۔ اس لئے کہ ان دونوں میں منافق بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ اور جواب ظاہر ہے کہ اللہ نے قرآن نازل کیا ہے۔ تمام سابقہ انبیاؑء پر بھی قرآن ہی کی اقساط نازل ہوئی تھیں۔ لہٰذا خیر بمعنی قرآن، نور و ذکر و ھدٰی و کلام اللہ و فرقان ہوا۔ اس کے نزول کی غرض و غایت وہ لوگ ٹھہرے جو نہ صرف متقین ہیں بلکہ وہ کائناتی حُسن و خوبی کو ترقی پذیر رکھنے والے ہیں۔ (لِلَّـذِيۡـنَ اَحۡسَـنُوۡا) پھر قرآن یا خیر اُن کے لئے حسنہ ہے۔ دُنیا میں یعنی حُسنِ عالم میں اضافہ کا ذریعہ ہے۔ اور آخرت میں پھر خیر ہے۔ اور یہ پہلے ہی ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن وصاحبانِ قرآن علیھم السلام ایک ہی ہیں۔ ذکر وہی ہیں، صاحبانِ ذکر وہی ہیں۔ مطلقاً متقین وہی ہیں۔ مطلقاً محسنین وہی ہیں اور کوئی نہیں۔ ایک مقام اور ملاحظہ ہو:۔

210۔ ''تم میں ایک ایسی اُمت قیام کرے (یا قائم رہے) جو الخیر کیطرف دعوت جاری رکھے معروفات پر حکم نافذ کرے اور منکر سے ممانعت رکھے۔ اور اُس اُمت کے افراد ہی فلاح یافتہ ہیں۔''	وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ أُمَّةٌ يَّدۡعُونَ إِلَى الۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِالۡمَعۡرُوفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُونَ O(3/104)

معروف و منکر کے متعلق آج کل ہمارے دینی خطوط میں وضاحت جاری ہے۔ ہر وہ عمل یا قول جس کا بنی نوع انسان کے لئے مفید و لازم ہونا معلوم ہو چکا ہے معروف ہے۔ اور ہر وہ بات یا عمل جس کی برائی کو سب جانتے ہیں منکر ہے۔

اگر ہم یہاں الخیر کا ترجمہ بھلائی یا اچھائی کریں تو معروفات تمام بھلائیاں اور اچھائیاں ہیں۔ یعنی پھر الخیر کا لانا فضول ہو جائے گا۔ یہاں دین کا وہ تمام حصہ جو معروف و منکر سے واضح نہیں ہوتا خیر میں داخل ماننا ہوگا۔ مثلاً توحید و عدل و نبوت و امامت و قیامت اور دیگر عبادات و احکام وغیرہ وغیرہ اسی الخیر میں چھوڑ کر صرف معروف کو اس سے باہر نکالا اور اس کی ضد کو ممانعت کے لئے رکھا گیا۔ یعنی یہاں بھی پورا دین الخیر سے ظاہر کیا گیا ہے۔

211۔ ایک خاص بات جسے نظرانداز کر دینا بڑی بدقسمتی ہوگی۔ یہ ہے کہ اس آیت میں لتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ کے بعد يَدۡعُوۡنَ، يَاۡ مُرُوۡنَ اور يَنۡهَوۡنَ فرمایا گیا ہے۔ یعنی واحد مونث غائب کے بجائے جمع مذکر غائب کے صیغے لائے گئے ہیں۔ پھر آپ کو یہ

بھی یاد رہنا چاہئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ صرف امامؑ تھے۔ بلکہ وہ تنہا اُمت بھی تھے۔(اِنَّ اِبْـرٰهِيْـمَ كَـانَ اُمَّةً قَانِتًا... 16/120) لٰہذا معلوم ہوا کہ یہ جمع مذکر غائب کے صیغہ حضرات آئمہ معصومین علیھم السلام کے وجود ذی جود کا اعلان کر رہے ہیں۔ اور قیامت تک اُمت مرحومہ کی ہدایت کاری کا انتظام مدنظر ہے۔ آیت کا آخری جُز وَاُولٰٓـئِكَ هُـمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ ان کی عصمت پر آخری دلیل ہے۔ ہم آیات کی تفسیر و تاویل خود کرنا پسند نہیں کرتے یہ کام معصومینؑ کا ہے۔ ہم تو قرآن کریم کے الفاظ جہاں تک لے جائیں جاتے ہیں اس کے بعد احادیث سے مدد چاہتے ہیں۔ چنانچہ آیت کے الفاظ کا تقاضہ ہے کہ اُمت محمدؐ یہ جب تک رہے اُس وقت تک برابر لتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ رہے۔ یہ اُمت یا اس کے افراد ہر معروف و منکر سے مطلع ہوں۔ خیر کی کوئی صورت اُن کی نظر سے اُوجھل نہ ہو۔ دعوت کے تمام طُرق پر قدرت ہو۔ معجزات و قربانیاں تسخیر و قدرتیں حاصل ہوں۔ اللہ کی تائید سے ہمیشہ فیضیاب رہیں۔ ایسے لوگ یا اُمت کم از کم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم پلّہ ہوں۔ لٰہذا معصومؑ و امامؑ ہوں۔ جب آپ ہماری تفاسیر ملاحظہ فرمائیں گے تو یہ لفظی ترجمہ بصیرت افروز تفسیر میں تبدیل ہو جائے گا۔ یعنی ہمارا ایک ایک لفظ آئمہ معصومین علیھم السلام کی تصدیق کی سند رکھتا ہے۔ یہ بھی سُن لیں کہ جس طرح مدعیانِ خیر، اُمة مسلمہ میں درجہ امامت پر فائز اور فلاح یافتہ ہیں اسی طرح الخیر کی راہ میں روڑے اٹکانے والے (مَّنَّـاعٍ لِّلْخَيْـرِ 50/25) کفار میں اُن کے امام اور جہنمی ہیں۔ اُنہی کے چیلے چانٹوں کا تذکرہ ہوا ہے جہاں فرمایا کہ:۔

212۔ جو لوگ اللہ کے عطیات میں بخل کرتے ہیں یہ حساب نہ لگائیں کہ یہ بخل خیر

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْراً لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ...۔الخ 3/180

بن سکے گا۔ نہیں بلکہ وہ کنجوسی اُن کے لئے شر ہے۔ بروز قیامت وہ سب کچھ جو بخل سے پس انداز کیا تھا اُن کے گلوں میں بشکل طوق پہنایا جائے گا۔(3/180)

یہاں آپ نے دیکھا کہ خیر شر کی ضد ہے۔ جو چیز خیر سے جدا ہو وہ یقیناً شر ہے۔ خیر کے معنی کے تعیّن میں اس سے زیادہ ہم آپ کو زحمت دینا نہیں چاہتے۔ اس کے بعد خیر کے جُزوی معنی کیلئے بھی ایک دو آیات ملاحظہ فرمالیں۔ بنی اسرائیل کی شرارتوں پر اُن سے سوال کیا گیا تھا کہ:۔

213۔ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِى هُوَ أَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ.....(2/61)

کیا تم اس چیز کو جو گھٹیا ہے اس چیز سے بدلتے ہو جو بڑھیا ہے۔"

یہ ترجمہ ہم نے بالکل گھٹیا قسم کا کیا ہے۔ ورنہ ادنیٰ کے بالمقابل اعلیٰ آتا ہے۔ اور چونکہ ادنیٰ کے مقابلہ میں اعلیٰ نہیں لایا گیا تو ادنیٰ کو کلیدی مقام نہ ملے گا۔ اس لئے خیر کو معیار مان کر خیر کے مقابلہ میں ادنیٰ کے معنی شر کرنا ہوں گے۔ تو ترجمہ یہ ہوگا

کہ کیا تم خیر کو شر سے بدلتے ہو؟ اگر حقائق اور ترجمہ کے اصول کو نظر انداز نہ کر دیا جائے۔ تو کبھی بھی منشاءِ متکلم کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ ایک آخری مثال اور دیکھ لیں فرمایا گیا ہے کہ:۔

214۔ قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ أَذًى.....۔الخ(2/263)

اس آیت مبارکہ میں اُن لوگوں کی مدح کی جا رہی ہے جو بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے انفاق کرتے ہیں اور پھر اپنے احسان کو جتلا کر غربا کو ایذا نہیں پہنچاتے (2/263)۔ اور بتایا گیا ہے کہ:۔''اچھی بات کہنا اور بخش دینا بہتر ہے اُس خیرات سے جس کے پیچھے پیچھے اذیت بھی چلی آ رہی ہو۔'' یہ بھی مولویانہ یا بازاری ترجمہ ہے مگر ہے ترجمہ۔ اصل بات یہ ہے کہ:۔''قول معروف اور مغفرۃ خیر ہے اور اس کے مقابلہ میں اذیت پہنچانے والا صدقہ شر ہے۔''

بہرحال کہنا یہ ہے کہ اگر قرینۂ قرآنی خود تقاضہ کرے کہ یہاں خیر کے وہ معنی کر لئے جائیں جو جہلاء میں استعمال ہوتے ہیں اس لئے کہ جہلاء کے لئے بھی قرآن کریم ہے۔ اُن کو بھی سمجھانا ہے تو یقیناً ہم اجازت دیں گے کہ معنی کو بالقسط و بالتدریج پہنچانے کے لئے آپ ڈھیلا ترجمہ کریں تا کہ عقل کی سطح سے کلام اونچا نہ ہو جائے۔ مگر جہاں اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کی شرط لگا کر بات ہو رہی ہو وہاں علم و عقل سے چشم پوشی مقاصدِ خداوندی سے انحراف ہوگا۔ لہٰذا ''ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔'' میں خیر کا تعیّن بلاعلم نہیں کیا جا سکتا اور نہیں کیا جانا چاہئے۔ یہاں دل چاہتا ہے کہ اس تسلسل کو چھوڑ کر ایک بے ربط بحث نکالی جائے۔ اللہ نے عرصہ ہوا فرمایا تھا۔ اور اس حکم پر مدّت سے سمجھ کر عمل ہو رہا ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ جو سال بھر نماز نہیں پڑھتا وہ بھی اس عبادت پر زیادہ سے زیادہ عمل کرتا ہے۔ اور وہ ہے <u>روزہ</u> کا حکم۔ چونکہ ذرا دیر روزے کے متعلق بات ہوگی اور عدیم الفرصتی کی بنا پر سنوار کر بات نہ ہوگی۔ اس لئے ہم نے خود ہی اس کو بے ربط بحث کہہ دیا ہے۔ چنانچہ اللہ نے بڑی ہی تفصیل کے ساتھ روزوں کا حکم دیا۔ اس مہینہ کا تعیّن کیا۔ متعلقہ احکام وطریقے بتائے۔ اور جو لوگ معذور تھے۔ یعنی مریض ومسافر کو مرض و سفر کے بعد روزوں کے رکھنے اور مکمل کرنے کا حکم دیا۔ بیماری وسفر میں معاف فرما دیا۔ ناتوان وضعیف انسانوں کو جن میں قوت وطاقت اب واپس نہیں آ سکتی ایک مسکین کی خوراک کی شکل میں فدیہ دینے کا حکم دیکر روزوں سے بالکل معاف کر دیا۔ اسی بیان میں، یا ہماری زبان میں، ایک ہی سانس میں بلا فل اسٹاپ (Full Stop) یہ بھی فرما دیا کہ:۔

215۔ ......فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَo (2/184)

بھائی جان اس آیت پر مسلمانوں کا عمل اور اس آیت کا مفہوم بڑا ہی پریشان کن رہتا چلا آیا ہے۔ آپ پوری آیت قرآن کریم سے دیکھ لیں۔ آیت کا جو حصہ ہم نے نہیں لکھا اور جو لکھا ہے اس سب کے دو ترجمے تو آپ کو سننا ہی پڑیں گے۔ تا کہ بات کھل کر سامنے آ جائے۔ شیعہ ترجمہ پہلے سنئے:۔

(1) گنتی کے دن (ہیں) اس پر بھی جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی پوری کر دے۔ اور اُن لوگوں کے ذمے جن میں روزہ رکھنے کی طاقت نہیں ہے۔ ایک مسکین کا کھانا کھلا دینا (اس کا) بدلہ ہے۔ اور جو شخص اپنی خوشی سے زیادہ نیکی کرے تو اس کے لئے اور بہتر ہے۔ اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے بشرطیکہ تم سمجھو۔''

اس ترجمہ پر جناب مقبول احمد صاحب نے دو عدد نوٹ بھی لکھے ہیں وہ بھی سننا ہوں گے۔

(نوٹ نمبر 4) ۔''بہت سی حدیثوں میں آئمہ معصومین علیھم السلام سے منقول ہے کہ جو شخص جائز سفر میں ماہ مبارک رمضان کے روزے رکھے۔ وہ ایسا ہی ہے جیسے کہ وہ شخص حالت اقامت میں (تارک روزہ) روزہ نہ رکھے۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے سفر میں روزہ خود افطار فرمایا اور نماز کو قصر کیا۔ اور اپنے ساتھ والوں کو قصر کا اور افطار کا حکم دیا۔ مگر بہت سے اصحاب نے اس حکم کی تعمیل نہ کی تو آنحضرتؐ نے اُن کو نافرمان کا خطاب عنایت فرمایا۔ اور یہ بھی ارشاد کیا کہ یہ لوگ قیامت تک نافرمان رہیں گے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم اُن کو اور اُن کی اولاد کو پہچانتے ہیں۔'' (قول مترجم) مخالف فرقہ میں آج تک یہ مسئلہ اسی طرح چلا جاتا ہے کہ سفر میں اختیار ہے کہ خواہ روزہ رکھے یا افطار کرے۔ یعنی جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی پیروی بھی جائز ہے۔ اور اُن نافرمان لوگوں کی (پیروی) بھی (جائز ہے) مگر بیشتر اصحابِ نافرمان ہی کے قول پر عمل درآمد کیا جاتا ہے'' **دوسرا نوٹ سنئے:۔**

(نوٹ نمبر 5) علی الذین یطیقونہ سے مراد بہت بوڑھے پھونس یا حاملہ عورت جو جننے کے قریب ہو۔ اور وہ دودھ پلانے والی جس کا دودھ کم ہو۔ اور وہ شخص جسکو پیاس کا مرض ہو۔ بڑا نکتہ قابل غور اس جگہ یہ ہے کہ وسعت ہے بے تکلف برداشت کرنا اور خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ **لا یکلف اللّٰہ نفسًا اِلَّا وسعھا** خدا تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف ہی نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے موافق۔'' یہ ہے شیعہ ترجمہ وتفسیری نوٹ۔ اسکے بعد اہل سنت کے ایک مشہور ومعروف مجتہد کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

216۔ ''تھوڑے دنوں روزہ رکھ لیا کرو پھر (اس میں بھی اتنی آسانی کہ) جو شخص تم میں (ایسا) بیمار ہو (جس میں روزہ رکھنا مشکل یا مضر ہو) یا (شرعی) سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار کر کے (اُن میں روزہ) رکھنا (اس پر واجب) ہے۔ اور (دوسری آسانی جو بعد میں منسوخ ہوگئی یہ ہے کہ) جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہوں۔ اُن کے ذمہ فدیہ ہے کہ وہ ایک غریب کا کھانا کھلا دینا یا دے دینا ہے۔ اور جو شخص خوشی سے (زیادہ) خیر کرے (کہ زیادہ فدیہ دے) تو یہ اس شخص کے لئے اور بھی بہتر ہے۔ اور تمہارا روزہ رکھنا (اس حال میں) زیادہ بہتر ہے۔ اگر تم (روزہ کی فضیلت سے) خبر رکھتے ہو۔''

یہ اشرف علی صاحب تھانوی کا ترجمہ ہے۔ انہوں نے بھی دو عدد نوٹ دئے ہیں پہلا نوٹ غیر متعلق ہونے کے ساتھ ساتھ کوئی عملی پہلو نہیں رکھتا دوسرا نوٹ البتہ سننا ہوگا فرماتے ہیں:۔

(نوٹ نمبر 3) ۔''اب یہ حکم منسوخ ہے۔ البتہ جو شخص بہت بوڑھا ہو یا ایسا بیمار ہو کہ اب صحت کی توقع نہیں۔ ایسے لوگوں

کے لئے یہ حکم اب بھی ہے۔'' بس جناب دونوں شیعہ وسنی تراجم وتفسیری نوٹس سامنے آ چکے۔

217۔ ہم اُن ترجموں پر تنقید کرنے اور روزہ کی تفصیل میں لگ جائیں تو بات دُور نکل جائے گی۔ بس اسقدر بتاتے ہیں کہ ہمیں مولانا اشرف علی پر صرف یہ اعتراض ہے کہ:۔

(1) اُنہوں نے قرآن کو اپنے قوسینی لگام سے اصل مقصد سے موڑ دیا ہے؛

(2) اللہ کی اصلاح کر کے ماخوذ ہونے والوں میں داخل ہو گئے ہیں؛

(3) قرآن کریم میں ناسخ ومنسوخ کو ماننے پر ہمیں اعتراض نہیں کہ ہمارے علماء میں بھی بہت سے اس کے قائل ہیں۔ گو ہم اس نتیجہ پر نہیں پہنچے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ:۔

(1) خدا نے آخر میں '' اَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَيۡرٌ لَّكُمۡ '' کیوں فرمایا ہے۔ خدا کے اس فرمان کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ ہمارے بیان کردہ استثناء کے باوجود اگر تم پھر بھی روزہ رکھو تو وہ تمہارے لئے خیر ہے، یا بہتر ہے، یا افضل ہے، یا بھلائی ہے۔ جو بھی معنی کرو۔ بات یہ ہے کہ روزہ نہ رکھنے سے روزہ رکھنا افضل ہے، خیر ہے۔ یعنی اس میں کوئی خرابی یا شر پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہ تو خدا نے کھل کر فرما دیا۔

(2) لیکن صاحب قرآن نے ایسے روزہ داروں کو نافرمان اور تارک صوم قرار دیا؛

(3) اگر ہم رسولؐ اللہ کے عمل وحکم پر چلیں جو ہم پر قرآن ہی سے مطلقاً واجب ہے؛

(4) تو گویا (معاذ اللہ) ہم نے یہ مان لیا کہ روزہ رکھنا خیر نہیں بلکہ ضرور شر ہے، مضر ہے، منع ہے۔ یعنی خدا نے جو فرمایا اسمیں اپنا منشاء واضح کرنے سے (معاذ اللہ) قاصر رہا؛

(5) یا یہ کہ اپنے رسولؐ کو تو اصل بات بتا دی اور ہمیں کچھ اور کہہ دیا؛

(6) گویا اس مسئلہ پر اختلاف کا سبب خود اللہ تعالیٰ بن گیا؛

(7) اور نافرمان لوگ باز پرس سے محفوظ رہ گئے؛

(8) اور اگر اُن سے باز پرس ہوگی اور اُس نافرمانی کی سزا ملے گی تو یہ خلاف عدل ہوگا؛

(9) ظواہر قرآن کے خلاف ہوگا؛

(10) یا کم از کم یہ ماننا ہوگا کہ اَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَيۡرٌ لَّكُم فضول ہے۔ اس کے بغیر روزہ کے احکامات مکمل تھے؛

(11) اس لئے کہ اس پر عمل نہیں ہے یا عمل ہے تو نافرمانی ہے؛

(12) اور جب اَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَيۡرٌ لَّكُمۡ فالتو ہے تو اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ خود بخود فضول وعبث ہے۔

218۔ یہ روزہ کی آیات اوراس پرافہام وتفہیم وعمل کا حال ہے کہ یہ بارہ عدد اعتراضات برابر کھڑے کھڑے سوکھ رہے ہیں۔اور دونوں فریق (شیعہ وسنی) اُنکی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔وہ روزہ رکھتے رہتے ہیں۔یعنی نافرمانی کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ روزہ نہیں رکھتے۔ہم ثابت کرتے چلے آئے ہیں کہ عبادت وترک عبادت بلاتفکر وتعقل حرام ہے۔ہم اُس زمانہ میں اُن دونوں فریق کوتارک صوم ونافرمان خیال کرنے پرمجبور ہیں۔جب تک ''**اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْن** '' کی شرط سے'' **اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ** ''پرتفکر وتعقل نہ کیا جائے۔ہماری عدیم الفرصتی ہمیں روکتی ہے کہ ہم اس گفتگو کو باقاعدہ اختیار کریں۔بس اس قدر عرض کر کے اپنے عنوان سے متصل ہوجانا چاہتے ہیں کہ خدانے تمہاری موجودہ حالت کیلئے یہ استثناء بیان کئے تھے۔تاقیامت اگر تم اس بے علمی کے احاطہ میں بندر ہوتو یہ استثناء تمہیں کھلا ہوا مجرم بنانے سے بچاتے ہیں۔مگر تم علمی حیثیت سے مجرم ضرور رہو گے۔تارک صوم کی شکل میں یا عامل صوم کی صورت میں تمہیں سزا نہ ملے گی۔مگر سزا ضرور ملے گی۔جی ہاں فریضہ حصول علم میں کوتاہی، لاپرواہی اور صاحبانِ قرآن کی ممانعت کے خلاف عمل کرنے اور اُنہیں اُنکا صحیح مقام نہ دے کر اپنی ذاتی رائے سے قرآن پرعمل کرنے کی سزا یقیناً ملے گی۔تم نے **طلب العلم فریضۃ** پرعمل کیا نہ خوداس آیت میں **اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کی** پرواہ کی۔ بلکہ اُن دونوں کوفضول سمجھا۔لکھنا پڑھنا پنڈتوں کے حوالہ کردیا اور پھر اُنہیں احبار ورھبان کی طرح خدااور رسولؐ کی جگہ بٹھادیا۔

219۔ باقاعدہ گفتگو ہمارے مضامین میں مفصل ہوچکی ہے۔یہاں یہ بتادیں کہ آپ کا فرض تھا کہ ''**اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْن**'' کی روشنی میں اُس خیر کے حصول کی کوشش کرتے اور سوچتے کہ وہ کون سی ترکیب ہوسکتی ہے کہ روزہ، بیمار ومسافر وناتوانوں کے لئے مضر نہ ہوسکے بلکہ مفید ہو۔اوراس قدر مفید کہ خیر کی حد پر جا پہنچے۔سرکارؐ دوعالم کی ممانعت اس جہالت کی بنا پرتھی جولوگوں میں موجودتھی اور آج بھی بفضل شیطان مسلمانوں نے اُس جہالت کو اپنا راہنما بنا رکھا ہے۔اُنہوں نے اپنی عقلوں کے تمام چراغ ڈھونڈ ڈھونڈ کر بجھادئے۔اوراُس اندھیرے میں چند ناکارہ جاہلوں کی تائید یا تنقیص وتردید میں اپنا وقت ضائع کررہے ہیں۔ اُنہیں سوچنا چاہیئے تھا کہ ہر وہ صورت حال جو دین کے احکامات کی تعمیل میں حارج ہوتی ہے ناپسندیدہ ومضر ہوتی ہے۔بیمار و مسافر وناتوان کومستثنیٰ کرنے کے صرف یہی معنی ہیں کہ آپ کوان صورتوں میں گناہ نہ ہوگا۔اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ ہمیں ہمیشہ بیمار ومسافر وناتوان رہنا چاہیئے۔اگر تمہیں عقل ہوتی (اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْن) تو اُن عذرات کو دُنیا سے رخصت کرنے کا انتظام کرتے۔یہ نہیں کہ بیمار ضرور ہوتے اور بیماری میں روزہ رکھتے یا معذور رہ کر خود کو فرمانبردار سمجھتے۔اِس دُنیا سے بیماری، ناچاری، ناتوانی، ضعیفی حتیٰ کہ خود موت کو رُخصت کرنے کا انتظام کرتے تو خدا، رسولؐ اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی منشاء پوری ہوتی۔یہ جو کچھ ہورہا ہے اس میں سرتاپا حماقت، جہالت اور غباوت کے دیوناچتے نظر آتے ہیں۔

خیر یہ ہے کہ مومنین کے علم میں زیادتی ہوتی جائے

220۔ پیرا نمبر 217 سے یہاں تک ہم نے یہ نمونہ دکھانے کی کمزور سی کوشش کی ہے کہ ''**اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْن** '' کے بعد عقلی و علمی شرط لگائی جاتی ہے۔ اور اس شرط کا مشروط ہرگز خیر نہیں بن سکتا اگر علم موجود نہ ہو۔ چنانچہ آیت جمعہ میں جو کچھ منشاء خداوندی ہے وہ بھی ''**اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْن** '' کی شرط سے مشروط ہے۔ اُس کا حصول بھی اُسی وقت خیر بن سکے گا جب کہ علم وعقل سے کام لیا جائے۔ ورنہ جمعہ ایک ہنگامہ ہوگا، شر وفساد ہوگا جو ظاہر ومشہود ہے۔ گو یہ بات کہیں اور کی جائیگی مگر یہاں یہ اشارہ کرتے چلیں کہ جسطرح فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ یا وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (2/184) کے فیصلہ سے جو حضرات ایک مسکین سے زیادہ کو کھانا کھلانا یا بیماری وسفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے میں اختیار سمجھے ہیں اُن کیلئے لازم ہے کہ اسی اصول سے وہ سب کچھ جس کے بعد آیہ جمعہ میں ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْن کہا گیا ہے۔ اختیاری سمجھنے اور ماننے پر مجبور ہیں۔ اور جو حضرات روزہ رکھنا حرام یا گناہ سمجھے ہیں۔ اُنہیں اس سب کچھ کو جسے ذٰلِكُمْ سے ظاہر کیا گیا ہے حرام یا گناہ سمجھنا چاہئے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْن ۔ افسوس ہے کہ عقل سے دشمنی نے اُنکے تصورات اور قواعد کو خود اُن کا دشمن بنا دیا ہے۔

221۔ یہاں تک وہ تمام آیات جن میں لفظ خیر آیا ہے۔ خیر کے معنی کو قرآن کریم سے واضح کرنے کے لئے کافی ہیں لہٰذا اب ہم خیر کے معنی ومراد کا تعین احادیث معصومینؑ سے کریں گے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ اب قرآن نہیں لایا جائے گا۔ قرآن وحدیث میں تفریق مومن کے لئے حرام ہے۔ ہم تو اپنے دوستوں کی رعایت میں یہ زبان بولنے پر مجبور ہیں۔ ورنہ ہم اُن دونوں میں اتنا ہی فرق سمجھتے ہیں جتنا '' اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ..... (6/19) اور اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى o (53/4)'' میں ہوسکتا ہے۔ یا قول خدا وقول معصومؑ میں ممکن ہے۔ چنانچہ احادیث کے ساتھ ساتھ قرآن بھی آتا رہنا لازم ہوا۔ یہاں تک بار بار اُن لوگوں کی اور اُن طریقوں کی مذمت ہوتی رہی ہے جن میں قیام ولایت بطور مقصد داخل نہ ہو۔ چنانچہ معصومؑ اقوال میں یہ بھی آیا تھا کہ لا الٰہ الا اللّٰہ ، الحمد للہ ، اللہ اکبر ، سبحان اللّٰہ کی رٹ لگانا ذکر اللہ نہیں ہے۔ اسی جگہ سے بات کی ابتدا کرتے ہیں ایک حدیث سنئے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

222۔ ''**کونوا دعاۃ لِلنَّاس بغیر ألسنتکم، لیروا منکم الورع والاجتھاد والصلاۃ والخیر، فانّ ذلک داعیۃ۔** انسانوں کے لئے تم کو دعوت دینے والا بننا چاہئے مگر زبانی جمع خرچ سے نہیں تاکہ وہ تمہیں پارسائی وجدوجہد ونماز وخیر کا عملی مجسمہ دیکھیں۔ بتحقیق کہ وہی شعارِ دعوت ہے۔'' (اصول کافی کتاب الایمان والکفر باب الورع)

اس حدیث میں زبانی نعروں اور تبلیغ بلا مقصد کی مذمت کے ساتھ ساتھ نمونۂ عمل پر زور دیا گیا ہے۔ زبان سے رٹے ہوئے الفاظ دوہرانا منع ہوگیا۔ اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ <u>الخیر صلاۃ نہیں ہے</u>۔ مگر صلاۃ، پارسائی اور جدوجہد، الخیر

میں داخل ہیں۔لہٰذا نماز جمعہ کو خیر قرار دینے والے غور فرمائیں کہ کیا کہا گیا ہے اور اُنہیں کیا سمجھنا چاہئے۔تمہاری یہ فروخت شدہ رٹی ہوئی تقریریں اور منبر سے زبانی جمع خرچ اسی لئے مضر ثابت ہو رہا ہے کہ تم نے ہر چیز کو اُلٹ لیا ہے۔تمہیں معصومین علیھم السلام نے چاروں طرف سے گھیر دیا ہے۔جہاں یہ کہہ دیا کہ بلا تفکر وعلم عبادت حماقت اور ضائع شدہ ہے وہاں یہ بھی کہہ دیا کہ عالم کا سوتے رہنا جاہل کے رات بھر جاگ کر عبادت کرنے سے بہتر ہے۔پھر اُنؑ ہی حضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

" **لا تنظروا الٰی طول رکوع الرجل و سجودهٖ فَاِنَّ ذلک شیئ اعتاده ؛فلو ترکه استوحش لذلک ولکن انظروا الٰی صدق حدیثه و أداء امانته**۔" کسی شخص کے لمبے لمبے رکوع اور سجدوں کو اہمیت نہ دیا کرو؛ وہ تو ایسی چیزیں ہیں کہ جن کی اُسے عادت پڑ گئی ہے۔اگر وہ اُنہیں چھوڑ دیتا ہے تو وہ اُسے وحشت زدہ کرتی ہیں؛(یا وہ چھوڑتے ہوئے گھبراتا ہے)تمہیں چاہئے کہ تم یہ دیکھو کہ وہ اپنی بات اور امانتداری میں کیسا ہے۔(**ایضاً، باب الصدق و اداء الامانة**)

یعنی سابقہ حدیث کا یہ مطلب نہ سمجھنا کہ زبانی تبلیغ کی تو ممانعت و مذمت ہوگئی لہٰذا اب دن رات رکوع اور سجدوں میں لگ جاؤ۔اس لئے کہ بلا مقصد ولایت رکوع اور سجدے و نماز و دیگر عبادات بھی حرام و مردود ہیں۔مبلّغ کیلئے یہ بھی فرمایا کہ:۔

۔" **کونوا دعاة للناس بالخیر بغیر ألسنتکم ،لیروا منکم الاجتهاد والصدق والورع**۔"(جعفر صادقؑ)

خاموش رہ کر بذریعہ خیر انسانوں کو تبلیغ کرو تا کہ وہ تم میں جدوجہد، سچائی اور پارسائی کا مشاہدہ کریں۔(کافی کتاب و باب ایضاً)

اس دفعہ صلاة کا تذکرہ نہیں کیا اور پوری تبلیغ کو **بالخیر** فرما کر صدق واجتہاد وورع کو اس کے اجزا ثابت کر دیا۔لہٰذا صلاة خود خیر کا ایک جُز وقرار پائی نہ خود خیر بن گئی۔اسی باب میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ:۔"کسی شخص کے نماز روزہ سے فریب نہ کھا لینا وہ تو اُنہیں چھوڑتے ہوئے گھبراتا ہے۔تم لوگوں کو بات کی سچائی(صدق الحدیث)اور اداء امانة سے آزمایا کرو۔(**حدیث دوم باب الصدق واداء الامانة**)اس لئے ہم نے عرض کیا تھا کہ یہ لوگ چاروں طرف سے گھیر دے گئے ہیں۔اُن کے لئے لازم ہے کہ وہ علم وعقل کو اختیار کریں۔ورنہ دُنیاوی مفاد تو مل سکے گا آخرت میں خسارہ ہوگا۔

223۔ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام سے الخیر کی تعریف سنئے:۔

سُئِلَ عَنِ الْخَیْرِ مَا هُوَ ؟فَقَال :لَیْسَ الْخَیْرُ اَنْ یَکْثُرَ مَا لُکَ وَوَلَدُکَ وَلٰکِنَّ الْخَیْرُ اَنْ یَّکْثُرَ عِلْمُکَ وَ(اَنْ)یَّعْظُمَ حِلْمُکَ وَاَنْ تُبَاهِیَ النَّاسَ بِعِبَادَةِ رَبِّکَ فَاِن اَحْسَنْتَ حَمِدْتَ اللّٰهَ وَاِنْ اَسَأْتَ اسْتَغْفَرْتَ اللّٰهَ، وَلَا خَیْرَ فِی الدُّنْیَا اِلَّا لِرَجُلَیْنِ :رَجُلٌ اَذْنَبَ ذُنُوْبًا فَهُوَ یَتَدَا رَکُهَا بِالتَّوْبَةِ وَرَجُلٍ یُسَارِعُ فِی الْخَیْرَاتِ..... (نہج البلاغہ حکم نمبر 94)

سوال کیا گیا کہ الخیر کیا ہے۔فرمایا کہ خیر یہ نہیں کہ تمہارے مال و اولاد میں فراوانی ہو جائے۔بلکہ خیر یہ ہے کہ تمہارے علم میں زیادتی ہوتی جائے۔تمہارے اندر حلم عظمت حاصل کرتا جائے

تمہیں اپنے رب کی عبادت پر ناز وفخر ہوا گر اچھائی کروتو اللہ کا شکر کرو۔ برائی سرزد ہوتو مغفرت طلب کرو۔دُنیا میں دو مردوں کے علاوہ خیر کہیں نہیں۔ایک وہ مرد جوفضول بڑھ جائے تو اصلاح کے لئے واپس لوٹ کراس کا تدارک کرے۔اور دوسرا وہ مرد جوخیرات ہی میں جلدی کرتا رہے۔''

وہ لوگ جوخیر کے معنی کسی حیثیت سے بھی مال کرتے ہیں اُنہیں غور کرنا چاہئے۔خیر کی سمٹی ہوئی شکل کوعلم وحلم میں ظاہر فرمایا گیا۔عبادتوں پرفخر جب ہی ہوسکتا ہے جب کہ انسان عبادت سے کامیابی وقدرت کا حصول ثابت کردے۔یعنی خدا کا تقرب حاصل ہوجانا محسوس طریقہ پرلوگوں کودکھادے۔ورنہ زبانی باتیں تو مذموم ثابت ہوچکیں اُنہی حضرتؑ نے فرمایا ہے کہ:۔

224۔''لَا خَيْرَ فِي الصُّمْتِ عَنِ الحُكْمِ كَمَا اَنَّهُ لَا خَيْرَ فِي الْقَوْلِ بِالْجَهْلِ''۔(نهج البلاغة)

حکمت کے خلاف خاموشی میں خیرنہیں (شر ہوتا ہے) جیسا کہ یقیناً جاہلانہ بات میں خیرنہیں ہوتی (شر ہوتا ہے۔)(حکم 471)

علماء کے سلسلہ میں ہم پہلے پوری حدیث لکھ چکے ہیں۔یہاں خیر سے متعلق اس کا آخری حصہ دوبارہ سامنے لانا چاہتے ہیں۔امام جعفرصادق علیہ السلام ایک فقیہ کی پوزیشن بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

۔'' اَلاَلاَخَيْر فى قراة ليس فيها تدبر،اَلا لَاخير فى عبادة ليس فيهاتفكر ''۔(کتاب فضل العلم باب صفة العلماء)

یہاں آپ دیکھیں کہ قرأۃ دائرۂ خیر میں داخل نہیں ہوتی جب تک تدبر کووسیلہ نہ بنایا جائے۔اور تدبر کیانہیں جاسکتا جب تک علم نہ ہو۔اورعلم کا خیر ہونا پہلے ثابت ہو چکا ہے۔یہاں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ عبادت خیر کے حصول کا ذریعہ ہے۔بلاتفکر عبادت بھی خیرنہیں ہے بلکہ شر ہے۔وہ لوگ جودن رات قرآن وحدیث کی قرآت کرکے روپیہ کماتے ہیں اُن کا حال بھی سن لیں۔

225۔ صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جوکوئی دُنیاوی منافع کے لئے حدیث کواختیار کرےاس کے لئے آخرۃ میں حصہ نہیں ہے۔مگر جوحدیث سے آخرۃ میں خیر لینا چاہےاسے دُنیاوآخرۃ دونوں میں خیر ملے گی۔

من أراد الحديث لمنفعة الدُّنيَا لم يكن له فى الآخرة نصيب ومن أراد به خير الآخرة أعطاه الله خير الدُّنيَا والآخرة (كتاب فضل العلم . كافى)

(کافی۔کتاب فضل العلم،باب المستأكل بعلمه والمباهى به)

یہاں تک ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ الخیر کے وہ معنی غلط ہیں جوآیۃ جمعہ میں اختیار کئے جاتے ہیں۔الخیرایسا لفظ ہے جس میں ہراچھا قول وفعل وعبادت وغیرہ سب داخل ہیں۔جواس کے خلاف یاعلاوہ ہے وہ محض شر ہے۔جس طرح ہم نے ذکر کے معنی کاتعین کرکےاس کے لئے قرآن وحدیث سے ثابت کیا تھا کہ ذکرخود آنحضرتؐ اوراُن کی ولایت ہے۔اُسی طرح ہم خیرکوولایت ہی سمجھتے ہیں۔چنانچہ قرآن سُنئے اور جناب امام جعفرصادق علیہ السلام کی زبان حق ترجمان سے سنئے ارشاد ہے:۔

226۔ اللہ تعالیٰ کا قول کہ بلکہ تم تو دُنیاوی زندگی کو اختیار کرتے ہو۔فرمایا کہ یہ اہل خلاف کی ولایت ہے اور آخرت خیر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والی ہے۔

قوله جلّ و عزّه "بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا o "قال: ولايتهم" وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى o" قال:ولاية امير المؤمنينؑ "اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى o صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى o

فرمایا کہ اس کے معنی امیر المومنین علی علیہ السلام کی ولایت ہے۔اور بتحقیق یہ حقیقت تمام پہلی کتابوں میں موجود ہے (جیسے) ابراہیم وموسیٰ علیھما السلام کی کتابوں میں (بھی) (87/16-19) (كتاب الحجة باب نكت و نتف) اور ملاحظہ ہو۔

227۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

۔"هكذا نزلت هذه الآية وَلَوْاَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ (في عَلِيّ) لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔" (4/66)

یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی کہ اگر اسکے مطابق عمل درآمد کرتے جواُن کو وعظ کیا جاتا رہا ہے علی علیہ السلام کے بارے میں تو یہ اُن کے لئے خیر ہوتی۔(الکافی۔کتاب الحجۃ۔باب فيه نكت و نتف من التنزيل الولاية)

معلوم ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت پر ایمان خیر تھا ورنہ شر ہے۔

ایک اور مقام دیکھیں ایمان لانا اسی طرح مضر وشر بن جانے کا قرآن کریم سے پتہ ملتا ہے:۔

228۔ امام جعفر صادق علیہ السلام تفسیر فرما رہے ہیں۔ اللہ کے فرمان کے سلسلہ میں کسی کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا اگر وہ پہلے سے میثاق پر ایمان نہ رکھتا تھا۔یا دوران ایمان اس نے خیر کو کما کر حاصل نہ کیا ہو۔فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ انبیاء واوصیاء اور خاص طور پر ولایت امیر المومنین علیہ السلام کا اقرار نہ کر چکا ہو۔فرمایا کہ اس کو ایمان فائدہ نہ دے گا اس لئے کہ اس کا ایمان سلب ہو چکے گا۔"

في قول اللّٰه عَزَّوَجَلَّ" لا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ (يعنى فى الميثاق) اَوْكَسَبَتْ فِيْ إِيْمَانِهَا خَيْرًا" قال :الاقرار بالانبياء والاوصياء و امير المؤمنين عليه السلام خاصة.قال .لا ينفع ايمانها لأنها سلبت. (6/158) (ایضاً حدیث 81)

اور ملاحظہ ہو وہی حضرتؑ فرماتے ہیں۔

229۔في قول اللّٰه عَزَّوَجَلَّ :وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا o(19/73)" قال، كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله دعا قريشًا الٰى ولايتنا فنفروا وأنكروا، فقال الّذين كفروا من قريش للّذين اٰمنوا :الَّذِيْنَ اَقَرُّوا الامير:لمؤمنين ولنا اهل البيت .اَيُّ الفريقين خَيْرٌ مقامًا وَاَحْسَنُ نَدِيًّا." تعبيرًا منهم، فقال اللّٰه ردًا عليهم :وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ (من الامم السالفة)هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا o(19/74)" قلت :قوله :مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۔" قال :كلّهم كانوا في الضلالة لا يؤمنون بولاية امير المؤمنين عليه السلام ولا بولايتنا فكانوا ضالّين مُضلّين ،فيمدّ لهم في ضلالتهم

و طُغیانهم حتّٰی یموتوا فیصیّر هم اللّٰه شرًا مکانًا وأضعف جندًا .قلت: قوله: حَتّٰی اِذَا رَاَ وْا مَا یُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَشَرٌّمَّکَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْداً o؟(19/75) قال:امّا قوله :حَتّٰی اِذَا رَاَ وْا مَایُوْعَدُوْنَ. فهو خروج القائم وهو الساعة، فسیعلمون ذلک الیوم وما نزل بهم من اللّٰه علی یدی قائمه،..... (حدیث برابر بڑھتی چلی جاتی ہے)اس کا ترجمہ سُنئے:۔

230۔ اللہ کے اس قول میں کہ ''جس وقت اُنکے رُوبرو ہماری آیات بینات تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر مومنین سے کہتے ہیں کہ ہم دونوں فریق میں کون مقام خیر پر اور بہترین جماعت ہے۔فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اہل قریش کو ہماری ولایت کی دعوت دیا کرتے تھے تو وہ نفرت وانکار کر دیا کرتے تھے۔چنانچہ قریش کے اُن لوگوں نے جو کافر تھے۔اُن مومنین سے کہا جو ہماری اور جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کی ولایت کے مُقر تھے۔کہ ہم دونوں جماعتوں میں کون سی جماعت مقام خیر پر اور بہترین جماعت ہے۔اُن کفار کی سرزنش کیلئے اللہ نے تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اُن سے قبل بہت سے ایسے اہل زمانہ کو ہم نے ہلاک کیا ہے جو ساز وسامان اور نظارہ میں اِن سے کہیں بہتر تھے۔میں نے عرض کیا کہ اللہ کا قول کہ ''جو شخص بھی گمراہی میں ہوگا خدائے رحمٰن اُسے ضرور مدد دیگا ایک طویل زمانہ تک۔فرمایا کہ (اسکا مطلب یہ ہے کہ)وہ سب گمراہی کی حالت میں تھے۔وہ ایمان نہ لاتے تھے ولایت امیرؑالمومنین پر اور ہماری ولایت پر چنانچہ اس بنا پر وہ گمراہ اور گمراہ کنندہ تھے۔لہٰذا اُن کو مدد اور ڈھیل دی گئی گمراہی میں یہاں تک کہ وہ مر گئے اور خدا نے اُنہیں مقام شر اور کمزورترین فوج بنا کر چھوڑ دیا۔میں نے کہا کہ خدا کا یہ قول کہ یہاں تک کہ جب وہ اُسے دیکھیں گے جس کی وعید ہو چکی تھی یا تو عذاب اور یااَلسَّاعة۔چنانچہ وہ عنقریب معلوم کرلیں گے کہ وہ کون ہے جو مقام شر میں ہے اور کمزورترین فوج ہے۔؟فرمایا کہ یہ جو فرمایا گیا کہ:''یہاں تک کہ وہ لوگ وعدہ شدہ کو اپنی آنکھوں دیکھ لیں۔''اس سے مقصود ظہور قائمؑ ہے کہ یہاں ''ساعة'' کہہ کر اُنہی کو مُراد لیا گیا ہے۔اُنؑ کے ظہور پر یہ لوگ بخوبی سمجھ جائیں گے کہ وہ کون فریق ہے۔جو کچھ اُن پر قیام قائمؑ سے گذرے گی۔اور یہ جو کہا کہ وہ کون ہے جو مقام شر میں ہے۔یعنی امامؑ زمانہ کے نزدیک کون کمزور جماعت ہے اور کون مقام شر پر ہے۔میں نے عرض کیا کہ قول خدا کہ جنہوں نے ہدایت پائی خدا اُن کی ہدایت میں اور بھی اضافہ کر دے گا؟فرمایا کہ حضرت قائمؑ کی اتباع کرنے اور اُن سے ضد وانکار سے پیش نہ آنے کی بنا پر اُن کی ہدایت یا پختگی میں اضافہ ہوگا۔میں نے عرض کیا کہ قول خدا کہ ''۔شفاعت پر اُن کی کوئی ملکیت نہ ہوگی سوائے اُس شخصؑ کے کہ جس نے رحمٰن سے عہد لے لیا ہو؟ فرمایا کہ شفاعت صرف اُن کی ہوگی جو ولایت امیر المومنینؑ اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام کو اپنا دین سمجھتے ہوں۔اللہ کا عہد یہی ہے۔''(کتاب الحجۃ باب نکت ونتف حدیث 90،سورہ مریم 76,87۔19/73)

231۔ یہ حدیث شریف برابر بڑھتی اور مقام ولایتِ اہل بیتؑ بیان کرتی چلی جارہی ہے۔ہم نے یہ چند جملے نقل کر دیئے ہیں تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ خیر ولایت پر ایمان لانے میں ہے۔یعنی ولایت پر ایمان بھی خیر میں داخل مگر صرف ایمان خیر نہیں

ہے۔مکمل خیر تو خود ولایتؑ ہے جو ذرا دیر بعد آپکے سامنے آنیوالی ہے۔ یہاں تو آپ اجزاءِ خیر دیکھتے ہوئے رفتہ رفتہ ولایت کی طرف لائے جارہے ہیں۔ایک مقام اور دیکھ لیں اور دیکھیں کہ حضرت فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیھا کا کیا مقام ہے؟ جناب ابی الحسن موسیٰ بن جعفر علیھما السلام ایک عیسائی عالم کے سوالات کے جوابات دیتے ہوئے اس سوال پر پہنچتے ہیں کہ اُس نے دریافت کیا کہ:۔

232۔ حٰمٓo وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِo اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَo فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍo

عیسائی نے دریافت کیا کہ قولِ خدا ''حٰم'' ''کتاب مبین کی قسم بتحقیق ہم نے اسے مبارک شب میں نازل کیا۔اور یقیناً ہم ہی تنذیر کرنے والے ہیں۔اس مبارک رات میں ہر حکمت والا امر ممتاز کیا جاتا ہے۔''اس کی باطنی تفسیر کیا ہے؟ فرمایا کہ حٰم تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں۔اور وہ کتاب ھودؑ میں نازل ہوا تھا اور اس کے حروف مکمل نہیں ہیں۔رہا کتاب مبین تو علی مرتضیٰ علیہ السلام ہیں۔پھر لیلۃ سے مراد فاطمہ علیھا السلام ہیں اور یہ جو فرمایا کہ اس میں ہر حکمت والا حکم ممتاز کیا جاتا ہے۔خدا کہتا ہے کہ فاطمہؑ سے خیر کثیر کا ظہور ہوتا ہے کہ ان معظّمہ سے یکے بعد دیگرے حکمائے اہل بیتؑ کا ظہور لازم ہے۔ (4-44/1)

ما تفسير ها في الباطن؟فقال : امّا حٰمٓ فهو محمد صلى الله عليه وَآله وهو في كتاب هودؑ الّذي انزل عليه و هو منقوص الحروف واَمَّا''الكتب المبين ''فهو امير المؤمنين على عليه السلام واَمّا اللَّيْلَة ففاطمة عليها السلام وَامّاقوله فيها: يفرق كلّ امرٍ حكيم ''يقول: يخرج منها خَيْرٌ كَثِيْرٌ فرَجُلٌ حكيمٌ وَرَجُلٌ حكيمٌ ورجل حكيم. (اصول کافی کتاب الحجۃ باب مولد ابی الحسن موسیٰ بن جعفرؑ)

233۔ آپ نے خیر کثیر کا ایک معدن ملاحظہ فرمایا ہے۔یہی سبب ہے کہ حکمت کو خیر کثیر فرمایا گیا تھا۔(قرآن) اُن معظّمہؑ کا باپؑ۔اُنکا شوہرؑ۔اُنکے تمام بچے سلام اللہ علیھم حکمت وخیر کی بنیاد ہیں۔بس جناب ہم بالکل قریب آچکے ہیں۔صرف ایک حدیث اور لکھ کر عنوان کو بدل دینے کا ارادہ کررہے ہیں۔ہمیں ہر ہر صفحہ پر یہ خیال رہتا ہے کہ کسی طرح مضمون کو مختصر کردیں۔ متعلقہ احادیث وآیات کو ہر جگہ چھوڑتے چلے جاتے ہیں تاکہ طول نہ ہو۔پھر بھی آیات جمعہ میں سے صرف پہلی آیت کی تشریح میں یہاں تک دوسواڑتیس قلمی صفحات ہوچکے ہیں۔بہرحال اپنے منصوبہ کے خلاف مگر آپکے سوال کے مطابق، جس میں تحقیق کے نام پر اپیل تھی۔اس موضوع کو اختیار کرلیا ہے۔ورنہ ہم جن اصلاحی اقدامات سے متعلق ہیں وہاں اس قسم کی بحثوں کیلئے بہت کم گنجائش رکھی گئی ہے۔بہرحال آیئے خیر سے ایک آخری حدیث سناتے ہیں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

آئمہ علیھم السلام مجموعہ خیر کی بنیاد ہیں،اصل ہیں مصدر ومنبع ہیں

234۔ 1۔ہم مجموعہ خیر کی بنیاد ہیں 2۔ نیکیوں کا تمام مجموعہ ہماری فروعات ہیں 3۔نیکیوں میں سے ایک نیکی خدا کو ایک

نحن اَصْلُ كلِّ خَيْرٍ وَ مِنْ فروعنا كُلُّ برٍّ .فَمِنَ الْبِرّ التوحيد والصلاة والصيام و كظم الغيظ والعفو عن

ماننا اور ثابت کرنا ہے 4۔ایک نیکی نماز ہے 5۔اور روزے ہیں 6۔غیظ وغضب کو برداشت کرنا ہے 7۔کوتاہیوں کو نظر انداز کرنا تا کہ اچھائی میں ترقی ہو سکے 8۔ضرورت مند پر رحمت 9۔پڑوسی سے معاہدہ 10۔صاحبان بزرگی کی عظمت کا اقرار کرنا۔**اور ہمارا دُشمن؛**
ہر شر کی بنیاد ہے یا مجموعہ شر کی جڑ ہے۔قباحت وفحش کا تمام مجموعہ ان کی فروعات ہیں۔اُن میں سے ایک جھوٹ ہے۔ 2۔ایک بخل ہے 3۔حقداروں سے مقاطعہ ہے۔

المسیی، ورحمة الفقير و تعهد الجار والاقرار بالفضل لأهله.وعدُوُّنا أصل كلِّ شرٍّ و من فروعهم كلُّ قبيح و فاحشة فمنهم الكذب والبخل والنميمة والقطيعة وأكل الرّبا وأكل مال اليتيم بغير حقّه وتعدِّى الحدود الّتى أمر اللّه وركوب الفواحش ما ظهر منها و ما بطن والزّنا والسّرقة وكلُّ ما وا فق ذلک من القبيح فكذبَ من زَعَمَ اَنَّهٗ معنا وهو متعلّق بفروع غيرنا ۔(روضة الكافی صفحہ 242)

4۔چغلخوری ہے 5۔سودخوری ہے 6۔مال یتیم کو کھا جانا ہے 7۔حدود وقانون شکنی ہے 8۔فحاشی ہے خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی ہو 9۔زنا ہے 10۔چوری ہے 11۔اور ہر وہ چیز جو قبیح کے دائرہ میں داخل ہو یا داخل کرے۔چنانچہ جو ہمارے خلاف لوگوں کے فروع سے متعلق ہو اور یہ زعم کرے کہ ہم سے متعلق ہے، کاذب ہے(جھوٹ بولتا ہے)۔''(روضۃ الکافی صفحہ 242)

235۔ دیکھئے جناب اس حدیث میں خیر وشر دونوں بنیادی حیثیت سے آئے ہیں۔آئمہ علیھم السلام مجموعہ خیر کی بنیاد ہیں، اصل ہیں مصدر ومنبع ہیں۔اُن کے بالمقابل ابلیس اور اس کے متبعین مجموعہ شر ہیں۔جس طرح تمام نیکیاں آئمہ علیھم السلام کی فروع ہیں۔اسی طرح ہر قبیح وفحش اور ان کے متعلقات ابلیس اور پیروانِ ابلیس کی فروع یا شاخیں ہیں۔یہاں خاص بات جو نوٹ کرنے کی ہے وہ یہ ہے کہ نہ صرف نماز بلکہ توحید خداوندی آئمہ علیھم السلام کی فروع میں داخل ہیں۔اب بتایئے کہ ہم کیسے مان لیں کہ " <u>ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ</u>'' <u>کے معنی نماز جمعہ ہیں</u>۔ہم یہ مانتے ہیں کہ نماز جمعہ یا دیگر نمازیں وعبادتیں خیر کے اجزاء ہیں۔بشرطیکہ تفکر وتعقل اور ولایت کے خلاف نہ ہوں۔ورنہ بار بار ثابت ہوا کہ ہر عبادت حرام ہے اگر تفکر وتعقل وتدبر وولایت ملحوظ نہ ہو۔لیکن یہ کہنا کہ نماز خود مجسم خیر ہے ہرگز ہرگز قابل تسلیم نہیں ہے۔توحید جسے اصول میں شامل کیا جاتا ہے۔اگر وہ فروع میں ہے تو یاد رہے کہ نماز فروع کی فروع میں مشکل سے داخل ہو سکے گی۔لہٰذا ہمیشہ یہ جملہ یاد رکھیں کہ <u>وَمِنۡ فُرُوۡعِنَا كُلُّ بِرٍّ</u>۔ نیکیوں کا پورا مجموعہ یا جو کچھ بھی نیکی کہلا سکتا ہے۔وہ سب ہم نے شروع کیا اور وہ سب ہم تک پہنچنے کے لئے ہے۔ہر نیکی کی ہم سے ابتدا ہوتی ہے۔اور ہم پر انتہا ہوتی ہے۔توحید کی شناخت ہم نے کی اور ہم نے اس دُنیا میں خدا کی وحدانیت کو پھیلایا۔ہم ہی تعارف ذات باری کا سبب ہوئے۔لہٰذا ''۔ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡن ۔'' میں علمی معیار پر اگر خیر کے معنی کو نہ سمجھا جائے تو وہی نماز جمعہ شر ہو جائے گی۔وہ خیر کے دائرہ میں جب ہی داخل ہوگی جب کہ آئمہ معصومین علیھم السلام کو منبع خیر و

مصدر خیر و کل خیرؑ سمجھ کراُن کی ولایت کے قیام کے لئے نمازیں قائم کی جائیں۔ورنہ دشمنانِ ولایت کے ساتھ تمہارا شمار ہوگا۔تمہارا یہ شیعیت کا لیبل جھوٹا ثابت ہوجائے گا۔یہاں آیت جمعہ کی مزید تشریح سے صرف نظر کرتے ہیں۔

236۔ آیت جمعہ تو رعایتاً ختم کردی گئی لیکن اس پہلی آیت سے متعلق جناب مولانا کا ایک تصور ابھی باقی ہے۔اس کو واضح کرکے دوسری آیت سے گفتگو کی جانا چاہیئے۔

(1)مولانا نے اپنی دانش کے مطابق قرآن سے نماز جمعہ کو صرف اسلیئے واجب مان لیا کہ مفسرین خاصہ وعامہ میں اختلاف تھا۔

(2)اور چونکہ حلالِ محمدؐ قیامت تک حلال اور حرامِ محمدؐ قیامت تک حرام ہے۔

(3)اوراس لئے کہ مقدمہ واجب ہوتو ذوالمقدمہ بھی واجب ہوتا ہے۔یہ تین دلیلیں آدھے صفحہ میں بیان کرکے مولانا نے سمجھ لیا کہ قرآن کریم سے نماز جمعہ واجب ثابت ہوچکی۔اس کے بعد وہ واردشدہ شبہات کا جواب شروع کرتے ہیں۔شبہات کا جواب وہ دے سکے یانہیں؟ یہ تو بعد کی بات ہے۔مگر پہلی اور اوّلین بات یہ ہے کہ ہمیں شبہات کے جواب سے مولانا نے اپنے متعلق شُبہ میں ڈال دیاہے۔دیکھیئے مولانا صفحہ 44 کالم اوّل (جنتری) میں دوسرا شُبہ یوں لکھتے ہیں۔

''(2)''ہوسکتا ہے کہ اذان سے مراد بروز جمعہ صبح کی اذان ہولہٰذا اس آیت سے تمسک صحیح نہیں ہے۔''

اب اس شبہ کا جواب لکھتے ہیں کہ:۔

1۔''اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو تمام شیعہ سنی مفسرین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اس اذان سے مراد نماز جمعہ کی اذان ہے
2۔ نیز اس آیت کا سورہ جمعہ میں ہونا بھی اس بات کی تائیدمزید کرتا ہے۔لہٰذا اس میں خدشہ کرنا واضحات کے انکار کے مترادف ہے۔<u>ثانیاً</u>اس آیت کا <u>آخری حصہ</u> اس امر پر قطعی دلالت کرتا ہے کہ اس سے مراد نماز جمعہ ہے۔نہ نماز صبح۔ارشاد ہے کہ جب اذان ہوجائے تو بیع وشرا ترک کردو۔واضح ہے عموماً ظہر کا وقت ہی خرید وفروخت کا وقت ہوتا ہے۔اسی لئے اس سے روکا گیا۔اگر اس سے نماز صبح مراد لی جائے تو آیت درجہ بلاغت سے گرجائے گی۔کیونکہ جب اس وقت بیع وشرا بالعموم ہوتی ہی نہیں۔تو اس سے روکنا چہ معنی دارد۔؟''

237۔ آپ نے دیکھا کہ یہاں بھی مولانا جس دلیل کو اوّل نمبر دیتے ہیں وہ وہی ہے جس کو جنتری کے صفحہ 90 پر رد کردیا ہے۔یعنی اجماع کو دلیل شرعی ہونے اور اس سے استنباط کرنے کا انکار کیا ہے۔پھر یہ بھی وہی اختلاف ہے جس کو اتفاق قرار دیا گیا تھا۔ہم تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مولانا نے نہ کوئی آیت لکھی نہ حدیث لکھی شیعہ سنی مفسرین ہرگز متفق نہیں ہیں۔بلکہ مختلف ہیں۔پھر اگر وہ سب واقعی متفق ہیں تو اُسے اجماع کہا جائے گا۔جو مولانا کے نزدیک بقول مولانا ''علماء شیعہ خیر البریہ کی ایک بڑی جماعت اجماع کو دلیل نہیں مانتی۔''(صفحہ 90) گویا جہاں مولانا کا دل چاہے وہاں اجماع دلیل بن سکتا ہے ورنہ نہیں۔تو

معلوم ہوا کہ دراصل مولانا اپنی مرضی کو امام سمجھتے ہیں۔دوسری دلیل یہ دی ہے کہ یہ آیت سورہ جمعہ میں ہے۔گویا اگر یہ آیت ۔''یٰٓاَ یُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ'' ۔کسی اور سورۃ میں ہوتی تو یہ نماز جمعہ پر دلیل نہ بنتی۔خدا رحم کرے اس سوجھ بوجھ پر۔اَرے صاحب سورہ جمعہ کا نام سورہ جمعہ اسی آیت نے رکھوایا ہے۔مولانا کا نقص استدلال ہمیں مشکوک کرتا ہے کہ یہ مضمون جمعہ کسی شاگرد نے لکھا ہے مولانا نے نہیں لکھا۔

238۔ مولانا کے بیان میں اُس جملہ کو دیکھیں جو''ثانیاً'' کہہ کر شروع ہوتا ہے۔اس میں مولانا بتاتے ہیں کہ''اس آیت جمعہ کا آخری حصہ اس امر پر قطعی دلالت کرتا ہے کہ اس سے مراد نماز جمعہ ہے۔نہ نماز صبح۔''یعنی آیت جمعہ کا آخری حصہ کیا ہے؟ بتاتے ہیں کہ''ارشاد ہے کہ جب اذان ہو جائے تو بیع وشرا ترک کردو۔'' ذرا آیت کو دیکھئے اور اسمیں آخری حصہ کا پتہ لگایئے۔

یٰٓاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ط ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o کسی قاعدہ کی رُو سے اس آیت کا آخری حصہ وہ نہیں ہے جو مولانا نے بتایا ہے۔مولانا نے''اِذَا نُوْدِیَ'' پہلے حصہ میں سے اُٹھایا پھر آیت کے درمیان سے''ذَرُوا الْبَیْعَ'' اُچک لیا اس طرح یہ جملہ بنایا کہ''جب اذان ہو جائے تو بیع و شرا ترک کردو۔'' کس قدر ڈھیلا اور بے ربط مگر ٹھاٹھ دار ہے یہ بیان؟ اسکے بعد یہ بھی ایک عجیب استدلال ہے کہ''اگر اس سے نماز صبح مراد لی جائے تو آیت درجۂ بلاغت سے گر جائیگی۔''یعنی اگر بالعموم وہ وقت خرید وفروخت کا نہ ہوتا بلکہ کوئی کوئی دکان کھلی ہوئی ہوتی اور خدا ذروالبیع کہہ دیتا تو آیت درجۂ بلاغت سے گر جاتی۔ہم کہتے ہیں کہ درجہ بلاغت جب ہی ملے گا جب کہ بالعموم خرید وفروخت بند نہ ہوتی ہو اور خدا ذروالبیع فرمائے۔یعنی بالخصوص خرید وفروخت کو بھی بند کرنے کا حکم دے۔پھر یہ ثابت ہو چکا اور محسوسات و بدیہات میں سے ہے کہ تمام مستثنٰی مومنین خرید وفروخت جاری رکھیں گے۔باہر سے آئے ہوئے تاجر اور قافلے بیع وشرا بند نہ کریں گے۔اور مولانا کا درجہ بلاغت مجروح نہ ہوگا۔یہ کمال بالائے کمال ہے۔مولانا کے مصدقہ بیانات کی رُو سے غلام اور عورتیں مستثنٰی ہیں۔چنانچہ یہ دونوں خرید وفروخت کو جاری رکھیں گے۔مولانا نماز پڑھانے چلے جائیں گے مگر اُن کے غلام وکنیز اُن کی دکان چلاتے رہیں گے۔لیجئے آیت درجہ بلاغت سے گرا دی گئی۔جناب اس بیع کے اگر وہی معنی ہیں جو آپ نے اختیار کئے ہیں تو یقیناً پورا قرآن نہ فصیح رہتا ہے نہ بلیغ۔پھر جناب! حرامِ محمدؐ تو قیامت تک حرام ہے لہٰذا حرّم البیع اور ذرُوالبیع سے یہ بیع قیامت تک حرام ہوگئی ہے۔نہ بالعموم نہ بالخصوص۔کسی طرح جائز نہیں ہے۔ہمیں مولانا کا یتیم فی العلم''عرضیات سے نابلد'' ہونے کا جملہ برابر یاد آرہا ہے۔یہ تھے کل وہ دلائل جو مولانا کو مل سکے جن میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

دوپہر سے ظہر تک کا وقت تجارت یا خرید وفروخت کا نہیں بلکہ آرام کا وقت ہوتا ہے

239۔ اب ہمارا کام ہے کہ آپ کو قرآن کریم سے یہ دکھائیں کہ مولانا جس وقت کو بالعموم خرید وفروخت کا وقت کہتے ہیں وہ

ہرگز خرید و فروخت کا وقت نہیں۔تا کہ مولانا کو معلوم ہو کہ صرف قرآن قرآن کا نعرہ مارنا غلط ہے۔اگر قرآن و حدیث کو دلیل و حجت سمجھتے ہو تو تم پر لازم ہے کہ بلا قرآن و حدیث کے فیصلے کے کوئی بات منہ سے نہ نکالا کرو۔مفسرین شیعہ و سنی کا اتفاق اور اختلاف ایک مقام ضرور رکھتا ہے۔لیکن اس پر کوئی فیصلہ لازم سمجھنا حماقت ہے، بے دینی ہے۔آیئے قرآن و حدیث سنئے اور اگر ممکن ہو سکے تو ایمان بھی لے آیئے۔مقبول صاحب کا ترجمہ سنئے:۔

240 ۔ اے ایمان لانے والو لازم ہے کہ تمہارے لونڈی غلام اور جو تم میں سے ابھی بلوغ کو نہ پہنچے ہوں (وہ تمہارے پاس آنے کیلئے دن رات میں) تین مرتبہ تم سے اجازت لیا کریں (ایک تو) نماز فجر سے پہلے اور (دوسرے) جب تم دوپہر کو (قیلولے کیلئے) اپنے کپڑے اُتار دیتے ہو۔ اور (تیسرے) نماز عشاء کے بعد۔یہ تینوں تمہارے تخلیے کے وقت ہیں۔ان کے بعد بلا اجازت آنے جانے میں نہ تمہارے ذمہ کوئی الزام ہے۔اور نہ اُن کے ذمہ۔تم ایک دوسرے کے پاس بکثرت آتے جاتے ہی رہتے ہو۔اللہ اس طرح تمہارے لئے کھول کر احکام بیان کرتا ہے۔اور اللہ بڑا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔اور جب تمہارے بچے بالغ ہو جائیں۔تو اُن کیلئے لازم ہے کہ اسی طرح اجازت طلب کیا کریں۔جس طرح (اُن کے بزرگ) ان کے پہلے سے اجازت طلب کیا کرتے تھے۔اس طرح اللہ اپنے احکام تمہارے لئے کھول کر بیان کرتا ہے۔اور اللہ صاحبِ علم و حکمت ہے۔اور (بڑی) بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی امید باقی نہ ہو تو اگر وہ اپنا برقع وغیرہ اتار دیا کریں تو ان کے ذمہ کچھ الزام نہیں ہے۔جس حال میں کہ ان کو اپنے بناؤ سنگار کا اظہار منظور نہ ہو۔اور اگر وہ اس سے (بھی) باز رہیں تو یہ ان کے لئے (اور) بہتر ہے۔اور اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔''

> يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُونَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ O وَإِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ O وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِينَةٍ وَأَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌO (24/58-60)

241۔ یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہ ترجمہ سو فیصد صحیح ہے۔البتہ یہ سمجھ لیں کہ ہم اُن مترجمین کے احسان مند ضرور ہیں مثلاً اگر اُن کا ترجمہ موجود نہ ہوتا تو مجبوراً ہمیں اپنا ترجمہ کرنا پڑتا۔اور چونکہ اس سے کان مانوس نہ ہوتے اس لئے کئی سوالات اُٹھ کھڑے ہوتے۔اور ہم ضابطہ بحث کی بنا پر آیت سے نکلنے والے ہر عنوان کو ثابت کرنے سے قاصر رہتے۔لہٰذا نقصان ہوتا۔مگر ہم اپنا

اختلاف ضرور بیان کئے دیتے ہیں تا کہ اس ترجمہ کو ہماری سند نہ ملے۔

(1) ہم **ماملکت ایمان** کولونڈی غلام نہیں سمجھتے۔ (2) **یبلغ الحلم** کو بالغ نہیں مانتے۔

(3) **عورات** کو تخلیہ نہیں کہتے۔

(4) قواعد کے معنی بوڑھی عورتوں میں مخصوص نہیں کرتے۔اور

یہ چاروں چیزیں عنوان زیر بحث سے قطعاً متعلق نہیں ہیں کہ ان پر گفتگو کی جائے۔ان کے علاوہ ان آیات میں واضح طور پر یعنی بقول خدا دوہرے بیّن طریقہ پر ثابت ہے کہ خدا کے نزدیک عشاء کے فوراً بعد سے لے کر طلوع فجر تک جو صورت حال ہے بالکل وہی نماز ظہر کے وقت سے پہلے پہلے کا حال ہے۔یعنی یہ تینوں اوقات استراحت اور قطعی طور پر تنہائی کے ہیں جس طرح عورتیں پردہ میں رہتی ہیں بالکل اسی طرح یہ تینوں اوقات پردہ دار اوقات ہیں۔اُن میں ایک دوسرے سے ملاقات بلا اجازت واچانک نہیں کی جاسکتی حتّٰی کہ خود اپنے باشعور بچے ماں باپ وغیرہ سے علیحدہ رہنا لازم ہیں۔اس صورت حال کو نماز صبح کی یا نماز ظہر کی اذان ختم کرائے گی۔محنت ومشقت سے آدھا دن کام کرکے،کھانا کھانے کی ضرورت فطری ہے۔اور کھانا کھانے کے بعد تھکا ہوا آدمی ضرور آرام چاہتا ہے۔یہ دوسری بات ہے کہ حالات اجازت نہ دیں۔مگر خدا کی طرف سے اجازت ہے۔لہٰذا ہمیں کوشش کرنا ہوگی کہ بنی نوع انسان اللہ کی منشاء کے مطابق کام وآرام کریں۔ان آیات سے تمام علماء اُمت یہی سمجھے ہیں جو کچھ ہم نے سمجھا ہے۔چنانچہ مولانا نے سراسر غلط کہا ہے کہ وہ وقت تجارت کا ہوتا ہے۔ہم قرآن کریم کی زبانی کہتے ہیں کہ وہ وقت تجارت یا خرید وفروخت کا نہیں بلکہ آرام کا وقت ہوتا ہے۔اور اس آرام کے وقت میں بھی ذروا البیع کہنا صحیح ہے۔مگر بیع کے مولویانہ معنی غلط اور قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کے خلاف ہیں۔وہ اپنے غلط معنی کو بحال رکھنے کے لئے ہزاروں غلطیاں کرنا تو پسند کرتے ہیں لیکن عقل وتدبر سے کام لینا اُنہیں منظور نہیں ہوتا۔

242۔ اُن تینوں آیتوں میں تیسری آیت کا تقاضہ ہے کہ اُن عورتوں کو جو نکاح کی تمنا سے بلند ہیں یعنی جن پر جنسی خواہش حاوی نہیں ہے۔اور جو زینت وآرائش کو مقصد قرار نہیں دیتیں۔اُن کو وہ کپڑے جو مذکورہ مثبت صورت میں لازم ہیں۔اُتارنے کی اجازت دے دی جائے۔چنانچہ خدا نے اجازت دے کر یہ بھی فرمادیا کہ **اگر وہ مزید عفت شعاری اختیار کریں تو اُن کے لئے اس میں خیر ہے۔یعنی وہ مذکورہ کپڑوں کو اُتار دینے اور پہنے رکھنے میں مختار ہیں۔اگر "ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْن." کے مولویانہ معنی کئے جائیں تو نماز جمعہ بھی اختیاری ہوجاتی ہے۔** اس جملہ معترضہ کے بعد اب ہم احادیث معصومین علیہم السلام سے ثابت کریں گے کہ دوپہر سے ظہر تک کا وقت خرید وفروخت کا وقت نہیں ہے۔بلکہ استراحت کا وقت ہے۔اور یہ کہ مولانا خواہ مخواہ اُسے خرید وفروخت کا وقت بتانے پر مصر ہیں۔اور صدیوں کوشش کرکے اُنہوں نے آخر بنی نوع انسان کا

آرام وچین چھین ہی لیا ہے تا کہ اُن کا غلط مقصد پورا ہو جائے ۔نماز بالجہر واخفاۃ کی دوسری وجہ یہ بتائی کہ:۔

243۔ وَعِلَّة اُخری اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أحب ان يبدء الناس فی كل عمل أولا بطاعة وعبادة فامرهم أوّل النهار يبدء وا بعبادته ثم ينتشروا فيما أحبوا من مؤنة دنيا هم ،فاوجب صلاة الفجر عليهم فاذا كان نصف النهار وتركوا ما كا نوا فيه من الشغل وهو وقت يضع الناس فيه ثيابهم ويستريحون ويشتغلون بطعامهم وقيلولتهم فامرهم ان يبدء وا بذكره و عبادته فاوجب عليهم الظهر، ثم يتفرغوا لما أحبوا من ذلک فاذا قضوا ظهر هم وأرادوا الانتشار فی العمل لِاٰخر النهار بدؤا ايضا بعبادته ثم صاروا الٰى ما أحبوا من ذلک فاوجب عليهم العصر، ثم ينتشرون فيما شاؤا من مُؤْنةِ دنيا هم فاذا جا ء الليل ووضعوا زينتهم وعادوا الٰى أوطانهم بدؤا أولا لعبادة ربهم ثم يتفرغوا لما أحبوا من ذلک فاوجب عليهم المغرب فاذا جاء وقت النوم وفرغوا مما كا نوا به مشتغليں أحب ان يبدؤا أولا بعبادته وطاعته ثم يصيرون الى ماشاؤا اَن يصيروا اليه من ذلک فيكونوا قد بدؤا فی كل عمل بطاعته وعبادته، فاوجب عَلَيُهم العتمة فاذا فعلوا ذلک لم ينسوه ولم يغفلوا عنه ولم تقس قلوبهم ولم تقل رغبتهم ۔(علل الشرایع صفحہ 264-263)

244۔ دوسرا سبب (علت) یہ ہے کہ بتحقیق اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ انسان اپنے ہر کام کو اُسکی اطاعت وعبادت سے شروع کریں ۔جیسا کہ اُنہیں دن کے اوّلین حصہ میں اپنی عبادت کا حکم دیا ہے ۔پھر وہ اپنی پسند کے مطابق سامان دُنیا فراہم کرنے کیلئے منتشر ہو جاتے ہیں ۔چنانچہ صبح کی نماز اُن پر واجب کی گئی ہے ۔پھر جب آدھا دن ہو جاتا ہے ۔اور جن کاموں میں وہ مشغول تھے اُن کو چھوڑ دیتے ہیں ؛اور وہ وقت لوگوں کے کپڑے اُتارنے اور آرام کرنے کا ہوتا ہے ۔اور وہ اپنے کھانے اور دوپہر کے سونے میں مصروف ہوتے ہیں ۔چنانچہ اُنہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے کاموں کو اللہ کی عبادت اور ذکر سے شروع کریں لہٰذا اُن پر نماز ظہر واجب کی گئی ہے ۔پھر وہ اپنے پسندیدہ کاموں کیلئے اِس سے فارغ ہو کر جائیں ۔اور جب وہ ظہر پڑھ لیتے ہیں اور دن کے باقی حصہ میں کام کرنے کیلئے منتشر ہو جانے کا ارادہ کرتے ہیں تو پھر اسکی عبادت سے ابتدا کریں اور پھر جو اُن کا پسندیدہ کام ہو اُسے کریں ۔لہٰذا اُن پر نماز عصر واجب کی گئی ہے ۔اسکے بعد وہ جہاں چاہیں فراہمی دُنیا کیلئے منتشر ہو جائیں ۔جب رات آنے والی ہوتی ہے اور وہ اپنی ضروریات ومصروفیات سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں اور اپنی قیام گاہوں کی طرف لوٹتے ہیں تو اس کو بھی عبادت سے شروع کرتے ہیں ۔چنانچہ اپنے پسندیدہ ،جس کام میں بھی مصروف تھے اُس سے فراغت پاتے ہیں ۔لہٰذا اُن پر مغرب کی نماز واجب کی گئی ہے ۔پھر جب نیند کا وقت آنے والا ہوتا ہے اور وہ باقی مشغلوں سے فارغ ہو چکتے ہیں تو پھر اللہ چاہتا ہے کہ اُسے بھی اُس کی عبادت واطاعت سے شروع کریں ۔پھر جو چاہیں کرنے لگیں مگر یہ ضروری ہے کہ عمل عبادت و اطاعت سے شروع ہوا کرے ۔چنانچہ اُن پر نماز عشاء اسی لئے واجب کی گئی ہے ۔پس جب وہ نماز عشاء پڑھ لیتے ہیں تو نہ اللہ کو

بھولتے ہیں نہ اُسکی طرف سے غافل ہوتے ہیں۔ نہ اُنکے دل سخت ہوتے ہیں اور نہ ہی اُنکی دلچسپی میں کمی آتی ہے۔"

245۔ یہ ہے وہ پروگرام جس کی رُو سے نمازوں کا تعیّن ہوا ہے۔ اگر اس پروگرام کو اُلٹ لیا جائے تو یقیناً بنی نوع انسان کے لئے مفید نہیں ہوسکتا۔ اس جگہ یہ ثابت ہوگیا کہ نصف النہار کا وقت ہرگز ہرگز خرید وفروخت کا وقت نہیں ہوتا۔ بلکہ کھانے پینے، آرام کرنے اور قیلولے کا وقت ہوتا ہے۔ قرآن کریم اور حدیث نے فطری ضرورت کے مطابق اس وقت کو ظہیرہ قرار دیا ہے۔ اسی نام کی بنا پر اس کے بعد کی نماز کا نام نماز ظہر رکھا ہے۔ اسی سلسلے میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

246۔ **لیتأذن الّذین ملکت اَیْمانکم و الذین لم یبلغوا الحُلم منکم ثلاث مرّات کما امر کم اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ، ومن بلغ الحلم فلا یلج علی امه ولا علی اخته ولا علی خالته ولا علی سوی ذلک الا باذن، فلا تأذنوا حتّی یسلّم، والسلام طاعة لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ؛ قال: وقال ابو عبداللّٰه علیه السلام لیستأذن علیک خادمک اذا بلغ الحلم فی ثلاث عورات اذا دخل فی شی منهنّ ولو کان بیته فی بیتک، قال: ولیستأذن علیک بعد العشاء الّتی تسمی العتمة وحین تصبح وحین تضعون ثیابکم من الظهیرة، انّما امر اللّٰه عزّوجلّ بذلک للخلوة، فانّها ساعةُ غِرَّةٍ وَّخِلْوَةٍ** ۔(فروع کافی کتاب النکاح باب متعلقہ الدخول علی النساء)

247۔ جو لوگ تمہارے معاہدہ کی ملکیت ہیں، اور جو ابھی شعور تک نہیں پہنچے اُن کو چاہیئے کہ وہ تم سے اللہ کے حکم کے مطابق تین دفعہ اجازت لیا کریں۔ اور جو صاحبانِ شعور ہیں وہ بلا اجازت لئے اپنی والدہ، بہن، خالہ اور اُنکے علاوہ دوسری عورتوں کے گھروں میں نہ گھسیں۔ اور پھر اُنہیں اجازت نہ دو حتیٰ کہ وہ سلام کریں اور سلام تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی غرض سے ہے۔ جرّاح نے کہا کہ جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرا خادم جو خود تیرے ہی گھر کے اندر اپنے گھر میں رہتا ہو وہ بھی باشعور ہوتے ہی اُن تین پردہ کے اوقات میں کسی بھی کام سے اجازت ہی لیکر آیا کریں۔ اور فرمایا کہ عشاء، جس کو عتمہ بھی کہا جاتا ہے، کے بعد اور صبح کو اور ظہیرہ کے وقت جب کہ کپڑے اُتار دئے جاتے ہیں تجھ سے اجازت طلب کی جانا چاہیئے۔ اسکے سوا اور کچھ مطلب نہیں ہے کہ اللہ نے اُن (تینوں) اوقات کو حکمیہ خلوت قرار دیا ہے۔ بتحقیق وہ غفلت وخلوت کا وقت ہے۔" (سبحان اللّٰہ)

248۔ آپ نے غور فرمایا کہ اللہ وامام علیہ السلام نے کیا حکم دیا اور مُلّوں نے کیا سمجھا اور کیا کر دیا؟ اُن کے لئے فی سبیل اللہ فساد کرنا اسی لئے کہا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں بھی ہم باقی احادیث صرفِ نظر کرتے ہیں۔ یہاں اس قدر اور عرض کر دیں کہ مُلّا حضرات نے اکثر کہا اور بڑی متکبرانہ شان سے لکھا ہے کہ قرآن میں تو نماز کے اوقات تک بھی نہیں بتائے گئے۔ آپ نے اُن مذکورہ دو آیات (24/58-59) میں پانچوں وقت کی نمازوں کا تعین دیکھا ہے۔ خدا جھوٹوں پر.......... یہاں ہم بجبر واکراہ جمعہ کی پہلی آیت کو چھوڑتے ہوئے اور قسط نمبر 8 کو ختم کرتے ہیں۔ آئندہ قسط میں **فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللهِ وَاذْكُرُوا اللهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** o پر گفتگو کا آغاز ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

(قسط9) **JS/9/19466** 19اپریل1966ء

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوة کا ترجمہ ''اور جب نماز فیصل کردی جائے''

249۔ سورہ جمعہ کی آیت (62/10) میں استعمال شدہ لفظی ترکیب ''وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا'' (اور تم کثرت سے اللہ کا ذکر کرو) پر ہلکی سی گفتگو سابقہ مباحث میں بھی آئی ہے۔ یہاں اس جُز کا ذکر کثیر سے متعلق ہونا اگر صحیح ہے؟ اور یہ ذکر کثیر نماز کے بعد ہوگا؟ تو یقیناً نماز جمعہ میں جو کچھ ہوا یعنی حجۃ زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پڑھائی ہوئی نماز جمعہ میں بھی جو کچھ ہوا۔ اُسے ذکر قلیل ماننا پڑے گا۔ ورنہ ہمارے نزدیک بھی بقول مولانا آیت درجہ فصاحت و بلاغت سے ہی نہ گر جائے گی بلکہ آیت، آیت نہ رہے گی۔ اور یہ جو فرمایا کہ ''وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰه'' اس سے ماننا پڑے گا کہ نماز کے دوران جہاں ذکر میں قلت تھی وہاں فضل میں بھی کمی تھی۔ یعنی اگر نماز جمعہ کے دوران والی حالت میں ''فضل اللّٰه'' بھی مکمل حاصل تھا اور ''ذکر اللّٰه'' بھی پوری مقدار میں ہوا تھا تو نماز ختم ہونے کے بعد اس میں کسی اضافہ کی اُمید احمقانہ ہوگی۔ گویا بات اُلٹی ہے اور آیت یہی بتاتی ہے۔ لہٰذا سرسری تعقّل سے یہ بات اُبھر کر سامنے آ کھڑی ہوتی ہے کہ نماز جمعہ کی طرف بلانے میں کسی خاص انعام و اکرام و مفاد کا قطعی تذکرہ نہ کیا گیا۔ نہ نماز کے دوران مسجد میں عبادت کرنے والوں کی کوئی مدح وثنا ہوئی۔ بلکہ نماز کے ختم ہو جانے کے بعد تلاش فضل اور ذکر کثیر کا حکم ملا۔ آیت کے اس پہلو پر باقاعدہ گفتگو تو بڑا وقت چاہتی ہے۔ بہر حال ہم اپنے طریقہ پر اختصار کے ساتھ چند صورتیں آپ کے سامنے لاتے ہیں۔

250۔ اس آیت میں پہلا جُز **فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوة** ُہے۔ یہاں بھی معمول کے مطابق گھٹیا معنی بلا تکلف اختیار کر لئے گئے ہیں۔ آپ ہی نہیں بلکہ ہمارا سارا ماحول اس لفظ کی بنیاد کو جانتا اور بولتا ہے۔ اُردو بولنے والے نماز کے سلسلہ میں نماز کا قضا ہونا۔ اُس وقت بولتے ہیں جب مقررہ وقت کے گذر جانے کا شرعاً یقین ہو جائے۔ یعنی جب وہ کہتے ہیں کہ میری نماز قضاء ہوگئی۔ یا کوئی اُن سے یہی بات کہتا ہے تو وہ ہرگز یہ نہیں سمجھتے کہ نماز ادا ہوگئی یا نماز پوری کر لی گئی۔ بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ نماز فوت ہوگئی۔ اس لئے کہ وقت نکل گیا اور نماز وقت کے اندر اندر نہ پڑھی جاسکی۔ اس حساب سے ''فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ'' کے معنی ہو جائیں گے کہ جب نماز قضا ہوگئی یعنی فوت ہوگئی یعنی وقت کے اندر اندر نہ پڑھی جاسکی۔ پھر اُردو بولنے والے کہتے ہیں کہ جب قضا آتی ہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔ یا فلاں شخص قضا کر گیا۔ یعنی موت کا آنا اور مر جانا اس کے معنی سمجھتے ہیں۔ پھر ہر موڑ پر آپ کو ایک بورڈ لٹکتا ہوا ملے گا۔ اس پر لکھا ہوگا ''قاضی فلاں''۔ ''قاضی شہر'' آج کل تو ہر وہ شخص جو کسی طرح نکاح پڑھا سکتا ہے قاضی بن جاتا ہے۔ مگر مسلمان جانتے ہیں کہ اُن کے یہاں شرعی جج کو قاضی کہا جاتا ہے۔ اور قاضی القضاۃ سب سے بڑے قاضی یا چیف جسٹس کو کہتے ہیں۔ وہ روزانہ لفظ تقاضہ بولتے ہیں۔ قضیہ جھگڑے یا عقدے (Problem) کو جانتے ہیں۔ مقتضٰی بھی اُردو میں

استعمال ہوتا ہے۔ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اُردو میں قَضَی یَقْضِیُ قَضَاءً قَضْیًا و قَضِیَّۃً کے گھٹیا معنی استعمال ہی نہیں ہوتے۔ یہ جہلائے عرب یا مُلّا تھے۔جن کو دوسرے الفاظ نہ ملنے کی وجہ سے ایک ہی رٹے ہوئے لفظ کو رگڑ نا پڑ تا تھا۔اور جہاں مترادف یا متبادل یا صحیح لفظ نہ ملا وہاں آج بھی مقررین الفاظ کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ بالکل بھول جائیں تو نعرہ صلوٰۃ۔ بلند آواز سے درود پھر بھی یاد نہ آئے تو درود ہی کی تعریف شروع کر دیتے ہیں حتّٰی کہ یاد آ جائے۔ چنانچہ ہم یہاں بھی اُن لوگوں کے مخالف ہیں۔ہم کہتے ہیں کہ صحیح لفظ آپ کو نہیں آتا کوئی جرم نہیں، دریافت کرلیں۔معلوم کرنا جرم نہیں۔رک جائیں۔ زبان روک لیں یا قلم اُٹھا لیں،لغت دیکھ لیں، یہ سب جرم نہیں ہیں۔ساری ڈکشنری اہل زبان کے علماء کو بھی یادنہیں ہوسکتی۔مگر یہ جرم ہے کہ آپ غلط جگہ ایک لفظ بول کر اپنی لاج رکھیں۔اور پھر عوام یا طلباء آپ کی مثال دے کر غلط لفظ کا استعمال جائز کہیں۔اور رفتہ رفتہ زبان کی وسعت کی آڑ لے لی جائے۔حالانکہ آپ نے زبان کو وسیع نہیں کیا بگاڑا ہے،خراب کیا ہے۔ یہ تمام جرائم ہیں اور آپ جرائم پیشہ ہیں۔اس جرم سے آپ نے بنی نوع انسان کو منشاء خداوندی سمجھنے سے باز رکھا ہے۔دھوکہ کی جگہ آپ چار سو بیس کر رہے ہیں۔ ہدایت کی جگہ آپ مولا بخش گھماتے پھرتے ہیں۔اُس کو مولوی سمجھا ہی نہیں جاتا جو اپنے ہاتھ میں تنبیہہ الغافلین (ڈنڈا) نہ رکھے۔آپ کو آدمی کی جگہ چغد کہا جاتا ہے۔ یہ تمام الفاظ کے ساتھ بازیگری ہے پھر اس طرح کے بگڑے ہوئے عوام کو اپنا منشاء پہنچانے کے لئے علماء بھی مجبور ہوتے ہیں کہ وہ اِن الفاظ کو کہیں کہیں اسی طرح سے بولیں۔لیکن وہ اصل مطلب تک لانے کے لئے اصول تدریج استعمال کرتے ہیں۔اُن غلط الفاظ کو منزل نہیں بنا لیتے۔یاد رکھئے اور کبھی نہ بھولئے کہ لفظ **قضا** یا اس خاندان کے الفاظ جہاں آپ بولیں وہاں اس کا خیال رکھیں کہ قاضی موجود ہے۔تو لفظ قضا سو فیصد صحیح جگہ بولا گیا ہے۔اسی لئے ہم نے فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃ کا ترجمہ اور جب نماز فیصل کردی جائے۔کیا ہے۔نماز کے لئے یہ لفظ ایک قاضی کے بغیر بولنا مقصد اصلی کے خلاف بولنا ہے۔یعنی اُس نماز پر بولا جانا چاہئے جو قاضی نے جماعت سے پڑھائی ہو۔دوسرے مفاہیم کے لئے عربی زبان میں نہایت موزوں الفاظ موجود ہیں۔البتہ جہلائے عرب کو سمجھانے کے لئے دوسری بات ہے کہ مار مار کر اُن کو یاروں نے ادھر لگایا ہے۔یہ بڑی خطرناک پالیسی تھی۔جس پر صدیوں عمل رہا تاکہ مفاہیم خداوندی کو موڑ کر دُور لے جایا جاسکے۔

251۔ قرآن کریم سے اوّلین اور حقیقی معنی سنئے:۔

> وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً مُّبِیْنًاo (33/36)

مقبول صاحب کا ترجمہ: ''اور نہ کسی مومن مرد کے لئے یہ بات موزوں ہے اور نہ کسی مومن عورت کے لئے کہ جب خدا اور اُسکے رسولؐ نے ایک بات طے کردی ہوتو پھر اُنہیں اپنے اس معاملہ میں کچھ بھی اختیار (باقی) رہے۔اور جو اللہ اور اسکے رسولؐ کی نافرمانی کرے گا۔ یقیناً وہی تو کھلی گمراہی میں پڑے گا۔''

اس سے پہلی بات آپ یہ سمجھ لیں خَیر سے ہی خِیَرَۃٌ یعنی اختیار نکلتا ہے۔اور پھر یہ کہ لفظ قضٰی قانون کے فیصلہ پر بولا جاتا ہے۔اور قضا کے خلاف عملدر آمد عصیان ہوتا ہے۔اور قانونی فیصلہ کرنیوالے ہی کو قاضی کہا جاتا ہے۔اور جب لفظ قضٰی یا اسکے باقی مشتقات اللہ ورسولؐ اور نماز وغیرہ سے متعلق ہو جائیں تو مومن ہرگز اسکی خلاف ورزی نہ کریگا۔ورنہ کھلی ہوئی گمراہی کا تمغہ ملے گا۔

ایک آیت اور دکھاتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اُسی لفظ کے معنی اُسی مقام پر مولانا مقبول احمد صاحب بدل بدل کر کرتے ہیں۔

252۔ ''سو ایسا نہیں ہے تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ (کبھی) مومن نہ ہوں گے جب تک کہ اُن جھگڑوں میں جو اُن کے مابین پڑے ہیں۔تم کو حاکم نہ بنالیں۔پھر جو کچھ تم فیصلہ کردو۔اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور اُس کو اس طرح تسلیم کرلیں۔جیسا کہ تسلیم کرنے کا حق ہے۔(مقبول احمد)

فَلاوَرَبِّکَ لا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo(4/65)

یہ وہی مقبول احمد صاحب قبلہ ہیں جو پہلی آیت میں اُسی لفظ کا ترجمہ ''**ایک بات طے کردی**'' کرتے ہیں۔اور یہاں اُسی کا ترجمہ **فیصلہ** کر لیتے ہیں۔یعنی ڈھیلی زبان میں بات طے کر دینا اور فیصلہ کر دینا ایک ہی بات ہے۔ہم نے کہیں عرض کیا ہے کہ اگر آپ ہمارے تراجم سے متفق نہ ہوں تو ہم مترجمین کے ترجموں سے اُنکی چوری پکڑ دیں گے۔اور اپنے ترجمہ کو ٹھونک بجا کر کھرا اور صحیح اور حقیقی ترجمہ ثابت کر دیں گے۔یہاں بات واضح ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ فیصلہ حاکم کرتا ہے۔یعنی حاکم کا قاضی ہونا بھی ضروری ہے۔چنانچہ قَضٰی ماضی واحد مذکر غائب معروف ہے۔اس کا مذکر مجہول ''قُضِیَ'' ہے اور اسی قُضِیَ کی مونث ہے قُضِیَتْ ''فیصل کی گئی''۔لہٰذا بات یہ ہوئی کہ **جب نماز جمعہ کیلئے ایک مختار حاکم وقاضی کے مقام سے ادا ہو جانے کا فیصلہ ہو جائے** تو ''**فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ**'' پھر روئے زمین میں پھیل جاؤ،منتشر ہو جاؤ۔اور فضل خداوندی حاصل کرو۔

253۔ مُلا صاحبان اس سے یہ سمجھے ہیں کہ **میں نماز پڑھا کر فوراً دوسو روپیہ فی گھنٹہ کی رفتار سے تقریر کرنے چلا جاؤں گا**۔اور نمازی یا مقتدی صاحبان اپنی دکانوں،ڈیوٹیوں،کھیتوں اور ورکشاپوں یا گھروں کو چلے جائیں گے۔اور کاروبار میں مصروف ہو جائیں گے۔یہی ہوتا ہے۔مولوی یہی چاہتا ہے۔یعنی آیت کے مولویانہ معنی یہ ہوئے کہ نماز پڑھ کر کاروبار میں لگ جاؤ۔یہ کاروبار اگر فضل خدا تھا اور اس میں مصروفیت ذکر کثیر ہے۔؟ تو پہلی آیت کے یہ معنی ہیں کہ اَے مومنین جیسے ہی ندا دی جائے تم فضل خداوندی اور ذکر کثیر کو چھوڑ کر مسجدوں میں جا گھسا کرو۔اور وہاں ذکر قلیل کر کے فضل خداوندی سے محروم رہا کرو۔یہ ہیں نماز جمعہ کے مولویانہ معنی جن پر وہ عمل کرانے کی فکر میں ہیں۔اور انہی معنی اور مطالب کی وجہ سے عقلمند لوگوں نے نمازوں کو ترک کر دیا ہے۔یعنی مُلا۔نماز پڑھو نماز پڑھو،جمعہ واجب ہے جمعہ پڑھو،آنکھ مار کر کہتا ہے۔یعنی مطلب یہ کہ نمازیں ہرگز نہ پڑھو جمعہ ہرگز قائم نہ کرو۔جمعہ بالکل واجب نہیں ہے۔یہ تو میرا کاروبار ہے گرم رکھنے کا ذریعہ (STUNT) ہے۔چنانچہ مولانا

نے جہاں جمعہ کے رموز واسرار بیان کئے ہیں وہاں، نماز کے دوران ہنگامہ اور مجمع کی تعریفیں کی ہیں۔ نماز کے بعد کی بات نہیں کی کہ پھر کیا کریں؟ کیسے ذکر کو کثیر کریں؟ فضل اللہ کیا ہے؟ اُسے کہاں اور کیسے تلاش کریں؟ سب غائب۔ اسی لئے باقی دونوں آیات کو لکھنا پسند نہیں کیا جاتا ہے۔

امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور میں حارج لوگ

254۔ یہ ہم بتائیں گے اور بتاتے چلے آرہے ہیں۔ پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ کیا نماز جمعہ کے بعد مولانا اور اُس کے مقتدیوں کا عمل درست ہے؟ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ جمعہ کے دن حوائجِ دُنیا کی فراہمی حرام ہے۔ اور اُدھر بیع کی ہر قسم حرام ہے۔ لہٰذا جمعہ کو مکمل تعطیل رہے گی۔ اور چونکہ مکمل تعطل خود غیر فطری اور خلاف ضروریات انسانی ہے۔ یہاں دوسری اقوام سے بھی تعلقات لازم ہیں۔ لہٰذا اس تعطیل میں سے حرمت کو نکالنے اور فضل ہی فضل باقی رکھنے کے لئے ایک معصوم نظام اور معصومؑ ناظم علیہ السلام کی ضرورت ہے ورنہ حرام پر عمل ہوجائیگا اور آج طرح طرح سے حرام پر عمل ہورہا ہے۔ اور غضب یہ ہے کہ حرام پر ثواب سمجھ کر اور واجب کہہ کر عمل کرایا جارہا ہے۔ جمعہ کے روز حوائج دُنیاوی یا ضروریات انسانی کی فراہمی کے حرام ہونے میں کوئی استثنا نہیں ہے اور نہ ہونا چاہئے۔ لہٰذا یہ حرام مطلق ہے۔ اُن لوگوں کے لئے بھی حرام ہے جو جمعہ کی نماز میں شریک ہوئے اور اُن کے لئے بھی حرام ہے جو معذور یا مستثنیٰ تھے۔ جب سب اس حرام سے باز رہیں گے تو کوئی چیز خریدنے یا بیچنے نہ جائیگا۔ اور جب نہ کوئی جائے گا نہ آئے گا تو بازار کیوں کھلے گا؟ کون کھولے گا؟ تمام بازار دکانیں، دفاتر وغیرہ بند ہوگئے۔ تو تعطل مکمل ہوجائیگا۔ جو خود نامعقول وحرام ہے۔ لہٰذا ہر لحہ اس کائنات میں حجتِؑ خداوندی کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر اُن کو ماننے والوں کی نیندیں اُڑ جانی چاہئیں۔ اُن کو طعام وکلام بدمزہ معلوم ہونا چاہئے۔ اور علماء کا وہ حال ہونا چاہئے جو نہج البلاغۃ میں یہ پڑھتے ہیں اور خوف خدا سے چہرہ گل تر رکھتے ہیں۔ تقویٰ کی بنا پر قد آور دیوپیکر ہوتے ہیں۔ بھوک وفاقہ کی بنا پر سمندر سے مشابہ پیٹ رکھتے ہیں۔ اُنہوں نے امامؑ کو رخصت دے دی تھی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی بنا پر امامؑ زمانہ علیہ السلام کا ظہور نہیں ہورہا ہے۔ تاکہ اُن پر حجت مکمل اور ختم ہوجائے اور وہؑ آتے ہی اُن میں سے تین ہزار کو تہ تیغ کرنے میں کراہت محسوس نہ کریں گے۔ اہل ایمان کو چاہئے کہ وہ اُن کے خلاف محاذ بنائیں۔ یہی دشمنانِ اہلبیتؑ ہیں۔ یہی ظہور حضرت حجتؑ میں حارج ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کو چین کی نیند سُلائیں، جہالت کی موت ماریں اور زندگی وموت کے بعد مومنین کا کفن اُتار کر فروخت کرتے رہیں۔ یہی لوگ ہیں کہ موقع ملتے ہی امام زمانہ، مجددؒ وقت یا نبی ورسول بن بیٹھتے ہیں۔ یہ منکر مومن ہیں۔ یہ مومن کافر ہیں۔ یہ اپنے پیٹ کے پجاری ہیں۔ اپنے قیاس اور اجتہاد کے پیرو ہیں۔ یہ دین فروش ودشمنانِ دین ہیں۔ آج مسلمانوں میں انکا لقب گالی بنتا جارہا ہے۔ یہ جمعہ کے روز بھی اپنے تمام حوائج میں سعی کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو اسی پر

کاربند کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ اَعلم وقت تک کی پرواہ نہیں کرتے اور اَعلم وقت مانتے ہیں۔

''فَانۡتَشِرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ'' کے معنی ہیں تعلیمات اسلامی کو لے کر پوری نوع انسانی تک پہنچنا

255۔ آیت جمعہ پر مقبول احمد صاحب کا نوٹ پڑھئے وہ لکھتے ہیں

1۔ ''تفسیر مجمع البیان میں جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ نماز، جمعہ کے دن ہونا چاہئے۔ اور انتشار یعنی اپنے کاروبار کیلئے پھیلنا شنبہ کو۔'' معلوم ہوا کہ جو لوگ اس انتشار یا فَانۡتَشِرُوۡا کے معنی کاروبار سمجھے تھے۔ یعنی اُس وقت کے مولانا تھے؛ اُن کو امامؑ نے منع کر دیا کہ جمعہ کو کاروبار نہ ہوگا بلکہ شنبہ یا ہفتہ کو کاروبار ہوگا۔ دوسرا نوٹ یہ ہے کہ:۔

2۔ '' وابتغوا من فضل اللّٰه ۔ تفسیر صافی میں بروایت انس جناب رسولؐ خدا سے منقول ہے کہ اس سے مراد طلب دنیا نہیں ہے۔'' بلکہ ایسی چیزیں مراد ہیں جیسے کہ بیماروں کی عیادت کرنا۔ کسی جنازے کی نماز پڑھنا۔ اور کسی برادر ایمانی سے ملاقات کرنا۔'' یہ بھی اُسی ذھنیت کو جواب دیا گیا ہے ورنہ یہ تینوں کام روزانہ واجب ہیں۔ جمعہ کی خصوصیت نہیں ہے۔ قرآن اور حدیث سے انکا وجوب اور ثواب ثابت ہے۔ لہٰذا بیمار قلوب کو تبدریج دین کی طرف لانے کے لئے یہ کہہ دیا گیا۔ کاروبار بہر حال روک دیا گیا۔ جو حدیث کا اوّلین منشا تھا وہ واضح ہو گیا۔ اسی قسم کے لوگوں کو بعد نماز جمعہ حوائج کی فراہمی کی اجازت بھی دے دی گئی۔ مگر یہ اُن مسلمانوں کی بات ہے جن کو ابھی دین کا عادی بنایا جا رہا تھا۔ جنکی لگام رفتہ رفتہ کھینچی جا رہی تھی۔ ہم نے عرض کیا ہے کہ اسلام میں کافروں کے لئے بھی احکام ہیں۔ منافقین کے لئے بھی ضابطہ مرتب ہے۔ مگر مومن کو چاہئے کہ منافقین والے احکام سے بلند رہے۔ رعایات سے فائدہ اُٹھانے کی تاک میں رہ کر منافقوں میں شمار نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ روزانہ اُس کے اعمال سربراہِ اُمتؐ کے اور اللہ کے رُوبرو پیش ہوتے ہیں۔ وہ تمہارے اعمال اور نیتوں تک کو دیکھتے ہیں تم اُن سے چوری نہیں کر سکتے۔

256۔ ہم اس آیہ مبارکہ میں ''فَانۡتَشِرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ'' کے ایسے معنی قبول کرنے سے قاصر ہیں۔ جن سے بقول مولانا یہ آیت آیت نہ رہے یا فصاحت و بلاغت سے گر جائے۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ دوسری آیت موجود نہ ہوتی تو کیا لوگ مسجدوں میں ہی ڈیرے لگا لیتے؟ جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں۔ یہ قدرتی وفطری وعقلی امر ہے کہ نماز پڑھ کر واپس آنا ہوگا۔ جس طرح پانچوں واجب نمازوں کا حال ہے کہ لوگ خود بخود نماز پڑھ کر واپس آجاتے ہیں۔ اور جس کام کو چھوڑ کر گئے تھے بلا کسی خدا اور رسولؐ کے حکم کے اس میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جمعہ کے سلسلہ میں یہ کہنا یا یہ سمجھنا کہ نماز پڑھنے کے بعد مسجد سے باہر نکلو۔ اور ٹانگوں سے چل کر نکلو۔ پھر اپنے کاموں میں یا عیادت اور ملاقاتوں میں لگ جاؤ حماقت ہے، جہالت ہے، اور آیت قرآنی کی سراسر توہین ہے۔ لہٰذا ہرگز ہرگز فَانۡتَشِرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ کے یہ معنی نہیں کئے جا سکتے۔ اگر صرف مسجد سے واپس نکلنا مُرادھوتا تو

اس کے کہنے کی اوّل تو ضرورت نہ تھی ۔اسلئے کہ فطری طور پر نکلنا ہی پڑتا۔لیکن اگر صرف نکالنا اور نکل جانا ہی منظور تھا تو جس طرح رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے بدتمیز لوگوں کو نکلنے کا حکم دیا گیا اُسی طرح یہاں بھی صرف **فَانْتَشِرُوْا** کہنا کافی ہوجاتا۔ سنئے! کہا گیا تھا کہ رسولؐ اللہ کے گھر میں بِلا بُلائے نہ جایا کرو پھر؛

257۔ وَلٰکِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَانِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ..... الخ (33/53)

مگر جب تمہیں بُلایا جائے تو اس کے بعد جاؤ اور جب کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ۔ اور باتوں میں نہ لگ جایا کرو۔'' یہاں بھی "**فَانْتَشِرُوْا** '' کہنے کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ لوگ رسولؐ اللہ کو ایذا پہنچانے کے لئے اُن کے حرم میں بیٹھنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ بات پر بات نکالتے چلے جاتے تھے۔لہٰذا اُن کو دفع کرنے کیلئے خدا نے خاص توجہ دی۔مگر'' **فَا نْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ**'' نہیں کہا۔صرف **فَانْتَشِرُوْا** کافی ہوگیا۔گھر یا مسجد سے منتشر ہوگئے تو گھر یا مسجد خالی ہوگئی۔اب لوگ خود بخود اپنے گھر یا جہاں سینگ سمائیں چلے جائیں گے۔یہ ہے وہ بات جس پر تفکر و تعقل یقیناً عبادت ہے۔یہ وہ قرأت ہوگی جس میں ضرور بالضرور خیر ہے۔پھر **فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ** میں آئے ہوئے لفظ ارض کے معنی مٹی بھی ہیں۔جیسا کہ فرمایا گیا:۔

'' **السجود علی الارض فریضة وعلی غیر ذلک سنة** '' (امام جعفر صادق علیہ السلام)

'' زمین پر سجدے فرض اور اس کے علاوہ پر سنت ہیں '' (علل الشرائع۔باب 42 **الجزء الثانی**)

تو کیا ''**فانتشروا فی الارض**'' کے معنی مٹی میں مل جانا کرلیں؟ یہ بھی عقل مندی کے خلاف اور مقاصد جمعہ سے بعید ہے۔ اگر مسجد سے نکال کر گھروں وغیرہ میں بھیجنا منظور ہوتا تو یوں کہا جا سکتا تھا:۔

فَاِذَا قضیت الصلوة فا نصرفوا الی منازلکُمْ۔ جب نماز ہو چکے تو اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔

چنانچہ اس مطلب کو حدیث کے الفاظ میں دیکھئے کہ جمع بین الصلاتین بیان کرتے ہوئے کہا گیا:۔

۔''ثُمَّ قام المنادی فی مکانه فی المسجد فأقام الصّلٰوة فصلّوا العشاء ثُمَّ انصرف الناس اِلٰی مناز لهم۔''

(فروع کافی۔کتاب الصلاة، باب الجمع بین الصلاتین)

۔''پھر منادی اپنی جگہ کھڑا ہوا مسجد کے اندر۔چنانچہ نماز کھڑی ہوئی۔پھر اُنہوں نے نماز عشاء پڑھی پھر لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔'' اسی طرح **ارجعوا، اذهبوا** وغیرہ کئی الفاظ سے واپسی کا بیان ہوسکتا تھا۔**فَانْتَشِرُوْا** اور وہ بھی **فَانْتَشِرُوْفِی الارض** کیوں کہا گیا؟ (اس حدیث میں اقامت کو ندا قرار دیا گیا ہے) اس سوال کا جواب قرآن سے سُنئے۔ایک وقت تھا کہ رسالت مآبؐ کو اللہ نے خود تہجد کا حکم دیا۔طویل ترین راتوں میں قیام و عبادت کا حکم ملا۔پھر ایک دن وہ آیا کہ مقاصد وسیع ہو گئے۔اور تہجد سے یہ کہہ کر رعایت دی گئی کہ ہم جانتے ہیں کہ تم اور تمہارے ساتھی رات رات بھر کھڑے رہتے ہیں لہٰذا:۔

258۔ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَا قْرَءُ وْامَاتَيَسَّرَمِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنكُمْ مَّرْضٰى وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰ خَرُوْنَ يُقَا تِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُ وْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَاَ قِيْمُواالصَّلٰوةَ وَاٰتُواالزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوااللّٰهَ قَرْضًاحَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَاللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوْااللّٰهَ اِنّ اللّٰهَ غَفُوْرٌرَّحِيْمٌo (73/20)مقبول احمد کا ترجمہ سُنیں:۔

۔’’وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تم اس کا (ٹھیک) اندازہ کبھی نہ کرسکو گے۔پس اُس نے (اپنی مہربانی سے) تم پرآسانی کردی۔ اب قرآن میں سے جتنا میسر ہو پڑھ لیا کرو۔وہ یہ بھی جانتا ہے کہ عنقریب تم میں سے بعض بیمار ہوجائیں گے۔اور کچھ اور فضل خدا کی خواستگاری کرنے کے لئے سفر میں ہوں گے۔اور کچھ اور راہ خدا میں لڑتے ہونگے۔پس جتنا اس میں سے آسان ہو پڑھ لیا کرو۔اور (با قاعدہ) نماز پڑھا کرو۔اور زکوٰۃ دیا کرواور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہواور جو نیکی بھی تم اپنی ذات کے لئے (خدا کے حضور میں) پیش کرو گے اللہ کے پاس اس سے بہتر اور اجر میں بڑھا ہوا بدلہ پاؤ گے۔اور اللہ سے مغفرت مانگتے رہو۔بے شک اللہ بڑا بخشنے والا (اور) بڑا رحم کرنے والا ہے۔‘‘اس ترجمہ پر نوٹ بھی سُن لیں:۔

259۔ ’’۔يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔

تفسیر صافی میں ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تجارت کیلئے اور تحصیل علم کیلئے سفر کرتے ہیں۔‘‘ اس آیہ کریمہ میں سب سے پہلی بات تو یہ دیکھنا ہے کہ تہجد کی شدت کو روک دیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ اس عمل درآمد میں بیماری کا اندیشہ ہے لہٰذا تندرست رہ کر برسرکار رہنا لازم ہوا۔اسکے بعد دو کام بتائے گئے جن کی بنا پر تہجد میں کمی یا معافی کی جارہی ہے۔

اوّل نمبر کا کام روئے زمین پر سفر کرکے فضل اللہ کی تلاش اور حصول؛

دوسرا کام معاندین اور مزاحمت کرنے والے کفار سے مقاتلہ۔

یہ دو کام ایسے ہیں کہ نماز تہجد کی وہ شدت ان میں حارج بتائی گئی ہے۔اِس جگہ نماز تہجد سے روکنے کیلئے ان دو مہتمم بالشان اغراض ومقاصد کو بطور وجہ ودلیل بیان کیا گیا۔لیکن جمعہ کے سلسلے میں ’’فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ‘‘ کہہ کر واضح طور پر زمین میں پھیل جانے یعنی اضربوا فی الارض (سیروا فی الارض) کاحکم دے دیا۔ظاہر ہے کہ انتشار فی الارض کیلئے دوسرے ممالک ومذاہب کے حاکموں سے بھی واسطہ پڑیگا۔اُن کے ملک میں داخلہ کیلئے اجازت کی ضرورت ہوگی۔متعصب لوگ ہر جگہ ہوتے ہیں۔وہ اس اجازت اور ان مقاصد میں حارج ہوں گے۔افہام وتفہیم کے بعد بھی اگر جبر ہوگا تو ’’يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ‘‘ والی بتائی ہوئی وجہ سامنے آئے گی۔دوسرے ممالک میں جانے کیلئے وہاں کی زبان جاننا ضروری ہے۔اور اپنے مذہب کو پیش کرنے کیلئے اُنکے مذہب پر اطلاع لازم ہے۔یعنی جولوگ ’’فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ‘‘ پر عمل کریں گے وہ وہی

ہونگے جو دین اور علوم دینیہ کی نشر واشاعت کریں گے۔ وہ لنگڑے، لُولے محتاج، اپاہج، اندھے اور وہ عورتیں اور بچے نہ ہوں گے جو جاہل محض ہوں۔ اُن کیلئے ضروری علوم اور زبانیں جاننا ضروری ہے۔ یہ علوم اور زبانیں حضرت حجتؑ علیہ السلام سے حاصل ہوں گی۔ اور اس کیلئے قیامِ جمعہ و جماعت ہوگا۔ امام عصر علیہ السلام کے علوم میں خدا کی طرف سے اضافہ ہوتا رہیگا۔ اس طرح بنی نوع انسان علوم وفنون کے درجہ کمال تک بلند کی جائے گی اور اس کائنات میں اُسے اُس کا صحیح مقام حاصل ہوگا۔ اور وہ ہے دوام ولامحدود قدرت (نہ کہ جہلا کا مجمع دکھا کر عقلمند دُنیا کو مرعوب کرنا)۔ چنانچہ **"فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ" کے معنی ہیں تعلیمات اسلامی کو لے کر پوری نوع انسانی تک پہنچنا**۔ تا کہ مرکزی جمعہ کے ساتھ لاتعداد جمعے وابستہ ہوکر اور تعلیمات معصومؑ دُنیا میں پھیل کر ذکر کثیر بن جائیں۔ اسکے بعد فضل خداوندی سے وابستگی تو اُس کا لازمہ ہے۔ نتیجہ میں تم پر فضل اللہ متوجہ ہوگا۔ اور تم دین ودُنیا میں، آخرت واُولیٰ میں سرفراز وممتاز ہوگے۔ یہ وہ مقصدِ جمعہ و جماعت ہے جس کا ہر ہر لفظ قرآن وحدیث سے بیّن طریقہ پر ثابت ہے۔ اس سے اچھا اور قرآن وحدیث سے ثابت شدہ مقصد اگر کوئی دوسرے صاحب پیش کردیں تو ہم سے انعام حاصل کریں۔ یہ بھی چیلنج ہے جس کو اِس دُنیا کا کوئی انسان قیامت تک توڑ نہ سکے گا۔

260۔ یہاں ذرا سا رُک جایئے اور قضی کے معنی امام ابالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے سُن لیں فرماتے ہیں:۔

" لَا یَکُوْنُ شَیْءٌ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ وَاَرَادَ وَ قَدَّرَ وَقَضٰی ، قُلْتُ: ما معنی شاء ؟قال: ابتداء الفعل؛ قُلْتُ: ما معنی قدّر؟ قال: تقدیر الشیء من طوله و عرضه، قُلْتُ: مَا معنی قَضَی ؟ قال: اِذَ قضی امضاه، فذلک الّذی لامرد له۔" (کافی ۔کتاب التوحید باب المشیئة والارادة)

۔" کوئی چیز نہیں ہوتی جبتک کہ خدا نہ چاہے، ارادہ نہ کرے اور مقدر تجویز نہ کردے اور فیصلہ نہ کردے۔ میں (ابراہیم ہاشمی) نے کہا کہ شاء کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا کہ کسی فعل (یا چیز) کی ابتدا کرنا۔ میں نے پوچھا کہ قدّر کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ فرمایا کہ کسی چیز کے متعلقات وموثرات کو تجویز کردینا۔ میں نے دریافت کیا کہ قضی کا کیا مطلب ہوا؟ فرمایا کہ جب فیصلہ کردیا تو مذکورہ تمام چیزیں وقوع میں آکر ماضی بن گئیں۔ وہ صورتِ حال اب قابل واپسی نہیں رہتی۔" (اصول کافی کتاب التوحید باب المشیة والارادة)

261۔ یاد رہے کہ جب تک انسان اپنے ذہنی ماحول کو قرآن اور صاحبانِ قرآن علیہم السلام کی آیات واحادیث سے مرصّع نہ کرلے اُس وقت تک وہ ہر ہر لفظ اور ہر ہر فیصلہ کو قرآن وحدیث کی سند سے پیش کرنے کی قدرت حاصل نہیں کرسکتا۔ جب ذہن کی تخلیق وتربیت معصومؑ فرمانات کے زیر سایہ ہوچکتی ہے تو پھر غلط دلیل لانے پر پہرہ بیٹھ جاتا ہے۔ بُرا خیال آنے سے پہلے ہدایت کا تازیانہ اور تاریکی سے پہلے نور ہدایت سامنے آجاتا ہے۔ لیکن اگر انسان چند رٹے ہوئے مقاصد پر آیات واحادیث کا ایک محدود ذخیرہ (SET) کھینچ کر فِٹ (FIT) کرلے تو اُس کے خلاف تمام قرآن وساری احادیث کھڑی

ہوجاتی ہیں۔اوراُس کی اپنی فِٹ کی ہوئی آیتیں اُس کے مطلب کے خلاف معنی ظاہر کردیتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ وہ آیات جو آج تک جمعہ کی مُلاّئی صورت پر موزوں معلوم ہوتی تھیں آج بھیانک صورت پیش کررہی ہیں۔اورمولویانہ مطالب ومقاصد مضحکہ خیز بن کر رہ گئے ہیں۔رَٹ لینے اور تفکر وتعقل کے بعد کہنے میں یہی فرق ہے۔اسی لئے عالم کی فکر عابد کی عبادت سے بدرجہا زیادہ پسندیدہ ہوتی ہے۔

دُنیا کا وہ کاروبار جس میں تصورِولایتؑ ومنصوبہ ولایتؑ متعلق نہیں وہ حرام ہے

262۔ نماز جمعہ کے واجب ثابت کرنے والوں کی لکھی ہوئی تمام بحثیں پڑھ چکنے والے جانتے ہیں کہ وہ حضرات صرف اِس قدر چاہتے ہیں کہ تمام شیعہ سُنی تین میل کے اندر اندر کے رہنے والے ایک جگہ جمع ہوکر جمعہ کے دن دو رکعت نماز پڑھ لیں۔ظہر کی چار رکعتیں چھوڑ دیں۔نماز پڑھ چکنے کے بعد پھر جیسے تھے ویسے ہوجائیں۔اس سے زیادہ اُن میں سے نہ کسی نے چاہا،نہ اِس پر کچھ لکھا،نہ آج تک پبلک کومعلوم ہوا نہ اِس پر عمل کی کوئی صورت نکالی۔نہ موجودہ عملدرآمد،کہ نماز کے بعد پھر بیع وشرایا دیگر کاروبار شروع کردو کی مذمت کی۔گویا وہ حضرات نماز جمعہ سے صرف اِسی قدر سمجھے ہیں جو اوپر لکھا گیا ہے اور آج جس پر عمل ہے۔لیکن خدا نے خود جمعہ کی آیات کے آخری جُز میں فرمایا کہ:۔

قُلْ مَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللهُ خَيْرُ الرّٰزِقِينَ O(62/11)

۔''کہدو کہ جو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے وہ لھو وتجارۃ کے مقابلہ میں خیر ہے اور اللہ تمام رزق دینے والوں کے مقابلہ میں خیر ہے۔'' یہاں مِنْ کی وجہ سے اگر آپ چاہیں تو خیر کے معنی بہتر کرلیں۔ہمیں اعتراض نہ ہوگا۔مگر یہ تو سمجھ لیں کہ خدا نے یہی کہا ہے کہ جمعہ خدا کی طرف سے ہے لہٰذا تجارت سے بہتر ہے۔اور اللہ چونکہ خَيْرُ الرّٰزِقِيْن ہے اس لئے تمہیں تجارت کے مقابلہ میں بہتر رزق کا حاصل کرنا لازم ہے۔ہم نے یہ کہنا چاہا ہے کہ جمعہ اور جماعت کا قیام بہرحال تجارت سے بہتر ہے۔اور مومنین کو تجارت قیام جمعہ وجماعت سے روکتی ہی نہیں۔یعنی اُن کی تجارت ہی اس قسم کی ہے کہ وہ قیام جمعہ وجماعت میں ممّد ہے۔اور جمعہ وجماعت اُن کی تجارت کے معاون ہیں۔رہ گیا دُنیا کا وہ کاروبار جس میں تصورِولایتؑ ومنصوبہ ولایتؑ متعلق نہیں ہے وہ حرام ہے۔خواہ وہ بیع ہو یا تجارت ہو یا لھو ہو۔لیکن اگر اصول کے ماتحت ہے تو لھو جائز ہی نہیں؛تجارت مفید ہی نہیں اور بیع مباح ہی نہیں بلکہ یہ تینوں عبادت ہیں،خیر ہیں اور ہم اِن پر مامور ہیں۔اِن میں ہماری نجات منحصر ہے۔اِن میں خسارہ کی گنجائش نہیں یہ خود عبادت ہیں۔اس لئے عبادت میں رُکاوٹ نہیں بنتیں۔لھو ولعب ہو یا کچھ اور ہو وہ اسی وقت حرام ہے جبکہ منشاء خداوندی کے خلاف عمل ہو۔لہٰذا یہ سراسر غلط جمعہ ہے جس میں بعد نماز آج اطمینان محسوس کیا جارہا ہے اور ایسا جمعہ قائم کرنا بار بار حرام ثابت ہوتا چلا آرہا ہے۔

کائنات کے گوشے گوشے میں پوری بنی نوع انسان کو ولایتؑ سے منسلک کرنے کیلئے پھیل جانا

263۔فَانْتَشِرُوا فِی الْاَرْضِ کے معنی متعیّن ہو چکے۔کائنات کے گوشہ گوشہ، چپے چپے میں مقاصد ولایت کی نشر و اشاعت کیلئے پھیل جانا اور پوری بنی نوع انسان کو ولایتؑ سے منسلک کر دینا تا کہ اللہ کا فرمان تمہارے لئے ثابت ہو جائے سنئے ارشاد ہوا۔

سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا کَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِo (57/21)

(الف) مقبول احمد صاحب کا ترجمہ سنئے:۔ ۔''تم اپنے پروردگار کی مغفرت اور ایسی جنّت کی طرف دوڑو جس کا عرض (چوڑائی) آسمان و زمین (دونو) کے عرض کے برابر ہے (اور) وہ ان ہی لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔جو اللہ اور اُس کے رسولوںؑ پر ایمان لائے ہوں۔یہ اللہ کا فضل ہے۔وہ جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔''

اِس سے پہلی آیت میں اللہ نے حیاتِ دُنیاوی کی مجموعی حیثیت سے مذمت کی ہے۔یعنی اُسے دھوکہ کی ٹٹی قرار دیا ہے۔اور وہاں بھی اپنی رضوان (خوشنودی) اور مغفرت کے مقابلہ میں دُنیا اور اس کے تمام ساز و سامان کی مذمت کی ہے۔اور اس متر جمہ آیت میں تو صاف صاف الفاظ میں یہ بتا دیا کہ تمام مومنین کو مغفرت اور جنّت کے حصول میں سبقت کرنا لازم ہے۔یعنی دُنیا کے مقابلہ میں اس حصول کو پہلا نمبر دینا چاہئے۔پھر مغفرت و جنّت کو اپنا فضل کہا۔یعنی ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰه (57/21) وہی اللہ کا فضل ہے۔یہاں دونوں باتیں ثابت ہو گئیں کہ حصولِ دُنیا اور ہے اور منع ہے۔اور حصولِ فضل اور ہے اور اسی کا حکم وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰه (62/10) میں دیا گیا ہے۔لہٰذا نماز کے بعد یا پہلے یا کسی دن بھی فضل اللہ کے خلاف ہر چیز حرام ہے۔فضل اللہ ہی مقصد خدا اور رسولؐ ہے۔اس کے سوا ہر چیز کا حصول دھوکہ کی ٹٹی ہے۔قیام جمعہ کے مقاصد کے متعلق دوسری آیت ملاحظہ ہو جو پوری بنی نوع انسان کو دامن عصمت سے وابستگی کا حکم دیتی ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ o وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا .....الخ (3/102-103)

(ب) ."اَے مومنین اللہ کی طرف سے عائد کردہ فرائض کا اتنا شدید احساس رکھو جو محسوس کرنے کا حق ہے۔اور تمہیں ہرگز موت نہ آنے پائے حتّٰی کہ تم مسلم ہو جاؤ۔اور تم سب مل کر حبلِ خداوندی میں محفوظ اور مامون ہو جاؤ۔اور تم تفرقہ پردازی نہ کرو۔''

سب سے پہلی بات تو اس آیہ مبارکہ میں یہ دیکھئے کہ تمام انسانوں کو عصمت کے دامن سے وابستہ رہنے کا یا لکڑ ھاروں کی زبان میں اللہ کی رسی پکڑ لینے کا حکم ملا ہے۔اور اُسکے حکم کی تعمیل ہو نہیں سکتی جب تک ''فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَثِیْرًا (62/10)۔'' کے وہ معنی نہ کئے جائیں جو ہم عرض کرتے چلے آتے ہیں۔حبل کے معنی اور

اعتصام کے معنی پر تفصیلی گفتگو کا وقت نہیں پاتے۔بس یہ سمجھ کر مزید تحقیق کرلیں کہ **عصمت سے اعتصام ہے**۔اور حالت حمل میں جس طرح بچہ کی حفاظت خدا کے ذمہ ہے۔اور جس حکمت سے اُس کی تخلیق وتربیت وغیرہ وہاں ہوتی ہے۔اسی طرح کا ذمہ دامن عصمت میں آجانے یا عصمت کے حمل میں داخل ہوجانے کے بعد لیا گیا ہے۔رسّی کو حبل کہا جاتا ہے۔اور اسکے معنی حبل نہیں ہوتے۔کہا اسلئے جاتا ہے کہ رسی کسی چیز کو کسی دوسری چیز سے وابستہ کرتی ہے، محفوظ کرتی ہے، پابند کرتی ہے وغیرہ۔ ورنہ رسّی کو عربی زبان میں مَرَسَة کہتے ہیں۔اس کی جمع مَرَسٌ ہے اور جمع الجمع اَمْرَاس ہے۔مَرِسَ یَمْرَسُ مَرَسًا رَسّی کے غراری (PULLEY) پر سے پھسل کر اُتر جانے کیلئے استعمال ہوئے ہیں۔اور اس کو دوبارہ غراری (یاpulley) پر چڑہانے کیلئے اَمْرَسَ ماضی استعمال ہوتا ہے۔یاد رہے کہ حبل کے مترادفات میں شطٌّ وطاق استعمال ہوسکتا ہے۔مگر مَرَسَةٌ شط اور طاق کی جگہ استعمال نہیں ہوتا اور نہیں ہوسکتا۔شَدَّ بِمَرَسٍ کہا جاتا ہے شَدَّ بِحَبْلٍ غلط ہوگا۔پھر رَسّی، رَسّہ، ڈوری، ڈورا، سُتلی، دھاگہ، جُونا، اور (ROPE,STRING,CORD,STRAND CABLE) سب کیلئے اُن سے عربی کے الفاظ طلب کیجئے تو لاحول پڑھ کر رہ جائیں گے۔یہاں آپ کو ایک ترکیب بتاتے ہیں جو الفاظ گھسیٹ کر کسی دوسرے معنی میں استعمال کرلئے جاتے ہیں۔اُن الفاظ سے اُن گھسیٹے ہوئے معنی کے پورے خاندان کے الفاظ نہیں بنتے۔مثلاً آپ مولوی ٹائپ عربی دان سے حبل کا اسم فاعل اور مفعول وغیرہ مانگئے اور تقاضہ کیجئے کہ ان کے معنی میں رسی ضرور باقی رہے۔یعنی حابل اگر اسم فاعل ہے تو اسکے معنی رسی باندھنے والا ضرور ہوئے۔اس ترکیب کے سامنے یہ لوگ ہتھیار نہ ڈال دیں تو احسن نام نہیں۔انکی معلومات درسی رٹّا بازی کے دائرہ میں محدود ہوتی ہیں۔<u>بہرحال تمام بنی نوع انسان کو ایک معصومؑ نظام اور معصومؑ راہنما سے وابستہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اس کو عملاً نافذ کرنے کیلئے قیام جمعہ و جماعت لازم ہوا ہے۔</u>یہ نوٹ کریں کہ **سابقوا اِلٰی مَغْفِرَةٍ** (57/21) اور وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ (3/103) میں کسی قسم کا استثنا نہیں ہے۔عورت، مرد، آزاد و غلام، اندھا، بہرا ہر عاقل شخص اس میں داخل ہے۔جو داخل ہونے سے بوجہ عقل معذور ہو جیسے بچے اُن کو داخل کرنے کیلئے اہل عقل ذمہ دار ہیں ورنہ اُن کو سزا ملے گی اسی لئے ''۔اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ۔'' (3/102) فرمایا گیا ہے۔

اس آخری آیت (3/103) پر مقبول احمد صاحب کا نوٹ ملاحظہ ہو:۔

(ج) بحبل اللّٰہ جمیعا۔تفسیر قمی میں وارد ہے کہ حبل سے مراد ہے توحید اور ولایتؑ۔اور تفسیر عیاشی میں امام محمدؐ باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آل محمدؐ خدا کی وہ مضبوط رسی ہیں جن سے متمسک ہونے کا خدا نے اس آیت میں سب کو حکم دیا ہے'' اگر حبل اللہ کے متعلق مزید تفصیل درکار ہو تو مقبول احمد کا ضمیمہ ملاحظہ فرمالیں۔ہم طول سے بچنا چاہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ حبل اللہ سے اعتصام، ولایت مرتضویؑ سے اعتصام ہے۔اور کسی شخص کو اس سے مستثنیٰ نہیں رکھا گیا ہے اس سلسلہ کی ایک آیت اور سُن لیں تو آگے بڑھیں گے:۔

(د) اَے ایمان لانے والے لوگوتم سب کے سب مجموعی حیثیت سے کلّیّتاً سلامتی میں داخل ہوجاؤ۔اور شیطان کے قدم بقدم چل کراُس کی اتباع نہ کرو۔بتحقیق وہ تو تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔''

یٰٓاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً وَّلَاتَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ O(2/208)

اس سے پہلی آیت وہی ہے جس میں صاحب ولایتؑ علیہ السلام نے اپنی ذات کوخدا کے ہاتھ فروخت کر کے اللہ کی رضائیں،خوشنودیاں اور مرضیاں خرید لی ہیں۔لہٰذا اُن کے دامنِ عصمت میں داخلہ اُن کے حمل وحبل میں پناہ لیناہی سلامتی یا اسلام میں محفوظ ہوجانا ہے۔یہاں کـافۃ کہہ کر ہر قسم کے استثناء کی گنجائش ختم کردی۔یعنی دامن عصمت میں پناہ لینےاور داخل سلم ہونے کاحکم تمام بنی نوع انسان پرحاوی ہے۔اصول کافی۔کتاب الحجۃ باب نکت ونتف میں امام محمد باقر علیہ السلام نے ادخلوا فی السّلم کےمعنی اپنی ولایت میں داخلہ کے بتائے ہیں۔

نظامِ ولایتؑ میں موت کی تمنامعمولات میں سے ہے

264۔ یہاں تک یہ ثابت ہوگیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد انتشار گھروں یا کاروبار کے لئےنہیں بلکہ یہ کائنات بھر میں منصوبہ ولایتؑ کی نشرواشاعت ہے۔ورنہ ذکر کثیر اور فضل کا حصول ناممکن ہے۔تمام بنی نوع انسان کوولایت سے وابستہ کرنے اوراس معصومؑ نظام کودُنیا بھر میں پھیلانے کی غرض سے جمعہ وجماعت کا قیام ہوگا ورنہ نہیں۔ساتھ ہی نماز جمعہ کے بعد کاروبار وغیرہ کو حصول فضل اورانتشار فی الارض سمجھنے کی بھی مذمت ہوچکی ہے۔اوریہی چیز فی الحال واضح کردینا مقصود ہے کہ جمعہ کے بعد ہو یا کسی اوردن دُنیا طلبی اوردُنیاوی زندگی کے سامان کی فراہمی اللہ ورسوؐل کے نزدیک مذموم اور بہت گھٹیا چیز ہے۔اُسے فضل اللہ سمجھنا حماقت وبے دینی ہے۔چندآیات آپ کے لئے لکھی جاتی ہیں تاکہ یہ فیصلہ ہوجائے کہ سامان دُنیا کی فراہمی کیلئے انتشار خداکو پسند ہے یانہیں؟اورآیاان کے حصول کوحصول فضل اللہ سمجھیں یانہیں؟سُنئے اللہ نے فرمایاہے کہ:۔

265۔ انسانوں کی نظرمیں عورتوں،فرزندوں،جمع کئے ہوئے خزانوں کی جن میں سوناوچاندی کے انبار ہوں،شناختی نشان لگے ہوئے گھوڑوں اور چار پایوں اورکھیتوں کی محبت وشھوت نے پسندیدہ مقام حاصل کرلیا ہے۔وہ سب کچھ دُنیاوی زندگی کے منافع ہیں اوراللہ کےنزدیک اس سے بہت بہترجگہ ہے۔کہہ دوکہ کیا میں تمہیں تمہاری اُن سب چیزوں کے مقابلہ میں خیر کی اطلاع دوں جومتقی لوگوں کے لئےاُن کےرب کے پاس ہے۔وہ جنّتیں ہیں.............الخ

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَۃِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَاللہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ O قُلْ أَؤُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرٍ مِّنْ ذٰلِکُمْ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّھِمْ جَنّٰتٌ.....الخ(15-3/14)

یہاں اللہ نے اِس دنیا کی تمام لذیذ ترین، محبوب ترین اور قیمتی اشیا کا تذکرہ کر کے اُن کیلئے دو باتیں فرمائیں کہ:۔

1۔اس سے بہتر یا خیر اللہ کے پاس ہے اور وہ جنّتیں ہیں؛

2۔اور اُن سب چیزوں کو متاع حیات دُنیا کہکر مذموم قرار دیا۔

266۔ اب حیاتِ دُنیا کی قیمت ملاحظہ ہو فرمایا:۔ اور یہ حیاتِ دُنیا کیا ہے؟ سوائے اس کے کہ لھوولعب ہے۔

وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنیَا إِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ O(6/32)

اور یقیناً دارآخرت خیر ہے۔اُن لوگوں کے لئے جو متقی ہیں۔کیا تم تعقل نہیں کرتے۔؟''

لیجئے پوری دُنیاوی زندگی اوراس کے ساز وسامان کی مذمت ہوگئی۔اور جو اِس دُنیا کی مذمت کوتسلیم نہ کرے اوراُسے لھوولعب سے کوئی بلند مقام دے وہ تعقل وتفکر سے محروم قرار پاگئے۔اور ساتھ ہی آخرت کی زندگی جس کو پہلے جنّتیں قرار دیا تھا خیر قرار پاگئی۔ایسے لوگوں سے اُسی طرح جدار ہنے کا حکم ملا جس طرح البیع سے مقاطعہ کا حکم ملا تھا فرمایا کہ:۔

267۔ کلّی مقاطعہ کرلے اُن لوگوں سے جو

وَذَرِالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْادِیْنَهُمْ لَعِبًاوَّلَهْوًاوَّغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنیَا...

<u>لھولعب</u> یعنی حیاتِ دُنیا کو اپنا دین سمجھے ہوئے ہیں۔اور جنھیں حیات دُنیا نے فریب دے رکھا ہے۔''(6/70)

یہاں معلوم ہوا کہ دُنیا کا حصول بھی ایک مذہب سمجھا جاتا ہے۔اور یہ دُنیادار جدھر فائدۂ دُنیا دیکھتے ہیں اُدھر ہی ہو جاتے ہیں۔چنانچہ اسلام کے دائرہ میں جو دُنیا طلب لوگ ملیں اُنہیں اُسی مذہب وملت کا آدمی سمجھنا چاہئے خواہ وہ جمعہ وجماعت کو واجب کہہ کر دُنیا کماتا ہو یا قرآن پڑھ کر لوگوں کو لوٹتا ہو۔بہر حال وہ بے دین ہے اسلام سے اُس کا کوئی تعلق نہیں جب تک وہ دُنیا کو نہ چھوڑے اور دین اسلام کو اختیار نہ کرے۔اللہ نے نہایت اصرار وتکرار سے بلا دین دُنیا کمانا حرام قرار دیا ہے۔

268۔ اِس دُنیا کی زندگی لھوولعب سے زیادہ کچھ اور نہیں ہے۔''بہرحال یہ مسلماتِ اسلام میں سے ہے

(1) اِنَّمَاالْحَیٰوةُ الدُّنیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ..(47/36)،(57/20)
(2) وَمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنیَا اِلَّالَهْوٌوَّلَعِبٌ.....(29/64)

کہ دین اگر جذبۂ محرکہ نہیں ہے تو دُنیا کی ہر چیز حرام ہے۔اب آپ قرآن پاک اور قول معصومؑ ساتھ ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔دُنیا کے تمام کاروبار کے لئے اللہ کا اور امام رضا علیہ السلام کا فرمان یہ ہے کہ محمد بن فضیل نے سورہ یونس کی ایک آیت کی تفسیر دریافت کی وہ کہتے ہیں کہ:۔

269۔میں نے دریافت کیا یہ جو اللہ نے فرمایا کہ''کہدو کہ اللہ کے فضلؐ اور اُس کی رحمتؑ دونوں سے فرحت حاصل کرو۔

قلت:''قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَo (10/58)

جو کچھ تم جمع کرتے ہو اس کے مقابلہ میں وہ دونو خیر ہیں'' کا کیا مطلب ہے؟

قال: بولایۃ محمدٌ وآل محمد علیھم السلام خَیْرٌ ممّا یجمع ھٰؤُلا ء من دنیا ھم۔

''فرمایا کہ اس سے مقصود ولایت محمدؐ وآل محمدؐ ہے کہ وہ اس سب کے مقابلہ میں خیر ہے جو یہ لوگ اپنی دُنیا میں بٹورتے (جمع کرتے) رہتے ہیں۔(الکافی۔ **کتاب الحجۃباب۔ نکت ونتف من التنزیل فی الولایۃ)**

دیکھئے جناب قرآن وحدیث نے ایک ہی جگہ خیر وفضل کی مرادیں متعیّن کردیں اور اِس دُنیا میں جو کچھ جمع کرنا ہے وہ ولایتؑ ہے۔اور کسی چیز کا جمع کرنا یہاں بلا مقصدِ قیامِ ولایت حرام ہے۔ہم کہتے ہیں کہ ولایت اگر مقصد نہیں تو لوگوں کا جمعہ کیلئے جمع کرنا بلکہ ہر مجمع حرام ہے۔اور جس جمِّ غفیر کی مولانا نے مدح کی ہے وہ ولایت سے اگر خالی ہے تو وہ بھی حرام ہے۔

270۔ طول ہوا جارہا ہے لہٰذا آیئے دُنیا کا ایک ہی جھٹکے میں جھٹکہ کرادیں۔جناب موسیٰؑ بن جعفرؑ ہشام کو بتاتے ہیں کہ:۔

یاھشام اِنَّ العقلاء ترکوا فضول الدُّنیا فکیف الذنوب، وترک الدّنیا من الفضل، وترک الذنوب من الفرض.
(**الکافی۔کتاب العقل والجھل**۔ حدیث نمبر 12)

''اَے ہشام بتحقیق صاحبانِ عقل تو دُنیا کی فالتو چیزوں کو بھی ترک کردیتے ہیں گناہوں کی تو بات ہی جانے دو۔ اور دُنیا کا ترک کردینا فضل سے متعلق ہے اور گناہوں کا ترک کردینا فرض سے تعلق رکھتا ہے۔'' اب وہ لوگ کدھر ہیں جو نماز جمعہ کے بعد انتشار کو کاروباری بنانے کا جواز ڈھونڈتے ہیں۔اور خود نماز جمعہ ودیگر عبادات کو اپنی روزی ودُنیا کمانے کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں۔

271۔فضل اللہ تو رکوع وسجود میں بھی ملتا ہے **تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللہِ وَرِضْوَاناً..الخ** (48/29)

''دیکھتے ہو تم اُن کو حالت رکوع اور سجود میں اللہ کا فضل ورضوان حاصل کرنے کے لئے۔''

بتایئے جن کو فضل اللہ نماز جمعہ میں نہ ملا اُن کو مسجد سے باہر کیسے ملے گا؟ انتشار کے بعد فضل اللہ اُسی طرح ملے گا جیسا کہ ہم نے ثابت کیا ہے۔سورہ جمعہ کی ابتدا اُس فضل کے تذکرہ ہی سے شروع ہوتی ہے۔ تعلیماتِ محمدؐ وآل محمدؐ کا قیامت تک کے آنے والے انسانوں کیلئے قابل حصول بنادینا **ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ** کہلاتا ہے۔(4۔62/2)

قرآن کریم کی تعلیمات کے نشر واشاعت کا معصومؑ انتظام قیامت تک باقی رہنا اِس کائنات کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔سب سے بڑا انعام اور دو لفظوں میں **فضل اللہ** ہے۔اسی تعلیم وتعلّم کے لئے قیام جمعہ اسی سورہ میں واجب اور لازم ہوا۔اسی سورہ میں بنی اسرائیل کے علماء کا گدھوں پر لدی ہوئی کتابوں کی تمثیل سے بتانا ضروری تھا تاکہ واضح ہوجائے کہ یہود کے ہاں جو انتظام ہے وہ کسی آدمی کو بہت سے بہت اس مثال کا گدھا بنا سکتا ہے اور بس (62/5)۔ایسے نظام کے حاملین کو ظالم اور ہدایتِ مطلق سے محروم قرار دیا ہے۔یعنی نظام ولایتؑ کے معصومؑ نظام میں ہدایت وعلم دونوں مکمل ہوکر رہیں گے۔اولیاء کا تعیّن ہوا کہ کس طرف ولی اللہ ہیں اور کدھر کاذب وکذّاب ہیں۔یہ بتایا گیا کہ نظام ولایتؑ میں موت کی تمنا معمولات میں سے ہے۔دوسرا

فریق خدا کا اور موت کا سامنا کرنے کے قابل نہیں ہے۔ یہ نظام چیلنج کرتا ہے کہ اس کے معصوم حاملین علیھم السلام کے علاوہ کوئی والی، اولیاء یا صاحب ولایتؑ نہیں ہوسکتا سوائے اس نظامِ تعلیم وتعلّم کے جو وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ (62/3)" کی رُو سے تا قیامِ قائمؑ وقیامت باقی اور برسر کار رہے گا۔

محمدؐ وآل محمدؐ ہی سب سے پہلی نعمتِ خداوندی اور خود وہی فضل اللہ ہیں

272۔ سورۃ جمعہ کے اس نظام تعلیم کے فضل کا تذکرہ جب اہل زمین کرتے ہیں اور وہ تعداد میں کم ہوتے ہیں تو آسمان پر ملائکہ فخر ومباہات کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

(امام جعفر صادق علیہ السلام نے) فرمایا کہ "وہ کہتے ہیں کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ لوگ اپنے دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلت کی پرواہ کئے بغیر یہ لوگ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضل وکمال کی توصیف کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ اس پر ملائکہ کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہی تو فضل اللہ ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نواز دیتا ہے۔ اور اللہ عظیم الشان فضل والا ہے۔"

".قال فَتَقُوۡلُ: أماترون اِلٰی هٰؤُلاء فی قِلَّتِهِمۡ و کثرة عدوّهم یصفون فضل آل محمدؐ صلی اللّٰه علیه و آله وسلم؟ قال: فَتَقُوۡلُ الطا ئفة الاخری من الملائکة: ذلک فضل اللّٰه یؤتیه من یشاء واللّٰه ذوالفضل العظیم. (اصول کافی۔ کتاب الایمان و الکفر باب تذاکر الاخوان)

اس فضل کی تلاش وجستجو اور حصول ہے جو آیات جمعہ میں بطور منصوبہ پیش کیا گیا ہے۔ نہ کہ روٹیاں اور سالن۔ پھر یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ولایت پر ایمان لانے والے کثرت وقلت کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ بڑے مجمعوں کو دیکھ کر نہ متعجب ہوتے ہیں نہ اُن پر کسی قسم کا رُعب پڑتا ہے۔

273۔ شیعہ حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے تمام کام قیامِ ولایتؑ کی غرض سے ہونا لازم ہیں۔ مقصدِ قیامِ ولایتؑ کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنے اعمال اور اقوال کا پروگرام مرتب کرنا چاہئے تاکہ ہماری ہر بات اور ہمارا ہر کام آہستہ آہستہ بتدریج اس مقصد اعلیٰ کو حاصل کر سکے۔ کیا آپ نے کبھی اس طرح سوچا ہے؟ کیا کبھی کسی مقرّر یا مولانا نے اس کا تذکرہ کیا ہے؟ کیا کوئی ایسا پروگرام آج اُن میں سے پیش کرسکتا ہے؟ دریافت کیجئے۔ اسی عنوان پر تقریریں کرائیے تب پیسے دیں۔ حالانکہ اُجرت دینا حرام ہے۔ لیکن حرام کھلا کر فائدہ تو حلال کر لیجئے۔ سنئے!! **سوائے رات کو فطری نیند سونے کے تمہارا تمام وقت اہلبیت علیھم السلام کی ملکیت ہے** اس میں خیانت نہ کیجئے۔ اُنؑ بزرگواروں سے سب نے خیانتیں کیں اُن پر مظالم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ خدا کے لئے آپ تو اُن کے ساتھ محبت اور امانت سے پیش آیئے۔ اپنے کہلا کر غیروں ایسا سلوک تمہیں زیبا نہیں ہے۔ سنئے اور دیکھئے! آپکے امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے غلاموں اور اپنے نام لیواؤں سے کتنا پیارا سلوک کرتے

ہیں۔اورکس دردبھرے انداز میں تمہارے کام کی ایک بات فرماتے ہیں:۔

274۔ ''امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک لڑکے کوکسی ضرورت سے بھیجا۔اُس نے دیر کردی۔دیر ہوجانے کی وجہ سے امامؑ خود اُس کے پیچھے گئے ۔دیکھا کہ وہ سوگیا ہے ۔اس کے سرھانے بیٹھ گئے اوراُسے ہوا کرنے لگے تاکہ ہوشیار ہوجائے۔ پس جب وہ متنبہ ہواتو اُس سے فرمایا کہ اَے فلاں بخدا تجھے یہ حق حاصل نہیں ہے کہ دن رات سویا کرے۔رات تیرے لئے ہےاور تیرادن ہمارے لئے ہے۔''

بَعَثَ ابو عبد اللّٰه عليه السلام غلامًا له فی حاجة فَأَبطأ، فخرج ابو عبدالله عليه السلام علی اثره لَمَّا ابطأء، فوجده نائمًا، فَجَلَسَ عندرأسه يروّحه حتّی انتبه، فلمّا تنبّه قال له عبد اللّٰه عليه السلام :يا فلان واللّٰه ماذلک لک، تنام اللّيل والنهار، لک اللّيل ولنامنک النّهار.
(کافی۔کتاب الايمان والکفر، باب الحلم)

275۔ **فضل** کی حیثیت سے نماز کی پوزیشن ملاحظہ ہو۔اس حدیث کا ابتدائی حصہ آپ کے سامنے سے گذر چکا ہے۔اس میں فرمایا گیا تھا کہ اسلام کی بنیادیں پانچ چیزوں پر قائم ہیں۔نماز،زکوٰۃ،حج،روزہ اورولایتؑ پر۔معلوم کیا گیا تھا کہ ان میں افضل کون ہے؟ توجواب ملا تھا کہ ''**الولاية افضل۔**'' اس لیے کہ ولایت باقی چاروں کی کنجی ہے۔اوروالیؑ ان پر دلیل وبرھان ہے۔اس حدیث کواس طرح مکمل کیا گیا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بیان فرماتے ہوئے یہاں پہنچے کہ:۔

اگر کوئی شخص راتوں کوعبادت کرے اور دنوں میں روزہ دار رہے۔اور اپنا تمام مال خیرات کردے ۔اور ساری عمر حج کرتے ہوئے گذاردے۔اورخدا کے ولیؑ کی ولایت کو نہ جانے کہ اسکی راہنمائی اختیار کرے اوراس کا پیرو بنے تو ایسے شخص کوثواب دینا خدا پرواجب نہیں ہے۔ اور وہ ایمان دار بھی نہیں ہے۔اسکے بعد فرمایا کہ اُن میں سے جو محسن ہونگے اللہ اُن کو اپنی رحمتؐ کے فضل سے جنت میں داخل کردیگا۔'' یہ ہے وہ فضل جس کے حصول میں زندگی صَرف ہونا چاہئے۔

أمّا لو أنّ رجلاً قام ليله وصام نهاره تصدَّق بجميع ماله وحجّ جميع دهره ولم يعرف ولا ية وليّ اللّٰه فيو اليه ويكون جميع أعماله بد لالته اليه، ماكان له علی اللّٰه عَزَّ وَجَلَّ حقّ فی ثوابه ولا كان من أهل الايمان، ثُمَّ قال: أُولٰئِک المحسن منهم يد خله اللّٰه الجنّة بفضل رحمتهؐ۔''
(کتاب الايمان والکفر.باب دعائم الاسلام)

276۔ یہاں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس قدر نعمتیں بنی نوع انسان کوخدا نے عطا کی ہیں یا اُن کیلئے موجود ہیں وہ کس طرح انسانوں کوملیں؟ نعمتیں ملنے اور فضل خداوندی سے تعلق پیدا کرنے کی علت کون ہے؟

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

"بتحقیق خدا نے ہمیں پیدا کیا اور بہترین خلقت عطا کی۔ اُس نے ہماری صورت بنائی تو بہترین تصویر بنائی اور ہمیں اپنے بندوں میں اپنی آنکھیں بنایا۔ اور ہمیں اپنی مخلوق میں بولتی ہوئی زبان بنایا۔ اور ہمیں اپنے ایسے ہاتھ بنایا جو اس کے بندوں پر شفقت اور رحمت کیلئے ہمیشہ کُشادہ رہیں اور ہمیں اپنا ایسا چہرہ یا وجہ بنایا جو اُس کی نمائندگی کر کے اُس کی طرف متوجہ کرے اور ہمیں اپنا ایسا دروازہ بنایا جو اُس تک پہنچنے اور پہنچانے میں مدد دے۔ ہمیں اپنے آسمانوں اور زمینوں میں اپنا خزانچی مقرر کیا۔ ہماری ہی وجہ سے درخت پھل دیتے ہیں، نہریں و دریا جاری رہتے ہیں۔ ہماری وجہ سے ہی آسمان سے بارشیں ہوتی ہیں۔ اور زمین سے گھاس اُگتی ہے۔ ہماری عبادت کی وجہ سے ہی خدا کی عبادت ہوئی۔ اور اگر ہم نہ ہوتے تو خدا کی عبادت نہ ہوتی۔"

(اصول کافی۔ کتاب التوحید باب النوادر۔ حدیث نمبر 5)

اِنَّ اللّٰـه خلقنا فاحسن خلقنا وصوّرنا فاحسن صوّرنا وجعلنا عينه فی عباده ولسانه الناطق فی خلقه ويده المبسوطة علی عباده بالرأفة والرحمة وجهه الّذی يؤتی منه وبابه الّذی يدلّ عليه وخزّانه فی سمائه وأرضه؛ بنا أثمرت الأشجار وأينعت الثمار، و جرت الأنهار و بنا ينزل غيث السماء وينبت عُشبُ الارض وبعباد تنا عبداللّٰه ولولا نحن ما عبداللّٰه ۔ (الکافی۔ کتاب التوحید، باب النوادر)

277۔ معلوم ہوا کہ خدا کا فضل وکرم وعنایات ورحمۃ الغرض تمام نعمتیں بندوں پر محمد آل محمد علیہم السلام کے وسیلے سے وابستہ ہیں۔ یہ وہی ذوات مقدّسہ ہیں جن کو خدا نے اِس لئے خلق کیا کہ اُس کی مخلوق سے تعارف ہو۔ اور پھر اُن مقدّس ہستیوں کے لئے اس کائنات کو پیدا کیا کہ اللہ کے ظہور کے وسیلے سے اُن کی عظمت باقی مخلوق پر ثابت ہو جائے۔ اگر یہ نہ ہوتے تو نہ مخلوق ہوتی نہ اُن پر رحمت اور فضل خداوندی ہوتا۔ یہی سبب ہے کہ خدا کی سب سے عظیم نعمت اور فضل یہ ذواتِ مُقدّسہ خود ہیں۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت کی "فَاذْکُرُوْا اٰلَآءَ اللّٰهِ..." (7/69) قال: اتدری ما اٰلآءَ اللّٰهِ ؟ قُلْتُ: لَا؛ قال: هِیَ اعظم نعم اللّٰه عَلٰی خلقه وهی ولايتنا" (کتاب الحجۃ باب ان النعمۃ التی ذکرھا.) چنانچہ خدا کی نعمتوں کی تذکیر کرو۔ فرمایا کہ کیا تو جانتا ہے کہ خدا کی نعمتیں کیا ہیں؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ اس سے مقصود خدا کی سب سے بزرگ ترین نعمت ہے اُس کی مخلوق پر۔ اور وہ ہماری ولایت ہے۔"

اِس آیت کو اگر آپ پُورا دیکھیں گے تو اس کی ابتدا میں یہ سوال کیا گیا ہے کہ:۔

"اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَ کُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ ؟" کیا تمہیں اس پر حیرانی ہو رہی ہے کہ تم میں کے ایک مرد پر تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ذکر آ گیا ہے؟ (7/69)۔

یعنی وہ عظیم ترین نعمت "ذکر" ہے جو ولایتؑ ہے۔ ذکر کی تفصیل میں اس آیت کو نہیں لکھا گیا تھا تا کہ فضل اور نعمت کی ذیل میں پیش کیا جا سکے۔ نعمت کا ایک اور مقام دیکھیں۔

278۔ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام نے یہ آیت پڑھی

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّ لُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَھُمْ دَارَالْبَوَارِ o جَھَنَّمَ... (29-14/28)۔کیا تو نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل ڈالا۔اور اپنی پوری قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل دیا جہنم میں ثم قال۔پھر فرمایا کہ:۔''**نحن النعمة الّتی انعم اللّٰہ بھا علی عبادہ، وبنا یفوز من فازیوم القیامة**''۔(باب ایضاً)

۔''ہم وہ نعمت ہیں جو اللہ نے بطور انعام اپنے بندوں کو دی تھی۔ہماری ہی وجہ سے فائز ہوگا جو بھی قیامت کے روز فائز ہوا۔''

یہاں یہ چیز واضح ہوگئی کہ محمدؐ وآل محمدؑ ہی سب سے بڑی اور سب سے پہلی نعمتِ خداوندی ہیں۔اور جس قدر نعمتیں بندوں کو ملیں یا مل سکتی ہیں وہ سب اُن ہی کی وجہ سے اور اُن ہی کے سبب ملیں اور ملتی رہیں گی۔جب وہ حضرات نعمتوں کی بنیاد اور خود نعمت عظمٰی ہیں تو خود وہی فضل اللہ ہیں اُنکی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے اور اُنکے مقاصد کو نافذ کرنے ہی میں فضل خداوندی مل سکتا ہے۔

محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کی ولایت پر عہد لئے جانے کے دن کا نام جمعہ ہے

279۔ امام رضا علیہ السلام کی ایک بہت طویل حدیث میں سے چند حقائق دیکھ لینا ضروری ہیں تاکہ:۔

''**وابتغوا من فضل اللّٰہ**۔'' کی مزید وضاحت اور تعیّن ہوجائے ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

الامام أمین اللّٰہ فی خلقه وحجّته علٰی عبادہ وخلیفته فی بلادہ ،والدّاعی الی اللّٰہ، والذابّ عن حُرُم اللّٰہ.الا مام المطھّر من الذّنوب والمبرّاء عن العیوب، المَخُصُوص بالعلم، الموسوم بالحلم، نظام الدین وعزّ المسلمین وغیظ المنافقین وبوار الکافرین. الامام واحد دھرہ لاید انیه أحدٌ،ولایعادله عالم، ولا یوجد منه بدلٌ ولا له مثلٌ ولا نظیر، مَخُصُوصٌ بِالْفَضْلِ کُلّهِ من غیر طلب منه له ولا اکتساب بل اختصاص من المفضل الوھّاب فمن ذا الّذی یبلغ معرفة الا مام اویمکنه اختیار ہ.

(فضائل ومعارف بیان کرتے ہوئے دوسرے صفحہ پر ملے گا کہ)

وقوله فی طالوت: اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰهُ عَلَیْکُمْ وَزَادَہٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْکَهٗ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ o (2/247) وقال لنبیّه صلی اللّٰہ علیه وآله: انزل علیک الکتاب والحکمة وعلّمک مالم تکن تعلم وکان فضلُ اللّٰہِ علیکَ عظیماً'' وقال فی الآئمةً من اھل بیت نبیّه وعترته وذریّته صلوات اللّٰہ علیھم: اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآاٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِهٖ، فَقَدْ اٰتَیْنَا آلَ اِبْرٰھِیْمَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاٰتَیْنٰھُمْ مُّلْکًا عظیما o فَمِنْھُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْھُمْ مَّنْ صَدَّعَنْهُ وَکَفٰی بِجَھَنَّمَ سَعِیْرًا o وَاِنَّ العبد اذا اختارہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ لامور عبادہ شرح صدرہ لذلک واودع قلبه ینابیع الحکمة والھمه العلم الھامًا فلم یعیی بعدہ بجواب ولا یحیر فیه عن الصوّاب، فھو معصوم مُؤیّد موفّق مسدّد، قد أمن الخطایا والزلل والعثار یخصّه اللّٰہ بذلک لیکون حجته

(البالغة) علی عبادہ و شاھدہ علیٰ خلقہٖ و ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِo (62/4)
(کافی۔کتاب الحجۃ باب نادر جامع فی فضل الامام و صفاتہ)(یہ حدیث شریف تین صفحات تک پھیلی ہوئی ہے یہاں سے ترجمہ شروع ہوتا ہے)

280۔ امامؑ مخلوق میں اللہ کا امین ہوتا ہے خدا کی بستیوں میں اُسکے بندوں پر اُسکی حجت ہوتا ہے۔وہؑ خدا کی طرف دعوت دینے والا ہے اور خدا کے حقوق کی حفاظت میں دفاع کرنے والا ہے۔امامؑ تمام گناہوں سے پاک اور پاک کرنے والا ہوتا ہے۔اور وہؑ تمام عیبوں سے بری رکھا گیا ہے۔وہؑ علم کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے۔وہؑ مجسمۂ حلم ہوتا ہے۔وہ دین کا نظام اور مسلمانوں کی عزت ہے۔منافقین کے لئے غیظ اور کافروں کے لئے تباہی کا گڑھا ہے۔امامؑ یکتائے زمانہ ہوتا ہے۔کوئی اُس کے ہمسر نہیں ہوتا۔کوئی عالم اُس کے برابر نہیں ہوسکتا۔اس کے بدلہ میں دوسرا نہیں مل سکتا۔اُس کی نہ کوئی مثل ہوسکتا ہے۔نہ اُسکی کوئی نظیر مل سکتی ہے۔وہ اللہ کے مجموعہ فضل کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے۔اِس میں نہ وہ اکتساب کرتا ہے۔نہ فضل کے حصول میں کوشاں ہوتا ہے۔بلکہ فضل کے اصل مالک اور خدائے وھاب کی طرف سے یہ سب کچھ اُسے وھبی طور پر عطا کیا جاتا ہے۔کون ہے جو امامؑ کی معرفت تک پہنچ سکے اور کون ہے جو اُس کو انتخاب کر لینے کی قدرت رکھتا ہو؟ اللہ تعالیٰ کا طالوت کے متعلق یہ فرمان ہے کہ:۔''بتحقیق خدا نے اُسے تم پر مصطفیٰ بنایا ہے۔اور علم وقدرت میں تم پر اُسے فراوانی دی ہے۔اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنا ملک دے دیتا ہے اور وہ صاحب وسعت اور علیم ہے۔(2/247)اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ تجھ پر الکتاب و الحکمۃ نازل کی گئی ہے اور تجھے وہ سب کچھ تعلیم دے دیا جو تو نہ جانتا تھا۔اور تجھ پر اللہ کا عظیم ترین فضل رہتا رہا ہے(4/113)۔اور اپنے نبیؐ کی ذریّتؑ وعترتؑ واہلبیتؑ والے آئمہ صلوٰۃ اللہ علیھم کے متعلق فرمایا کہ کیا یہ لوگ اُنؑ سے اس بنا پر حسد کر رہے ہیں کہ اللہ نے اُن کو اپنے فضل سے یہ سب کچھ عنایت کر دیا ہے۔اور یقیناً ہم نے آل ابراہیمؑ کے لئے الکتاب و الحکمۃ اور عظیم الشان حکومت عطا کر دی ہے۔چنانچہ اِن لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو ہمارے اس عظیم عطیہ پر ایمان لا چکے ہیں۔اور کچھ وہ ہیں جو کتاب والحکمت اور اس عظیم حکومت کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔جن کے لئے جلا ڈالنے والی جہنم کافی ہے۔(4/54-55) بتحقیق اُس بندہ کا،جس کو خدا اپنے بندوں کے امور کے انتظام کے لئے اختیار کرتا ہے،اُس کام کے لئے شرح صدر کر دیتا ہے۔اور اُس کے دل میں حکمت اور فرزانگی کے چشمے کھول دیتا ہے۔اور بذریعہ الہام اُسے علم عطا کرتا ہے کہ وہ کسی سوال کے جواب میں عاجز نہیں ہوتا۔وہ حقائق کے عیاں کرنے میں حیرانی محسوس نہیں کرتا چنانچہ وہ معصوم ہوتا ہے۔اُسے خدا کی تائید اور موافقت اور پناہ حاصل ہے۔یقیناً وہ خطا،لغزش اور ناصواب سے اَمن یافتہ ہے۔خدا نے اُسے اُن تمام صفات سے مخصوص کر دیا ہے۔تاکہ وہ اللہ کے بندوں پر ثابت شدہ حجت رہے۔اور خدا کی طرف سے اُس کی مخلوق پر شاہد ہو۔وہ تمام عطیات فضل اللہ ہیں جس کو وہ چاہتا ہے مرحمت کرتا ہے اور اللہ ہی فضل عظیم کا مالک ہے(62/4)

281۔ یہ ہیں **وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ** کے معنی ومرادؑ جن کو''**مَخۡصُوۡصٌ بِالۡفَضۡلِ کُلِّہٖ**'' کہا گیا۔انہی کے لئے فرمایا تھا

''**نَحْنُ اَصْلُ كُلِّ خَيْرٍ**''، یہی ہیں ذکر اللہ، یہ خود ہی اذان ہیں، نماز و دیگر عبادات اِن کی فرع ہیں۔ انہی کی عظمت کے لئے ندا ہے، یہ ہی مقصدِ کائنات ہیں، ان کی ولایت پر عہد لئے جانے کے دن کا نام جمعہ ہے۔ اِن کے دین کی اشاعت کیلئے جمعہ و جماعت کو ذریعہ بنایا گیا ہے۔ جمعہ کی دوسری آیت کی تشریح یہاں ختم ہوگئی۔ تیسری آیت شروع ہونے سے پہلے اِن کے فضائل کی ایک حدیث اورسُن لیں تو عنوان کو بدلیں گے۔ یہ حدیث جہاں فضائل انبیاء علیہم السلام و محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم واضح کرے گی وہاں اِس سے قرآن کریم کے ایک فلسفیانہ عقدہ کا حل بھی واضح ہوجائے گا۔ چنانچہ جناب حمزہ بن بزیع نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے الٰہیات پر قرآن کی آیت (43/55) پڑھ کر وضاحت طلب کی۔ یہ حقیقت نواز بیان سنئے:۔

282۔ حمزہ بن بزیع عن ابی عبداللّٰہ علیہ السلام فی قول اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ: ''فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ'' فقال: اِنَّ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ لا یأسف کأسفنا ولکنَّه خلق أولیاء لنفسه یأسفون ویرضون وهم مخلوقون مربوبون فجعل رضاهم رضا نفسه وسخطهم سخط نفسه، لانّه جعلهم الدعاة الیه والأ دلّاء علیه، فلذلک صاروا کذلک ولیس اَنّ ذلک یصل الی اللّٰه کما یصل الی خلقه، لکن هذا معنی ما قال من ذلک و قد قال: ''من اهان لی ولیًا فقد بارزنی بالمحاربة ودعا نی الیها۔'' وقال: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ''(4/80)وقال : إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللهَ يَدُ اللهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ''(48/10)فکل هذا و شبهه علی ما ذکرتُ لک و هکذا الرّضا والغضب وغیر هما من الاشیاء مما یشاء کل ذلک ولو کان یصل الی اللّٰه الأ سف والضجر، وهو الذی خَلَقَهُمَا وأنشأ هما لجاز لقائل هذا ان یقول؛ اِنَّ الخالق یبیدیومًا ما؛ لِأَ نَّهُ اذا دخله الغضب والضجر دخله التَّغییر واذا دخله التَّغییر لم یؤْمن علیه الا بادة، ثُمَّ لم یعرف المکوّن من المکوِّن و لا القادر من المقدور علیه ولا الخالق من المخلوق، تعالی اللّٰه عن هذا القول علوًّا کبیرًا؛ بل هو الخالق للاشیاء لا لحاجة، فاذا کان لا لحاجة استحال الحدّ والکیف فیه؛ فافهم ان شاء اللّٰه تعالیٰ۔(کافی۔کتاب التوحید، باب النوادر)

283۔ حمزہ بن بزیع نے روایت کیا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اللہ کے قول:۔''جب اُنہوں نے ہمیں دُکھ پہنچایا تو ہم نے اُن سے انتقام لیا۔'' فرمایا کہ بتحقیق اللہ تعالیٰ ہماری طرح دُکھ اور افسوس میں مبتلا نہیں ہوسکتا۔ ولیکن اُس نے اپنے لئے اپنے ولی پیدا کئے ہیں جو متاسف بھی ہوتے ہیں اور خوش بھی ہوتے ہیں۔ اور وہ مخلوق بھی ہیں اور اُنہیں پرورش کی بھی احتیاج ہے۔ چنانچہ اللہ نے اُن کی رضا مندی کو اپنی رضا مندی بنالیا ہے اور اُن کے غصہ کو اپنا غصہ قرار دیا ہے۔ یہ اس لئے کہ اُس نے اُنہیں اپنی طرف دعوت دینے والے مقرر کیا ہے۔ اور اُن کو اپنی ذات کی طرف راہنمائی کے لئے تجویز کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

اُنہیں یہ مقام دیا گیا ہے۔ وہ اس لئے نہیں ہے کہ انسانوں کی نافرمانی سے خدا کو کوئی نقصان پہنچتا ہے بلکہ مخلوق کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس بارہ میں جو کچھ کہا گیا اس کا مقصود یہی ہے۔ اور یقیناً اُس نے فرمایا ہے کہ ''ہر وہ شخص جو میرے ایک ولیؑ کی توہین کرے مجھے دعوت جنگ دیتا ہے اور مقابلہ پر بلاتا ہے۔ اور فرمایا کہ جو الرسوؐل کی اطاعت کرے یقیناً اُس نے اللہ کی اطاعت کی ہے۔'' اور فرمایا کہ بتحقیق وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ اسکے سوا نہیں کہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ یداللہ اُن کے ہاتھوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ یہ سب کچھ اور جو بھی اس کے مانند ہو جو میں نے تجھ سے بیان کیا ہے۔ اور خوشنودی وغصہ اور اُن کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اسی کے مانند ہے۔ اور اگر یہ جائز ہو کہ افسوس و دل تنگی خدا پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ خدا نے اُنہیں پیدا کیا اور یہ اُس کی ایجاد ہیں۔ تو کہنے والے کیلئے موقعہ ہے کہ وہ یہ کہہ دے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ خالقِ عالم فنا ہو جائیگا۔ اس لئے کہ اگر اُس پر غصہ اور دل تنگی اثر انداز ہوتی ہیں تو وہ دِگرگوں ہوتا رہتا ہے۔ اور ہر وہ چیز جس میں تغیر ہوتا ہے اور دِگرگوں ہوتی رہتی ہے وہ فنا سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔ اس شکل میں خالق ومخلوق اور قادر ومُسَخّر اور کائنات وکائنات کے وجود میں لانے والے میں امتیاز کیسے ہوگا۔ اللہ ایسے حالات سے بہت ہی برتر و بلند ہے بلکہ وہ تمام اشیاء کا خالق ہے ایسا کہ اُسے ان کی حاجت نہیں ہے۔ اور چونکہ وہ مخلوق کا محتاج نہیں اس لئے یہ امر محال ہے کہ وہ محدودیت وکیفیات سے متاثر ہو سکے۔ اچھی طرح سمجھ لے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔'' (الکافی۔ کتاب التوحید، باب النوادر)

284۔ اس معصوم بیان سے سینکڑوں اعتراضات اور فلاسفہ کی ہزاروں موشگافیوں کا جواب ہو جاتا ہے۔ یہاں مومنین کو اچھی طرح سمجھ لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث ہماری ہر گفتگو میں ہمارے سامنے رہنا چاہئے۔ جناب علی مرتضیٰ صلوٰۃ علیہ کا صفاتِ خداوندی کو بیان کرنے سے منع کرنا۔ اب سمجھ میں آجانا چاہئے۔ قہار کہنے کا حقیقی مطلب یہی ہے کہ جس وقت تک وہ قہار ہے رحیم نہیں ہوسکتا۔ جب رحیم ہے تو جبار نہ ہوگا۔ گویا جہلاء کے لئے اسی طرح صفات کا بیان کرنا اور ماننا منع کر دیا یعنی اس سے تنقیص توحید ہوگی۔ ایک صفت کو مان کر باقی تمام صفات کا انکار ہو جائے گا۔ چنانچہ فضلِ خداوندی حقیقتاً فضلِ محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیھم ہے۔ یہ مجسمہٴ فضل ہیں۔ خدا نے رحمت وفضل وخیر وبرکت وکرم وشفقت ورَؤُفیّت وحکمت وعزت ووقار وعلم وقدرت وسلامتی وحفظ وامان وعدل کو ان ذواتِ مقدّسہ کی صورت میں خلق کیا ہے۔

لوگ رسوؐل خدا کو نماز جمعہ پڑھانے کے دوران چھوڑ کر سوداگری یا کھیل تماشہ دیکھنے چلے گئے

285۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس کے بعد ''فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا'' کی مزید وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اِس آیت نے مقاصد ونتائجِ جمعہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بعد تیسری آیت ہے اِس کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے وہ یہ ہے کہ:۔

نمبر1۔ "وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا...." (62/11)

(الف)۔ اور اُنہوں نے جب کوئی سوداگری یا کھیل کود کی بات دیکھی تو (وہ نیت توڑ کر) اسکی طرف دوڑتے چلے گئے اور تم کو (نماز پڑھتے) کھڑا چھوڑ گئے۔ (مقبول احمد صاحب)

(ب)۔ اور (ان کی حالت تو یہ ہے) جب یہ لوگ سودا بکتا یا تماشہ ہوتا دیکھیں تو اس کی طرف ٹوٹ پڑیں اور تم کو کھڑا ہوا چھوڑ دیں۔ (فرمان علی صاحب)

286۔ مقبول احمد صاحب اپنے ترجمہ پر نوٹ دیتے ہیں کہ:۔

تفسیر قمی میں ہے۔ کہ جناب رسوؐل خدا جمعہ کے دن لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ کہ ایک قافلہ غلّہ لئے ہوئے آیا۔ اور اُس کے آگے تاشے اور ڈھول بجا رہے تھے۔ بس لوگ نماز چھوڑ چھوڑ کر تماشہ دیکھنے چلے گئے۔ اس پر خدائے تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ تفسیر مجمع البیان میں حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ ایک قافلہ ایسے وقت آیا۔ کہ ہم لوگ جناب رسوؐل خدا کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ پس لوگ نماز توڑ توڑ کر اُس کی طرف دوڑے چلے گئے۔ اور بارہ آدمیوں کے سوا جن میں مَیں بھی تھا۔ کوئی باقی نہ رہا۔ اُسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرؐت نے فرمایا کہ اُسی کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تم سب کے سب چلے جاتے۔ یہاں تک کہ ایک بھی باقی نہ رہتا تو خدائے تعالیٰ تم کو سزا دینے کے لئے اس تمام میدان کو آگ سے بھر دیتا۔'' (مقبول احمد کا نوٹ ختم ہو گیا)

287۔ مولانا فرمان علی صاحب نے اپنے نوٹ میں ذرا سی زیادہ توجہ دی ہے ملاحظہ ہو لکھتے ہیں

۔''ایک دفعہ مدینہ میں قحط تھا۔ اور جمعہ کے دن حضرت رسوؐل مسجد میں نماز جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے۔ کہ شام سے وحید کلبی کا قافلہ غلّہ لے کر لوگوں کو متوجہ کرنے کے واسطے دف اور تالیاں بجاتا ہوا آ پہنچا۔ اصحاب یہ آواز سنتے ہی کچھ غلّہ خریدنے کچھ سیر و تماشہ کی غرض سے بارہ آدمیوں کے سوا سب کے سب چلتے ہوئے۔ حضرت کو اس پر سخت رنج ہوا۔ اور حاضرین سے فرمایا کہ اگر تم سب کے سب چلے جاتے۔ اور کوئی باقی نہ رہتا تو صحرا آگ دیتی اور تم لوگوں کو جلا دیتی۔ اُسی وقت یہ عتاب آمیز آیت نازل ہوئی۔'' (فرمان علی کا نوٹ ختم ہو گیا)

اس آیت کے ترجمہ پر اشرف علی صاحب گھبرا کر نوٹ دیتے ہیں کہ:۔

(الف) ''جو صحابہ اُٹھ کر چلے گئے تھے۔

1۔ اُن کی ابتدائی حالت تھی۔

2۔ پھر حسبِ نقلِ بعض زمانہ قحط و جوع کا تھا۔

3۔ پھر کُبر اءِ صحابہ سے اس کا صدور نہیں ہوا۔

4۔ پھر اجتہادی غلطی تھی۔ اس لئے اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔''

(ب) 1۔ یعنی ان مولانا کے نزدیک ابتدائی حالت میں صحابہ اگر رسوؐل اللہ کو نماز میں چھوڑ کر چل دیں تو کوئی حرج نہیں ہے نہ قابل اعتراض ہے؛

2۔ پھر قحط اور بھوک کا زمانہ ہو تو رسوؐل اللہ کو معہ نماز چھوڑ دینا بھی جائز ہے؛

3۔ اور اجتہاداً گر ہو تو اللہ و رسوؐل اعتراض کر ہی نہیں سکتے۔ یہ فیصلہ نہ معلوم کہاں سے کرلیا کہ بڑے بڑے صحابہ چھوڑ کر نہیں گئے تھے۔ اس بات نے ادھر اجتہاد کا ستیاناس کر دیا اُدھر قحط اور بھوک کا عُذر اُڑا دیا۔ اور ہر حالت میں یہ تو ثابت ہو ہی گیا کہ اجتہاد و قحط و بھوک میں اس قسم کا کام گھٹیا ضرور ہوتا ہے۔

288۔ <u>ان تمام بیانات میں جو چیز متفقہ طور پر</u> موجود ہے وہ یہ ہے کہ:۔

اوّل: کچھ لوگ باقی رہے اور کچھ نماز جمعہ سے چلے گئے؛

دوم: باقی رہ جانے والے بہتر تھے۔ چلے جانے والے گھٹیا تھے؛

سوم: اس نافرمانی پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوا؛

چہارم: عذاب نازل ہوتا اگر بقیہ لوگ بھی چلے گئے ہوتے؛

پنجم: اگر ایک شخص بھی رسوؐل کے ساتھ باقی رہ جاتا تو عذاب نازل نہ ہوتا۔

یہ صورت حال جو آپ کے سامنے ہے۔ تمام مسلمان مفسرین ومحدثین نے تسلیم کی ہے۔ شیعہ سُنّی تمام تفاسیر اور دیگر کتب پڑھ جایئے۔ آپ اُن ہی پانچ نتائج پر پہنچیں گے۔ اُن پانچوں نتائج کو دیکھئے اور پھر دیکھئے کہ نماز جمعہ، جس کے امام خود جناب محمد مصطفیٰؐ صلی اللہ علیہ وآلہ ہوں، کی کیا پوزیشن ہے؟ آیا اس مسلمہ واقعہ سے یہ نماز جمعہ <u>واجب و فرض</u> رہتی ہے یا نہیں؟ اگر رہتی ہے تو کیا اس کا وہی زور وشور ہے جو مولانا نے مچایا ہے؟

<u>نماز جمعہ صرف اُس ایک انسان پر معہ رسوؐل اللہ واجب تھی، باقی چلے جانیوالوں پر کوئی مواخذہ نہیں ہوا</u>

289۔ آپ یُوں دیکھئے کہ رسوؐل اللہ کے فرمان کے مطابق صحابہ کا عمل درآمد قابل عذاب ہو جاتا۔ اگر وہ تمام اُنہیں چھوڑ کر چلے گئے ہوتے۔ یعنی بارہ آدمیوں کے نماز جمعہ میں شامل ہو جانے اور باقی تمام صحابہ یا مسلمانوں کے نہ آنے سے یا چند کے شامل ہو کر چلے جانے سے نماز جمعہ ہوگئی۔ نہ آنے والوں کے متعلق تو کچھ تذکرہ ہی نہیں ہوا۔ جو آکر چلے گئے اُن کے چلے جانے پر رسوؐل اللہ کو رنج ضرور ہونا چاہئے تھا۔ چنانچہ ہوا۔ مگر اُن سے کوئی مواخذہ بالکل نہیں ہوا۔ اور حقیقتاً جو لوگ رہ گئے دھمکی

اُن کو ملی ہے۔یعنی اُن کا چلے جانا باعث عذاب ہوتا۔وہ بھی اُن میں سے چند کے جانے سے نہیں اُن سب کا چلے جانا عذاب کا سبب بنتا۔گویا ایک بھی اگر رہ جاتا تو عذاب نہ ہوتا۔مطلب واضح ہے کہ کوئی ایک شخص اُن میں ایسا ہونا لازم ہے۔جس کے چلے جانے کی ہرگز ہرگز اُمید نہ ہو۔چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ نماز جمعہ صرف اُس ایک انسان پر معہ رسوؐل اللہ واجب تھی۔اور کسی پر یہ شدت قابل تسلیم نہیں ہے۔اُن بیانات یا روایات میں اگر کوئی غلطی ہے تو اس کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں۔البتہ اُن بیانات سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ نماز سے چلے جانے والوں پر کوئی مواخذہ نہیں ہوا ہے نہ اُن کی مذمت کی گئی ہے۔ہمارے اس نتیجہ کو مذکورہ روایات کی روشنی میں بار بار دیکھیں۔اور سوچیں کہ اگر نماز جمعہ کو معہ رسوؐل اللہ چھوڑ کر چلے جانا عذاب کا حقدار بناتا ہے تو جو بھی چھوڑ کر جاتا اُس پر عذاب یا وعدۂ عذاب لازم تھا۔یہ ''سب کی'' شرط کیوں ہے؟ اور پھر ''ایک بھی باقی نہ رہتا'' کی شرط کیوں ہے؟ ہم مجبور ہیں کہ یہ تسلیم کریں کہ اُن بارہ صحابہ میں بھی ایک ہی شخص تھا جس کا نہ جانا لازم تھا۔لہٰذا نماز جمعہ ہو یا کوئی دوسرا حکم ہو وہ نازل ہونے سے بھی پہلے رسوؐل پر اور اُس شخص پر جو رسوؐل کا شاہدؑ ہو لازم ہوتا ہے۔یہ دوسری بات ہے کہ اُس حکم کے نافذ کرنے کا انتظار کیا جائے۔اس لئے کہ تنفیذ احکام میں قسط وحکمت لازم ہے۔احکامات کے ابتدائی لوازمات کا مہیا کرنا پہلے ضروری ہے پھر حکم نافذ کیا جاتا ہے۔یہ جو کچھ ہم سمجھے ہیں اس کی وجہ اور مزید وضاحت آپ کے سامنے لانے کے لئے چند چیزیں پیش کرتا ہوں۔

اُس وقت کی نماز جمعہ کی اہمیت خدا کی نظر میں کیا ہے

290۔ آپ نے آیت اور روایتوں میں دیکھ لیا کہ لوگ نماز جمعہ میں رسوؐل اللہ کو کھڑا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

1۔قرآن کریم میں کوئی استثناء نہیں ہے۔''تَرَكُوكَ قَآئِمًا '' تجھے کھڑا چھوڑ دیا کے معنی ہیں کہ:۔

رسوؐل اللہ کو تنہا کھڑا چھوڑ دیا اور نہ ''تر کو کم قائمین'' ہونا چاہئے تھا۔بہرحال اگر نماز جمعہ فرض تھی؛

2۔اس کا فرض وواجب ہونا بیان کر دیا گیا تھا؛

3۔اور جانے والوں کو معلوم تھا کہ ہم فرض کو خلافِ منشاءِ خدا اور رسوؐل چھوڑ کر جا رہے ہیں تو یہ ایک شدید قسم کی نافرمانئ خدا ورسوؐل تھی۔اور خدا اور رسوؐل کی عمداً نافرمانی کرنے والوں کے ساتھ قرآن میں یہ سلوک ہرگز ثابت نہیں ہے کہ اُنہیں یہ کہہ کر چھوڑ دیا جائے کہ ''جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ لھو وتجارت سے بہتر ہے۔'' یعنی یہ بھی تو نہ کہا کہ لھو وتجارت سے نماز جمعہ بہتر ہے۔کہا تو یہ کہا کہ جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ بہتر ہے۔یعنی نماز جمعہ کے لئے یہ خود ہی سمجھنا پڑے گا کہ شاید وہ بھی خدا کے پاس ہو۔اور پھر یہ کہنا کہ ''جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ بہتر ہے'' کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔اس لئے کہ خدا کے پاس تو ہر چیز بہتر ہونا ہی چاہئے۔اسی طرح یہ کہنا کہ خدا خیر الرازقین ہے جمعہ کی نماز کو چھوڑنے یا نہ چھوڑنے سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔اس لئے کہ کوئی نمازِ جمعہ

پڑھے یا نہ پڑھے وہ بہرحال خیرالرازقین ہے۔ یہ تو اسی طرح کی بات ہے جیسے خدا نے جگہ جگہ اپنے مقام ربوبیت کو بیان کیا ہے۔ لہٰذا نماز جمعہ کے متعلق بات یہاں ختم ہو جاتی ہے کہ وہ تجھے تنہا چھوڑ جاتے ہیں۔ بس اس کے بعد بیان حقیقت ہے۔ خواہ وہ کیا جاتا یا نہ کیا جاتا وہ بہرحال حقیقت ہے۔ ایک مجسٹریٹ چور سے کہتا ہے کہ تم نے میرے سامنے چوری کی ہے میں مجسٹریٹ ہوں۔ چوری سے بہتر سامان میرے پاس ہے۔ یہ بیان بھی بے معنی ہے۔ مگر وہاں تو بقول مُلا یہ بھی نہیں ہے۔ وہاں تو نہ جرم کا ذکر ہے نہ سزا کی بات ہے۔ نہ یہ کہا کہ تمہارا فعل اچھا تھا یا برا تھا۔ نہ اُنہیں مخاطب کیا۔ بلکہ رسولؐ اللہ کو مخاطب کیا گیا۔ اُن سے کہلوایا گیا۔ اور جو کچھ کہلوایا گیا وہ مولویانہ طریقہ پر بالکل غیر متعلق اور فضول ثابت ہو رہا ہے۔ بلکہ ایک دوسرے طریقہ پر غور فرمایئے۔ ہمارے یہاں الصلوٰۃ خیر من النوم پر بہت سے اعتراضات ہیں۔ اُن میں سے ایک اعتراض آپ نے بھی پڑھا ہو گا۔ اور وہ یہ ہے کہ نماز کا نیند کے ساتھ مقابلہ کرنا نماز کی توہین ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ فُلاں عطر فلاں بدبو سے زیادہ خوشبودار ہے۔ یا فلاں مسجد فلاں اسٹور سے زیادہ اچھی ہے۔ یعنی مقابلہ وفضیلت ایک جنس یا نوع میں ہونا چاہئے۔ فلاں انسان گھوڑے سے اچھا ہے۔ اچھا کہنے کے باوجود انسان کی، عطر کی، مسجد کی توہین ہے۔ لہٰذا نماز اور نیند میں سے ایک کو بہتر کہنا، نماز کی بہرحال توہین ہے۔ اسی اصول پر یہ کہنا کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تجارت ولھو سے بہتر ہے۔ خدا کی براہ راست توہین ہے یا اُس سامان کی توہین ہے جو اللہ کے پاس ہے۔

دیکھا جناب یہ ہے مولویانہ ترجمہ وتفہیم کا حال کہ ایک آیت یا معجزہ اِس سے بے کار ہی نہیں بلکہ خدا کی توہین بن گیا۔ ان کے اس عمل درآمد سے اُمت کو نقصان پہنچا اور دُنیا میں کلامِ خداوندی کی عظمت زائل کر دی جا چکی ہے۔ قہری نتائج مرتب ہونے سے کوئی مانع نہیں ہو سکتا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر اُس وقت کی نماز جمعہ کی اہمیت خدا کی نظر میں یومیہ نمازوں کے برابر بھی ہوتی تو کم از کم اُن لوگوں کو جو نماز چھوڑ کر چل دیئے اس قدر تو کہا جاتا کہ:۔

291۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ (107/4-5)

۔''پس اُن نمازیوں پر افسوس (وائے۔ تباہی) ہے جو اپنی نمازوں سے لاپرواہی کرتے ہیں۔''

اس آیت کی سادہ سی تفسیر مقبول احمد کے نوٹ میں یُوں ہے۔

(الف) ''۔تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا کہ آیا یہ سھو و وسوسہ شیطان ہے؟ فرمایا نہیں۔ یہ تو ہر شخص کو پیش آتا رہتا ہے۔ بلکہ یہاں سہو سے مراد غفلت کرنا اور نماز کا اوّل وقت سے بے عذر چھوڑ دینا ہے۔ الخصال میں جناب امیر المومنینؑ سے مروی ہے کہ نماز سے بڑھ کر کوئی عمل خدا تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ پس دنیا کے کاموں میں سے کوئی کام تم کو اس بات سے باز نہ رکھے کہ نماز کو اس کی فضیلت کے وقت میں بجالاؤ۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ

اسی غفلت کرنے والے کے بارے میں فرماتا ہے۔ **الَّذِینَ ھُمْ عَنْ صَلَا تِھِمْ سَاھُوْنَO**''

292۔ بتایئے جناب اُس نماز جمعہ کی آیت کی تفسیر میں، نہ خود آیت میں کہیں بھی اُن لوگوں پر ویل نہ آئی۔نہ کوئی جرم لگایا گیا۔نہ سزا دی نہ اس جرم کے قابل سزا ہونے کا تذکرہ ہوا۔کہا تو یہی کہا کہ تجارت ولھو سے بہتر سامان خدا کے پاس ہے۔یعنی اس تجارت کی مذمت بھی تو نہ کی گئی۔حلوے کو روٹی سے اچھا کہنے کے یہ معنی نہ ہوں گے کہ مولانا روٹی کو اپنے اوپر حرام کرلیں۔ یا روٹی کھانا بُرا سمجھیں۔اس کے تو یہی معنی ہوتے ہیں کہ لھو و تجارت بہرحال اچھے ہیں، جائز ہیں۔مگر کوشش یہ کرو کہ جو سامان اللہ کے پاس ہے وہ بھی حاصل کرسکو۔اگر اُن کا یہ فعل یعنی نماز جمعہ کو چھوڑ کر تجارت ولھو کی طرف متوجہ ہو جانا بُرا ہوتا؟ منع ہوتا۔ یا آئندہ منع کرنا منظور ہوتا تو یہ کہنا بے معنی و عبث ہو جاتا جو کہا گیا۔بلکہ یوں کہا جاتا کہ:۔

293۔ ''کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ داد، اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور مال جو تم نے جمع کر لئے ہیں۔اور وہ تجارت جس میں گھاٹے کا تمہیں اندیشہ ہو اور تمہارے پسندیدہ مکانات اللہ و رسولؐ اور اُنکی راہ میں جہاد سے تمہیں زیادہ محبوب ہیں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنے امر کو برسرِ کار لے آئے۔اور اللہ اس مخصوص قوم (القوم) کی ہدایت نہیں کرے گا۔'' (9/24)

قُلْ إِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَأَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِّنَ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللهُ بِأَمْرِهٖ وَاللهُ لَايَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِينَ O

294۔ دیکھا جناب رسولؐ اللہ اور اللہ کے حکم جہاد کے بعد جو شخص مذکورہ بالا تمام چیزوں کو یا ان میں کسی ایک کو یا کسی اور چیز کو ترجیح دیدے وہ کافر ہے۔ہدایتِ خداوندی اُس سے منہ موڑتی ہے۔اُن چیزوں میں سے تجارت بھی ایک چیز ہے۔یاد رہے کہ جہاد بھی اُسی طرح ایک مشروط حکم یا فرض ہے جیسا کہ نماز جمعہ ہے۔مگر یہاں کوئی استثناء نہیں ہے۔اندھا ہو یا محتاج، لنگڑا ہو یا غریب، امیر ہو یا فقیر، بیمار ہو یا تندرست کوئی شخص مستثنٰی نہیں ہے۔اسی طرح ہمارے نزدیک نماز جمعہ کی آیات میں کوئی مستثنٰی نہیں ہے **مگر بات تو مولویانہ ہو رہی ہے**۔ہم تو یہ عرض کر رہے ہیں کہ اُس وقت کی نماز جمعہ کی وقعت جہاد کے مقابلہ میں یا خود نماز یومیہ کے مقابلہ میں کچھ نہیں تھی۔تھی تو بتاؤ کیسے؟ نئی آیت اب اُتر نہیں سکتی۔یہ عقیدہ ہی حرام ہے کہ اب کوئی کتاب یا نبی یا رسول یا دونوں آسکتے ہیں۔لہٰذا یہی تین آیات ہیں۔ہم ہیں اور مولانا ہیں اور یہ تفاسیر ہیں۔نماز جمعہ کی تاکیدات وتنبیہات جو احادیث میں بیان ہوئی ہیں وہ غیر متعلق ہیں۔اُن کا وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَھْوا...... الخ، سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اس لئے کہ ہمیں وہ حکم مطلوب ہے جو اُن چھوڑ جانے والوں کیلئے دیا گیا ہو۔جس میں اُنکے اس جرم کا تذکرہ ہو۔اسکی سزا بیان کی گئی ہو، اُس پر افسوس کیا گیا ہو، اُس سے منع کیا گیا ہو، اُس سے توبہ کا حکم ملا ہو، اُنہیں ماخوذ یا معاف کیا گیا ہو۔اگر یہ سب کچھ نہیں ہوا تو یاد رکھئے

کہ **نماز جمعہ فرض نہیں رہتی۔ اختیاری ہو جاتی ہے اور وہ کئی دفعہ حرام و اختیاری ثابت کی جا چکی ہے**۔ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ کے بابصیرت معنی ''**وہ تمہارے لئے اختیاری ہے**'' کرنے سے لسانی قوانین منع نہیں کر سکتے۔ جس قاعدہ سے ممانعت نکالی جائے گی۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ بالکل اسی قاعدہ سے اجازت نکال دیں گے اور منطقی مغالطہ کھول کر رکھ دیں گے۔ قرآن و احادیث سے اس ممانعت کی نقاب کشائی کریں گے۔ چیلنج کریں گے کہ فرض و واجب کیلئے ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ کہنے کا انداز اختیار ہی نہیں کیا گیا ہے۔ یہ تو اہل زبان میں اور قرآن میں بلکہ ہر قانون کی کتاب میں ''یہ بہتر ہے'' یا ''وہ بہتر ہے'' محض اور صرف اختیاری کیلئے استعمال ہوتا ہے، ہوا ہے، ہوتا رہے گا اور ہونا چاہئے۔ اسکے خلاف کی مثال ہرگز مقننین سے نہیں لائی جا سکتی۔ یہ چیلنج ہے۔ قیامت تک اس کو توڑا نہیں جا سکتا۔ اُن پر لازم ہے کہ اگر نماز جمعہ کو واجب کہنا ہے تو ہماری بیان کردہ بنیادوں اور معانی کو اختیار کرنا بھی لازم ہے۔ ورنہ نماز جمعہ اختیاری ہے۔ بعض حالات میں حرام ہے۔ اور بعض میں مشروط و مقید طور پر واجب ہے۔ اور ان تینوں آیات میں تین دفعہ یعنی ہر آیت نے ایک ایک دفعہ یہی ثابت کیا ہے جو عرض کیا گیا۔

295۔ ایک اور آیت ملاحظہ ہو جہاں اللہ تعالیٰ ایک اصول مقرر کرتا ہے فرمایا گیا کہ:۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا بِاللهِ وَرَسُولِهٖ وَإِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰى أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتّٰى يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَرَسُولِهٖ .....الخ (24/62)

۔''اس کے سوا کچھ نہیں کہ مومن صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ و رسولؐ پر ایمان لائے اور جب جمع کرنے والے امر میں رسولؐ کے ساتھ ہوں تو بلا اُس کی اجازت کے کہیں نہ جائیں۔ بتحقیق وہ لوگ جو تیری اجازت کے بغیر کچھ نہیں کرتے صرف وہی وہ لوگ ہیں جو اللہ و رسولؐ پر ایمان لائے ہیں۔''

یہاں دوہرا دوہرا کر ہی نہیں بلکہ کئی قانونی طریقوں سے **ایمان کو اُن لوگوں میں منحصر کر دیا جو رسولؐ کی اجازت کے بغیر کچھ نہ کریں**۔ اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ اس کے خلاف یعنی رسولؐ کی اجازت کی پرواہ کئے بغیر کہیں چلے جانا کفر ہے، بے ایمانی ہے، بے دینی ہے۔ اب سوچئے کہ مسلمانوں یا صحابہ کا یہ عمل کہ وہ منشاء رسولؐ کے خلاف، بلا اجازت حاصل کئے بلکہ بلا اطلاع دیئے نماز جمعہ سے شامل ہونے کے بعد واپس چلے گئے۔ اور لھو یا لھو ایسی تجارت کیلئے رسول اللہ کا ساتھ چھوڑ گئے۔ اُن کو کم از کم کافر کہنا چاہئے تھا۔ لیکن نہیں یہ انعام ملا کہ ایک بہت عمدہ ذخیرہ کی بھی اطلاع دے دی۔ گویا تجارت ہی نہیں لھو ہی نہیں بلکہ جو ہمارے پاس ہے وہ بہت عمدہ ہے۔ اُسے بھی حاصل کر لو۔ خوب۔ چہ خوبیں؟

296۔ مولانا نے اور سب نے نماز جمعہ کو امر جامع قرار دیا ہے۔ یعنی جس میں فرمایا کہ:۔

۔''اسی لئے شریعت مقدسہ نے ہر چہار طرف سے تین تین میل کے اندر رہنے والوں پر واجب و لازم کیا کہ وہ ایک

جگہ جمع ہوں۔تا کہ اُن کی قوت وطاقت ظاہر ہو۔'' وغیرہ (صفحہ 39 کالم نمبر 2)

اس مقصد کیساتھ **اِذَا نُودِیَ لِلصَّلٰوۃ** کوشامل کرلیں تو جمع کرنے کا حکم بھی ملا۔جمع ہوئے بھی مگر ڈھول بجتا سنا، ہر مال چار آنے کی آواز آئی۔رسوؐل کو کھڑا چھوڑا، چل دیئے۔اگر یہ ایسا ہی ہوتا جیسا کہ مولانا سمجھے ہیں تو اللہ کو کیا تکلف تھا یہ فرمانے میں کہ:۔

297۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًاo (72/23)

اور جواللہ اوراُس کے رسوؐل کی نافرمانی کرتا ہے یا کرے گا تو اُس کیلئے یقیناً جہنم کی آگ ہے۔وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مستقلاً رہے گا۔ظاہر ہے کہ یہ اُسی کیلئے کہا جائے گا جواللہ کی اُسکے رسوؐل کی یا اُن میں سے کسی ایک کی نافرمانی کرے۔اورنمازِ جمعہ کو چھوڑ کر تجارت ولھو میں مشغول ہوجانے والے لوگوں کیلئے یہ کہا نہیں گیا۔لہٰذا اُن لوگوں نے خدا اور سوؐل کی نافرمانی نہیں کی تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ اطاعتِ حکم یا فرمانبرداری بھی نہ تھی۔اس لئے کہ آیت وحدیث سے ثابت نہیں کہ آنحضرؐت نے اُنہیں نماز چھوڑ کر چلے جانے کا حکم دیا ہو۔لہٰذا جب نہ نافرمانی تھی نہ ہی فرمانبرداری تھی تو پھر یہ اجازت معنوی ہوگی۔یعنی یہ جانا استنباطی یا بقول اشرف علی صاحب اجتہادی تھا۔جس کے ساتھ بے چارے مولانا نے گھبرا کر لفظ ''غلطی'' لگادیا۔جب ہم مسئلہ کی فقہی پوزیشن پرکُھل کر بات کریں گے اُس وقت تفصیل سے عرض کریں گے۔یہاں بطور مثال بتاتے ہیں کہ اگرآپ پرنماز جمعہ واجب ہے۔اورنماز کیلئے مسجد میں داخل ہوئے،وضو کی،خطبہ میں بیٹھے یا نماز جماعت میں کھڑے ہوئے ہیں اوراطلاع ملے کہ آپ کا بچہ مکان سے گر گیا ہے تو خدا اور سوؐل کی طرف سے اجازت ہے کہ کسی بھی نماز کو توڑ دو۔ بلکہ اب نماز کو جاری رکھنا حرام ہے۔نماز میں شمولیت کے بعد یاد آیا کہ آپ کا بٹوا (Purse) کہیں رہ گیا ہے نماز توڑ دیں۔تلاش کرنا فرض ہے۔معلوم ہوا کہ وہ کارواں آپہنچا۔جس میں آپ کا تجارتی سامان آرہا ہے۔اگرآپ موجود نہ ہوں گے تو اُس میں خورد بُرد ہوجائے گی یا کسی طرح ضرورنقصان ہوجائے گا۔نماز کو چھوڑ دیجئے۔نماز نہ چھوڑنا گناہ ہوگا۔ یہ تمام مسائل ثابت شدہ ہیں۔

298۔ آگے بڑھنے سے پہلے یہ بھی عرض کردیں کہ یہ لوگ جونماز جمعہ کو چھوڑ کر تجارت ولھو کے لئے چلے گئے تھے۔سب کے سب منافق نہیں ہوسکتے۔البتہ اُن میں کچھ منافق بھی ہوں تو ممکن ہے۔سب کا منافق نہ ہونا منافقین کی مقصدی بصیرت اور فرزانگی کے خلاف ہے۔اس لئے کہ اُن کا مقصد یہ تھا کہ:۔

إِنَّ الْمُنٰفِقِينَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوْٓا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآؤُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًاO (4/142)

''بے شک منافق اللہ کو دھوکا دیتے ہیں۔اوروہ اُن کواُن کے دھوکے کا بدلہ دینے والا ہے۔اورجس وقت وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو الکسائے (سست) ہوئے کھڑے ہوتے ہیں۔لوگوں کو دکھلاتے (ریاکاری کرتے) ہیں۔اورخدا کا ذکر بہت ہی کم کرتے ہیں۔'' (ترجمہ مقبول احمد صاحب)

اس پر مقبول صاحب کا نوٹ اور کافی سے حدیث بھی پڑھ لیں

ہمیں یہ بتانا ہے کہ منافق جو خدا کو اور مسلمانوں کو دھوکا دینا اور ظاہر نہ ہوجانا ضروری سمجھتے ہیں۔اور اِس کے خلاف عمل درآمد اُن کے منصوبہ کو تباہ کردے گا وہ ہرگز ہرگز خود کو ایسی غلطی میں مبتلا نہ کریں گے۔جس سے وہ معہ اپنے مقاصد کے تباہ ہوجائیں۔لہٰذا نماز چھوڑ کر جانے والے ضروری ہے کہ مومن ہوں۔اُن کے غلط عمل پر منافق ہونے کا شبہ نہ ہوگا۔بہت سے بہت غلط کاری کی سزا ملے گی اور بس۔چونکہ ایماندار ہیں،اسلئے توبہ،معافی اور دیگر رعایات کے حقدار ہیں۔

299۔ آیہ مبارکہ ''**وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا**'' میں ہمارے مولانا پر دوھری دوہری مشکل وارد ہورہی ہے۔اوّل اس لئے کہ تجارۃ ولھو میں شرکت ثابت ہوچکی۔اور اُس کی نہ مذمت ہوئی۔نہ اُس پر وعید وغیرہ ثابت ہوئی اور نتیجہ میں نماز جمعہ کا وجوب متزلزل ہوگیا۔دوم یہ کہ تجارت ولھو میں شرکت قرآن نے ثابت کردی۔پھر وعید و مذمت بھی نہ ہوئی تو تجارت کے ساتھ لھو جائز ہوگیا۔جس کو مولانا غنا بنا کر حرام ثابت کرچکے ہیں۔(المبلغ جلد نمبر 8 شمارہ نمبر 1 فروری 64ء صفحہ 6)اور قرآن کریم کو اسطرح پیش کیا ہے کہ:۔

''(3)ارشادِ ربُّ العزت ہے۔ **وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ**o(پ 21 سورہ لقمان رکوع نمبر 10)''(31/6)(ان کا ترجمہ سنئے)

۔''لوگوں میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو لھوالحدیث کو اس لئے خریدتے ہیں۔تاکہ لوگوں کو علم کے بغیر راہ خدا سے گمراہ کردیں۔اور آیات الہٰیّہ سے تمسخر کریں۔ایسے لوگوں کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب موجود ہے۔''(اس کی حدیث سے تائید سنئے)جناب مسلم روایت کرتے ہیں کہ۔امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا **الغنا مما اوعداللّٰہ علیہ النار و تلٰی ھذہ الایۃ ومن الناس**(الا یہ)کہ غنا اُن چیزوں میں سے ہے جن پر خداوند عالم نے جہنم کی وعید و تہدید فرمائی ہے۔پھر آپ نے مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔''(کافی و تفسیر صافی وغیرہ)(صفحہ 6 کالم اوّل ماہنامہ مذکورہ)۔''

300۔ آیت وحدیث میں جو کچھ اللہ و امامؑ نے فرمایا وہ لفظ بلفظ صحیح ہے۔اُن میں اور اُن سے غلطی کا امکان ہی نہیں ہے۔مگر مولانا کیا سمجھے؟ اُن کا یہ ترجمہ صحیح ہے یا نہیں؟ لھوالحدیث کا ترجمہ اُنہوں نے کیوں نہ کیا؟ **يَتَّخِذَهَا هُزُوًا** کا ترجمہ آیات الہٰیّہ سے تمسخر کیسے بن گیا؟ یہ اور اس قسم کے سوالات کے بالتفصیل جوابات ہم نے عرصہ ہوا مرتب کرکے احباب کو دے دیئے۔یہاں تو جو کچھ مولانا سمجھے اس کو بجنسہٖ صحیح مان کر یہ سوال کرنا ہے کہ لھو حرام ہے اس لئے کہ وہ غنا ہے(اور غنا ہمارے نزدیک بھی حرام ہے)اور لھو پر جہنم کی وعید ہوچکی ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ مولانا کے نزدیک وہ لوگ جو نماز جمعہ کو چھوڑ کر تجارت اور لھو میں شریک ہوئے تھے قرآن کی رُو سے جہنمی ٹھہرے۔مگر خدا نے اُن کے خلاف کوئی مذمت تک بھی نہ کی۔اور لھو و تجارت کو ہم

ردیف بنا کر اور سابقہ آیات میں پوری حیات دُنیا کو، جس میں خود مولانا شامل ہیں، لھوولعب قرار دے دیا۔ یہ وہ مشکل ہے کہ مولانا کے پاس اس کا کوئی حل نہیں سوائے اس کے کہ دُنیا کی حیات سے ہاتھ دھو بیٹھیں جو ہمیں منظور نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ نماز جمعہ چھوڑ کر جانے والوں پر کم از کم اسی قسم کی وعید بیان ہو جاتی مگر خدا نے اُن کو قطعی نظر انداز کر دیا۔ جو واجب کو چھوڑ نے وہ بھی عمداً چھوڑنے اور حرام کو اختیار کرنے پر ہرگز ممکن نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ عمل جائز نہ ہو۔

301۔ مولانا نے غلط جگہ آیت کو پیش کیا۔ غلط مفہوم اَخذ کیا۔ ہم ایک ایسا مقام دکھاتے ہیں جو کم از کم نماز جمعہ کو چھوڑ جانے والوں کے لئے ضرور ہونا چاہئے تھا ارشاد ہے:۔

۔'' وَذَرِالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ..... (الخ) ''۔ (6/70)

تم اُن لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشہ بنا رکھا ہے اور دُنیا کی زندگانی نے اُن کو دھوکا دیا ہے چھوڑ دو (پوری آیت پڑھیں) اور اسی قرآن کے ذریعہ سے نصیحت کرو کہ نفس اپنے افعال سے باز رہے۔ کیونکہ خدا کے سوا اس کا کوئی سفارشی و حمایتی (وَلِــیٌّ وَّ لَا شَـفِیْـعٌ) نہ ہوگا۔ اور اگر وہ کوئی فدیہ دینا چاہے گا۔ تو اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔ وہ وہی تو ہیں جو اپنے کرتوت کے سبب سے ہلاک کئے گئے۔ اُنہی کے لئے گرم پانی کا پینا ہے۔ اور جن باتوں کو انکار کیا کرتے تھے انہی کے سبب سے دردناک عذاب ہے۔'' (ترجمہ مقبول صاحب)

302۔ اس آیہ مبارکہ کی روشنی میں دیکھئے کہ اگر اس آیت میں مذکورہ کسی ایک چیز کا نماز جمعہ کو چھوڑ کر چلے جانے والے مسلمانوں میں موجود ہونا ثابت ہو جاتا تو، دین کا مذاق اڑانے والے گروہ میں اُن کا شمار لازم تھا۔ اور اسی قسم کی وعید جہنم، شفاعت وولایت سے محرومی اُن کے لئے بھی ضروری ہوتی۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے نماز جمعہ کو چھوڑ کر اور لھو کو اختیار کر کے دین کا مذاق اُڑا دیا تھا۔ لیکن دراصل اگر ایسا ہوا ہوتا تو لازم تھا کہ اُن کے لئے مذمت، وعدۂ جہنم، توبہ یا معافی کا تذکرہ کیا جائے۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ لہٰذا اُن کا جمعہ کی نماز کو چھوڑنے کے باوجود مجرم نہ ہونا ثابت ہوا۔ (لھوولعب کے سلسلہ میں ہم نے پیرا نمبر 266 سے 268 تک تفصیلات دی ہیں باقی وہاں دیکھیں)

303۔ یہاں تک یہ واضح ہو گیا کہ نماز جمعہ کو عمداً چھوڑ جانے والوں کی اتنی بھی مذمت و برائی ثابت نہیں جتنی کہ حیاۃ الدنیا، لھوولعب کی کی گئی ہے۔ اور نہ اُسے یومیہ نمازوں سے لاپرواہی کے برابر رکھا گیا۔ نہ نافرمانی سمجھا گیا نہ مذموم لھوولعب قرار دیا گیا۔ نہ دُنیاداری کے خانہ میں رکھا گیا۔ اس کے بعد یہ دیکھئے اور جلدی جلدی دیکھئے کہ مولانا صاحب نماز جمعہ کو ذکر قرار دیتے رہے ہیں۔ اگر یہ ذکر ہوتی تو خدا نماز جمعہ کو عمداً بلا اجازت واطلاع رسوؐل، چھوڑ کر لھو وتجارت میں مصروف ہو جانے پر کم از کم اتنا تو ضرور فرماتا کہ:۔ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًاO (72/17)

اور جو شخص اپنے پروردگار کے ذکر سے رُوگردان ہوگا وہ اُس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔

وہاں نماز کو چھوڑ دینا اور لھو یا تجارت میں مصروف ہو جانا ثابت ہے۔ لہٰذا لوگوں کا نماز جمعہ سے رُوگردانی کرنا ثابت ہے۔ اب اگر وہ نماز جمعہ ذکر تھی تو اُن رُوگردانی کرنے والوں پر جہنم یا عذاب شدید لازم ہوتا۔ مگر نہ نماز جمعہ ذکر ہے۔ نہ اُن کی ذکر سے رُوگردانی ثابت ہوسکتی ہے۔ یہاں بھی مقبول احمد صاحب نے اپنے نوٹ میں ذکر سے رُوگردانی کو تفسیر قمی کے حوالہ سے ولایت مرتضویٰ سے رُوگردانی قرار دیا ہے۔ گویا بار بار اور طرح طرح سے نمازِ جمعہ کا ذکر نہ ہونا ثابت ہوا۔ اور جب نماز جمعہ ذکر ہے ہی نہیں تو وہ ذوالمقدمہ بھی نہیں۔ لہٰذا نہ واجب رہ سکتی ہے نہ فرض بن سکتی ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ نمازِ جمعہ بذاتہٖ کچھ نہیں ہے۔ اس کی تمام اہمیت جس وجہ سے ہے وہ **مقصد قیامِ ولایت ہے**۔ جس سے ان واجب واجب پکارنے والوں کا انکار سینکڑوں طرح ثابت ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ:۔

اَلْجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ (وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ)

جمعہ تو واجب ہے (مگر منافق یقیناً جھوٹے ہیں)

حضرت حجة زمانہ صلوٰۃ اللہ علیہ آیات جمعہ کی مجسم تفسیر ہیں

304۔ جمعہ کی آخری آیت کے متعلق ایک آخری حدیث سُن لیں تو اس عنوان کو بدلیں۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام حضرات آئمہ علیہم السلام کے متعلق ایک خطبہ میں اُن کی پوزیشن بیان فرماتے ہوئے "**ما عنداللّٰہ**" (جو اللہ کے پاس ہے) پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ:۔

اِنَّ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ أوضح بأئمة الهدیٰ من اهل بيت نبيّنا عن دينه وابلج بهم عن سبيل منهاجه وفتح بهم عن باطن ينابع علمه، فمن عرف من اُمة محمد صلی اللّٰه علیه وآله واجب حقّ امامه وجد طعم حلاوة ايمانه وعلم فضل طلاوة اسلامه، لانّ اللّٰه تبارک و تعالیٰ نصب الامام علمًا لخلقه وجعله حجّة عَلٰی اهل موادّه وعالمه وألبسه اللّٰه تاج الوقار وغشّاه من نور الجبّار، يمدّبسبب اِلَی السماء، لا ينقطع عنه موادّه وَلَا يَنَالُ ماعند اللّٰه اِلَّا بجهة اسبابه وَلَا يَقْبل اللّٰه اعمال العباد الا بمعرفته فهو عالمٌ بما يرد علیه من ملتبسات الدّجٰی ومعميّات السنن ومشبّهات الفتن، فلم يزل اللّٰه تبارک وتعالٰی يختار هم لخلقه من ولد الحسين علیه السلام من عقب كلّ امام يصطفيهم لذلک و يجتبيهم، وَيَرْضٰی بهم لخلقه ويرتضيهم، كل ما مضی منهم امام نصب لخلقه من عقبه امامًا علمًا بَيّنًا و هاديًا نَيّرًا وامامًا قيّمًا وحُجّة عالمًا؛ آئمة من اللّٰه، يهد ون بالحق و به يعدلون، حُجَجَ اللّٰه و دعاته ورعاته علٰی خلقه يدين يهديهم العباد و تستهلّ بنورهم البلاد و ينموببر كتهم التلاد، جعلهم اللّٰه حياة للا نام ومصابيح للظلام و مفاتيح للكلام و دعائم للاسلام، جرت بذلک فيهم مقادير اللّٰه

علـى مـحتـومهـا، فـالامـام هـو المنتجب المرتضٰى والهادى المنتجٰى والقائم المرتجٰى، اصطفاه اللّٰه بذلک واصـطـنـعـه عـلـى عيـنـه فـى الـذرّحِيْـنَ ذرأه وفى البريّة حين برأه ظلّا قبل خلق نسمة عن يمين عرشه محبّوًا بـالـحـكـمة فـى عـلم الغيب عنده اختاره بعلمه وانتجبه لطهره، بقيّة من آدم عليه السلام وخيرة من ذرّية نوح عـليـه السـلام ومـصـطفى من آل ابراهيم عليه السلام وسلالة من اسمٰعيل و صفوة من عترة محمد(صلى اللّٰه عـليهما وآلهما)لم يزل مرعيّاً بعين اللّٰه يخفظهٗ ويكلؤه بستره، مطرودًاعنه حبائل ابليس وجنوده، مدفوعًا عنه وقـوب الـغـواسـق و نـفـوث كـلّ فـاسـق، مصروفًا عَنْه قوارف السوء، مبّراً من العاهات ،محجوبًا عن الآفات مـعـصـومًـا مـن الـزّلات مصونًا عن الفواحش كلّها ،معروفًا بالحلم والبرّ فى يفاعه، منسوبًا الى العفاف والعلم والفضل عند انتهائه، ..... (الخ)۔(الکافی۔کتاب الحجة، باب نادر جامع فی فضل الامام و صفاته)

305۔ ''بتحقیق خداوندعالم نے ہمارے نبیؐ کے اہل بیت میں سے آئمہؑ کے ذریعہ سے اپنے دین کوواضح کیا۔اوراُنؑ ہی کے وسیلے سے اپنی راہ اور طریقۂ کار کوآشکار کیا۔اور اپنے علوم کے چشموں کے بواطن کواُنؑ کے ذریعہ سے کھولدیا۔ ہر وہ شخص جو اُمتِ محمّدؐ یہ میں سے امامؑ کے واجب حق کو پہچان گیا وہ ایمان کی شیرینی سے لذت اندوز ہوااوراسلام کی خُرّمی وفضل سے آگاہ ہوگیا۔اس واسطے کہ اللہ نے امامؑ کواپنی مخلوق کے لئے راہبر بنایا ہے۔اوراُسے اپنے مادّوں کی اہلیّت پراور عالَم پر حُجّةقرار دیا ہے۔اسؑ کے سر پر وقار کا تاج سجایا ہے۔انوارِ جبروتیہ نے اُسے منور کردیا ہے۔اُسے(ایک نا قابل محسوس) آسمانوں کے ساتھ وابستہ کردیا ہے۔وہ اللہ کے مادّوں کی اہلیت سے منقطع نہیں ہوسکتا۔اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے(**ما عـنـدا للّٰه**)وہ امامؑ کے وسیلہ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔اللہ بندوں کے اعمالِ حسنہ کواُس کی معرفت کے بغیر قبول نہیں کرتا۔امامؑ کے رُوبروکوئی اُلجھا ہوا مسئلہ،مُشتبہ معاملہ، پیچیدہ قوانین، کسی قسم کا معمہ رکھ دیا جائے تو وہ سب کو پہچانتا ہے۔اللہ تبارک وتعالٰی نے بندوں کی ہدایت کیلئے اُن آئمہؑ کو اولادِ حسین بن علی علیہ السلام میں سے اختیار کیا ہے۔اور برگزیدہ بنایا ہے۔اور ہر امامؑ کی نسل سے اس امر امامت کیلئے برگزیدہ کیا ہے۔پاک و پاکیزہ بنایا ہے۔اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے خود پسند کیا ہے۔پسندیدہ بنایا ہے۔اگراُن آئمہؑ میں سے کوئی گذرجاتا ہے تو اللہ اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے اُسؑ کی نسل میں سے امامؑ لاتا ہے کہ وہ رہبر ومبیّن وھادئ نیّر صفت،مستقل امامؑ اورحُجّتِ زمانہ نکالتا ہے۔یہ آئمہؑ جو کہ اللہ کی طرف سے حقیقی رہبری کرتے ہیں۔اوراسی کی طرف سے داد گستری کرتے ہیں۔وہ **حـجة الـلّٰـه** ہیں۔اس کے دعوت دینے والےؑ ہیں۔اوراُس کی مخلوق پر حاکم ہیں ومحافظ ہیں۔اُن کی ہدایت سے بندوں کو دین تک رسائی ملتی ہے۔اُنؑ کے نور سے شہر کے شہر، وملک کے ملک آباد ہوتے ہیں۔اُنؑ کی برکتوں سے جامد دولت ترقی پذیر ہوجاتی ہے۔اللہ نے اُنہیں اپنی مخلوق کے لئے زندگی بنایا ہے۔اندھیروں کے لئے روشن چراغ مقرر کیا ہے۔کلمہ وکلام کی کنجیاں بنایا ہے۔اُنہیں اسلام کے ستون مقرر کیا ہے۔اللہ نے اپنی حتمی تقدیر کواُنؑ کے ذریعہ سے جاری کررکھا

ہے۔امامؑ ایسی شخصیت ہوتا ہے جو نجیب الطرفین ہو، مرتضٰی ہو، ہادی ہو، محرم اسرار ورموزِ خداوندی ہو۔جس سے اُمیدیں وابستہ رہیں۔اِن فضائل ومقاصد کیلئے خدا اُسے برگزیدہ کرتا ہے۔اور عالم ذرّ میں اُسے دیکھ کر مصطفٰی بنایا ہے جب کہ ذرات کو وجود عطا کیا تھا۔اور جب کہ مخلوق کی تخلیق کی بنیاد رکھی تھی۔قبل اس کے کہ انسانوں کی تخلیق شروع ہو۔اُس وقت عرشِ خداوندی کے داہنی جانب اُنؑ کا مقام تھا۔علم غیب میں وہ حکمت سکھایا جاچکا تھا۔اللہ نے اُسےؑ اپنے علمی معیار پر مخلوق میں منتخب بنایا۔مخصوص کیا پاکیزگی کیلئے۔وہ یادگارِ آدمؑ ہیں۔نوحؑ کی بہترین ذُریت ہیں۔خاندان ابراہیمؑ کے عظیم ترین فرد ہیں۔وہ حضرت اسماعیلؑ کا خلاصہ ہیں۔عترت محمدؐیہ کا عطر ہیں۔خدا کے منظور نظر ہیں۔وہ اُنؑ کی حفاظت کرتا ہے۔اُنؑ کا حامی ومددگار رہے۔شیطان کے ہتھکنڈے وہاں تک پہنچنا منع ہیں۔اور ابلیسی لشکر وہاں بیکار رہے۔راتوں میں چلنے والے جادو اور ٹونے اُنؑ کے پاس پھٹکنے سے روکے جاتے ہیں۔برائیوں کو وہاں سے واپس لوٹایا جاتا ہے۔آفات سے محفوظ،خطرات سے مامون، ہر بے حیائی سے نجات یافتہ ہے۔جہاں بھی ہوں بردباری میں اعلٰی درجہ پر ہے۔اور نیکیوں کی بلندیوں پر فائز ہے۔عفت وعلم وفضل کی انتہا پر ہوتا ہے۔''(الکافی۔کتاب الحجة، باب نادر فی فضل الامام و صفاته)

306۔ اس کلام معصومؑ میں جس قدر فضائل آئے ہیں وہ آپ بار بار دیکھیں مگر ہمارے لئے صرف ایک بات ملاحظہ فرمائیں کہ اس حدیث میں ''**ما عنداللّٰه**'' اللہ کے پاس جو کچھ ہے کی ضرورت جس کو ہو۔اُسے چاہئے کہ آئمہ اہلبیت علیھم السلام کی ولایت کو اختیار کرے۔''مَاعِنۡدَاللّٰهِ خَیۡرٌ مِّنَ اللَّهۡوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۔''(62/11)اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ حیاۃ دُنیا اور ہر قسم کی تجارۃ سے خیر ہے۔یعنی نماز جمعہ نہیں بلکہ ولایت خداوندی کے والی کو پوری کائنات پر ترجیح حاصل ہے۔وہی کُلِّ دین ہے۔دین اس کیلئے اور وہ دین کیلئے ہے۔

307۔ آیات جمعہ میں پہلے ہی لفظ خیر کی باقاعدہ وضاحت وتعین ہو چکا ہے۔لیکن آخری آیت میں پھر ایک دفعہ خیر کا ذکر ہو گیا۔یعنی مَا عِنۡدَاللّٰهِ خَیۡرٌ مِّنَ اللَّهۡوِ.. الخ۔اور وَاللّٰهُ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ o(62/11)اسلئے خیر پر ایک مقام اور دیکھنا ہو گا۔اور یہ مقام آپ کو حضرت **حجة** زمانہ صلوٰۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ کرنے کیلئے ہے۔جو ہمارے لئے آیات جمعہ کی مجسم تفسیر ہیں۔اُن پر سلام کرنے کیلئے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یوں کہا کرو۔

السلام علیک یا بقیّة اللّٰه ،ثم قرأ '' بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡن۔(11/86)

تم پر سلام ہو اللہ کے باقی رکھے ہوئے پھر آپ نے (سورہ ھود کی آیت پڑھی) اللہ کا باقی رکھا ہوا تمہارے لئے خیر ہے۔اگر تم مومن ہو۔''(کافی۔کتاب الحجة . باب نادر)

308۔ آپ نے دیکھ لیا کہ ہر سربراہؑ اسلام خیر ہے۔اور آج امام زمانہ علیہ السلام جن کو اللہ نے قیامت تک کا امام بنایا اور

موت وفنا وتغیر وتبدّل سے محفوظ باقی رکھا ہے وہ خیر ہے۔ یہ سب کچھ یوں ختم کرتا ہوں کہ جناب امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے اللہ کے فرمان فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا (30/30) اپنی تمام توجہات دین حنیف پر مرکوز کردو کی تفسیر میں فرمایا کہ:۔

''قَالَ هِيَ الولاية'' فرمایا کہ دین حنیف الولایت ہے۔ (کافی کتاب الحجة باب فیہ نکت ونتف من التنزیل فی الولایة)

اگر اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو یہ ماننا لازم آجائے گا کہ **حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ تک جو دین دوسرے انبیاء علیھم السلام پر بالاقساط اور سرکارِ ختمی مرتبت پر مکمل نازل ہوتا رہا۔ اور جسے اسلام کہتے ہیں۔ وہ تمام ولایت کی اقساط تھیں**۔ اس قدر طویل تدریج کے ساتھ قیام ولایت کا پروگرام پیش کیا گیا تھا۔ آخر الذکر دونوں حدیثیں یہ بتاتی ہیں کہ سارے دین کا نام ولایت ہے۔ یعنی عبادات ہوں یا احکامات۔ قوانین ہوں یا تاریخ یہ سب کچھ ولایت میں داخل ہے۔ اگر یہ صحیح ہے اور ہم کہتے ہیں کہ صرف یہی صحیح ہے۔ اور یہاں تک پیش کردہ حدیث وآیات سے یہی ثابت ہوتا چلا آیا ہے۔ لہٰذا نماز جمعہ ہرگز ہرگز نہ خیر ہے، نہ ذکر ہے، نہ فضل ہے اور نہ اس کے لئے اذان ہے نہ ندا ہے۔ یہ سب کچھ صرف اور صرف امام عصر علیہ السلام کے لئے ہے۔ وہؑ اذان ہیں، وہیؑ موذن ہیں، وہیؑ ذکر ہیں۔ اُنہی کی طرف اُنہیؑ کے لئے سعی واجب ہے۔ وہیؑ صلاۃ ہیں، وہیؑ جمعہ ہیں، وہیؑ دین ہیں۔ ہماری زندگی اور اس کے تمام وسائل اُنہی کے ہاتھوں بیع ہونا چاہئیں۔ وہیؑ خیر ہیں، وہیؑ قاضی ہیں، اُنہیؑ کے حکم سے نماز جمعہ ہوگی۔ اُنؑ کی منظوری سے نماز جمعہ قبول ہوگی۔ اُنہیؑ کے مقاصد کو لے کر اقصائے عالم میں پھیلانا فضل اللہ ہے۔ اُنؑ کی خوشنودی فضلِ خدا کا حصول ہے۔ وہؑ خود فضل اللہ، وہؑ خود ہی اللہ کی تمام نعمتیں ہیں، وہیؑ ما عند اللّٰہ ہیں، وہیؑ بقیة اللّٰہ اور خیر ہیں ہمارا اُنؑ پر سلام ہو۔

(قسط 10) JS/10/3566 — 3 مئی 1966ء

يَاَ يُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا سے کس قسم کے مومن مراد ہیں

309۔ آیات جمعہ کے تمام متعلقہ الفاظ کی تشریحات مختصراً آپ کے سامنے گذر چکیں۔ صرف ایک کلیدی لفظ باقی ہے۔ جس کو اِس خوف سے نظر انداز کئے رکھا کہ اگر اس کو چھیڑ دیا تو بحث بہت لمبی ہو جائے گی۔ یہاں اِس کا تذکرہ اِس لئے نکالا گیا ہے کہ اب ہم مجبور ہو چکے ہیں، تذکرہ کرنا ہے اور مجبوراً مختصر کرنا پڑے گا، وہ لفظ ہے؛

''**مومنین**'' یا ''**وہ لوگ جو ایمان لاچکے**'' ''**يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا**''

310۔ ہر وہ شخص جس نے قرآن کریم میں تھوڑا سا بھی غور کیا ہے وہ جانتا ہے کہ:۔

''**يَاَ يُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا**'' میں خالص مومنین ہر جگہ مخاطب نہیں ہیں بلکہ اس میں منافقین بھی داخل ہیں۔ ضعیف الاعتقاد مسلمان بھی اس میں داخل ہیں۔ اور وہ پکے مسلمان بھی شامل ہیں جو نہ منافق ہیں، نہ ضعیف العقیدہ یا جہلاء ہیں۔ بلکہ نہایت

بصیر وعلیم لوگ جو رسوؐل اللہ کو محض اسلئے رسول اللہ مانتے ہیں کہ وحی صرف اُنہی پر آسکتی ہے۔ وحی کے نازل ہو چکنے کے بعد وہ رسوؐل اللہ کو مسلمان جماعت کا ایک فرد مانتے ہیں اور تمام مسلمانوں کے اجتماعی ضمیر یا فہم کو رسوؐل اللہ کے تنہا حکم یا ھدایت سے بہتر خیال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ رسوؐل اللہ کے دہن مبارک سے نکلی ہوئی ہر بات کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ پہلے یہ جاننا چاہتے ہیں کہ **آیا وہ بات بجنسہٖ وحی ہے یا نہیں**؟ اگر وحی ہے؟ تو وہ اسکی تفہیم وتشریح خود متعین کرتے ہیں۔ اس میں رسوؐل اللہ سے بھی مشورہ کرتے ہیں اگر وہ دیکھتے ہیں کہ رسوؐل اللہ کی توضیح میں کوئی بشری جذبہ داخل ہے۔ یا تجربہ کی کمی ہے تو ایسی توضیح کو وہ اختیار نہیں کرتے اس قسم کے مسلمان رسوؐل اللہ کے زمانہ میں بکثرت تھے جو آنحضرؐت کی تفسیر وتوضیح کو غیر مشروط طور پر ہرگز تسلیم نہ کرتے تھے۔ یہ بحث وتحقیق ہماری کتاب **''مواخذہ''** اور **''مسلم ومومن کا قرآنی فرق''** میں مکمل کردی گئی ہے۔ اور ایک دوست کے جواب میں اس پر عنقریب ایک مضمون فخر النساء میں بالاقساط شائع ہونے والا ہے۔ بہرحال قرآن کریم میں یہ بھی ہے کہ:۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَالۡکِتٰبِ الَّذِیۡ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ وَالۡکِتٰبِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنۡ قَبۡلُ (الخ) ''اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسوؐل پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسوؐل پر نازل کی ہے۔ اور اس کتاب پر جو اس نے پہلے نازل کی تھی۔'' (4/136) (تمام مسلمانوں کے ترجموں میں مقابلہ کرلیں)

311۔ (1) اس آیہ مبارکہ نے بتایا کہ یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا میں وہ لوگ بھی داخل تھے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے تھے۔ نہ رسوؐل پر اُن کا ایمان تھا۔ نہ وہ قرآن کو مانتے تھے۔ نہ اُنہیں توریت وزبور وانجیل پر ایمان تھا۔ یعنی فرسٹ کلاس قسم کے مسلمان تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ سورہ جمعہ میں واردشدہ یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سے کس قسم کے مومن مراد ہیں جن پر جمعہ کی نماز فرض یا واجب ہوئی ہے؟ یہ بھی سمجھ لیں کہ نماز جمعہ کی ابتدا مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔ اس سے پہلے نماز جمعہ نہ پڑھی جاتی تھی۔ اور مذکورہ بالا آیت (4/136) سورہ نساء کی آیت ہے۔ یہ سورہ بھی مدینہ میں نازل ہوا تھا۔ جس سے یہ بھی سمجھا جانا ممکن ہے کہ وہاں جو نماز جمعہ ہوا کرتی تھی اس میں مذکورہ بالا قسم کے مسلمان بھی شامل ہوا کرتے تھے۔ اور خود آیات جمعہ میں وہ لوگ موجود ہیں جو رسوؐل اللہ کو جمعہ کی نماز پڑھتے ہوئے چھوڑ، نیت توڑ، کھیل تماشے یا کاروبار کے لئے چل دیا کرتے تھے۔

(2)۔ پھر قرآن کریم نے اُن لوگوں کو بھی مومنین کہا جو سود خور تھے

یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡکُلُوا الرِّبٰوۡۤا اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَةً وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ O (3/130)

اَے مومنین یا اَے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو تم دُونا دُون سود نہ کھایا کرو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو شاید تم فلاح یاب ہوجاؤ۔

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡۤ اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ O (3/131) اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

یہ سورہ اور صورت حال بھی مدینہ معظّمہ کے مسلمانوں کی تھی۔ مسلسل فرمایا کہ:۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَo(3/132)

اور (اے مومنین) تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو شاید تم پر رحم کیا جا سکے۔''

(3)۔ اسکے بعد بھی یہ مومنین اللہ کا حکم نہیں مانتے مگر نہ معلوم کیوں خدا پھر بھی انہیں مومن ہی کہہ کر مخاطب کرتا ہے فرمایا کہ:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا...... وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ O

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ...الخ۔(279-2/278)

اَے مومنین......سود وصول کرنے سے جو باقی رہ گیا ہے۔اس سے قطعاً دستکش ہو جاؤ۔ اگر تم مومن ہو۔

(خوب) اور اگر تم اس پر عمل نہ کرو تو پھر خدا اور اُس کے رسولؐ کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ''۔

قرآن کریم میں مومنین کی بہت سی قسمیں ہیں

312۔ بس یہی جگہ ہے۔ جہاں سے ہمارا قدم ایک طویل بحث میں اُلجھ سکتا ہے اسلئے یہاں جبراً وحکماً خود کو روکتے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں مومنین کی بہت سی قسمیں ہیں۔ اُن میں ایک مومنینِ حقیقی بھی ہیں۔ یاد رکھئے اور کبھی یہ غلطی نہ کیجئے کہ آپ اس مذکورہ بالا قسم کے مومنین کو منافق سمجھ لیں۔ ہم قرآن کریم کو سامنے رکھ کر اُسی کی ذمہ داری پر کہتے ہیں کہ یہ مومنین سب کچھ تھے لیکن منافق نہ تھے۔ یہ پکے مسلمان تھے۔ ہم نے اس راز کو مذکورہ ① بوں میں قرآن کریم سے فاش کیا ہے۔ مسلمین کو یہ مغالطہ دینے۔ یعنی اُن کو منافقین خیال کرنے پر بڑی بڑی رشوتیں دی گئی ہیں۔ بڑی قوت صرف کی گئی ہے۔ لیکن ہم نے اس سازش کو واضح کر دیا ہے۔ بہرحال اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ اگر اس قسم کے مومنین اور منافقین دونوں آیات جمعہ میں مخاطب اور شامل ہیں تو کیا نماز جمعہ کسی صورت سے بھی مفید بنائی جا سکتی ہے؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ آئمہ اہل بیت علیھم السلام کے زمانہ میں جمعہ باقاعدہ کیوں نہ ہوتا تھا؟ **جب رسولؐ اللہ منافقوں اور مذکورہ قسم کے مومنین کے ساتھ جمعہ پڑھ سکتے تھے تو آئمہ اہل بیتؑ نے جمعہ کیوں ترک رکھا؟** باوجودیکہ اُن کیطرف سے ایسی احادیث موجود ہیں۔ جنکی بنا پر جناب علامہ بروجردی علیہ الرحمہ نے اہل سنت کے ساتھ نماز جماعت میں شمولیت کی تاکید کی ہے، تو اگر آئمہؑ اسلئے شامل نہ ہوتے تھے کہ خطبوں میں غلط قسم کے بادشاہوں کے نام آتے ہیں تو باقی شیعہ کیوں جمعہ و جماعت سے الگ رہے۔؟ ان سوالات کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ا ⬇ جواب شیعوں کے پاس نہیں ہیں نہیں۔ بلکہ اُنکے پاس نہایت معقول اور دینی و دندان شکن جواب موجود ہیں۔ ان سوالات کے ذریعہ ہم اس نتیجہ پر پہنچنا چا ❄ ہیں کہ سورہ جمعہ "آیات جمعہ والے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے خالص مومنین مراد لئے گئے ❺۔ یعنی شیعوں کے نزدیک جن لوگوں پر جمعہ واجب ہے وہ شیعہ ہونا ضروری ہیں۔ اگر ایسا ہے؟ اور یقیناً یہی سمجھا اور سمجھایا جاتا ہے تو سوال ہوگا کہ آیت جمعہ میں واردشدہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے یہ سب کچھ کیسے سمجھ لیا گیا ہے؟ بس یہ سوال ہے جس کا جواب کوئی عالم یہ نہیں دے سکتا کہ یہ سب کچھ صرف آیات جمعہ سے سمجھا گیا ہے یا یہ سب کچھ آیاتِ جمعہ میں موجود ہے۔ اسکے بعد اگر قواعد کی رُو سے ہم يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

إِذَا نُودِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنتُمْ تَعْلَمُوْنَ o (62/9) کو ایک مجمل آیت قرار دیں تو آپ کو یا کسی مولانا کو کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟ اور پھر یہ عرض کریں کہ جب تک اس مجمل آیت کا مفسر خود قرآن میں نہ ہو اُس وقت تک نماز جمعہ کا قرآن سے وجوب تو الگ نماز جمعہ کس پر واجب ہوتی ہے بھی ثابت نہ ہوگا۔ لہٰذا نماز جمعہ کو قرآن سے واجب یا فرض کہنا سراسر غلط دعویٰ ہے۔ وہ آیت تو ''**لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ**'' کہتی ہے۔ نماز جمعہ تو اس میں ہے ہی نہیں ''**جمعہ کے دن کوئی بھی نماز**'' اور کسی بھی جمعہ کو کوئی بھی نماز'' البتہ یہ معنیٰ صحیح ہوتے اگر'' لصلو ۃ الجمعة'' ہوتا۔ مگر وہاں تو دوہری دوہری ممانعت ہے۔ کہ صلوۃ اور الجمعة کے درمیان ایک ''**من**'' اور دوسرا ''**یوم**'' رُکاوٹ بن کر مولانا کے لئے مصیبت بن گئے ہیں۔ اور ہم ایسے مومن نہیں ہیں کہ جو تقلیدًا امنّا و صدقنا کہتے جائیں اور عقل وقانون استعمال نہ کریں۔

نماز جمعہ ہو یا کوئی دوسری نماز ہو وہ صرف حقیقی مومنین پر واجب ہے

313۔ اس گفتگو کے بعد ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نماز جمعہ ہو یا کوئی دوسری نماز ہو وہ صرف حقیقی مومنین پر واجب ہے۔ کافروں، منافقوں یا دوسری قسم کے مسلمانوں پر پہلے ایمان لانا واجب ہے۔ بلا حقیقی ایمان یا دوسرے الفاظ میں ولایت محمدؐیہ پر ایمان لائے بغیر کوئی عبادت واجب نہیں ہے۔ لہٰذا نمازِ جمعہ محض شیعوں پر واجب ہے۔ اور اس لئے تمام نمازی اور پیش نماز شیعہ ہونا لازم ہیں۔ یہ اگر صحیح ہے۔ اور اس کو غلط کہہ دینے والے پر بہت مار پڑے گی۔ لہٰذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آج ایسے شیعہ موجود ہیں جن کو مولانا شیعہ تسلیم کرلیں؟ یا جو سچ مچ شیعہ ہوں؟ یہاں سے بحث پھر طویل ہو جانا ممکن ہے۔ لہٰذا ہم صرف اتنا کہہ کر آگے بڑھ جائیں گے کہ مولانا کے مضامین حرمتِ غنا، وجوب جمعہ، حرمتِ ریش تراشی اور احسن الفوائد سے یہ بات ثابت ہے کہ آج شیعہ کوئی موجود نہیں ہے۔ پھر احادیث میں جو معیار پیش کیا گیا ہے وہ بتاتا ہے کہ اس دُنیا میں جس دن سترہ (17) یا چالیس (40) مومنین ہو جائیں گے اُسی دن ظہور حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو جائے گا۔

اس پر یہ سوال ہے کہ جب ساری دُنیا میں کم از کم سترہ اور زیادہ سے زیادہ چالیس مومنین موجود نہیں ہیں تو اُن میں معذور و مستثنیٰ کو اور مستورات کو نکال کر سات مومن کہاں کہاں باقی ہیں؟ اسکا جواب مولانا کے ذمہ ہے۔ ہم احادیث وقرآن کریم سے وہ شرائط پیش کریں گے جن پر مولانا کو خود اور باقی چھ مومنین کو پورا اتارنا ہوگا۔ پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ **آیا امام عصرؑ کی عدم موجودگی میں نماز جمعہ ہوسکتی ہے یا نہیں**؟ اور اگر مولانا یہ فرمادیں کہ خالص شیعہ یا بالکل پورا پورا شیعہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے تو پھر اعتراض یہ ہوگا کہ اس سورہ منافقون کا مقصد کیا ہے؟ کہ اُسے نماز جمعہ میں پڑھنا لازم ہے۔ اور اس کے بغیر نہ جمعہ ہے نہ جماعتِ جمعہ ہے۔ اس گفتگو کو ہم اپنے موقف میں آپکے سامنے لائیں گے۔ یہاں تو اس قدر بتانا مقصود ہے کہ:۔

314۔ اللہ نے مکمل دین تک پہنچانے کے لئے بنی نوع انسان کی عقل وفہم وضرورت اور ماحول کی رعایت ملحوظ رکھی۔ ایک

طویل ترین سلسلہِ اَنبیّاء ورسلؑ جاری کیا۔ بتدریج احکام وعبادات نافذ ہونا شروع ہوئے۔ کوئی حکم یا عبادت نافذ نہ کی جب تک اس سے پہلے کی ہر ضروری چیز واضح نہ کر دی گئی۔ آنحضرتؐ سے پہلے پہلے دین کا بہت بڑا حصہ نافذ ہو چکا تھا۔ مگر نماز جمعہ نافذ نہ کی گئی۔ خود آنحضرتؐ کے زمانہ میں مدینہ پہنچنے سے پہلے نماز جمعہ نافذ نہ کی گئی۔ پنج وقتہ نمازیں اپنی پوری تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکیں۔ تہجد ودیگر عبادات کا نفوذ ہو چکا مگر نماز جمعہ کو آخری مقام دیا گیا۔ البتہ نماز جمعہ ہو یا کوئی دوسری عبادت وحکم ہو۔ اُن کی تمہید پر ابتدا سے نظر رہتی رہی۔ مجمع عام میں لیکچر یا خطبہ سنانا یہ عرصہ پہلے سے جاری تھا۔ نمازیں اُن کی رکعات اور اُن میں پڑھنے کی سورتیں اور طریقہ وترتیب معلوم تھی اور اس پر عمل تھا۔ لیکن وہ سب کچھ جو نماز جمعہ میں ہوتا ہے ایک ساتھ مسلسل کر کے اور نماز جمعہ کہہ کر آخر میں نافذ کیا گیا۔ اور اس کے نفوذ میں سختی کو عمل میں نہ لایا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ نماز جمعہ چھوڑ کر چل دینے والوں سے مواخذہ نہ ہوا کہ ابھی اُنہیں تفصیلات جمعہ معلوم نہ تھیں۔ اور اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کی شرط لازم تھی۔ اس کے بغیر مواخذہ عدل کے خلاف ظلم ہے۔ اس قسم کے سلوک سے یہ سمجھ لینا کہ سختی وشدت نہیں کی گئی تو یہ مستحب ہے ورنہ واجب وفرض ہے۔ استنباط احکام میں صرف یہی شرطیں نہیں ہیں۔ مواخذہ ہو نہیں سکتا جب تک کسی کی عقل پر اتمام حُجت نہ ہو جائے۔ مولانا سمجھ گئے۔ اُن پر مواخذہ ضرور ہوگا۔ میں نہیں سمجھا مجھ پر ہرگز مواخذہ نہ ہوگا۔ مولانا کی سمجھ میرے لئے اور میری عقل مولانا کے لئے دلیل وحجت نہیں بنتی۔ لہٰذا آنحضرتؐ کے زمانہ میں نماز جمعہ فرض وواجب کر دی گئی لیکن اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کی شرط مستقل طور پر قائم رہی۔ تاکہ جنہیں مقاصد جمعہ کی علمی معیار پر اطلاع نہ ہو وہ مواخذہ سے محفوظ رہیں۔ یہی سبب ہے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں یہی نماز جمعہ فرض۔ واجب اور سنت کے الفاظ اپنے ساتھ رکھتی رہی۔ **<u>یہ واجب تعیّنی بھی رہی اور اختیاری بھی</u>**۔ اس کے ترک کرنے والوں پر ملامت بھی ہوئی۔ اور بالکل خاموشی بھی اختیار کی گئی۔ یہ سب کچھ کیا تھا؟ وہی فطری تدریج وتمہید وتقسیط **بالحکمۃ** جو تنفیذ دین کی جان ہے۔

315۔ یہ ایک حقیقتِ ثابتہ ہے کہ آنحضرتؐ سے قبل کے انبیاء علیھم السلام ہوں یا خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں اُنکے تمام احکامات آنیوالے حکم کی تمہید میں ہوتے تھے۔ یعنی وہ ہر حکم مکمل دین کو سامنے رکھ کر آخری حیثیت سے نہ دیتے تھے۔ یہ اُنکی منصبی مجبوری تھی۔ میرے نزدیک ہر نبیؑ قبل از بعثت اپنی نبوت ورسالت سے متعلقہ تمام احکام پر کما حقہٗ آگاہ ومطلع ہوتا تھا۔ یعنی مثلاً۔ آنحضرتؐ قرآن کریم کی تمام تفصیلات پر مطلع تھے۔ مگر اُن کیلئے لازم تھا کہ اُسی طرح عمل کریں جس طرح کیا گیا۔ یہ فطری تقسیط وتمہید وتدریج انسانی عقل وفہم وضرورت اور ماحول کی بنا پر لازم تھی۔ اسلئے وہ ایک حکم دیتے ہیں اس پر عمل ہوتا ہے۔ پھر ایک دوسرا حکم دیتے ہیں جس سے پہلے حکم کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے یا یہ کہ پہلے حکم کی ضرورت پہلے ختم ہو گئی تھی۔ <u>لوگ دوسرے حکم کو ناسخ پہلے کو منسوخ کے خانوں میں تقسیم کر دیتے ہیں</u>۔ یہاں ہم یہ نہیں مانتے کہ آنحضرتؐ کو یہ دوسرا حکم پہلے

سے معلوم نہ تھا۔ اور ہم یہ بھی نہیں مانتے کہ یہ پہلا حکم تھا اور وہ دوسرا حکم تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ بھی حکم تھا اور یہ بھی حکم ہے۔ اور یہ دونوں الگ الگ مستقل حکم ہیں ۔ **جو اپنے اپنے تقاضہ وضرورت پر ہمیشہ نافذ رہیں گے** ۔ البتہ ایک کی جگہ دوسرا ہرگز ہرگز استعمال نہیں کیا جا سکتا ۔ چنانچہ آنحضرتؐ کا عمل درآمد اور نزولِ قرآن کریم کا طریقہ اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ آنحضرتؐ کا کوئی حکم دین کی مجموعی تعلیمات کو ملحوظ رکھ کر نہیں دیا گیا۔ اور یہ کہ یہ تنفیذی مجبوری تھی کہ لوگوں کو اُسی میں سے دلیل دی جا سکتی تھی جو اُنہیں معلوم تھا یا جتنا بتا دیا گیا تھا۔ نہ سارا قرآن ایک دم اُن تک پہنچا تھا نہ پہنچنا چاہیئے تھا۔ نہ پورے قرآن کو مدنظر رکھ کر کوئی حکم دیا گیا، نہ دیا جانا چاہیئے تھا۔ اس حقیقت کو نظر انداز کر دینے سے دینی تعبیرات اور استنباطِ احکام میں بڑی خامیاں رہ گئیں۔

فریضۂ ولایت آخر میں کیوں آیا؟

316۔ بہرحال رسولؐ اللہ ایک فطری ترتیب وتدریج کے ساتھ احکامات ودینی اعمال بیان فرماتے چلے گے۔ ہر نیا حکم سابقہ احکامات وحالات پر منحصر رہتا و مربوط ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ وہ وقت آیا کہ دین مکمل ہونے کی سند ملی ۔ اس تکمیل وتتمیم کے بعد آنحضرتؐ اگر احکامات نافذ کرتے تو وہ احکام لازم تھے کہ دین کی مجموعی اسپرٹ کے حامل ہوتے ۔ چنانچہ چند ایسے احکام آپ نے دئے بھی ۔لیکن ۔لیکن ۔افسوس کہ اُن احکامات کو اختیار نہیں کیا گیا۔ یہ کیوں؟ اس کے بہت سے اسباب تھے۔ اوّل یہ کہ لوگ عادی ہو گئے تھے کہ احکام صرف سابقہ حالات اور اُن کے موجودہ تقاضات کے مطابق ہوں ۔ اور ہر چیز کی وجہ پوری طرح اور نقد سمجھ میں آ جائے ۔ دوسرے یہ کہ عربی سیاسئین یا مذکورہ قسم کے پکے مسلمانوں نے قرآن کریم کی وہ تعبیریں وتفسیریں اختیار ہی نہ کی تھیں جن کو اُنہوں نے خالص رسولؐ اللہ کی ذاتی تفسیر یا تعبیر سمجھا تھا۔ وہ شروع سے چاہتے تھے کہ کسی طرح قرآن اُن کے ہاتھ آ جاتا اور یہ رسولؐ درمیان میں نہ ہوتے ۔ اور اگر ہوتے تو ماہرین کی قرآن فہمی میں دخل انداز نہ ہوتے ۔ وہ نہایت محنت وکوشش کے ساتھ قرآن کی تعبیرات وتفسیرات عربی ضمیر کے مطابق کرتے اور اپنے حلقہ اثر میں اُسے نشر ورائج کرتے رہے اور بڑی بے چینی سے منتظر رہے کہ کب رسولؐ اللہ درمیان میں سے غائب ہوں اور رسولؐ اللہ کے بعد وہ قرآن کریم کی مجموعی تعلیم کو عربوں کے اجتماعی ضمیر کی روشنی میں رائج کر سکیں ۔ اُدھر رسولؐ اللہ کے تیار کردہ سلسلۂ امامت کا کام تھا کہ وہ قرآن کریم کی مجموعی تعلیم کو اللہ ورسولؐ کی منشاء کے مطابق پیش کریں ۔ انہی نظریات کی بحث ہے جو کتاب وسنت وسیرت عرب اور کتاب وسنت اور بصیرت علویہ کے الفاظ میں پیش آتی رہی ہے ۔ یہ دو مختلف مکتب فکر تھے ۔ ایک میں عربی ضمیر اور عربی مفاد وتقاضات محوری مقام رکھتے تھے۔ دوسرے میں علوئی بصیرت اور منشاء خدا اور رسولؐ و پوری نوع انسانی مدنظر تھی۔

(یہ بحثیں تفصیل کے ساتھ مذکورہ کتابوں میں ملاحظہ ہوں)

317۔ اِن حالات میں ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آنحضرتؐ کے زمانہ کی نماز جمعہ اُس وقت تک دلیل نہیں بن سکتی جب تک

اِس پر دین کی مجموعی حیثیت سے آئمہ اہل بیت علیھم السلام کا قطعی فیصلہ معلوم نہ ہوجائے۔ اسی طرح مذکورہ مکتب فکر آنحضرتؐ کی کسی بات کو تسلیم نہیں کرتا جب تک اس پر سیرتِ عرب کی تصدیق نہ ہوجائے۔ یہ ہیں وہ بڑے اسباب جنکی بنا پر آنحضرتؐ کے زمانہ کی مسلمہ چیزیں آج نظر انداز کر دی جاتی ہیں۔ اس نظر اندازی کیلئے نہایت حسین ومعقول دلائل دئے جاتے ہیں۔ مسائل واحکام میں ہیجان وانتشار واختلاف کی بنیادیں یہ ہیں۔ اِن کو سمجھے بغیر دینی احکام پر قلم اُٹھانا نہ صرف منع ہے بلکہ باعث گمراہی ہے۔ یہ سب کچھ ہم نے اسلئے لکھا ہے کہ ہم یہ کہہ سکیں کہ فریضۂ ولایت آخر میں کیوں آیا؟ اس کو نافذ کرتے ہوئے رسولؐ اللہ عربوں کے مرتد ہوجانے کے خوف سے کیوں اثر لیتے رہے؟ اللہ سے مدد وتائیدِ خاص کیلئے کیوں متوجہ ہوئے؟ اس کو نافذ کرنے سے پہلے اللہ نے رسولؐ کی حفاظت کی ذمہ داری کیوں لی؟ اور پھر اس کے اعلان کے بعد بھی عربوں نے اُسے کیوں اختیار نہ کیا؟ اُس کی طرح طرح کی تاویلیں کیوں کر لی گئیں؟ ہماری سابقہ گفتگو ان سب کی وجہ بتانے کیلئے تھی۔ ہم نے یہ سمجھا ہے کہ فریضہ ولایت کی تنفیذ کے بعد مولاؑ یا صاحبِ ولایت جو حکم دے گا وہ ہی دین کا مجموعی حکم ہوگا۔ وہ جو کچھ بتائے گا اس میں پوری شریعت، پورا قرآن، تمام کتب ہائے خداوندی، تمام احادیث رسولؐ کو ملحوظ رکھ کر بتائے گا اور وہی اللہ کا آخری حکم ہوگا۔ لیکن عربوں نے آئمہ اہل بیتؑ کو اس کا موقعہ نہ دیا کہ وہ اسلام کو اس معیار پر نافذ کرتے۔ اس کے برعکس اُنہوں نے ولایتؑ کو سرے سے نظر انداز کر دیا۔ نماز روزہ وغیرہ کو اختیار کر لیا لیکن انہیں عربی فریم (Frame) میں فٹ کر کے اختیار کیا گیا۔ ہم اس بروَاز یا قالب کو الگ کر کے آئمہ علیھم السلام کی صواب دید کے ساتھ عبادات وعقائد کو دیکھنا اور اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ جو کسی نے کہہ دیا یا جو بھی روایت میں آگیا یا قال رسولؐ اللہ کے ساتھ جوڑ کر کہہ دیا گیا اُسے مِن وَعَن اختیار کر لیں۔ پھر ہم نے یہ طے کر لیا ہے کہ ہر وہ عقیدہ، عبادت یا حکم باطل ہے یا غلط سمجھا گیا ہے جس کی غرض و بنیاد اور نتیجہ ومنتہی امامت وولایت نہ ہو۔ خواہ وہ مسئلہ توحیدِ خداوندی ہو یا کوئی عقیدہ ہو یا خود نماز یا نماز جمعہ وجماعت ہو ہم احکامات کی تدریج وجزوی حیثیت کا مقام سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ بھی سمجھتے ہیں کہ یہ جزوی حیثیت ہے، عبوری ضرورت ہے، منزل نہیں ہے، منزل ولایت ہے۔ مقصد ومنشاء خداوندی قیام ولایت ہے اور پورا دین اور تمام انبیاء علیھم السلام کی بعثت صرف اسی کیلئے تھی اور بس۔

جزوی عبادت کی حیثیت سے نماز جمعہ کیا ہے؟

318۔ یہاں تک ہم نے نماز جمعہ کے سلسلہ میں اصولی گفتگو کی ہے۔ اس کے بعد ہم نماز جمعہ کو ایک جزوی عبادت کی حیثیت سے سامنے رکھیں گے جس میں قیام ولایت داخل نہ ہو۔ محض عبادت کی حیثیت سے نماز جمعہ کیا ہے؟ اس سوال کا جواب فقہی حیثیت سے آپ کے سامنے لایا جائے گا۔ اور یہاں ہم تمام فقہاء کی طرف سے گفتگو کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس گفتگو کو شروع کرنا ہمیں پسند نہیں ہے۔ اس لئے کہ جس گفتگو میں ولایت شامل نہ ہو وہ گفتگو کسی شیعہ عالم کو ہرگز پسند نہیں آسکتی۔ مگر

گفتگو کرنا پڑے گی تا کہ اس مسئلہ کی فقہی صورت واضح ہو سکے۔ اور عوام شیعہ کے قلوب سے پیدا شدہ خلجان نکل کر دینی اطمینان پیدا ہو سکے۔ اس گفتگو میں فرض، واجب، سنت، مستحب اور اختیاری (تخییر) وغیرہ کے اصطلاحات لازم ہوں گے۔ قبل اس کے کہ ہم با قاعدہ اس بحث میں داخل ہوں مختصر طور پر وہ مقامات آپ کے سامنے جمع کرتے ہیں جو مذکورہ الفاظ یا اصطلاحات کے لئے بیان ہو چکے ہیں۔ ہم نہایت جامع الفاظ میں مفہوم پیش کریں گے تفصیل دیکھنے کے لئے اپنے پیرا نمبر کا حوالہ دیں گے۔ آپ تفصیل خود دیکھتے چلے جائیں۔

319۔ ہم نے تسلیم کیا ہے کہ نماز جمعہ واجب ہے۔ ظہر پڑھنا اور جمعہ کو ترک کر دینا حرام ہے۔ اور اس پر اصرار کفر ہے اگر نماز جمعہ پر مجموعی نظام ولایت کو قائم کرنا مدنظر ہو۔ (قسط دوئم۔ پیرا نمبر 8)

2۔ مقاصد ولایت کو ضرر پہنچتا ہو تو نماز جمعہ پڑھنا اور ظہر ترک کرنا حرام ہے۔ اس پر اصرار کفر ہے (پیرا نمبر 8 قسط نمبر 2)

3۔ ڈھیلے ماحول میں نماز جمعہ پڑھنا نہ پڑھنا اختیاری ہے۔ مگر ظہر لازم رہے گی۔ (قسط نمبر 2، پیرا نمبر 8)

4۔ نماز جمعہ قرآن کریم سے واجب نہیں بلکہ احادیث اُسے واجب کرتی ہیں۔ (پیرا نمبر 12، قسط دوئم)

5۔ قرآن سے نماز جمعہ نہ فرض ہے۔ نہ واجب نہ اختیاری ہے۔ (پیرا نمبر 12، قسط دوئم)

6۔ نماز جمعہ اپنی با قاعدہ صورت اور شرائط کے ساتھ بھی مستقل نماز نہیں ہے (پیرا نمبر 4 قسط نمبر 5)

7۔ چونکہ نماز جمعہ میں دو رکعات کم کرنا لازم ہیں اس لئے اس کمی کی اجازت لینا لازم ہے۔ (پیرا نمبر 295)

8۔ نماز جمعہ کو بلا ناغہ ترک کرنے والے کے لئے صرف ''اُف'' کہنا کیا ہے؟ (پیرا نمبر۔86-85)

9۔ نماز جمعہ رسوؐل اللہ سے اختیاری بھی ثابت ہے۔ (294)

10۔ بلا تصور قیام ولایت یا ولایت نماز جمعہ حرام ہے۔ (پیرا۔118)، (پیرا۔ 126)

11۔ نماز جمعہ ان تصوموا خیر لکم کے اصول پر ذلک خیر لکم ان کنتم تعلمون سے سُنّیوں کیلئے اختیاری ثابت ہے۔ لیکن شیعوں کے لئے نماز جمعہ یہاں پر حرام ہونا چاہئے۔ (پیرا۔218-215)

12۔ خیر لھن کی رو سے نماز جمعہ اختیاری ہے۔ (پیرا۔242)

13۔ نماز جمعہ اختیاری ثابت ہوئی اس لئے کہ نماز جمعہ کو توڑ کر تجارت ولھو کے لئے جانے والوں پر مواخذہ ثابت نہیں ہو سکا۔ (پیرا۔297-294)

14۔ آخری بحث سے نماز جمعہ کی پوزیشن آئمہ اہل بیتؑ کی صواب دید پر منحصر ہو گئی جواب سامنے آنے والی ہے۔ اور اصولی حیثیت سے کسی عبادت کی کوئی ذاتی حیثیت نہیں ہے جب کہ ولایت اس سے غائب ہو۔

مولانا ڈھکو کے چند مصدّقہ و مُسلّمہ اصول

320۔ بس جناب! اب ہم آپ کے سامنے جناب مولانا کے چند مصدّقہ و مُسلّمہ اصول پیش کرتے ہیں۔ جو ہمیں آئندہ مولانا کے معیارِ تحقیق پر پورا اُترنے میں جگہ جگہ مدد دیں گے۔

ڈارون کے نظریہ ارتقاء پر بحث کے دوران فرمایا ہے کہ:۔

(الف) ۔''مگر اُن کی یہ دلیل جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ظن وتخمین سے زائد کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔اوراس سے سوائے ظن کے اور ہرگز کچھ حاصل نہیں ہوتا۔اور اعتقادیات میں ظن حجت نہیں ہے۔اس سے یقین اس وقت حاصل ہوتا۔جب کہ سوائے اس نتیجہ کے جو اُنہوں نے اخذ کیا ہے۔اور کوئی احتمال قائم نہ ہوتا۔ مگر جب اور بھی احتمالات موجود ہوں۔پھر یہ دلیل مفید یقین نہیں ہوسکتی۔**اِذَا جَاءَ الْاحتمال بطل الاستدلال**۔''(احسن الفوائد صفحہ 74)

اس کے بعد آپ احتمالات پیش کرتے ہیں جن کی بنا پر نظریہ ارتقا والوں کی دلیل باطل ہو جاتی ہے سنئے:۔

(ب) اَوّلاً تو کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے۔اِن زائد اعضاء میں کچھ ایسے فوائد ومصالح مضمر ہوں۔جو تم پر مخفی ومستتر ہوں۔جیسا کہ نباتات وحیوانات میں بکثرت چیزوں کے فوائد وحِکَم تم پر مخفی ومستور ہیں۔جیسا کہ علم فزیالوجی کی کتب کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔پس جب تمہارا علم ناقص ہے۔اور کائنات کی ہر شے کے فوائد وخواص پر حاوی نہیں۔تو پھر تم کس طرح یہ بات بطور یقین کہہ سکتے ہو۔کہ ان زائد اعضاء میں سوائے تبدیلی نوع کے اور کوئی فائدہ نہیں ہے۔کیا عدمِ علم دلیلِ عدم بن سکتا ہے؟(احسن الفوائد صفحہ 75)

اس کی مزید تشریح،جہنم میں باوجود شدید عذاب کے جہنمیوں کے زندہ رہنے پر اعتراض کا جواب دیتے ہوئے یوں کی ہے کہ:۔

(ج) ''اس اعتراض کا مختصر جواب یہ ہے۔(کہ)ابھی انسانی عقل ناقص ہے۔ہزاروں اشیاء کی حقیقت تاحال مجہول ہے۔کیا معترض نے باقی سب کچھ سمجھ لیا ہے۔اور صرف یہی ایک بات باقی رہ گئی ہے۔جہاں اور اشیاء اَن سمجھی موجود ہیں وہاں ایک یہ بھی سہی۔**اِنَّ اللّٰہَ علی کل شیءٍ قدیر** پر ایمان کامل ہو تو ایسے شبہات پیدا ہی نہیں ہوتے''(ایضاً صفحہ 355)

اِن اصولوں کو قرآن کی آیات پر استعمال کرنے کیلئے ایک مقام اور دیکھ لیں۔آپ تحریف قرآن کے سلسلہ میں تحریف کے مخالف حضرات کی طرف سے پیش کردہ آیت:۔

لَایَاتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ o (41/42)''۔اس میں سامنے سے یا پیچھے سے باطل کا داخلہ نہیں ہوسکتا۔یہ خوبیوں والے حکیم کی طرف سے نازل ہوئی ہے''۔کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

(د) ۔''اس(تحریف کے)سلسلہ میں اس آیہ مبارکہ سے بھی تمسک صحیح نہیں ہے۔اوّلاً اس لئے کہ اس پر بھی وہی ایراد

وارد ہوتا ہے۔ جو پہلی آیت پر دوسرے نمبر پر وارد کیا گیا ہے۔ کہ اس سے مراد قرآن کے تمام افراد (یعنی ہر ہر قرآن۔احسن) ہیں یا بعض؟ تمام افراد تو مراد لئے نہیں جا سکتے۔ لہٰذا بعض مراد لینا پڑیں گے۔ (یعنی بعض میں باطل داخل ہو سکتا ہے۔احسن) تو وہ ایک قرآن کے صحیح موجود ہونے کی صورت میں صادق ہے۔ (یعنی حضرت حجت علیہ السلام کے پاس جو قرآن ہے۔ صرف وہی تحریف اور باطل سے محفوظ ہے۔ باقی سب قرآنوں میں باطل داخل ہو چکا ہے۔احسن) ثانیاً اس باطل سے مراد کیا ہے؟ اگر چہ تحریف بھی امر باطل ہے۔ لیکن ممکن ہے۔ کہ قرآن کے آگے پیچھے سے باطل کے نہ آنے کا مطلب یہ ہو کہ اس کی اخبار میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جو موجبِ بطلان ہو (مجمع البیان) اور ممکن ہے۔ کہ مطلب یہ ہو کہ نہ پہلی آسمانی کتب اس کتاب کی تکذیب کرتی ہیں۔ اور نہ بعد میں کوئی ایسی کتاب شریعت لائے گی۔ جو اُسے جھٹلائے۔ اور اس کے احکام کو منسوخ قرار دے۔ جیسا کہ تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقر سے مروی ہے۔ **لا یاتیه الباطل من قبل التورة و لا من قبل الانجیل والزبور و لا من خلقه ای لا یاتیه من بعده کتاب یبطله**''۔ <u>لہٰذا اِن وجوہات سے معلوم ہو گیا کہ یہ آیت مبارکہ بھی تحریف کی نفی پر قطعی دلالت نہیں کرتی</u>۔ کیونکہ **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ واللّٰہ العالم بحقیقة الحال**۔''

(احسن الفوائد صفحہ۔ 380-379)

اس کے بعد سجدہ تعظیمی کی ممانعت کرتے ہوئے آیات سے حکم معلوم کرنے کا طریقہ یوں بتایا ہے کہ:۔

(ہ) ''عموماً حضرت آدمؑ کو ملائکہ کے سجدہ۔ نیز حضرت یوسفؑ کیلئے ان کے والدین شریفین اور ان کے بھائیوں کے سجدہ سے تمسک کرتے رہتے ہیں۔ جو بچند وجہ غلط ہے:۔

اَوّلاً اس لئے کہ یہ آیتیں مجمل ہیں۔ اِن سے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ یہ سجدہ تعبیدی تھا یا تعظیمی؟ یا ان کو قبلہ سمجھ کر عمل میں لایا گیا تھا؟ یا ان کی تقلید و تاسّی میں کیا گیا تھا؟ کہ انہوں نے پہلے بطور شکر نعمت الٰہی سجدہ کیا اور پھر ملائکہ کو اور والدین و برادران یوسف کو بھی اُن کی تاسی کا حکم دے دیا گیا تھا؟ یا یہ سجود بمعنی مطلق الخنا (جھکنے) کے ہے؟ جیسا کہ عجمی لوگوں میں تا حال رواج ہے۔ کہ وہ بزرگوں کی جھک کر تعظیم کرتے ہیں۔ <u>تو جن آیات میں اس قدر احتمالات کثیرہ موجود ہوں اُن سے کسی مقصد کے اثبات کے سلسلہ میں استدلال کرنا کیوں کر درست ہو سکتا ہے۔</u>؟'' (احسن الفوائد صفحہ۔395-394)

<u>**اصول نمبر (ب) و (ج) کی آخری وضاحت بھی سُن لیں**</u>۔ امام علی نقی علیہ السلام کے زمانہ کی بات ہے کہ:۔

(و) ''ایک زندیق نے جو مختلف علوم میں دسترس رکھتا تھا۔ بنام تناقض القرآن ایک کتاب لکھنا شروع کی۔ جس میں اس نے بزعم خود بعض آیات قرآنیہ میں اختلاف و تناقض ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کی تھی۔ جب امام علیہ السلام کو اس کی اس جسارت کا علم ہوا۔ تو آپ نے اپنے اصحاب میں سے ایک صحابی کو فرمایا کہ تم جا کر اس زندیق کی شاگردی اختیار کر و اور اس کے

ساتھ اختلاط پیدا کر کے۔ اس کا اعتماد حاصل کرو۔ جب وہ تم سے اچھی طرح مانوس ہو جائے تو اس سے یہ سوال کرنا۔ کہ آیا یہ ممکن ہے کہ جو معانی تم نے قرآن سے سمجھے ہیں۔ خدا کا منشاء اُن کے علاوہ کچھ اور ہو؟ وہ فیلسوف ہے۔ یقیناً جواب اثبات میں دے گا۔ جب وہ اس امر کا اقرار کر لے تو پھر تم اس سے کہنا کہ جب یہ ممکن ہے۔ تو پھر تم یہ تناقض القرآن نامی کتاب لکھ کر کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہو؟ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ خدا کا منشاء کچھ اور ہو اور تم کچھ اور سمجھے ہو۔ چنانچہ اس صحابی نے ہدایت امامؑ کے مطابق ایسا ہی کیا۔ اور اسی طرح حالات رُونما ہوئے۔ الغرض جب اس صحابی نے یہ آخری سوال کیا تو وہ زندیق خاموش ہو گیا۔ اور گہری سوچ بچار میں پڑ گیا۔ کچھ دیر بعد اُٹھا۔ اور جس قدر کتاب کے اجزاء لکھ چکا تھا۔ اُن کو پھاڑ ڈالا۔ زندیق نے اصرار کیا کہ بتاؤ تم نے یہ دلیل جمیل کہاں سے حاصل کی ہے۔ صحابی نے بہت لیت ولعل کے بعد اقرار کیا کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے استفادہ کیا ہے۔ زندیق نے کہا کہ واقعاً وہی بزرگوار ایسی دلیل قائم کر سکتے ہیں۔'' (ایضاً۔ صفحہ 515-514)

<u>یہ واقعہ لکھ کر پھر قرآن فہمی کے لئے چند مسلمات و بدیہات پیش کرتے ہیں</u>

(ز) ۔''یہ تو خالق اکبر کا کلام ہے۔ اگر لوگ اسے نہیں سمجھ سکتے تو یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے۔ انسان تو اس قدر کم علم و عقل واقع ہوا ہے۔ کہ وہ اپنے ابناء نوع اہل علم کے کلام کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکتا............... (ذرا آگے چل کر مسلسل لکھا کہ) غالب و اقبال کا کلام موجود ہے۔ بڑے بڑے ڈبل ایم اے اُن کے بعض اشعار کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکتے۔ بلکہ اپنی نا سمجھی سے اُن اشعار کو ہی مہمل قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ عندالتحقیق ان کا ایک شعر بھی مہمل نہیں ہے۔ شارحین کا باہمی اختلاف، حقیقت تک اُن کی رسائی نہ ہونے کی قطعی دلیل ہے۔ بس جب عام لوگ اپنے جیسے انسانوں کا کلام نہیں سمجھ سکتے تو خدا کے کلام کا صحیح مفہوم سمجھنے کا کیونکر دعویٰ کر سکتے ہیں۔'' (احسن الفوائد۔ صفحہ 515)

<u>قرآن کریم کے سمجھنے کے متعلق پھر فرماتے ہیں کہ:۔</u>

(ح)۔''ان اجمالی حقائق کی روشنی میں ماننا پڑے گا۔ کہ قرآن کریم کا صحیح مطلب و مفہوم یا وہ ذات قدسی صفات سمجھ سکتی ہے۔ جس پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ اور وہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یا وہ ذوات قدسیہ اس کے حقیقی مطالب و مقاصد سے واقف ہیں۔ جن کو خداوند عالم نے اپنی کتاب مقدس میں وراثت علمی سے مشرف و ممتاز فرمایا ہے۔ باقی لوگ خواہ جس قدر علم و فضل حاصل کر لیں تاہم عالم مطلق عزّ وجلّ کی طرف سے اُن کا سرٹیفکیٹ یہی ہے۔ **وَمَا اوتیتم من العلم الا قلیلا**۔ لہٰذا وہ اس کے حقیقی رموز و نکات اور حقائق و دقائق سے آگاہی حاصل نہیں کر سکتے۔'' (حرمت ریش تراشی صفحہ 5)

<u>اسی کی تائید مزید کرتے ہوئے خود کو بھی انسانوں میں شمار کرتے ہیں</u>

(ط) ۔''اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ قرآن کا سمجھنا ہمارے عقول و افہام سے بالاتر ہے۔ اس لئے کہ یہ حضرت پیغمبر خداؐ اور اس کے حقیقی خلفاء علیہم السلام کا کام ہے۔ کہ وہ مطالب و معانی قرآن کا بیان کریں اور عامۃ الناس کو تعلیمات قرآنیہ سے

روشناس کرائیں۔لہٰذا اُن کی فرمائشات یعنی احادیث شریفہ درحقیقت قرآن ہی کی تفسیر وتشریح کی حیثیت رکھتی ہیں۔اگر لوگ خود بخود مطالب قرآنیہ کو سمجھ سکتے تو خداوند عالم کو قرآن کے ہمراہ پیغمبرؐ خدا کو بھیجنے اور ان خلفاءؑ کو مقرر کرنے کی ہرگز ضرورت نہ ہوتی۔''(صفحہ 10 حرمت ریش تراشی)

کچھ فیصلے حدیث کے متعلق ملاحظہ ہوں

(ی) ۔''وہ کونسا عُقدہ ہے۔جو احادیث رسوؐل میں وانہیں کر دیا گیا ہے۔اور وہ کونسا صحیح عقیدہ ہے۔جو کھول کر بیان نہیں کر دیا گیا؟ فقط صدق دل سے ان کی بارگاہ قدس کی طرف رجوع کرنا شرط ہے۔''(صفحہ 432)

(ک)۔''بعض علمائے اعلام نے انہی وجوہ کی بنا پر،جن کا ذکر دوسرے شبہ کے جواب میں ہو چکا ہے،اِن اخبار کو نا قابل استدلال قرار دیا ہے۔یہ جواب قابل مناقشہ ہے۔اس قدر اخبار کثیرہ کا رد کر دینا بڑی جرأت وجسارت ہے۔''(صفحہ 137)

(ل)۔''کیونکہ اس باب(طینت)کی اکثر احادیث اس قدر صریح ہیں کہ انکا تشبیہ وتمثیل پر حمل کرنا بعید معلوم ہوتا ہے۔''(ایضاً)

مجمل ومفصل حدیث کی تعریف سُنئے:۔

(م) ۔''جس طرح سند کے اعتبار سے متاخرین کے نزدیک حدیث کے کئی اقسام ہیں۔مثل متواتر،صحیح،حسن اورضعیف وغیرھا۔اسی طرح باعتبار معنی ومفہوم کے بھی اس کی چند قسمیں ہیں۔جیسے محکم۔متشابہ۔عام وخاص۔مطلق ومقید۔مجمل ومفسر وغیرہ۔مجمل اس حدیث کو کہتے ہیں جس سے متکلم کی مراد واضح نہ ہو اور مفسر ومفصل اس روایت کو کہا جاتا ہے۔جس میں کسی قسم کا کوئی غموض واشکال نہ ہو۔بلکہ متکلم کی مراد واضح وآشکار ہو۔یہ امر اپنے مقام پر محقق وثابت ہو چکا ہے۔کہ قرآن مجید کی طرح احادیث میں بھی عام وخاص،مطلق ومقید اور مجمل ومفصل وغیرہ اقسام موجود ہیں۔اور علم اصول فقہ میں یہ مطلب مبرھن کیا جا چکا ہے کہ عام وخاص،مطلق ومقید اور مجمل ومفصل میں فی الحقیقت کسی قسم کا کوئی اختلاف وتعارض نہیں ہوتا۔بلکہ عام کو خاص پر مطلق کو مقید پر اور مجمل کو مفصل ومفسر پر محمول کیا جاتا ہے۔کیونکہ ارباب علم ویقین جانتے ہیں کہ خاص ومقید اور مفصل آیات و روایات میں عام مطلق اور مجمل آیات وروایات کی توضیح ہوتی ہے۔جیسا کہ وارد ہے۔**الا یات تفسر بعضها بعضاً**۔بعض آیات(مفصل)دوسری(مجمل)آیات کی تفسیر وتوضیح کرتی ہیں۔اسی طرح وارد ہے۔**الا حادیث تفسر بعضها بعضاً**۔بعض احادیث دوسری بعض کی تشریح کرتی ہیں۔مذکورہ بالا حقائق میں علماء اعلام کے درمیان ہرگز کوئی اختلاف نہیں ہے۔اسی پر علماء کا عمل ہے۔اور اسی طریقۂ مرضیہ پر محاورات عُرضیہ کا دارومدار ہے۔''(احسن الفوائد صفحہ۔ 491)

احادیث میں اختلاف کے متعلق فیصلہ

(ن) ۔''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اور آئمہ ھدیٰ علیھم تحیہ والثنا کی احادیث واخبار میں ہرگز کسی قسم کا کوئی تعارض و

تضاد نہیں ہے... ہاں اگر کسی وقت بظاہران میں اختلاف معلوم ہو۔ تو اسکے علل واسباب ہوتے ہیں۔ اسکا ایک سبب تو لوگوں کی عقل کا خام اور فہم کا ناقص ہونا ہے۔ کہ وہ اپنی کمی علم وعقل کی وجہ سے سمجھتے ہیں۔ کہ ان احادیث میں اختلاف ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت ان میں اختلاف نہیں ہوتا...احادیث میں آئمہ علیھم السلام سے مروی ہے کہ اِنَّ حدیثنا صعب مستصعب لا یحتمله اِلّا ملك مقرب او نبی مرسل او مومن امتحن اللّٰه قلبه للایمان ۔(اصول کافی وغیرہ) ہماری احادیث بہت مشکل ہے۔ان کا تحمل تو ملک مقرب یا نبی مرسل یا مومن ممتحن ہی کرسکتا ہے۔لہٰذا کم عقل وعلم حضرات جو حقائق اشیاء کے سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ وہ اپنی بے سمجھی سے کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ فلاں حدیث فلاں سے متعارض ہے۔فلاں حدیث فلاں حدیث سے متصادم ہے۔فلاں حدیث عقل وقرآن کے مناقض ہے۔آہ ۔ چوں نہ دیدند رہِ حقیقت افسانہ کردند۔'' (ایضاً صفحہ 504-502)

<u>**حدیثوں میں ترجیح پر قاعدہ لکھتے ہیں کہ:۔**</u>

(س)۔''جب کبھی ایسا اتفاق ہو کہ دو حدیثیں مذکورہ بالا مرجحات میں مساوی ہوں تو اب کیا کرنا چاہئے؟

(اس سوال کا جواب دیتے ہوئے چھ اقوال لکھتے ہیں)

اوّل۔ یہ کہ فقیہ کو چاہئے کہ فتویٰ دینے میں توقف کرے اور مقام عمل میں وہ مخیّر ہے (اسے اختیار ہے) جس حدیث پر چاہے عمل کرے۔

دوم۔ جب امامؑ عالی مقام ظاہر ہوں۔ اوران کی خدمت میں رسائی ممکن ہو تو اس وقت توقف کا حکم ہے۔مگر جب صورتِ حال اس کے برعکس ہو تو پھر تخییر ہے۔

سوم۔<u>اگر وہ احادیث عبادات اور حقوق اللہ کے متعلق ہوں تو وہاں اختیار ہے۔اور اگر حقوق الناس کے بارے میں ہوں تو وہاں توقف کرنا چاہئے۔</u>

چہارم۔ یہ کہ اگر اُن دو حدیثوں میں سے کسی ایک پر عمل کرنے میں مجبور ہے۔ تو تخییر ہے اور اگر مجبور نہیں ہے تو پھر توقف کرنا چاہئے۔

پنجم۔ یہ کہ تخییر جواز اور توقف استحباب پر محمول ہے۔

ششم۔ یہ کہ جو حدیث مطابق احتیاط ہو اس پر عمل کرنا چاہے۔ (اب اپنا فیصلہ لکھتے ہیں کہ)

اگر بنظر غائر ان اقوال متفرقہ پر نظر ڈالی جائے تو پہلے اور دوسرے قول کا مآل وانجام ایک ہی ہے۔ کیونکہ فتویٰ دینے میں توقف اور عمل کرنے میں اختیار زمانۂ غیبت یا اُن تک رسائی نہ ہوسکنے کی صورت میں ہی متصوّر ہوسکتا ہے۔ ورنہ اُن کی طرف اصل حقیقت معلوم کرنے کے لئے رجوع کرنا لازم ومتحتم ہے۔لہٰذا **ھذا القول لا یخلو من القوۃ والا خیر احوط واللّٰه العالم**۔'' (احسن الفوائد صفحہ 513) اور ملاحظہ ہو:۔

(ع) ۔''آئمہ طاہرینؑ کی چھان بین اور علماء دین کی مساعی مشکورہ کی وجہ سے جو چند وضعی حدیثیں تھیں۔ان کو انبار حدیث

سے علیحدہ کر دیا گیا۔اس کے بعد احادیث بہت منقح و مصفیٰ ہوکر موجودہ مجامع حدیثیہ کی شکل میں ہم تک پہنچیں۔''

(صفحہ 12 المبلغ اگست۔1964ء)

جناب علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی تصدیق میں لکھتے ہیں کہ:۔

(ف) ۔''سرکار علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے مرأۃ العقول فی شرح الاصول کی جلد اوّل کے مقدمہ میں تصریح کی ہے کہ ہم نے جو ہر ہر حدیث کے متعلق اس کے صحیح حسن یا موثق یا ضعیف وغیرہ اقسام کی تصریح کی ہے۔تو یہ اس لئے کہ جب کتب اربعہ کی احادیث کے اندر کسی وقت بظاہر اختلاف معلوم ہو۔تو بآسانی ترجیح دی جا سکے۔ورنہ اصول اور دیگر کتب اربعہ کی تمام احادیث بلا دُغدُغہ اور بلا اشکال قابل عمل ہیں۔''(صفحہ 13 ایضاً)

جناب مولانا تخصیص منفصل سمجھاتے ہیں

(ص) ۔''اور دوسری قسم ہے۔تخصیص منفصل جو عمومی حکم سے دوسری جگہ مذکور ہوتی ہے۔جیسے **کتب علیکم الصیام کما کتب علی الّذین من قبلکم** تمہارے اوپر روزہ اُسی طرح فرض کیا گیا ہے۔جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھا۔یہ عمومی حکم ہے۔مگر اس کے ساتھ کوئی تخصیص مذکور نہیں۔کہ کن افراد سے اس کا وجوب ساقط ہے۔ہاں علیحدہ دوسری جگہ اس کی تخصیص موجود ہے۔**من کان منکم مریضاً اوعلی سفر فعدۃ من ایام اخر** کہ جو شخص تم میں سے مریض ہو یا سفر میں ہو وہ روزہ نہ رکھے ہاں فوت شدہ روزوں کے برابر بعد میں قضا کرے۔''(صفحہ 15 ایضاً)

اس کی مزید وضاحت معہ اعتراض سُنئے:۔

(ق) ۔''حکم ہوتا ہے تم پر روزہ فرض ہے۔اور کوئی استثناء نہیں۔دوسرے مقام پر مریض و مسافر کا استثناء کیا جاتا ہے۔حائض کا پھر بھی کوئی ذکر نہیں۔مباشرت کے جواز کا حکم دیا جاتا ہے۔ہمراہ کوئی تخصیص نہیں۔ہاں علیحدہ حالت میں حیض کا استثناء کیا جاتا ہے۔حالت نفاس کا پھر بھی کوئی ذکر نہیں۔''(صفحہ 15 ایضاً)

حدیث کے عموم سے تمسک کو غلط قرار دیا ہے

(ر) ۔''بعض جہاّل احتجاج طبرسی والی روایت کے عموم سے تمسک کرتے ہیں کہ آنجناّب نے فرمایا:۔

من قال محمد رسول اللّٰہ فلیقل عَلِیّ امیر المومنین۔حالانکہ اس مقام پر اس روایت سے استدلال کرنا بالکل غلط ہے۔''(المبلغ مئی 63ء صفحہ 3 جلد نمبر 7 شمارہ نمبر 4)

ضعیف حدیث پر فیصلہ سنئے!

(ش) ''۔ہمارے اس بیان حق ترجمان سے یہ شبہ زائل ہوجاتا ہے کہ:۔''حضرت شیخ صدوق نے من لایحضرہ **الفقیہ** کے

مقدمہ میں اور **ثقۃ الاسلام** کلینی نے مقدمہ اصول کافی میں احادیثِ صحیح لکھنے کا التزام کیا ہے۔حالانکہ اُن کتب میں بکثرت ضعاف موجود ہیں۔''.....اس کی وجہ یہی اصطلاحات کا اختلاف ہے۔ورنہ اصل میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔لہٰذا ہوسکتا ہے کہ جوحدیث باصطلاح متاخرین ضعیف ہے۔وہ باصطلاح متقدمین صحیح ہو۔اس میں کوئی منافات نہیں ہے **ولکل قوم اصطلاح ولا مشاحۃ فی الاصطلاح** یہی سبب ہے۔کہ آپ اصول کافی میں بیسیوں احادیث ایسی پائیں گے کہ جن کی شرح میں علامہ مجلسیؒ نے اُن کوضعیف قرار دیا ہے۔'' (المبلغ صفحہ 13 64ء اگست)

روایت کوقبول نہ کرنے کی وجہ ودلیل

(ت)۔ ''اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت بدووجہ نا قابل استدلال واستناد ہے۔اوّل اس لئے کہ سلسلہ سند مفقود ہونے کی وجہ سے مقطوع ومرسل ہے۔اورظاہر ہے کہ ایسی حدیث نا قابل التفات ہوتی ہیں۔'' (احسن الفوائد صفحہ 442)

اور سنئے کہ یقین کن احادیث سے حاصل ہوتا ہے

(ث)۔ ''یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ مسئلہ اصول واعتقاد سے تعلق رکھتا ہے۔اورارباب بصیرت جانتے ہیں۔کہ عقائد کے بیان میں آیات محکمات کارآمد ہوتی ہیں۔یا روایات متواترات جوموجب علم ویقین ہوتی ہیں۔'' (صفحہ 442،ایضاً)

عام روایت کے مخصص پر فیصلہ ہوگا نہ کہ عام روایت دلیل بنے گی

(خ)۔ ''حرمت غنا کی تخصیص بھی اگر چہ علیحدہ ہے۔مگر ہے کتب احادیث کے اندر موجود ہے۔لہٰذا جوعلماء باعتبار سند ودلالت اُن احادیث کومخصص تسلیم کرتے ہیں۔وہ ان دونوں فردوں (حدی خوانی وغنا برائے عروس۔احسن) کے جواز کے قائل ہیں۔اور جونہیں سمجھتے وہ حرمت مطلقہ کے قائل ہیں۔'' (المبلغ اگست 64ء صفحہ 15 حاشیہ میں)

مسائل میں اختلاف ہوجائے تواس کا تدارک سنئے:۔

(ذ)۔''اختلافی امور میں ہمیں خدا اور رسوؐل سے فیصلہ لینے کا حکم دیا گیا ہے۔'' (صفحہ 45 محمدیہ جنتری 64ء)

اوراحادیث میں اختلاف ہوتو

(ض)۔ ''بالفرض اخبار وآثار میں اس قسم کا تعارض واقع ہوبھی جاتا۔جوہم نے اوپر بیان کیا ہے۔تواس بناپر قانون تعادّل وتراجیح نفی تفویض والی روایات ہی کومقدم کیا جاتا۔کیونکہ وہ ظاہر قرآن کے مطابق ہیں۔'' (احسن الفوائد۔صفحہ 431)

تقصیرعلم کا اعتراف ہی صحیح جواب ہے

(ظ)۔ ''بعض محتاط علماء نے یہ روش اختیار کی ہے کہ یہ اخبار متشابہ ہیں لہٰذا اُن پر اجمالاً ایمان لانا چاہئے۔اوران کے حقیقی معنی کے سمجھنے سے اپنے عجز وقصور کا اعتراف کرکے ان کے حقیقی مطلب کوآئمہ معصومینؑ کی طرف لوٹانا چاہئے۔جیسا کہ متشابہ

آیات میں یہی رویہ اختیار کیا جاتا ہے (مولانا کی بات سنیں) یہ جواب اگرچہ صحیح ہے۔مگر اس سے مخالف کی تسلی نہیں ہوتی۔''

احادیث میں ترجیح پر آخری باتیں

حدیث امام جعفرؑ صادق لکھتے ہوئے یہ مقام آتا ہے کہ:۔

(غ)۔ ''راوی! اگر دونوں روائتیں مشہور ہوں اور اُن کے راوی بھی ثقہ ہوں تو پھر کیا کیا جائے۔

امامؑ! جو روایت کتاب خدا، سنت رسولؐ کے مطابق اور مخالفین کے مذہب کے خلاف ہو اس پر عمل درآمد کیا جائے۔''

راوی! اگر دونوں روایات مخالفین کے نظریات کے موافق ہوں تو پھر کیا صورت ہوگی؟

امامؑ! جس روایت کی طرف مخالف حکام اور قاضیوں کا زیادہ رجحان و میلان ہو اُسے ترک کر کے دوسری پر عمل کیا جائے۔''(احسن الفوائد۔صفحہ 513)

جمعہ کے وجوب سے متعلق ڈھکو کا طریق استدلال

321۔ ہوسکتا ہے کہ اس طویل ترین پیرے کے اِن اٹھائیس (28) اقتباسات سے آپ پریشان رہے ہوں۔لیکن یہ اس لئے لکھنا لازم تھے کہ آئندہ فیصلہ جات میں ہمیں پریشانی نہ ہو۔اور ہمارے ہر فیصلہ پر مولانا کے پسندیدہ و مُسلّمہ قوانین کی تصدیقی مُہر رہے۔ہر وہ شخص جو اُن کے مختلف مضامین پڑھ چکا ہے وہ اُن اٹھائیس بیانات کو دیکھتے ہی بہت سے مقامات پر مولانا کی خلاف ورزی نوٹ کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ہمیں اُن کی اختلاف بیانی اور متضاد تحریروں سے بحث نہیں ہے۔صرف نماز جمعہ کے وجوب سے متعلق اُن کے طریق استدلال پر نظر ڈالنا مقصود ہے۔اور یہ دیکھنا ہے کہ مندرجہ بالا قواعد و پابندیاں کہاں تک مولانا نے اختیار کی ہیں۔اور کہاں کہاں وہ ان کے خلاف لکھتے چلے گئے ہیں۔اس چھان بین اور تحقیق کے لئے آپ کو زحمت دی گئی ہے کہ آپ بھی ان بیانات پر نظر رکھیں اور دیکھیں کہ وہ کہاں تک اصول مسلمہ کے پابند رہتے ہیں۔

322۔ سب سے پہلے آپ آیت جمعہ کو سامنے لائیں اور مولانا کے اصول نمبر (الف)(ب)(د)(ہ)اور (و) کی روشنی میں یہ دیکھیں کہ اس آیت سے جو کچھ سمجھا گیا ہے اس میں کوئی احتمال تو نہیں ہے۔اگر واقعی کوئی احتمال نہیں ہے تو پھر واقعی اس سے نماز جمعہ کا واجب ہونا ماننا پڑے گا۔لیکن اگر احتمال پیدا ہوگیا تو یہ آیت درجہ یقین فراہم کرنے سے قاصر رہ کر مجمل آیت قرار پا جائے گی۔اور اس آیت سے بقول مولانا وجوب نماز جمعہ پر استدلال کرنا غلط ہوگا۔آپ مولانا کے پیدا کردہ احتمالات اُن کے اصول نمبر (ہ) میں دیکھتے ہوئے اُسی معیار پر ہمارے احتمالات کو جانچتے چلیں۔

323۔ **مولانا کی پیش کردہ آیت اور اس کا مولویانہ ترجمہ**:۔

۔''اے ایمان والو جب بروز جمعہ نماز (جمعہ) کی اذان دی جائے تو فوراً اللہ کے ذکر (**نماز جمعہ**) کیطرف جلدی چل کر

جاؤ۔اور خرید و فروخت ترک کر دو ۔ایسا کرنا تمہارے لئے یقیناً بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔''

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَO(62/9)

اوّل: مولانا کے خود قائم کردہ احتمالات اور مسلّمہ شبہات

(i) سب سے پہلا سوال واحتمال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولانا نے اس ترجمہ میں دو عدد قوسین یا بریکٹ کیوں لگائے ہیں؟ اس کا جواب ان قوسین کو ہٹا کر ترجمہ پڑھنے سے خود ہی مل جاتا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ اس آیت میں اس ترجمہ کی رُو سے بھی نماز جمعہ یعنی لِصَلٰوۃ الجمعۃ نہیں ہے۔لہٰذا مولانا کو احتمال ہی نہیں بلکہ یقین حاصل ہو گیا کہ اگر میں قوسین میں (جمعہ) نہ لکھوں تو ناظرین اس ترجمہ سے ہرگز نماز جمعہ مراد نہ لیں گے۔اور جب مراد یقینی طور پر واضح نہ ہو تو کلام مجمل ہوتا ہے۔اور اس کا نتیجہ یقین نہیں بلکہ ظن ہوا کرتا ہے۔اور اس کے مفصّل یا مفسّر یا مبیّن کی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے۔اس لئے مجھے اس احتمال سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کے لئے لفظ ''**نماز جمعہ**'' درکار ہے۔آیت میں یہ لفظ بڑھانا ناممکن ہے۔لہٰذا قوسین میں لفظ جمعہ لکھ دیا گیا۔اِس سے اللہ کی بات بدل گئی اور بجائے اس کے کہ اے ایمان والو جب بروز جمعہ نماز کی اذان دی جائے، کے یوں ہو گیا کہ اے ایمان والو جب بروز جمعہ نماز جمعہ کی اذان دی جائے۔''

اگر دوسری قوسین نہ ہوتیں تو اللہ نے بقول مولانا یہ فرمایا تھا کہ:۔''تو فوراً اللہ کے ذکر کی طرف جلدی چل کر جاؤ۔''

یہاں مولانا کو پھر یقین حاصل ہو گیا کہ اللہ نے نماز جمعہ کو نظر انداز کر دیا ہے۔اس کی جگہ لفظ ذکر لایا گیا ہے۔لہٰذا اگر قوسین نہ لگائے گئے تو دوہرے دوہرے احتمال پیدا ہوں گے کہ ذکر سے کیا مراد ہے؟ اور جمعہ کے دن کی اذان سے کون سی اذان اور نماز سے کون سی نماز مراد ہے؟ لہٰذا ان کو دُور کرنے کے لئے کلام اللہ میں تحریف لازم تھی تا کہ:

'' فوراً اللہ کے ذکر نماز کی طرف جلدی چل کر جاؤ'' ہو جائے۔چنانچہ مولانا نے اپنی دانش کے مطابق تین عدد احتمالات کو رفع کرنے کی کوشش کی۔لیکن بدقسمتی سے وہ موجود ہیں جب تک آیت کو یوں نہ کر لیا جائے۔

یاَ یُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِصَلٰوۃِ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ فَانْطَلِقُوْا فَوْرًا الیھا۔یا اِلٰی صَلٰوۃِ الجمعۃ۔

اے ایمان والو جب بروز جمعہ، نماز جمعہ کی اذان دی جائے۔تو فوراً نماز جمعہ کی طرف جلدی چل کر جاؤ۔''

اس آیت کی تشریحات جو سابقاً گذر چکی ہیں اُن کو دوہرا کر وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتے۔آپ کو چاہئے کہ پلٹ کر وہ مقامات خود دیکھ لیں۔ہم نے چیلنج کر دیا ہے جس کو کوئی توڑ نہیں سکتا۔یہاں تو تازہ تازہ اور نئے احتمالات دکھانا مقصود ہیں۔

دوم۔ مولانا نے اسی قسم کے احتمالات و مخالفت کرنے والے یقینیات کو دیکھ کر اس آیت کے بجائے مفسرین خاصہ وعامہ کے اتفاق کو وجہ دلالت بنایا تھا۔اور ہم مولانا کو اس گریز پر داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔مگر افسوس کہ وہ اتفاق اُن کے اپنے قلم سے

اختلاف بن کر باطل قرار پا گیا۔

سوم۔ اس آیت سے مولانا نے سعی کو واجب اور مقدمہ قرار دیا ہے جو بالکل صحیح ہے۔ مگر آیت میں سعی جس کی طرف یا جس کیلئے ہے وہ ذکر اللہ ہے۔ لیکن مولانا کا نماز جمعہ کو ذوالمقدمہ قرار دینا بتاتا ہے کہ وہ ذکر اللہ سے نماز جمعہ مراد لیتے ہیں۔ جو آیت میں موجود نہیں ہے۔ لیکن حضرت مولانا نے مسئلہ تحریف کو ثابت کرتے ہوئے مذکورہ اصول نمبر (د) سے پہلے یہ بیان دیا ہے کہ:۔

چہارم۔ ''۔نظریۂ تحریف کے ابطال پر دو آیتیں پیش کی جاتی ہیں۔ پہلی آیت یہ ہے۔ ارشاد قدرت ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ o(15/9) (سورہ حج پ 14 ع 1) ہم نے ذکر کو نازل کیا ہے۔ اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔ جب خداوند عالم قرآن کی حفاظت کا وعدہ کر رہا ہے تو کون شخص اس میں کچھ تحریف اور تغیّر وتبدل کر سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سلسلہ میں اس آیت مبارکہ کے ساتھ تمسک کرنا بچند وجوہ صحیح نہیں ہے۔ اولاً اس لئے کہ قرآنی اصطلاح میں ''ذکر'' کا اطلاق جس طرح قرآن پر ہوا ہے۔ (اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْن) اُسی طرح اِس کا اطلاق جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ہوا ہے۔ (اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا) لہٰذا عین ممکن ہے کہ یہاں اس ذکر سے مراد پیغمبرؐ اسلام کی ذات والاصفات ہو کہ خداوند عالم شر اعداء سے ان کی حفاظت وحراست کا وعدہ فرما رہا ہے۔ (واللّٰه یعصمک من الناس) اسی بنا پر آیت مبارکہ فَاسْئَلُوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون میں وارد شدہ لفظ ''۔اھل ذکر۔'' سے مراد اھل رسولؐ لئے جاتے ہیں۔ بنابریں اس آیت کو ہمارے متعلقہ مسئلہ (تحریف) کے ساتھ کوئی ربط نہیں رہتا۔ اور وہ (آیت) اس موضوع سے بالکل اجنبی قرار پاتی ہے۔ اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہاں ذکر سے مراد قرآن مجید ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس سے مراد قرآن مجید کے تمام افراد ہیں؟ یا اس سے مراد مطلق قرآن ہے۔ (جو کہ ایک فرد کے ضمن میں بھی متحقق ہو سکتا ہے)۔''(احسن الفوائد صفحہ 379-378)

مولانا برابر احتمال پر احتمال پیدا کرتے اور قرآن میں عام طور پر تحریف ہو چکنے کے ثبوت دیتے چلے جاتے ہیں۔ اور صرف ایک قرآن کو محفوظ مانتے ہیں۔ بہرحال یہ مفصل طریقہ آپ نے دیکھ لیا۔ اور یہاں ہمیں عرض کرنا ہے کہ:۔

پنجم۔ جمعہ کی آیت میں وارد شدہ لفظ ''الذکر'' سے مولانا کے بقلم خود نماز مراد نہ ہونا ثابت ہو گیا۔ لہٰذا سعی جو مقدمہ تھی وہ نماز کے وجوب کی دلیل نہیں بنتی اور اس سے نماز جمعہ کا وجوب تو وجوب، وجود بھی ساقط ہو گیا۔ بلکہ؛

ششم۔ نماز جمعہ کے بجائے ''الذکر'' سے آنحضرتؐ وآئمہ اہل بیت علیہم السلام ثابت ہوئے۔ جو ہم نے احادیث وقرآن کے بیّنات سے ثابت کر دیا ہے۔ لہٰذا آیت جمعہ سے نماز جمعہ نہیں بلکہ قیامِ ولایت کے لئے ولایت کی طرف سعی واجب ہوئی جو صرف نماز میں منحصر نہیں ہے۔

ہفتم۔ مولانا کے اس تازہ بیان کی روشنی میں آیت جمعہ کے مختلف الفاظ کی مرادیں جو ہم نے قرآن وحدیث سے متعین کی ہیں ثابت ہوگئیں۔لہٰذا مولانا کی تصدیق کے ساتھ آیت جمعہ سے نماز جمعہ کی جگہ:۔

1۔نودی سے قیام امامت کی ندا اور؛

2۔جمعہ سے قیام وعہد ومیثاق ولایت کا دن اور ولایت کے ماننے والوں اور منکروں کے لئے جزا وسزا کا دن؛

3۔اور فاسعوا سے چل کر تیز جانا وغیرہ نہیں بلکہ دن رات سعی وکوشش قیامِ ولایت۔اور؛

4۔خیر سے خود امامؑ وولایت ثابت ہوگئے۔(**باقی آیات جمعہ والفاظ سے بحث نہیں ہے۔**)

ہشتم۔ مولانا نے نماز جمعہ کے وجوب کی بحث میں خود تسلیم کیا ہے کہ تمام مفسرین خاصّہ وعامہ کے نزدیک الذکر سے نماز جمعہ مراد نہیں ہے۔بلکہ دو خطبے مراد ہیں۔اور پھر یہ بھی کہ الذکر سے دونوں خطبے مراد نہیں بلکہ مفسرین خاصہ وعامہ اس سے نماز جمعہ مراد لیتے ہیں۔یعنی مفسرین خاصہ وعامہ کو اس آیت کی صحیح مراد معلوم نہیں ہوسکتی ہے۔گویا تمام مفسرین کو اس آیت میں احتمالات ماننا پڑے ہیں۔لہٰذا یہ آیت وجوب نماز جمعہ پر دلیل نہیں بنتی۔

نہم۔ مولانا مانتے ہیں کہ آیت میں جو کچھ ظاہر ہے وہ یہی ہے کہ نماز جمعہ (یا جو کچھ بھی اس آیت سے مراد لیا جائے وہ) اُنہی لوگوں کیلئے ہے جو زمانہ نبوی میں موجود تھے۔لیکن احتمال یہ ہے کہ حلال محمدؐ قیامت تک حلال ہے۔اسلئے نماز جمعہ بھی قیامت تک حلال ہے۔اور ظاہر ہے کہ حلال واجب نہیں ہوتا۔لہٰذا جدید احتمال اور تازہ دلیل کی رُو سے وجوب نماز جمعہ ساقط ہوگیا۔اور وہ حلال بھی اس کیلئے رہ گیا جو اس دلیل کو دلیل سمجھ کر اختیار کرے۔ورنہ محمدؐ کا حرام بھی قیامت تک حرام ہے۔

دہم۔ مولانا نے اپنی بحث میں اس امر کو بار بار تسلیم کیا ہے کہ اس آیت کی مراد کے تعیّن میں علماء اعلام کو شبہات ہوئے ہیں۔اور پھر مولانا نے اُن شبہات کو شبہات کہہ کر اُن پر بحث کی ہے۔اور اپنے خیال میں وارد شدہ شبہات کو رفع کیا ہے۔اس سے آیتِ جمعہ احتمالات کا مرکز بن گئی اور استدلال کے لئے غلط ہونا ثابت ہوا۔(<u>مولانا کے اصول نمبر۔الف،ب،د،ہ،اور واؤ کو فراموش نہ کریں</u>)

یازدھم۔ مولانا کے اصول نمبر (ہ) کو سامنے رکھ کر پڑھیں کہ آیت جمعہ سے اس کا بھی پتہ نہیں چلتا کہ:۔

(1) جمعہ کی نماز میں اور باقی نمازوں میں کیا فرق ہے؛

(2) نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا وقت کیا ہے؛

(3) نہ یہ بتایا گیا ہے کہ الذین امنوا میں کوئی مستثنیٰ ہے یا نہیں؛

(4) بیماروں کا کیا ہوگا؛

(5) مستورات کیوں شامل نہ کی جائیں؛

(6) محتاج لوگ کیا کریں؛

(7) یہ نماز کہاں پڑھی جائے؛

(8) اس میں دو آدمیوں کی جماعت کیوں نہ ہو؟؛

(9) غلام وکنیزیں کیوں شریک نہ ہوں؛

(10) اس نماز کی ندا کیسے دی جائے؛

(11) یہ ندا کون دے گا؛

(12) کیا ہر جمعہ کو ندا دینا لازم ہے؛

(13) یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ ندا نہ سننے والا یا بہرہ شخص کیا کرے گا؛

(14) سعی کے معنی اگر دوڑنا یا کوشش کرنا ہیں تو اس سے یہ کیسے معلوم ہوگا کہ مسجد میں جا کر نماز جماعت پڑھی جائے گی؟ دو خطبے ہوں گے۔ خطبے پہلے ہوں گے۔ وغیرہ وغیرہ یہاں مولانا کے الفاظ اُنہیں سنایئے کہ:۔

۔''**جن آیات میں اس قدر احتمالاتِ کثیرہ موجود ہوں**۔ اُن سے کسی مقصد کے اثبات کے سلسلہ میں استدلال کرنا کیونکر درست ہوسکتا ہے؟ (اصول نمبر (ہ) پیرا نمبر 320)

دوازدھم۔ مولانا کے بیان مندرجہ احتمال چہارم میں کہا گیا تھا کہ ''۔قرآنی اصطلاح میں ''ذکر'' کا اطلاق جس طرح قرآن پر ہوا ہے۔ اسی طرح اس کا اطلاق رسوؐل خدا پر بھی ہوا ہے۔'' اس اصول کی بنا پر انہی کی زبان میں ہم عرض کرتے ہیں کہ:۔

''قرآنی اصطلاح میں ''صلوٰۃ'' کا اطلاق جس طرح نماز پر ہوا (اقیموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ) بالکل اسی طرح صلوٰۃ کا اطلاق دعا کے لئے بھی ہوا ہے؛

(1) وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ۔ اُن کے لئے دعا کر کیونکہ تمہاری دعا اُن لوگوں کے حق میں اطمینان کا باعث ہے۔ (فرمان علی 9/103)

(2) قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ۔ خدا کی نزدیکی اور رسوؐل کی دعاؤں کا ذریعہ..... (فرمان علی 9/99)

(3) اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (33/56)

یہاں ہرگز نماز پڑھنا معنی نہیں کئے جاسکتے ورنہ اللہ کو نمازی اور عابد ماننا پڑے گا۔ چنانچہ یہاں آپ کو اس کے معنی اللہ کی طرف سے لطف وکرم وعنایات۔ ملائکہ کی طرف سے خدا کی توجہات کے لئے دعائیں ماننا پڑے گا۔ ہم طول دینا نہیں

چاہتے ورنہ دکھاتے کہ صلوٰۃ کا اطلاق نماز کے لئے **الشاذو کالمعدوم** کی طرح ہے۔ پھر جس طرح قرآنی اصطلاح میں صلوۃ کا اطلاق نماز اور دعا ورحمت ودرود کے لئے ہوا ہے اسی طرح اس کا اطلاق مجوسیوں کے عبادت خانہ کیلئے بھی ہوا ہے۔ **صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ**.....الخ (22/40) اور یہاں اغلب یہ ہے کہ اس صلوۃ سے ایک ایسا مجمع جو قیامِ ولایت کے لئے جمع ہو۔ جس کا ایک ایسا لیڈر ہو جو اُن مزاحمتوں کو رفع کرنے کی قابلیت رکھتا ہو جو قیامِ ولایت میں حارج ہیں۔ مراد لیا جائے۔ خواہ یہ مجمع چُھپ کر کام کرے یا اعلانیہ اس مقصد میں کوشاں ہو۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ ایسے لیڈر اور مجمع کو خداوند عالم **فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ** کا ثواب مرحمت فرمائے گا۔ لہٰذا اگر جمعہ کی آیت یوں ہوتی کہ:۔

324۔ يٰاَيُّهَا الذين امنوا اذا نودى لصلوة الجمعة فاسعوا اليها وَصَلُّوا صلوة الجمة اسبوعاً۔ اے ایمان والو جب تمہیں جمعہ کی دُعا کے لئے ندا دی جائے تو تم اس دُعا کے لئے کوشاں ہو۔ اور ہفتہ وار جمعہ کی دُعا کیا کرو۔''

اس صورت میں بھی ہم خالص قرآن کریم سے اگر سمجھتے تو بس یہی جو اوپر ترجمہ میں لکھا ہے۔ اسلئے کہ اس ہماری گھڑی ہوئی مگر مولانا کے منشاء کے عین مطابق آیت میں بھی سینکڑوں ضروری چیزیں موجود نہیں۔ جو ہم نماز جمعہ کے متعلق احادیث سے جانتے ہیں۔ لہٰذا یہ ماننا ہی پڑیگا کہ صرف قرآن سے نماز جمعہ کی کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ لہٰذا ہم نہایت اطمینان قلب و ذمہ داری کیساتھ عرض کرتے ہیں کہ آیات جمعہ سے مولانا کے معیار کے مطابق، یقین وقطع کے ساتھ نماز جمعہ کا وجوب مطلقاً ثابت نہیں ہے۔ نہ یہ پتہ چلتا ہے کہ نماز جمعہ خود کیا ہے؟ کس وقت ہے؟ الغرض یہ آیت احادیث کی محتاج ہے۔ اور حدیث سے جو کچھ مولانا نے لکھا ہے۔ جلد سامنے آنیوالا ہے۔ لیکن پہلے مولانا کے دلائل کو تلاش کر کر کے آپکے سامنے رکھدیں تو احادیث کا نمبر آئیگا۔

325۔ مولانا نے فرمایا ہے کہ نماز جمعہ کے لئے سعی واجب ہے۔ اور سعی مقدمہ ہے نماز جمعہ کا۔ لہٰذا مقدمہ کے وجوب سے ذوالمقدمہ یعنی نماز جمعہ کا واجب ہونا لازم آتا ہے۔ ہم نے تسلیم کرلیا۔ حالانکہ آج تک نماز جمعہ کی سعی کو کسی شیعہ مجتہد نے واجب نہیں کہا۔ اور نہ قانون شریعت میں یہ سعی واجب قرار پاتی ہے۔ بہرحال ہم مانے لیتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ سعی کیا ہے؟ مولانا نے فرمایا ہے کہ ''۔ جلدی چل کر جانا۔'' نماز جمعہ کے لئے سعی ہے۔ اور شبہ نمبر (3) کا جواب دیتے ہوئے۔ بلا کسی اعتراض و کراہت کے سعی کے معنی ''دوڑنا'' قبول کر لئے ہیں۔ تو اب یہ دیکھنا ہوگا کہ کیا جو شخص آہستہ آہستہ چل کر جائے، یا کسی سواری پر جائے، یا خود مسجد کے حجرہ ہی میں رہتا ہو، یا ندا کے وقت پہلے سے مسجد میں موجود ہوں۔ ان لوگوں کی نماز جمعہ ہوگی یا نہیں؟ یہاں تمام فقہاء اسلام اور مولانا کا جواب ہوگا۔ کہ اُن کی نماز جمعہ ضرور ہوگی۔ لیکن کہا تو یہ گیا تھا کہ سعی واجب ہے۔ اور ندا ہو جانے کے بعد واجب ہے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اُن لوگوں کو ماخوذ کیا جاتا جنھوں نے سعی کے واجب ہوتے ہوئے اس کی خلاف ورزی کی۔ دوڑنے **یا تیز چلنے** کی قوت ہوتے ہوئے اُنھوں نے اس واجب کے خلاف کیا۔ ان کو اِدھر گناہ کبیرہ کا

عمداً امجرم ماننا ہوگا۔اُدھر مقدمہ کے بجانہ لانے کی بناپر ذوالمقدمہ بھی ان سے قبول نہ کیا جائے گا۔اگرایسانہیں ہے؟ تو ثابت ہوا کہ **سعی یعنی دوڑنا یا جلدی چل کر جانا واجب نہیں ہے**۔اور جب سعی کا وجوب ساقط ہوگیا۔تو مولانا کی دلیلِ وجوبِ نمازِ جمعہ ساقط ہوگئی۔لہٰذا نماز جمعہ جس بنیاد پر واجب بتائی گئی تھی اب واجب نہ رہی۔علاوہ ازیں سابقہ مباحث میں ہم نے یقین و قطع کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کہ دوڑنے بھاگنے یا تیز چلنے کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔اس کے برعکس وقار وسکون کو لازم قرار دیا گیا ہے۔خواہ نماز جمعہ ملے یا نہ ملے۔(پیرانمبر 106-101 تک)

326۔ وجوبِ سعی سے نمازِ جمعہ کو واجب کرنے کا انکشاف قانونِ فقہ کی رُو سے سراسر غلط ہے۔مقدمہ کے وجوب سے ذوالمقدمہ کا واجب ہونا صرف اُس وقت لازم آتا ہے جب کہ کوئی مقدّمہ مطلقاً واجب ہو۔یعنی خود مقدمہ مشروط بالشرائط یا مقیّد بالقیود نہ ہو۔مگر مولانا نے خود تسلیم کیا ہے کہ سعی بعد ندا واجب ہے۔یعنی جب ندا ہوگی (اِذَا نودی) تب سعی ہوگی۔سعی بلا ندا مطلوب نہیں ہے۔اور ندا کے بغیر سعی کرنا حماقت ہے۔یہاں دو چیزوں کی طرف توجہ لازم ہے۔اوّل یہ کہ ہم نے قرآن کریم و احادیث کے بیّنات سے ثابت کیا ہے کہ سعی کے معنی وہ نہیں ہیں جو عام طور پر مشہور ہوگئے ہیں۔اور خود مولانا نے اپنے اُن معنی کی تردید کردی ہے۔چنانچہ بندوں کو اپنے افعال میں بااختیار ثابت کرتے ہوئے مسئلہ جبر کی تردید میں لکھتے ہیں کہ **لتجزی کل نفسٍ بما تسعٰی (پ16 سورہ طٰہٰ ع10) ہرآدمی کواس کی کوشش کے مطابق جزادی جائے گی**''(صفحہ 128۔احسن الفوائد)

یعنی سعی کے معنی دوڑنا بھاگنا۔تیز چلنا وغیرہ نہیں بلکہ ''**کوشش**'' ہیں۔چنانچہ ہم نے کوشش کو واجب قرار دیا ہے اور مطلقاً واجب ثابت کیا ہے۔لیکن ساتھ ہی۔مطلق کوشش کرنے والوں کو ماجور اور بلا نماز جمعہ پڑھے ہوئے واجب کا ادا کردینے والا ثابت کردیا ہے۔یعنی جو شخص قیام ولایت یا انسانوں کو امامؑ عصر سے مربوط کرنے کے سلسلہ میں کوئی بھی کام کرے وہ فاسعوااِلٰی ذِکراللہ کے واجب حکم کوادا کرنے والا ہے۔

دوم اس بات پرغور کرنا ہے کہ دراصل سعی کی بحث نہیں ہے۔بحث اس پر ہونا چاہئے کہ ندا کیا ہے؟ ندا کون دے گا؟ کب دیگا؟ اس میں کیا کہنا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔جب یہ طے ہوجائے گا۔تب جا کر ندا ہوگی اور جب ندا ہوجائے گی۔اس کے بعد سعی ہوگی ورنہ نہ سعی ہوگی۔نہ نماز جمعہ ہوگی۔اس سلسلہ میں ہم مختتم بحثیں پیش کر چکے ہیں جن کو دوہرانا ضروری نہیں ہے۔

327۔ یہاں ایک اور مصیبت سامنے آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ نماز جمعہ کے خطبوں کو واجب نہیں مانا گیا ہے۔چنانچہ جو شخص خطبوں میں اتفاقاً یا عمداً شریک نہ ہو اس کی نماز جمعہ میں کوئی خرابی نہیں مانی گئی ہے۔مولانا بھی اس پر متفق ہیں۔احادیث وفقہاء کرام بھی مانتے اور لکھتے چلے آئے ہیں کہ اگر صرف آخری رکعت وہ بھی رکوع سے مل جائے۔تو نماز جمعہ ہوجاتی ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ وقت کی تنگی کے عذر سے بھی سعی کرنا لازم نہ رہا۔اور نماز جمعہ ذوالمقدمہ نہ رہی۔اس لئے کہ ذوالمقدمہ تو ہرگز اپنے

مقدمہ کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتا۔اور یہاں فرسٹ کلاس نماز جمعہ ادا ہوگئی۔ یہ بھی یاد ہوگا کہ مولانا ءمحترم کے نزدیک صرف سعی واجب نہیں تھی۔ بلکہ سعی ''فوراً'' کی شرط کے ساتھ واجب تھی۔ چنانچہ ان کا ترجمہ تھا کہ ''**تو فوراً** اللہ کے ذکر (نماز جمعہ) کی طرف جلدی چل کر جاؤ''۔ یہاں دو اعتراض ہوتے ہیں۔اور دونوں مولانا ءمحترم کے مدعیٰ کو باطل کرتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہ ہے کہ ندا کے بعد فوراً دوڑنا یا جلدی چلنا۔ یا تیز چلنا ناممکن ہے۔لہٰذا ناممکن کا تقاضہ خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتا۔ پھر تاخیر خواہ عمداً بلا عذر ہو یا عُذر کے ساتھ انسان کو گنہگار نہیں کرتی۔ پھر یہ کہ ندا سے پہلے بلکہ ایک دن پہلے یعنی جمعرات کو سعی کرنا حدیث سے ثابت ہو چکا ہے۔لہٰذا ندا کے بعد اور فوراً بعد کی دونوں شرطیں ٹوٹ گئیں۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مولانا سرکار نے فرمایا ہے کہ **سعی نماز کا مقدمہ ہے**۔یعنی جلدی چل کر جانے والا نماز کیلئے جا رہا ہے۔مگر جو جس قدر جلدی جائیگا وہ اسی قدر مولانا کے مدعیٰ کے خلاف ہے۔اور جو جس قدر دیر سے جائیگا۔ وہ مولانا کے مدعیٰ کے حق میں ہے۔یعنی جلدی جانیوالوں کو خطبہ ملے گا۔ اور دیر سے جانیوالوں کو نماز ملے گی۔تو مولانا کے حکم کی صحیح تعمیل کرنے والوں کیلئے سعی کا ذوالمقدمہ نماز نہ ہوئی بلکہ خطبے ہوئے۔ لہٰذا اگر سعی واقعی مقدمہ تھی اور واجب تھی تو اس سے نماز جمعہ کی جگہ خطبوں کا وجوب ثابت ہوا۔ جو مولانا کے نزدیک بھی مستحب ہے۔لہٰذا ذوالمقدمہ جو بھی ہو وہ مستحب ہوا، نہ کہ واجب۔ دراصل یہ تمام شبہات ہیں جو اکثر لوگوں کو ہوتے رہے۔اور نماز جمعہ کی حقیقی غرض کی آڑ میں تقویت پاتے رہے۔اور تقدس واحترام کی بنا پر موردالزام واعتراض نہ ہوئے۔

اِذَا نُوْدِیَ پر مزید بحث

328۔ پیرا نمبر (326) کے آخر میں ندا پر مزید گفتگو کا تقاضہ پیدا ہوا تھا چنانچہ اس پر جس قدر گفتگو ہو چکی ہے گو وہ بہت کافی ہے لیکن چند پہلو باقی چھوڑ دیئے گئے تھے۔تا کہ مسئلہ کی فقہی بحث میں کام آسکیں۔ چنانچہ آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرتے ہیں کہ تمام مومنین سے کہا گیا کہ ''جب ندا دی جائے'' تب سعی کرو۔؛

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ۔ ۔۔۔۔فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ۔۔۔۔الخ:۔

یہاں یہ چیز غور طلب ہے کہ خدا نے تمام مومنین کو مخاطب کیا۔کوئی مومن اس خطاب سے باہر نہیں ہے۔اور تمام مومنین کو جمعہ کے دن ندا سُننے کی طرف متوجہ کیا ہے۔یعنی تمام مومنین پر ندا کا سُننا بھی لازم نہیں کیا۔ بلکہ یہ کہا کہ جب ندا دی جائے تب؛ اُن کو یہ نہیں کہا گیا کہ:۔**یاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا نَادُوْا للصلوۃ من یوم الجمعۃ**۔

اے مومنین تم جمعہ کے دن نماز کے لئے ندا دو۔ اگر ایسا ہوتا تو ندا دینا تمام مومنین کی ذمہ داری ہوتی۔یعنی ندا دینا اُن پر واجب ہو جاتا۔مگر وہاں تو صرف ندا کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔اور یہ بتایا ہے کہ ندا ہو جانے کے بعد نماز ہوگی۔ یہاں آپ اُس دعویٰ کو سامنے لائیں۔ دعویٰ یہ ہے کہ:۔

دعویٰ۔ جمعہ کی نماز تمام مومنین پر خود ہی پڑھ لینا واجب ہے۔

دلیل۔ دلیل کہتی ہے جب نمازِ جمعہ کے لئے ندا دی جائے تب ذکراللہ کی طرف سعی کرنا واجب ہے۔

329۔ ہر سمجھدار وصاحب عقل انسان سے یہ سوال ہے کہ کیا اس دعویٰ پر یہ دلیل صحیح ہے؟

غور فرمایئے کہ آپ پر کیا واجب ہے؟ جواب آیت میں یہ ہے کہ ذکراللہ کی طرف سعی (چل کر جانا۔جلدی چل کر جانا دوڑنا۔کوشش) کرنا واجب ہوا ہے۔دوسرے اُن کے مفیدِ مطلب بات یہ کہ نماز جمعہ میں شریک ہونا۔یا نماز جمعہ پڑھنا واجب ہوا ہے۔کیا نماز جمعہ کو بلا ندا کے پڑھ لینے سے یہ واجب ادا ہو جائے گا؟ جواب ہوگا ہرگز نہیں۔ظاہر و ثابت ہو گیا کہ جب نماز جمعہ کے لئے ندا ہو چکے گی تب نماز جمعہ پڑھنا مومنین پر واجب ہو گی۔بلا ندا یا ندا سے پہلے اگر سارے مومنین نماز جمعہ پڑھیں۔ یہ واجب ادا نہیں ہو سکتا۔بلکہ اس قسم کی نماز جمعہ پڑھنے والے یقیناً گنہگار رہوں گے۔

اس پہلو پر بار بار سوچئے۔جمعہ کی تمام بحثیں اِن ہی دو پہلوؤں پر منحصر ہیں۔اگر یہ پہلو واضح نہ ہوا تو گویا نمازِ جمعہ کی حیثیت واضح نہیں ہوئی۔جس کو سمجھنے کے لئے آپ زحمت اُٹھا رہے ہیں۔

330۔ آپ، ہم اور تمام مومنین جہاں جہاں بھی ہوں۔جمعہ کے دن سب کو ندا کی طرف دھیان رکھنا چاہئے۔یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ ندا سننے کے بعد ہمیں نماز جمعہ کی طرف سعی کرنا ہے۔نماز پڑھنا ہے۔جب تمام مومنین منتظر ہیں تو ندا کون دے گا؟ ظاہر ہے کہ وہ ہستی جو ندا دے گی یا ندا کے لئے کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کرے گی وہی ہو سکتی ہے جو تمام مومنین (یـآ یُّھَـا الَّذِیْنَ آمَنُوْا) کی سربراہ ہے۔اُنہیں احکامات دیتی ہے، طریقہ بتاتی ہے، تعمیل کراتی ہے جو یآ یُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پر حاکم ہے۔آمر ہے، شارع ہے اور جو مخاطبین سے الگ اور ماسوا ہے۔یـآ یُّھَـاالَّـذِیْـنَ اٰمَـنُـوْا کے مخاطب مومنین محض عمل کریں گے، تعمیل کریں گے۔اِس لئے کہ اُن سے یہی تو کہا گیا ہے کہ جب ندا دی جائے تب تم سعی کرو۔یہ نہیں کہا گیا کہ جب جمعہ کا دن آئے تو خود ہی ندا دے کر نماز قائم کر لیا کرو۔

331۔ فرض کر لیجئے کہ مومنین سے یہی کہا گیا ہے کہ جمعہ کے دن تم خود ہی ندا دے کر نماز پڑھ لیا کرو۔یا ندا دے کر نماز کی طرف سعی کیا کرو۔اب اس حکم پر عملی حیثیت سے نظر ڈالئے۔جمعہ کا دن ہے۔زوالِ آفتاب کا وقت آ گیا مومنین جہاں جہاں بھی تھے۔غسل خانہ میں، جہاز کے مستول پر، راہ میں۔دکان پر، دفتر میں، اپنے اندازہ کے مطابق یا گھڑی کی مدد سے ہر ایک نے ندا شروع کر دی۔آخر ندا ختم ہوئی۔اب ہر مومن نے جدھر سے ندا کی آواز سُنی اُدھر دوڑا۔یا تیز چلا۔ندا کی آوازیں ہر مومن کے کانوں میں اُسی طرح چاروں طرف سے آئی تھیں۔جس طرح اُس کی ندا چاروں طرف کے مومنین کے کانوں میں گئی تھیں۔لہٰذا ہر مومن چاروں طرف دوڑے گا۔یا تیز چلے گا۔اور وہ چاروں طرف بیک وقت دوڑ نہیں سکتا بلکہ کبھی داہنے دوڑے

گا تو کبھی بائیں طرف جائے گا۔ ذرا سا غور فرمائیں اس طرح عمل کر کے دیکھیں۔ یقیناً نہ آپ ایسا کریں گے نہ اسے پسند کریں گے۔ نہ لوگ آپ کو پاگل خانہ سے ادھر چھوڑیں گے۔ اور اگر واقعی سب مومنین ایسا شروع کر دیں تو مذہب مضحکہ بن جائے گا۔ نہ معلوم کس کا سر کہاں ٹکرائے گا اور کس کی قسمت کہاں پھوٹے؟

332۔ اسی لئے خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ اے مومنین تم جمعہ کے دن خود ہی ندا دے دیا کرو۔ اس لئے کہ دو ہزار یا دس ہزار مومنین ایک جگہ جماعت سے نماز پڑھیں تو کوئی گڑ بڑ نہ ہوگی۔ لیکن اگر یہ سب ندا دینا شروع کر دیں تو ایک فساد ہو جائے گا۔ اور رات کو شب بیدار گیدڑوں سے کہیں زیادہ شور و غوغا مچے گا۔ اور ندا کے خاتمہ پر تو عقل کا خاتمہ ہو جائے گا۔ فہم و فراست اور سعی و فقاہت صفِ ماتم بچھالیں گی۔ اور مذہب ایسے عقل مند مومنین کے لئے سر پیٹے گا۔ یاد رکھئے اور کبھی فراموش نہ کیجئے کہ ہمارے یہاں تمام مسلمانوں میں (شیعہ و سنی شامل) نماز جمعہ کے لئے مندرجہ ذیل پر اتفاق ہے۔

اوّل:۔ نماز جمعہ تمام مسلمانوں پر واجب یا فرض ہے؛

دوم:۔ نماز جمعہ ندا کے بعد فرض ہے؛

سوم:۔ نداءِ نمازِ جمعہ کے بغیر نماز جمعہ ادا نہیں ہو سکتی؛

چہارم:۔ نمازِ جمعہ کے لئے ندا نماز ظہر کے اوّلین وقت پر دی جائے گی؛

پنجم:۔ نماز جمعہ کے لئے دو خطبے لازم ہیں ان کے بغیر نماز جمعہ نہیں ہوتی؛

ششم:۔ نمازِ جمعہ میں جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے؛

ہفتم:۔ نماز جمعہ کی دو رکعتیں ہوں گی۔ وغیرہ وغیرہ۔

333۔ مختصراً یوں عرض کریں کہ مسلمانوں میں نماز جمعہ کا وجوب سب مانتے ہیں۔ کسی کو وجوب سے انکار نہیں ہے۔ مگر مومنین و مسلمین کی نیز اُنکے علماء مجتہدین و محدثین کی عظیم الشان کثرت قرآن و حدیث سے یہ سمجھی اور اِسی پر عمل کیا کہ **نماز جمعہ کی ندا اور اسکے قائم کرنے کا اختیار سربراہِ اُمت کو ہے۔ مومنین کو قرآن و حدیث نے یہ اختیار نہیں دیا**۔ البتہ جب سربراہٗ اُمت نماز جمعہ کیلئے ندا و قیام کی اجازت دیدے تو پھر تمام مومنین و مسلمین پر نماز جمعہ میں شریک ہونا واجب ہے۔ سوائے اُنکے جنکو اللہ و سربراہٗ اُمت معذور رکھیں۔ یا مستثنیٰ قرار دے دیں۔ یہ سمجھنا اور اس پر عمل کرنا قرآن کی زیرِ نظر آیات کے سو فیصد مطابق ہے۔

334۔ مسلمانوں میں اکّا دُکّا ایسے علماء بھی گذرتے رہے ہیں جو جذبہ و جوشِ دینی کے ماتحت سربراہِ اُمت کی اجازت کو ضروری خیال نہیں کرتے تھے۔ بلکہ جسطرح ہو سکے اُمت کو عبادت و نیکیوں میں مصروف رکھنے کی غرض سے آیات جمعہ و احادیث جمعہ میں قیاس سے کام لیتے اور سربراہٗ اُمت کی اجازت کے بغیر ہی نماز جمعہ کیلئے خود ہی ندا دیتے۔ پھر خود ہی نماز کو قائم

کر لینے کا فتویٰ دیتے رہے۔مسلمانوں میں اختلاف پھیلانے والوں نے بعض علماء کرام کے ذمہ غلط طور پر بھی اس قسم کے فتاویٰ چپکا دئے ہیں۔ یہاں یہ بھی سمجھ لیں کہ نماز جمعہ اوّل الذکر علماء کے نزدیک محض عبادت نہیں ہے بلکہ اس سے انتظامات ملکی اور اُمت کی اجتماعی فلاح و بہبود متعلق ہے۔اگر غائر و دیانت دارانہ نظر ڈالی جائے تو حقیقتاً اختلاف ہی یہ ہے کہ آخرالذکر نے نماز جمعہ کو صرف عبادت خیال فرمایا اور عبادت میں اجازت کی شرط کو اسلئے نظرانداز کر دیا کہ عبادت بہرحال عبادت ہے۔ پھر نیک نیتی کے ساتھ عبادت و اطاعت کی غرض سے، بلا کسی ذاتی یا دُنیاوی اغراض کے، عبادت کرنا کیسے مذموم ہوگا؟ یہ چیز اُنکے سامنے رہی اور بس۔ یہی سبب ہے کہ ہم اور ہمارے تمام علماء اس اختلاف کے باوجود اُن علماء کی انتہائی توقیر و تعظیم کا حکم دیتے ہیں۔مگر ساتھ ہی ایک تخریب پسند عنصر بھی چلتا رہا۔ جو کھل کر پردہ شھود پر نہ آیا مگر اختلافی مسائل کو رنگ دیکر اچھالنے کی ہر ممکن و موزوں کوشش کرتا رہا۔اور اُنکی شناخت یہ رہتی رہی کہ وہ زبان طعن و ملامت۔سب وشتم کو دلائل کی جگہ استعمال کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ بعض اُن میں سے کھل کر سامنے بھی آئے۔لیکن ہمارے علماء کی عظمت اس میں مجروح نہ کی جاسکی۔

335۔ شیعہ علماء ہوں یا سُنّی اُن میں سے کسی نے کسی واجب نماز کا واجب سمجھ کر آج تک انکار نہیں کیا ہے۔اور نہ ہی کسی حکم واجب کی تحقیر کسی عالم کو پسند ہوسکتی ہے۔(**یاد رکھیں علماء کی بات ہورہی ہے بدمعاشوں کی نہیں**) جن علماء نے نماز جمعہ کو بلا سربراہ اُمت کی اجازت کے حرام قرار دیا ہے، اُن کی اگر صحیح ترجمانی کی جائے، اُنکے دلائل کو ٹھنڈے دل سے سنا جائے تو اُن کا فتویٰ نہایت معقول اور قابل فہم و عمل ہے۔آج ہمارے مثالی عالم حضرت محسن حکیم دامۃ فیوضہ کا وہی فتویٰ ہے جو حرام کہنے والوں کا فتویٰ تھا۔اور وہ یہ ہے کہ نماز جمعہ کو بلا اجازت سربراہ اُمت (امام علیہ السلام) واجب سمجھ کر واجب کی نیت سے پڑھنا اور ظہر کی نماز کو بلا اجازتِ امامؑ واجب سمجھ کر ترک کر دینا حرام ہے۔لیکن وہ سب یہ کہتے ہیں کہ اگر نماز جمعہ و جماعت کیساتھ معہ دو خطبوں وغیرہ کے اس نیت سے پڑھی جائے کہ نماز ظہر بدستور واجب ہے (اور اُسے ادا کریں) اور نماز کی نیت یہ کریں کہ اگر خدا کو مطلوب ہے تو میں نماز جمعہ بجالاتا ہوں۔ بتایئے اس میں عبادت میں کمی نہ ہوئی۔امامؑ کی پوزیشن بحال رہی۔اور جمعہ کے ذریعہ سے جس کو جو تیر مارنا ہو۔ممالک فتح کرنا ہوں۔دشمنانِ اسلام پر رُعب ڈالنا ہو۔اس کو تیر مارنے فتوحات کرنے یا رُعب ڈالنے کے تمام مواقع موجود ہیں۔کیا یہ سب کچھ ظہر کو ترک کرنے اور جمعہ کی نیت میں لفظ واجب کہہ دینے کے بعد بھی ہوسکتا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ کسی بھی واجب نماز میں کچھ نہ کہیں۔صرف وضو کریں۔قبلہ رُو ہوں نماز شروع کریں۔جتنی رکعتیں اُس وقت کی ہیں۔اُتنی پڑھیں، ترتیب و قرأت الغرض نیت کے الفاظ کے علاوہ تمام عمل درآمد کریں تو خدا خود بخود تمہاری نماز واجب قبول کریگا۔وہ جانتا ہے کہ تم کیا کررہے ہو۔اسی لئے ہم اس پر اصرار نہیں کرتے کہ لوگ اللہ کو یہ بتا کر نماز پڑھیں کہ منہ میرا کعبہ شریف کی طرف ہے۔دونوں ٹانگوں پر کھڑا ہوں۔اللہ اکبر۔نیت کے الفاظ دوہرانا۔ بلند آواز سے کہنا اسی لئے واجب

نہیں سمجھا گیا۔ معنوی نیت درکار ہے۔ علمائے اعلام کا یہی فتویٰ رہا ہے۔ البتہ کچی پکی روٹیوں والے مُلاّ جی ذرا مختلف رہے ہیں۔

آیاتِ جمعہ سے نمازِ جمعہ کے فرض ہونے کو ثابت کرنا دراصل ایک مغالطہ ہے

336۔ آگے بڑھنے سے پہلے ایک طائرانہ نظر میں اس گفتگو کو سمیٹ کر دیکھ لیں:۔

اول۔ یہ کہنا کہ نماز جمعہ میں سعی یعنی دوڑنا یا تیز چلنا واجب ہے۔ فقہائے اسلام اور قانونِ فقہ کے خلاف فتویٰ ہے۔ احادیث میں دوڑنے تیز چلنے بلکہ ہر اس بات کی ممانعت ہے جو سکون و وقار کے خلاف ہو۔ (پیرا نمبر 325)

دوم۔ جو شخص آہستہ آہستہ، باوقار طریقہ پر نماز جمعہ کیلئے پہنچے۔ اُسکی نماز جمعہ فاسد نہیں ہوتی۔ لہٰذا سعی واجب نہیں ہے اور جب مقدمہ ہی واجب نہیں تو مقدمہ کا ذوالمقدمہ ان کی دلیل سے سنت یا مستحب ہو گیا۔ (پیرا نمبر 325)

سوم۔ سعی، نمازِ جمعہ کا مقدمہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ مقدمہ کے بغیر ذوالمقدمہ کا وجود ناممکن ہے۔ لیکن نماز جمعہ بلا سعی و بلا خطبوں میں شمولیت کے ادا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا نہ دونوں لازم و ملزوم ہیں نہ مقدمہ و ذوالمقدمہ ہیں۔ (پیرا نمبر 326-325)

چہارم۔ سعی بعد ندا واجب ہے۔ اور ندا سے قبل یا بلا ندا سعی یا نماز مطلوب نہیں ہے۔ (پیرا نمبر 326)

پنجم۔ نماز جمعہ کے لئے ندا دینا مسلمانوں یا مومنین سے متعلق نہیں کیا گیا وہ صرف سعی کیلئے مخاطب کئے گئے ہیں۔ (328)

ششم۔ بالکل صحیح اور عین وقت پر سعی کرنے والا خطبوں میں شریک ہوتا ہے۔ اور خطبوں میں شرکت تمام فقہاءِ اسلام، اور مولانا کے نزدیک بھی واجب نہیں ہے۔ لہٰذا سعی خطبوں کا مقدمہ ٹھہرتی ہے۔ ذوالمقدمہ کے مستحب ہونے یا واجب نہ ہونے سے خود مقدمہ یا سعی واجب نہ رہی۔ یا پھر خطبے بھی واجب ثابت ہوئے۔ (پیرا نمبر 327)

ہفتم۔ اللہ نے ندا کے بعد سعی کے لئے حکم دیا۔ لیکن سمجھا یہ گیا کہ ہمیں سعی سے پہلے خود ہی ندا دینا لازم ہے۔ پھر (328)

ہشتم۔ ندا خود دینا اگر تمام مومنین کے لئے لازم مان لیا جائے تو پھر نماز جمعہ ہو ہی نہیں سکتی بلکہ فساد اندر فساد ہوگا۔ (331)

نہم۔ ندا کا انتظام اور نماز جمعہ کا قیام یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی مخاطبین کا کام نہیں۔ یہ کام سربراہِ اسلام علیہ السلام کا ہے۔ (پیرا نمبر 330 وغیرہ)

دہم۔ نماز جمعہ کو واجب قرار دینے والوں کا منشاء صرف عبادت کی تحریص و تشویق تھا۔ اس بنا پر اُنہوں نے نیک نیتی، دیانت داری، اور جوش دینی کے تحت ایسے فتاویٰ دئے ہیں اور ساتھ ساتھ نماز جمعہ کی حقیقی حیثیت کا کبھی انکار نہیں کیا۔ (334)

یازدھم۔ نماز جمعہ کی حرمت پر فتویٰ دینے والے علماء کی صحیح ترجمانی سے وہ نہایت عاقبت اندیش۔ دیانتدار اور احترام دین کرنے والے ثابت ہوتے ہیں۔ (335)

دوازدھم۔ تمام فقہاءِ اسلام نے نماز جمعہ کی اُسی حیثیت کی تائید کی ہے جو مولانا کے خلاف ہے۔ (333,334,335)

(قسط 11) JS/11/18566 **18 مئی، 1966ء**

337۔ اس عنوان میں مختصراً یہ ثابت ہوگیا کہ آیاتِ جمعہ سے نمازِ جمعہ کے وجوبِ مطلق یا وجوبِ عینی یا فرض ہونے کو ثابت کرنا دراصل ایک مغالطہ ہے۔ اِن آیات کو مقام بیان میں سمجھنا ناسمجھی کی دلیل ہے۔ گذشتہ بحث اور آنے والے عنوانات کو سمجھنے کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ آپ پیرا نمبر 257 میں مذکورہ آیت کو ملاحظہ فرمائیں اور اس آیہ مبارکہ (33/53) کو فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ کے معنی سمجھاتے ہوئے لایا گیا تھا یہاں اس کو دوسری طرح دیکھیں فرمایا گیا کہ:۔

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّآ أَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ إِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِينَ إِنٰهُ وَلٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا.....الخ (33/53)

338۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم نبیؐ کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو۔ سوائے اسکے کہ تم کو اجازت مل گئی ہو۔ نہ یہ کہ کھانا پکتے ہوئے برتنوں کو تاکنے کیلئے پہلے سے پہنچ جاؤ۔ لیکن جب تمہیں مدعو کیا جائے۔ اُس وقت گھروں میں داخل ہو۔ چنانچہ کھانا کھا چکتے ہی منتشر ہو جاؤ۔''

339۔ یہاں آیاتِ جمعہ والی بات دوہرا دوہرا کر کہی گئی ہے۔ ذرا سا غور فرمائیں کہ کیا اس آیت سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ہم رسوؐل اللہ کو خود جا کر کہیں گے کہ جناب ہمارے لئے کھانا پکوایئے۔ اور ہماری دعوت کیجئے؟ اور اگر وہ دعوت نہ کریں یا موجود نہ ہوں تو ہم خود بخود اُنکے گھر میں جا گھسیں اور خود ہی کھانا پکانا اور پھر کھانا شروع کر دیں؟ یقین کیجئے کہ اس قسم کی سمجھ دراصل پاگل پن ہوگا۔ اور اگر اس پر عمل کیا گیا تو یہ فعل قابلِ دست اندازی پولیس ہوگا۔ اس آیہ مبارکہ سے تو یہ بتایا گیا ہے کہ:۔

1۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں داخلہ کے لئے پہلی شرط اذن ہے؛

2۔ دوسری یہ کہ اگر کھانے کیلئے اذن ملا ہے تو کھانا تیار ہو جانے سے پہلے ہرگز اس اجازت کو استعمال نہ کیا جائے گا؛

3۔ بلکہ کھانا تیار ہو جانے کے بعد جب دوبارہ بلایا جائے تو اُس کے بعد جانا ہوگا؛

4۔ یہ نہیں کہ روزانہ کھانا پک چکنے کے بعد پہنچ جایا کریں؛

5۔ بلکہ صرف اس روز جس روز کہ اجازت و دعوت دی جائے۔ تو اجازت اور دعوت کے بعد جانا ہوگا۔

نمازِ جمعہ کا قائم کرنا اور ندا کا حکم دینا سربراہِ اسلام کی ذمہ داری ہے

340۔ آیاتِ جمعہ میں یہی تو کہا گیا ہے کہ اے مومنین جب نماز کے لئے ندا دی جا چکے تو سعی کرو۔ یہ نہیں کہا کہ تم خود ہی ندا دے دیا کرو۔ یا ندا دینے کا تقاضہ کیا کرو۔ بالکل اسی طرح آیاتِ جمعہ میں یہ بھی تو فرمایا ہے۔ ''فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ ۔'' جب نماز فیصل کر دی جائے تو رُوئے زمین میں منتشر ہو جاؤ۔ یہاں اگر مومنین خود ہی نماز کو فیصل کر لیں اور جہاں دل چاہے چل دیں تو اُن کو کہا جائے گا کہ:۔ وإذا رأوا تجارة او.....الیھا یعنی یہ غلط ہے کہ مومنین اس آیت

کا مفہوم یہ سمجھیں کہ لاؤ جب چاہے نماز کو ختم کر دیں۔

341۔ اس سلسلہ میں اتمام حجت یوں کر دیں کہ آپ سے ہم کہتے ہیں کہ ''جب میں راولپنڈی آؤں تو مجھے لینے کیلئے اسٹیشن پر آنا۔'' اس کے معنی صرف یہ ہیں جب میں راولپنڈی آؤں گا تو مناسب وقت پر روانگی کی تفصیلی اطلاع دوں گا۔ اس اطلاع کے ملنے کے بعد آپ پر لازم ہے کہ ریلوے اسٹیشن پر اس ٹرین کے پہنچنے سے پہلے پہنچیں جو اطلاع میں مذکور ہے۔ اگر آپ روزانہ جناب پر پہنچنا شروع کر دیں یا احتیاطاً کراچی سے آنے والی ہر ٹرین کی تلاشی لینا اختیار کر لیں تو ہوسکتا ہے کہ اسے آپ کے خلوص اور نیت کی بنا پر وفورِ شوق۔ جذبۂ محبت اور عشق محبوب سے تعبیر کر لیا جائے۔ لیکن قانونی زبان میں اُسے جنون و پاگل پن قرار دیا جائے گا۔ دماغی ملاحظہ لازم ہوگا۔ فہم و عقل صحیح ہوں گے تو تضیع اوقات و بضاعت و مال کا جرم عائد ہوگا۔ اور آپ کو سزا دیا جانا لازم ہوگا۔

342۔ بس جناب حجت تمام ہوگئی۔ اس کے بعد مزید افہام و تفہیم کی ضرورت نہیں ہے۔ اب صرف اس قدر کہنا ہے کہ یہی اصول احادیث کے بیان میں بھی مدنظر رکھنا ہوگا۔ وہاں بھی دو قسم کی احادیث ملیں گی۔ اوّل وہ جن میں نماز جمعہ قائم کرنا فرض یا واجب کہا گیا ہے۔ دوسری وہ جن میں نماز جمعہ قائم ہو جانے کے بعد نماز میں شرکت کرنا واجب قرار دیا گیا ہے۔ مولانا کے مسلمہ اصولوں کی رُو سے جس طرح ایک مجمل آیت کو دعویٰ میں پیش کرنا غلط ہے۔ اُسی طرح مجمل احادیث کو دلیل وجوبِ جمعہ بنالینا بھی غلط ہے (اصول نمبر۔ ہ، م پیرا نمبر 320)۔ ہم دکھائیں گے کہ مولانا محترم بالکل آیت جمعہ کی طرح مجمل احادیث کو دلیل میں پیش کرتے چلے گئے۔ جو خود اُن کے مذکورہ اصول کی رُو سے غلط ہے۔ پھر ان احادیث کو پیش کرنا بھی غلط ہے جو نماز جمعہ کے وجوب کو ثابت کرتی ہیں۔ **اس لئے کہ وجوب نماز جمعہ کا کوئی مسلمان انکار نہیں کرتا۔** بحث تو اس میں ہے کہ نماز کو قائم کون کریگا؟ مولانا کہتے ہیں کہ ہم خود ہی قائم کر لیں گے۔ خود ہی ندا دے دیں گے۔ اس کا باطل ہونا یہاں تک ثابت ہو چکا ہے۔ **نماز جمعہ کا قائم کرنا اور ندا کا حکم دینا سربراہِ اسلام کی ذمہ داری ہے۔** **وہ نماز جمعہ کا قیام کر دیں گے تو پھر ہم شرکت کو پہلے ہی سے واجب اور لازم تسلیم کرتے ہیں۔** لہٰذا یہاں سے آپ یہ دیکھنا شروع کر دیں کہ مولانا کی پیش کردہ احادیث کہاں تک اُن کے مدعیٰ کو ثابت کرتی ہیں یعنی کہاں کہاں تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ:۔

1۔ خود ہی ندا دے دیا کرو؛

2۔ خود ہی نماز قائم کر لیا کرو؛

3۔ سربراہِ اُمت کی اجازت یا؛

4۔ موجودگی کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔

اگر آپ کو اُن کی پیش کردہ احادیث میں یہ چاروں یا اُن میں سے کوئی ایک چیز نہ ملے تو اُن کا مدعیٰ ثابت نہیں ہوتا اور یہ کہ؛

5۔ مولانا کوئی مجمل حدیث پیش کر کے مدعیٰ ثابت نہیں کرتے۔

آیئے دیکھئے وہ اس بحث کا آغاز ہی منطقی مغالطہ سے کرتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ:۔

343۔ ''قبل اسکے کہ نماز جمعہ کے متعلق کچھ لکھا جائے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ''۔شب و روز جمعہ۔'' کی فضیلت پر کچھ روشنی ڈالی جائے۔ تا کہ اصل موضوع میں مدد و معاون ثابت ہو۔ اور اہل ایمان کے قلوب صافیہ کو جِلا حاصل ہو۔ سو واضح ہو کہ احادیث معصومین صلوات اللہ علیھم اجمعین میں ''جمعۂ مبارکہ'' کی بکثرت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔'' (جنتری 64ء صفحہ 36)

344۔ اس بیان میں جمعرات اور جمعہ دونوں کی فضیلتیں دکھانے کا اعلان کیا گیا ہے لیکن اس اعلان کے چوتھی سطر میں جمعرات کو غائب کر کے صرف روز جمعہ رہنے دیا گیا ہے۔ پھر اصول یہ قائم کیا ہے کہ چونکہ جمعرات و جمعہ کی بہت سی فضیلتیں ہیں اس لئے نماز جمعہ خود ہی قائم کر لینا واجب ہے۔ یا اُن فضائل سے نماز جمعہ کو بلا اجازت و موجودگی امامؑ عصر خود ہی قائم کر لینے میں مدد ملتی ہے۔ عالمانہ حیثیت سے اس قسم کی غلطی کرنا نا قابل معافی ہے۔ ہم مانے لیتے ہیں اور ابتدائی مباحث میں ثابت کر چکے ہیں کہ روز جمعہ سب دنوں سے افضل ترین دن ہے۔ (1) باقی چھ دنوں کا سردار ہے۔ (2) اس میں نیکیاں دگنی ہو جاتی ہیں۔ (3) گناہ مٹا دئے جاتے ہیں۔ (4) دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (5) رنج و آلام دُور ہو جاتے ہیں۔ (6) بڑی بڑی حاجتیں بر آتی ہیں۔ (7) جہنم سے آزادی کی تعداد بڑھتی ہے۔ (8) جمعہ کے دن کی حرمت و حق پہچاننے سے جہنم حرام ہو جاتا ہے۔ (9) ایسا عارف، جمعرات یا جمعہ کو مر جائے تو شہید شمار ہوگا۔ (10) بروز حشر امن و اطمینان سے ہوگا۔ (11) جو اس دن کی حرمت و حق کو ضائع کرے یا خفیف خیال کرے تو وہ جہنم واصل ہوگا۔ (12) اگر توبہ کر لے تو معاف ہو جائے گا۔ (مولانا کی پہلی حدیث فضائل جمعہ میں سے)

345۔ ان بارہ اجزا میں کہیں بھی تو یہ نہیں ملتا کہ:۔ 1۔ جمعہ کی یہ رعایات صرف نماز جمعہ پڑھنے والوں کے لئے ہیں۔ 2۔ دوسرے مومنین سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ رہ گئی جمعہ کی رعایت اور اسکا حق؟ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وہ امامؑ عصر کی ولایت کی رعایت اور حق ہے اور کچھ نہیں۔ پھر شب جمعہ میں مرنے والا مومن اگر شہید ہے؟ تب تو نمازِ جمعہ سے ان فضائل کا قطعاً تعلق نہیں بلکہ برعکس ثابت ہے۔ ہم نے تفصیل کیساتھ بیناتِ حدیث سے ثابت کیا ہے کہ جمعہ بذاتہ کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔ **اسکی فضیلت صرف ولایتؑ کی وجہ سے اور ولایتؑ کیلئے ہے۔** بلکہ اِس دن کا نام بھی جمعہ اسلئے ہوا کہ اِس روز ولایت پر تمام مخلوق سے میثاق لیا گیا تھا۔ اس اجتماع کی بنا پر اسکا نام **جمعة** رکھا گیا ہے۔ (مولانا کی پیش کردہ آٹھویں حدیث)

346۔ دوسری حدیث کو لکھنا صرف بارہ کی تعداد کو پورا کرنے کیلئے ہے ورنہ جمعہ کا افضل الایام ہونا پہلی حدیث میں آچکا

ہے۔تیسری حدیث میں شب جمعہ و جمعہ دونوں کو برابر کر دیا گیا ہے۔ان دونوں میں مرنے والے کو پہلی حدیث نے شہید قرار دے دیا تو اب جہنم سے برأت کی حدیث کو لانا عبث تھا۔ بلکہ اسکو لاکر پہلی حدیث کی توہین کی گئی ہے۔اس لئے کہ اس تیسری حدیث میں شب جمعہ میں مرنے والا صرف فشار قبر سے نجات پاتا ہے۔یہ پتہ نہیں چلتا کہ آیا یہ جہنم سے بھی بری ہوگیا یا نہیں؟ بلکہ یہ معاملہ مشکوک ہوکر رہ گیا۔اسلئے کہ بروز جمعہ مرنے والے کو جہنم کے عذاب سے بری کرنا بتایا گیا ہے جو شب جمعہ کے مرنے والے کے ساتھ مذکور نہیں ہے یہاں تک مولانا کے مدعیٰ سے متعلق کوئی مدد اُن کو نہ مل سکی۔

347۔ چوتھی حدیث میں وہی کچھ بتایا گیا ہے جو مولانا کے مدعیٰ کے سراسر خلاف ہے۔یعنی یہ کہ جمعہ کو افضلیت کیوں دی گئی؟ نماز جمعہ کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ یہ دن قیام ولایتؑ اور ولایتؑ پر جزا و مواخذہ کا دن ہے۔نماز جمعہ کے وجوب میں اس سے کوئی مدد نہیں ملتی۔خصوصاً جب کہ مولانا تصور ولایتؑ سے جمعہ و جماعت کو خالی رکھنا اپنا فرض خیال کرتے ہوں۔

348۔ پانچویں حدیث کا ترجمہ غلط کیا ہے۔"**ما من قدم سعت الی الجمعة اِلَّا حرّم اللّٰہ جسدھا علی النار**۔یعنی جو قدم جمعہ کی طرف چل کر جائے خداوند عالم اُس کے بدن کو آتش جہنم پر حرام قرار دے دیتا ہے۔"(صفحہ 37)

صحیح ترجمہ یہ ہے:۔"کوئی ایسا قدم نہیں کہ جو جمعہ کے لئے کوشاں ہو سوائے اس کے کہ اُس سے متعلق پورے جسم کو آگ پر اللہ حرام نہ کر دے۔" مولانا کا ترجمہ صرف ٹانگ پر جہنم حرام کرتا ہے حالانکہ <u>**جسدھا**</u> میں جسد مضاف ہونے کی بنا پر معرفہ ہے یعنی **الجسد** ہے۔جس کے معنی پورا جسم یعنی وہ شخص جس کا وہ قدم ہے یا جو اس قدم کا مالک ہے۔بہر حال الفاظ قرآنی کی رعایت نہ کرنا یہ تو عالم ہونے کی شناخت قرار پا گیا ہے۔**سَعٰی یَسْعی** کے معنی چل کر جانا بہت گھٹیا معنی ہیں۔چل کر جانا معنی کرنا تھے تو یوں ہوتا کہ کوئی ایسا قدم نہیں جو جمعہ کی راہ میں اُٹھے اِلَّا یہ کہ خدا اُس قدم کے مالک جسم کو آگ پر حرام کر دیتا ہے۔نفی کا ترجمہ اثبات میں اور اثبات کا ترجمہ نفی میں کر دینا گویا عالمانہ شان ہے (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ راجِعُوْن)

<u>جمعہ کی افضلیت نماز جمعہ کے لئے نہیں بلکہ اسکی فضیلت صرف ولایتؑ کیلئے ہے</u>

349۔ آپ کو ہر ہر حدیث میں ہماری مذکورہ اشیاء کی تلاش میں رہنا چاہیئے۔وہ چاروں چیزیں (پیرا نمبر 342،احسن) تو کہاں ملتیں؟ یہاں تو لفظ نماز جمعہ بھی مذکور نہیں ہو رہا ہے۔

(1) صرف لفظ جمعہ (2) یا جمعہ کی طرف (3) جمعہ کے لئے (4) یا جمعہ کے دن سے یہ حتمی اور یقینی نتیجہ نکال لینا کہ یہ نماز جمعہ کی بات ہو رہی ہے یا یہ نماز جمعہ پڑھنے والوں کے فضائل ہیں بقول مولانا حماقت ہے۔(پیرا نمبر 320،الف)

یہاں ہزاروں احتمالات سامنے کھڑے ہوئے مولانا کے رحم و کرم کا انتظار کر رہے ہیں۔سب سے پہلا یقین جو مولانا کی تفہیم کے خلاف موجود ہے وہ خود شبِ جمعہ یعنی جمعرات کا جمعہ میں برابر کا حصہ دار ہو جانا ہے جس سے جمعہ کی نماز قطعی طور پر خارج از

بحث ہوجاتی ہے۔اس کے بعد جب تک ایسی حدیث نہ لائی جائے جو یہ بتائے کہ یہ تمام فضائل اور رعایات محض اُن لوگوں کے لئے ہیں جونماز جمعہ پڑھیں اور دوسرے مومنین کا اس میں حصہ نہیں ہے۔لیکن کسی کی کیا مجال ہے کہ یہ دونوں باتیں آیت یا حدیث سے دکھادے۔اور جب تک یہ نہ دکھائی جائیں احتمال رفع نہیں ہوتا۔یقین قطعی حاصل نہیں ہوسکتا۔اور یقین، جب تک احتمال باقی رہیں حاصل نہیں ہوسکتا۔اور جب یقین حاصل نہ ہواتو مولانا کا مختار ظن وتخمین پر منحصر ہوا جو باطل ہے۔

350۔ یہ بات واضح ہو جانا چاہئے کہ جو احادیث جمعہ کے فضائل یا ثواب وغیرہ کے لئے بیان ہوئی ہیں وہ نماز جمعہ کی فضیلت یا ثواب کی وجہ بتائیں تب مولانا کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ورنہ صرف جمعہ کا تذکرہ یا روز جمعہ کی فضیلت کے بیان ہوجانے سے یہ سمجھ لینا کہ جمعہ کا دن نماز جمعہ کی وجہ سے متبرک ومقدّس ہوا ہے۔اور یہ کہ یہ ثواب اور رعایات صرف اُن لوگوں کو ملیں گی جونماز جمعہ پڑھیں گے۔باقی لوگ اس ثواب اور رعایت سے محروم رہیں گے۔یہ صرف مولانا ہی کی سمجھ اور بصیرت کوزیبا دیتا ہے۔باقی اہل علم وعقل اس قسم کے استدلال کو حماقت خیال کرتے چلے آئے ہیں۔

351۔ مولانا کی چھٹی حدیث **من اتی الجمعة ایماناً واحتساباً استأ نف العمل** ہے۔

اسکا ترجمہ کیا ہے۔''جو شخص خلوص وایمان کے ساتھ جمعہ میں جائے وہ نئے سرے سے عمل کرتا ہے۔**یعنی** اس کے سابقہ تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔''

مولانا کے یعنی سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنہیں حدیث ناکافی معلوم ہوئی اسلئے اپنی طرف سے قول معصومؑ پر اضافہ فرما کر اسمیں اصلاح کر دی۔آپ حدیث کے الفاظ کو بار بار دیکھئے اُس میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا ترجمہ ''خلوص'' کیا جاسکے۔پھر اُس میں نہ تمام گناہوں کی معافی مذکور ہے۔اور نہ صرف خلوص اور ایمان داری کیساتھ کسی کام کیلئے آجانے سے تمام سابقہ گناہ معاف ہوسکتے ہیں۔دراصل یہ غلو کی انتہائی منزل ہے جہاں سے مولانا بول رہے ہیں۔حدیث کا منشاء صرف اس قدر ہے کہ ''جو کوئی ایماندارنہ محاسبۂ زندگی کرتا ہوا جمعہ میں آئے وہ نئے سرے سے عمل کرتا ہے۔''اس کے بعد خود بخود سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسکی سابقہ زندگی یا اعمال کا کیا بنا؟ وہ کس جگہ شمار ہوں گے؟''یعنی'' کہہ کر مولانا نے حدیث میں اپنا مافی الضمیر پیش کیا ہے۔کسی اور نے اس حدیث کو یا اس قسم کی حدیث کو پیش کیا ہوتا تو مولانا اُسے مجمل قرار دیتے۔اس میں احتمالات پیدا کرتے اور اخذ کردہ نتیجہ کو درجہ یقین سے ساقط کردیتے۔لیکن اب معاملہ خود اپنا ہے۔اسلئے وہ حدیث میں اپنا ذاتی تصور پڑھ رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ یقین حاصل ہوگیا ہے(مولانا کے اصول مذکورہ پیرانمبر 320 الف، ب، ہ، و، ی، ل) اُن لوگوں کو کون ٹوک سکتا ہے۔اُن سے کون دریافت کرے کہ 1۔اس مجمل حدیث کا مفصل یا مفسر لایئے 2۔یہاں حدیث کی مراد واضح نہیں ہے(اصول م، ص، ر، ت) 3۔یہ تمام پابندیاں خود اپنی بحثوں میں بھی مدّنظر رکھنا چاہئیں۔

352۔ ساتویں حدیث جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کی طرف سے لکھی ہے۔ جہاں اُن حضرتؑ نے فرمایا کہ:۔

''**ضمنت بستة علی اللّٰه الجنة منهم رجل خرج الی الجمعة فمات فله الجنة** ''

ترجمہ سنئے:۔ ''چھ شخص ایسے ہیں جن کے لئے میں ضامن جنت ہوں۔ منجملہ اُن کے ایک شخص وہ ہے جو نماز جمعہ کی طرف روانہ ہوا اور اس اثنا میں مر جائے پس وہ مستحق جنت ہے۔''

مولانا سے بصد ادب معلوم کیجئے کہ اگر حضور کا ترجمہ صحیح ہے تو یقیناً حدیث میں آئے ہوئے الفاظ'' **۔علی اللّٰہ۔**'' غلط ہیں۔ ورنہ آپ کا ترجمہ چوکور غلط ہے۔ اس کے بعد یہ دیکھئے کہ جو بات ہم ناظرین کے ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں یعنی یہ کہ محض لفظ جمعہ۔ یا روز جمعہ کے فضائل کا بیان ہو جانا مولانا کے مقصد میں مفید نہیں۔ وہی بات مولانا کے قلب و ذہن میں کھٹک رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جگہ جگہ احادیث معصومینؑ میں تحریف کی فکر نہیں کرتے۔ چنانچہ یہاں ''**الی الجمعة**'' کا ترجمہ نماز جمعہ کی طرف کر ہی دیا۔ جس کیلئے حدیث میں ''**الی صلوٰة الجمعة**'' ہونا لازم تھا۔ غور فرمائیے کہ کیا اس قسم کی کوشش ثابت ہو جانے کے بعد یہ یقین قائم رہ سکتا ہے کہ مولانا کسی بھی بحث میں سنجیدگی اختیار کریں گے؟

1۔ بہرحال مولانا نے لفظ نماز کا اپنی طرف سے اضافہ کر کے یہ ثابت کر دیا کہ حدیث مجمل ہے؛

2۔ اور خصوصاً یہ کہ مولانا کے مدعیٰ کے لئے موزوں و مناسب نہیں ہے؛

3۔ اور مولانا بہت خوش ہوتے اگر حلال مشکلات علیہ السلام نے لفظ صلوٰۃ بھی کہہ دیا ہوتا۔ مگر مولانا کی مشکل بدستور باقی رہ گئی۔ اگر ہم مولانا کیلئے یہاں نماز جمعہ مراد لے لیں تب بھی یہ سوالات باقی رہ جاتے ہیں کہ کیا مشرک و منافق کا اس میں استثناء موجود ہے؟ کیا ہر وہ شخص جو جمعہ کی نماز کے لئے گھر سے چل دے اور راہ میں یا دورانِ نماز مر جائے جنتی ہے؟ کیا ایک قاتل، زانی، ڈاکو، یا خود انہیؑ حضرت کو تیسرے درجہ کے خلیفہ سے بھی گھٹیا ماننے والا، غاصب، ظالم بھی لازماً جنت کا حقدار ہو جائے گا؟ خواہ اس پر حقوق العباد باقی ہوں؟ یقیناً مولانا کے مذکورہ اصول کے مطابق اس حدیث کو پیش کرنا حماقت تھا۔ (پیرا نمبر 320) مگر ضرورت بُری بلا ہوتی ہے۔ خود اپنے مسلمہ قواعد و ضوابط کو نظر انداز کر دینے پر مجبور کر دیا کرتی ہے۔

353۔ مولانا کی آٹھویں حدیث نے ثابت کر دیا کہ اُن کے نزدیک شیعوں میں کوئی بھی ذی شعور موجود نہیں ہے۔ جو مولانا کو یہ کہہ سکے کہ سرکار یہ حدیث سراسر آپ کے مدعیٰ کی تردید کرتی ہے۔ اس میں تو جمعہ کی وجہ تسمیہ بیان ہوئی ہے۔ اور یہاں نماز کو وجہ قرار نہیں دیا بلکہ ولایت کو وجہ فضیلت قرار دیا ہے۔ اور سرکار نے جمعہ کو اختیار کر لیا مگر ولایت کا جمعہ سے کوئی تعلق بیان نہ کیا اور نہ اس کو کوئی مقام دیا۔ لہٰذا جمعہ کی تمام فضیلتیں اور رعایتیں نماز کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ ہر مومن و مومنہ کے لئے عام ہیں بشرطیکہ وہ ولایت سے ملحق رہے۔ ولایت کے لئے کام کرے۔ ہر عمل میں ولایت کو غرضِ اصلی سمجھے۔ چنانچہ حدیث نمبر 9 میں

مذکورہ صدقہ ہزار گنا ثواب رکھتا ہے۔اگر ولایت پر ایمان ہواور جمعہ کے دن یہ صدقہ دیا جائے یا جمعرات کے دن تاکہ غریب مومنین جمعہ کو عید منا سکیں، عمدہ کپڑے پہن سکیں، خوشبو لگا سکیں، حجامت بنوا سکیں، غسل کرسکیں، اپنے بچوں پر کم ازکم آٹھویں روز فراخی کرسکیں۔مولانا پر صرف نماز جمعہ کا بھوت سوار ہے۔وہ کیوں لکھیں کہ جُمعہ عید کا دن ہے۔(علل الشرائع) اس لئے اُس دن اعمال حسنہ کا ثواب کئی گنا ہوتا ہے۔یہ ہمارا کام ہے کہ دین کے ہر پہلو کو اس کی صحیح شکل میں پیش کریں۔وہ ان کا کام ہے کہ جس چیز کو کسی وجہ سے پسند کریں اُس میں مبالغہ اور غلو سے کام لیں اور حقائق کو نظر انداز کردیں۔چنانچہ مولانا کی پیش کردہ احادیث کو پیش کر چکنے کے بعد ہم مولانا کے اختیار کردہ فضائل جمعہ کی نقاب کشائی علیحدہ سے کریں گے۔یہاں تو آپ اُن کے فرضی جمعہ کے فضائل دیکھیں۔

354۔ دسویں حدیث مولانا نے کیوں پیش کی ہے؟ اس سے ان کے مدعیٰ میں کیا مدد ملتی ہے؟ ہم سمجھنے سے بالکل قاصر رہے ہیں سنئے ممکن ہے کہ آپ سمجھ سکیں:۔

اب وہ ترجمہ سنئے جو مولانا اپنے کمالِ علم سے سمجھتے ہیں ارشاد ہے:۔

انّ العبد المومن یسئل اللّٰہ جلّ جلالہٗ فیوخر اللّٰہ عزّوجلّ قضاء حاجتہ اِلٰی یوم الجمعۃ لیخصہ بفضل یوم الجمعۃ۔

"یعنی بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ 2۔بندۂ مومن خداوند عالم سے کسی حاجت کا سوال کرتا ہے۔3۔اور خداوند عالم اُسے روز جمعہ تک موٴخر کردیتا ہے۔4۔تاکہ اُسے فضیلت جمعہ کے ساتھ مخصوص فرمائے۔"

اس ترجمہ میں پہلا جملہ ایجادِ بندہ ہے۔یعنی مولانا نے کسی خاص ذریعہ سے اللہ سے علم پا کر یہ انکشاف کیا ہے کہ کبھی کبھی اور کسی کسی مومن کے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ اسکی دُعا کو جمعہ تک تاخیر میں ڈال دیا جائے۔لیکن حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جس کا ترجمہ یہ ہو کہ بعض دفعہ اور بعض مومن کے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔ہر دفعہ اور ہر مومن کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا۔اگر خدا نے مولانا کو یہ بات بالکل صحیح بتائی ہے۔تب تو اس حدیث سے جمعہ کی فضیلت کی جگہ مذمت نکلتی ہے۔اگر یہ فضیلت ہوتی تو ہر دفعہ اور ہر مومن کے ساتھ یہ ہونا چاہیئے تھا ورنہ اکثر دعاؤں کا روزانہ اور ہر لمحہ پورا ہوتے رہنا اور بعض کا جمعہ تک موخر کردیا جانا دعا مانگنے والے کیلئے ایک قسم کی سزا ہے۔اُدھر کروڑوں دعاؤں کا باقی ایاّم میں اور چند یا بعض کا جمعہ کے دن مستجاب ہونا جمعہ کی فضیلت پر کاری ضرب ہے۔دراصل احادیث ہوں یا آیات ان کا سمجھنا اور بات ہے درسی کتب کارٹ کر امتحان پاس کرلینا اور بات ہے۔یہی سبب ہے کہ مذہب اسلام میں آج جس قدر مولانا ہیں اتنے ہی مکتب فکر وفرقہ ہیں۔مولانا سرکار کی تفہیم کے مطابق تو اس حدیث سے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ دُعاؤں کے پورا ہونے میں جمعہ تک کی تاخیر کے بعد کیا ہوتا ہے؟ اور فضیلتِ جمعہ کے ساتھ مخصوص ہوجانے کے بعد اجابتِ دُعا میں کیا فائدہ ہوتا ہے جو قبل جمعہ منظور ہوجانے میں نہ ہوسکتا تھا۔کم ازکم یہی پتہ چل جاتا

کہ دُعا دوگنا ہوکر پوری ہوتی ہے؟ اسی لئے ہم نے اس تفہیم ومفہوم کے صحیح ہونے کی صورت میں اُسے ایک قسم کی سزا لکھا ہے۔

355۔ اگر ہم مولانائے محترم کے تمام کمالات دکھانا شروع کریں تو بہت وقت درکار ہے۔ بطور نمونہ یہ دکھاتے ہیں کہ وہ احادیث کو لکھنے میں کس قدر ذمہ دار ہیں۔ جب آپ مولانا کی حدیث نمبر 10 کو **الفقیہ کتاب الصلوٰۃ باب وجوب الجمعۃ و فضلھا** میں تلاش فرمائیں گے تو وہاں یہ حدیث (نمبر 28) اٹھائیسویں ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں۔

" وروی ابو بصیر عن أحد هما علیهما السلام قال اِنَّ العبدا لمؤمن لیسأل اللّٰہ جل جلاله الحاجة؛ فیؤخر اللّٰہ عزّوجلّ قضاء حاجته الَّتِیْ سأل الی یوم الجمعة لیخصّه بفضل یوم الجمعة "۔

اب آپ دیکھتے ہیں کہ مولانا سرکار نے اس حدیث کو الفقیہ میں سے دیکھ کر نہیں لکھا۔ اور زبانی اُن کو تمام احادیث یاد رہنا ناممکن ہے۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ کہیں سے نقل کی گئی ہے۔ اور یہ نقل اگر مولانا سرکار خود کرتے تو یقیناً غلطی نہ ہوتی اور حدیث کے محوری الفاظ چھوٹ نہ جاتے (ا۔الحاجة) اور (2۔التی سأل) اس قسم کی چیزوں کی بنا پر ہم نے عرض کیا ہے کہ یہ مضمون مولانا نے خود نہیں لکھا بلکہ اُن سے منسوب کیا گیا ہے۔ اس قسم کے کمالات کا پتہ نہیں چل سکتا جب تک کہ احادیث کا باقاعدہ حوالہ نہ دیا جائے۔ لہٰذا صرف کافی یا الفقیہ لکھ دینے سے ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اس قسم کی خامیاں یا غلطیاں پوشیدہ رہ سکتی ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ زیرِ نظر حدیث شریف کے راوی جناب ابوبصیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جن کے متعلق مولانا نے حرمت غنا ثابت کرتے ہوئے تحریری فتویٰ وفیصلہ دیا ہے کہ:۔

۔"لیکن ان کی تخصیص وتقیید کے سلسلہ میں جو دو روایتیں پیش کی جا رہی ہیں۔ وہ عدد کے لحاظ سے کم اور سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں۔ کیونکہ اِن کی سند میں ابوبصیر موجود ہے جس کی حالت مخدوش ہے۔" (المبلغ ماہ فروری 1964ء صفحہ 11)

356۔ یہاں دو باتیں نوٹ کرنا چاہئیں اوّل یہ کہ مولانا ایک مخدوش راوی کی روایت سے مومنین کو اُس وقت مطلع کرتے ہیں جب وہ روایت مولانا کے موقف یا مدعیٰ کے خلاف ہو۔ لیکن جب وہی مخدوش راوی مولانا کے مفید مطلب روایت کرے تو پھر اس کا نام تک نہیں لکھتے تاکہ مومنین کو یاد نہ آسکے کہ یہ تو مخدوش رواوی کو اختیار کررہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس روایت کو ضعیف قرار دیا گیا ہے وہ بھی الفقیہ میں ہے۔ مولانا نے جس حدیث کو قبول کیا ہے وہ بھی الفقیہ ہی کے حوالہ سے لکھی گئی ہے۔ یعنی جناب شیخ صدوق رضی اللہ عنہ مولانا کی تائید میں روایت لکھیں تو قابل اعتبار ہیں۔ ورنہ اُن کی کتاب "**من لا یحضرہ الفقیہ**" مراسیل کا مجموعہ اور ناقابل اعتبار ہے۔ اس قسم کی کمزوریوں اور خامیوں سے ہم برابر صرفِ نظر کرتے چلے آتے ہیں۔ اس لئے کہ ہم یہ مضمون مولانا محترم کے جواب میں نہیں لکھ رہے ہیں۔ بلکہ آپ کے سوالات کے جواب کی وضاحت کی غرض سے اُن دلائل پر روشنی ڈالنا مقصود ہے جو وجوبِ نمازِ جمعہ کے نام پر شائع کئے گئے ہیں۔

357۔ دسویں حدیث کے بعد مولانا نے بے ربطی کا کمال پیش کیا ہے۔یعنی دُعا کے جمعہ تک موخر کر دینے کے بعد نہ معلوم کیوں فرما دیا کہ:۔''بہت سی احادیث میں وارد ہے کہ بروز جمعہ ایک ایسی ساعت ہے کہ انسان اس میں جو جائز دعا کرے فوراً مستجاب ہوتی ہے۔اب اِس ساعة کی تعین میں اختلاف ہے۔بعض احادیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ وہ، وہ ساعت ہے۔جب امام جمعہ خطبہ سے فارغ ہو کر مصلّے پر کھڑا ہوتا ہے۔اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وہ وقت ہے۔جب نصف آفتاب غروب اور نصف باقی ہو۔''

ہم یہ نہیں سمجھے کہ حدیث نمبر 10 کے بعد مسلسل اس بیان کی کیا ضرورت تھی؟ مگر ہم اس قدر سمجھتے ہیں کہ بلا اختلاف احادیث سے یہ ثابت ہے کہ روزانہ ایک ایسی ساعت ہوتی ہے جس میں ہر جائز دعا قبول ہوتی ہے۔لہٰذا اس حقیقت سے جمعہ کی خصوصیت ختم ہوگئی۔پھر مولانا نے جمعہ میں اختلاف ساعة بتا کر جمعہ کے دن قبولیت دعا کو باطل کر دیا۔اور اگر یہ صحیح ہے کہ جمعہ کے دن غروب کے وقت دعائیں مستجاب ہوتی ہیں تو وہ تمام احادیث غلط ماننا پڑیں گی جو شب جمعہ میں دعا اور قبولیتِ دعا کے لئے دلالت کرتی ہیں۔یا کم از کم روزِ جمعہ کی خصوصیت سے انکار کرنا پڑے گا۔

358۔ گیارہویں حدیث کو نہ صرف کافی کی اصل عبارت کے خلاف لکھا ہے بلکہ صرف بارہ کی تعداد بڑھانے کے لئے لائے ہیں۔اس میں بیان شدہ فضائل یوں لکھے ہیں کہ:۔

(1)''یعنی روز جمعہ کے کچھ حقوق ہیں۔اور (2) اس کی عزت وحرمت ہے۔(3) خبردار کہیں اسے ضائع نہ کرنا۔(4)اور مبادا اس میں عبادت خدا بجالانے یا عمل صالح بجالانے اور تمام محرمات سے اجتناب کرنے کے ذریعہ سے اس کا قرب حاصل کرنے میں ہرگز کوتاہی نہ کرنا۔(5) کیونکہ جمعہ وہ مقدس دن ہے کہ۔(6) خداوند عالم اس میں نیکیوں کو دوہرا کرتا ہے۔(7)اور برائیوں کو محو فرماتا ہے۔اور درجات کو بلند کرتا ہے۔''

اس حدیث میں جو کچھ آیا ہے وہ سابقہ احادیث میں آچکا تھا۔لہٰذا مقصد صرف تعداد کا پورا کرنا ہوا۔دوسرے اِس حدیث میں کلام امام علیہ السلام پر کمی وزیادتی۔دونوں قسم کی تحریف کی گئی ہے۔کمی یہ ہے کہ حدیث کا آخری حصہ قطعاً ترک کر دیا جو مولانا کی مخالفت کرتا ہے یعنی کہتا ہے کہ:۔**قال: و ذکر انَّ یومہ مثل لیلتہ فَاِن استطعت ان تحییھا بالصلاۃ والدعا فافعل .فانَّ ربک ینزل فی اوّل لیلۃ الجمعۃِ اِلٰی سمآءِ الدُّنیا فیضاعف فیہ الحسنات ویمحو فیہ السّئیات وان اللّٰہ واسع کریم۔**(فروع کافی۔ **کتاب الصلٰوۃ باب فضل یوم الجمعۃ و لیلتہ)**

اس حصہ حدیث کو مولانا نے اس لئے چھوڑا ہے کہ اس میں نیکیوں کے دوہرا ہونے یا برائیوں کے مٹائے جانے کا تعیّن جمعہ کے دن سے ہٹا کر جمعرات میں کر دیا گیا ہے۔اور اس طرح مولانا کا منشاء ہی ضائع ہو جاتا تھا۔پھر اس پوری

حدیث میں نماز جمعہ کا تذکرہ تو کہیں نہیں کیا گیا۔ جو مولانا کے مفید مطلب ہوتا۔ اس کے برعکس شب جمعہ میں نمازیں پڑھ کر شب بیدار رہنے سے وہ تمام فضائل نماز نافلہ کی طرف موڑ دئے گئے۔ لہٰذا جمعہ کی مولویانہ خصوصیت ختم ہوگئی۔ اور نماز جمعہ کے وجوب سے بہر حال کوئی تعلق قائم نہ ہوا۔

359۔ اس حدیث میں عربی کے الفاظ میں بھی زیادتی کی ہے مثلاً حرمۃ کے بجائے حرمتہٖ لکھا۔ پھر واؤ کی جگہ اَوْ لکھا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ترجمہ میں جملہ نمبر 3۔ خود اپنی طرف سے اضافہ کیا گیا ہے۔ اہل علم کو یہاں ایک خاص بات نوٹ کرنا ہے کہ اس حدیث میں اِنَّ **للجمعة** سے بات شروع ہوتی ہے اور ضمائر تمام مذکر لائے گئے ہیں۔ پھر جمعہ کا تَقَرّب چاہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ بہر حال یہ حدیث مولانا کی تمام تعبیر کو مسمار کرنے کے لئے کافی ہے۔ آیئے بارھویں حدیث بھی سن لیں مولانا اس قدر گھبرائے ہوئے ہیں کہ اُنہیں قطعاً محسوس نہیں ہورہا ہے کہ میں اپنے مدعا کے خلاف احادیث لا رہا ہوں۔ اور نماز جمعہ کی اہمیت خود اپنے ہاتھوں سے ضائع کئے دے رہا ہوں لکھتے ہیں:۔

360۔ **ما من شیء یعبداللّٰہ بہ یوم الجمعة احب الیّ من الصلوٰة علیٰ محمد و آل محمد** (فروع کافی)

یعنی بروز جمعہ محمد و آل محمد علیھم السلام پر درود و سلام بھیجنے سے زیادہ مجھے کوئی عمل محبوب نہیں ہے۔''

جمعہ کے روز صرف محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجنا اُنہیں سب عبادتوں سے زیادہ محبوب ہے

361۔ یہاں مولانا کے بارہ عدد پورے ہوگئے ہیں مگر مولانا اپنے دعویٰ کی تردید کرنے کیلئے ایک اور حدیث لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ:۔ ''بعض روایتوں میں جناب صادق (غالباً مولانا اُن حضرت سلام اللہ علیہ کو اپنا بڑا یا چھوٹا یا بھائی خیال فرماتے ہیں) سے منقول ہے۔ فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ آتش جہنم تمہارے جسموں کو مس نہ کرے تو ہر روز صلوۃ ایک سو دفعہ اور بروز جمعہ ایک ہزار مرتبہ پڑھ لیا کرو۔''

362۔ یہ حدیث بھی محمد و آل محمد علیھم السلام پر درود کا تقاضہ کرتی ہے۔ نماز جمعہ سے تمام احادیث نے کہیں تعلق ظاہر نہ کیا۔ نہ جمعہ کی فضیلت کے لیے نماز جمعہ کو دلیل بنایا۔ اس کے برعکس دیگر عبادات کا تذکرہ کرکے نماز جمعہ کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ اور تمام ثواب بلا نماز جمعہ حاصل ہوجانا ثابت کر دیا۔ اب ہم فضائل یوم جمعہ کی مولویانہ حیثیت کے خلاف فضائل پیش کرتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو کہ مولانا کی تمام محنت و مشقت ضائع شدہ ہے۔ مگر بقول مولانا اس بارھویں اور بقوتِ معصومینؑ چودھویں یا آخری حدیث کے ترجمہ میں مولانا کی عدالت واضح کرتے چلیں۔ حدیث میں الفاظ ہیں:۔

مَا مِنْ شَیْءٍ یعبداللّٰہ بہ یوم الجمعة احبّ اِلیَّ من الصلوة عَلیٰ محمدؐ و آل محمدؐ۔

مولانا کا ترجمہ اِن الفاظ کے ساتھ نہیں چلتا۔ بلکہ اپنے قیاس کے مطابق رہتا ہے۔ ترجمہ یہ ہے۔

''<u>کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کے ذریعہ سے اللہ کی عبادت کی جائے جو میرے نزدیک محمدؐ وآلِ محمدؐ پر درود بھیجنے سے زیادہ محبوب ترین ہو</u>''یعنی سرکار مولانا فری اسٹائل ترجمہ کرتے ہیں۔ بہرطور و بہرحال معصومؑ نے فرمادیا کہ جمعہ کے روز صرف محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجنا اُنہیں سب عبادتوں سے زیادہ محبوب ہے۔ ذرا سوچئے نمازِ جمعہ اور اسکا وجوب کہاں گیا؟ یعنی مولانا واقعی بہت بدحواس ہوکر چاروں طرف ہاتھ پیر مار رہے ہیں۔ اب سنئے کہ ہوش وحواس درست ہونے کی باتیں کیسی ہوتی ہیں؟

363۔ اسی باب یعنی جمعہ کے اور جمعرات کے فضائل کے باب میں یہ حدیث بھی ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔''**اِنَّہٗ اذا کان لیلۃ الجمعۃ نزل من السماء ملائکۃ بِعَدَدِ الذَّرِّ فی ایدیھم اقلام الذّھب وقراطیس الفضّۃ لَا تکتبون اِلٰی لیلۃ السّبت اِلَّا الصّلاۃ علٰی محمدو آل محمد صلّی اللّٰہ علیہ وعلیھم فاکثرمنھا ۔ وَقَالَ :یا عمر اِنَّ من السُّنّۃ اَن تصلّی علی محمد و علی اھل بیتہ فی کلِّ یوم الجمعۃ ألف مرّۃ وفی سائر الأیّام مائۃ مرّۃ**۔''(فروع کافی۔کتاب **الصلاۃ باب فضل یوم الجمعۃ و لیلتہ**) ترجمہ سنئے:۔

364۔ ''یہ ایک حقیقت ہے کہ جب شبِ جمعہ (جمعرات) ہوتی ہے۔تو آسمان سے ملائکہ اُسی تعداد میں نازل ہوتے ہیں جو تعداد کہ تمام ذراتِ کائنات کی ہے۔اُن کے ہاتھوں میں سونے کے قلم چاندی کے اوراق ہوتے ہیں اور وہ جمعرات سے (شروع کرکے) ہفتہ (سنیچر یا Saturday Night) کی شب تک اور کوئی چیز لکھتے ہی نہیں سوائے محمد وآلِ محمد صلوٰۃ اللہ علیھم پر درود کے۔لہٰذا تو بھی درود میں زیادتی اختیار کر۔اور فرمایا۔اَے عمر یہ لوازمات میں سے ہے کہ تُو محمدؐ پر اور اُن کے اہل بیتؑ پر تمام جمعوں کو (ہر جمعہ) ایک ہزار مرتبہ درود بھیجے اور باقی دنوں میں روزانہ سو مرتبہ درود پڑھے۔''

365۔ اس حدیث مبارکہ نے تمام مسلمانوں پر درود کو لازم قرار دیا ہے۔اس میں نہ کوئی استثناء ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے۔اس لئے کہ درود کے لئے نہ مسجد میں جانا لازم ہے۔لیٹ کر مریض وصحیح دونوں آزادانہ پڑھ سکتے ہیں۔ چلتے پھرتے ہر حال میں یہ کام ہوسکتا ہے۔اور ہوتا ہے۔دوسری چیز جو آپ کی توجہ چاہتی ہے وہ یہ ہے کہ لاتعداد ولاتحصٰی ملائکہ دو راتیں اور ایک پورا دن درود کے علاوہ کوئی دوسری عبادت لکھتے ہی نہیں ہیں۔ یہاں مولانا سے کہئے کہ کیوں فضول وقت ضائع کرنے پر لوگوں کو اُبھارا جائے گا۔ظاہر ہے کہ پنج وقتہ نمازیں انسان پر فرض وواجب ہیں۔اور واجب کی ادائیگی کسی شمار میں نہیں آتی۔وہ تو کرنا ہی ہے ورنہ دین سے تعلق ہی نہیں رہتا۔البتہ مستحبات یا دوسرے الفاظ میں سنتیں وہ اعمال ہوں گے جن کو باقاعدہ بطور حساب لکھا جائے گا۔انہی کا اَجر ہوگا جو کئی کئی گنا ہوکر ملے گا۔اور اس حدیثِ زیرِنظر اور مولانا کی بارھویں حدیث سے ثابت ہو گیا کہ نمازِ جمعہ مولویانہ حیثیت سے نہ واجب ہے نہ مستحب ۔واجب واجب کے نعرہ مارنے والوں کے لئے یہ دونوں حدیثیں بڑی عبرت ناک صورتِ حال پیش کرتی ہیں۔اور چونکہ دونوں فضائل جمعہ وجمعرات کے باب میں موجود ہیں اس لئے

یہ ثابت کرتی ہیں کہ جمعہ یا جمعرات کے فضائل نماز جمعہ کی وجہ سے نہیں ہیں۔ نہ نماز جمعہ پڑھنے والوں سے مخصوص ہیں۔ بلکہ عام عبادتوں کو (واجب نمازوں کے علاوہ) جمعرات سے ہفتہ کی رات تک درود سے بدل دینا لازم ہے۔ تاکہ آپ کا درود لاتعداد ولاتحصٰی ہوکر جزا کا سبب بنے۔

366۔ سابقہ اقساط میں ہم نے دکھایا ہے کہ جمعہ ایک دن کی حیثیت سے کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔ اسکی فضیلت کا تفصیلی سبب بیان کیا ہے۔ ہر ہر بات کو احادیث سے مستحکم کیا ہے۔ اور خود مولانا نے بارہ میں سے دو عدد احادیث (نمبر 4,8) میں مان لیا ہے کہ جمعہ کی فضیلت نماز جمعہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ولایت کی بنا پر ہے۔ یہاں آپ کو فروع کافی کے اُسی باب کی آخری حدیث سناتے ہیں۔ مُلّا کے علاوہ تمام اہل علم لطف اندوز ہوں گے۔ اپنے امام علیہ السلام کے کلام سے ایک کائناتی حقیقت پڑھ کر اپنے علم میں اضافہ کریں گے۔ مگر جہلا یعنی مُلّا چیں بہ جبیں ہوگا۔ اسلئے کہ وہ حجرہ سے آگے کسی علم کو مانتا ہی نہیں ہے ارشاد ہے۔

367۔ **"قال: قُلْتُ لَہٗ: بلغنی اَنَّ یَوْمَ الجمعۃ اقصر الایام؟ قال: کذلک ھو. قُلْتُ: جَعَلْتُ فداک کیف ذاک؟ قال: اِنَّ اللّٰہ تبارک و تعالٰی یجمع ارواح المشرکین تحت عین الشمس فاذا رکدت الشمس عذّب اللّٰہ ارواح المشرکین برکود الشمس ساعۃ فاذا کان یوم الجمعۃ لا یکون للشمس رکود رفع اللّٰہ عنھم العذاب لفضل یوم الجمعۃ فلا یکون للشمس رکود."** (ایضاً۔ حدیث نمبر 14)

368۔ "جناب محمد بن اسمٰعیل بن بزیع حضرت امام رضا علیہ السلام کے متعلق کہتے ہیں کہ میں نے اُن حضرتؑ سے کہا کہ مجھے یہ پہنچا ہے کہ جمعہ کا دن باقی تمام دنوں میں قاصر ترین دن ہے۔ (چالو معنی میں سب سے چھوٹا دن ہے) فرمایا کہ جیسے تمہیں تبلیغ ہوئی بالکل وہی بات صحیح ہے۔ میں نے کہا میں نثار ہو جاؤں اس کی کیفیت بتایئے۔ فرمایا کہ اللہ تعالٰی مشرکین کی ارواح کو عین الشّمس کے ماتحت ایک ساعۃ روزانہ عذاب دینے کے لئے جمع کرتا ہے۔ اور سورج کے رکود (MOTIONLESS) غیر متحرک رہنے کے ذریعہ سے عذاب دیتا ہے۔ لیکن جب روز جمعہ ہو تو رکود نہیں ہوتا۔ لہٰذا سورج کے متحرک رہنے کی بنا پر مشرکین سے اُس روز عذاب ہٹا لیا جاتا ہے جمعہ کی فضیلت کی بنا پر۔"

علماءِ شیعہ اور علماءِ سوء میں فرق

369۔ پہلی چیز تو یہ ثابت ہوئی کہ جمعہ باقی دنوں کے مقابلہ میں سب سے قاصر دن ہے۔ یعنی سب سے چھوٹا دن سب سے بزرگ دن نہیں ہوسکتا۔ قاصر کے معنی ہیں کم یا کمی کرنیوالا۔ اسکی ضد ہے کامل، پورا یا پورا کرنیوالا۔ دنوں کی حیثیت سے جمعہ نہ صرف قاصر ہے بلکہ اقصر ہے یعنی باقی تمام دن اسکے بالمقابل کامل تر ہیں۔ دوسری چیز علم کے جھوٹے دعویداروں سے سوالات ہیں۔

(1) اُن سے معلوم کریں کہ عین الشّمس کیا ہے؟ تمہیں کیسے اور کہاں سے معلوم ہوا؟

(2) رکودالشّمس کیا ہے؟ تمہیں کیسے اور کہاں سے معلوم ہوا؟

(3) جمعہ کے دن رکودالشّمس کیوں نہیں ہوتا؟ دلیل سے بیان کرواوراس پر شہادت نظام عالم سے پیش کرو۔

تیسری بات سُن لیں کہ جو اِن سوالات کے جوابات نہیں جانتے وہ ہرگز مذہب اہل بیت علیھم السلام کے نمائندہ نہیں ہیں۔ وہ خودساختہ راہنمایانِ قوم ہیں جو علماءِ سوء کی پہچان ہے۔ یہ بہت ہی موزوں مقام آ گیا آپ کو ایک حدیث سنانے کا۔ تاکہ علماء شیعہ، خدا اُن کے فیوض وفضل علم سے اُمت کو مالا مال رکھے اور علماءِ سوء کا فرق معلوم ہوجائے۔ چنانچہ اصول کافی کتاب فضل العلم باب صفة العلم و فضلهٖ و فضل العلماء میں بیان ہوا ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ رسوؐل اللہ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مسلمان ایک شخص کے گرد چکر کاٹ رہے ہیں۔ فرمایا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کہا گیا کہ یہ علاّمہ ہے فرمایا کہ علامہ کیا (جانور) ہوتا ہے۔

۔"فقالوا له:أعلم الناس بانساب العرب ووقائعها وايّام الجاهلية والاشعار والعربية ،قال:فقال النّبى صلى اللّٰه عليه وآله وسلم ذَاکَ علم لايضرّ من جهله ولا ينفع من علمه؛ ثُمَّ قال النَّبى صلى اللّٰه عليه وآله اِنَّما العلم ثلاثة: ايَةٌ محكمة اوفريضةٌ عادلة اوسُنَّة قائمة وما خلاهُنّ فهو فضل۔"

370۔ آنحضرؐت کو بتایا کہ تمام انسانوں میں جو شخص عربوں کے نسبوں (شجروں) سے اور عرب کے واقعات سے اور عربوں کے دورِ جاہلیت سے۔ اور عربوں کے اشعار (وشعرا) نیز عربی خصوصیات (عربیت) سے زیادہ واقفیت رکھنے والا ہو وہ علامہ کہلاتا ہے۔ فرمایا کہ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ وہ علوم ایسے ہیں کہ جو کوئی اُن سے آگاہ نہ ہوا ُسے اُس کی جہالت سے نقصان نہیں ہوتا۔ اور جو اُن علوم کا عالم ہوا ُسے اُن علوم سے فائدہ نہیں ہوتا۔ رسوؐل اللہ نے پھر فرمایا کہ البتہ العلم تین چیزیں ہیں۔ **اوّل محکم آیت۔ دوم عدل پر مبنی فریضہ اور تیسرے ہمیشہ قائم رہنے والی سُنّت**۔ اور جو کچھ ان تینوں کے دائرہ سے باہر ہو وہ فضل ہے۔" (اصول کافی۔ کتاب فضل العلم، باب **صفة العلم و فضله و فضل العلماء**) (حدیث نمبر 1)

371۔ اس حدیث پر بڑی طویل بحث وگفتگو کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے یہاں نہ وقت ہے نہ یہ بحث عنوان سے متعلق ہے۔ اس حدیث سے جو کچھ سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہے۔ مذکورہ تین علوم یا علم کے تین حصوں کے علاوہ جو کچھ ہے وہ فضول ہے۔ ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر فضل کے یہی معنی ہیں؟ تو جمعہ کے متعلق تمام چیزیں فضول ثابت ہو چکیں۔ اور اگر یہ معنی نہیں؟ تو سمجھ کر معنی بتاؤ۔ اس حدیث سے مومنین کو آج پہلی دفعہ معلوم ہوا کہ لفظ علامہ بڑا پُرانا لفظ ہے۔ اور آنحضرؐت کے نزدیک علامہ ایک ایسا شخص ہے جس نے اپنا وقت برباد کیا ہو۔ لیکن عربوں کے نزدیک علامہ کی بڑی اہمیت تھی۔ اور اُنہی مقاصد کے ماتحت آج بھی اہمیت ہے۔ پھر اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے نہایت واضح الفاظ اور بے تکلفانہ لب ولہجہ میں عربوں

کے نسبوں کو جاننا۔ اُن کی تاریخ سے واقفیت وغیرہ کو قطعی غیر ضروری قرار دے دیا۔ اور اُن کے جاننے سے کسی قسم کا فائدہ نہ پہنچنا اور نہ جاننے سے نقصان نہ ہونا فرما دیا۔ یہ بڑی عجیب، دلچسپ اور معنی خیز بات ہے۔ اس قسم کی تفاصیل ہم نے دینی خطوط میں دے دی ہیں۔ یہاں اس پر نظر ڈال لیں کہ عربوں کے واقعات یا تاریخ معلوم ہو جانے کے بعد ایام جاہلیت کا الگ سے جاننا۔ کیا بات ہے؟ عربی اشعار ایک شخص کو آتے ہیں۔ وہ شعرا و اشعار کے تمام پہلو جانتا ہے۔ اس کے بعد عربیت کے معنی۔ زبان دانی کیسے ممکن ہیں؟ پھر عربیّت، مغربیّت، عجمیّت اور اکثریت واقلیت ایک ہی ترکیب وقاعدہ رکھتے ہوئے اپنی معانی سے کیسے فرار کر سکتے۔ لہٰذا یاد رکھیں اور کبھی نہ بھولیں کہ جاہلیت کے معنی عربوں کے یہاں وہ نہیں تھے جو آپ نے اختیار کئے ہیں۔ **<u>وہ کسی ایسے دین سے جاہل تھے جو عربوں کی فطرت یا عربیت کے خلاف لب کشائی کر سکے</u>**۔ ایک زمانہ تھا کہ جب دیدہ وران و دانشوران عرب نے عرب میں ایک سوشل معاشرہ قائم کیا تھا۔ جس میں یُونان و بابل و مصر کی تعلیمات کا نچوڑ رکھا گیا تھا۔ اُن کا دعویٰ تھا کہ سابقہ یا آئندہ کوئی نبیؑ ایسا نہیں ہو سکتا جو ہمارے تصورات کو غلط قرار دے سکے ہماری ہر سانس منشاءِ خداوندی کے ماتحت ہے۔ معاندین ومخالفین کو ٹالنے کے لئے اُنہوں نے چند ترکیبیں کی تھیں جو آج بھی جاری ہیں۔ مثلاً ایک شخص دوران گفتگو ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ جناب میں جاہل ہوں آپ عالم ہیں۔ میں ہار گیا آپ جیت گئے۔ مجھے معاف کیجئے میرے پاس وقت نہیں ہے۔ غریب ومصروف آدمی ہوں۔ یاد رکھیں یہ وہ طریقہ ہے کہ آپ کا مخاطب ہاتھ ملتا رہ جائے گا۔ آپ کو کسی طرح شکست نہ ہو سکتی ہو تو اس طریقہ سے تمام دیکھنے والے آپ کی شکست زبردستی آپ سے تسلیم کرائیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر آپ بولے تو اُن کی اور خود اپنی نظروں میں حقیر ہو کر رہ جائیں گے۔ لہٰذا اپنی منطق فلسفہ اور علوم کا دفتر سمیٹیے، لب بند و زبان بند شرمندہ ہو جایئے۔ **<u>جاہلیت سیاسی حیثیت سے استعمال کی جائے تو اعلمیت پر غالب آجاتی ہے</u>**۔ چنانچہ عربی ذہن کے نزدیک ایام جاہلیت روشن ترین دور تھا عربوں کی تاریخ میں اس دور کو الگ سے سمجھ کر سند لینا ضروری تھی۔ کتاب العلم سے تعلق ہوا تو ایک اصولی بات اور سُن لیں تا کہ علامہ کے ساتھ ساتھ لفظ عالم اور علماء بھی واضح ہو جائیں۔ اسی کتاب العلم میں علمی حیثیت سے انسانوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

"**النّاس ثلاثه :عالمٌ وَمُتَعَلّمٌ وَغثاء** ۔ ایک عالم دوسرے طالب علم تیسرے میل کچیل یا ڈانوا ڈول۔'' ذرا آگے چل کر فرمایا کہ:۔'' **فنحن العلماء وشيعتنا المتعلّمون وسائر الناس غثاء** ۔ چنانچہ ہم علماء ہیں اور ہمارے شیعہ طالبان علم ہیں اور باقی تمام لوگ غثاء ہیں۔'' (کافی کتاب فضل العلم باب اصناف الناس)

<u>اس کے بعد آپ کو نوٹ کرنا چاہیئے کہ عالم کسے کہتے ہیں؟</u>

<u>عقلاً وحقیقتاً عالم صرف وہی ہے جس سے جہالت کی نفی ہو جائے</u>۔ اور یہ مقام عطاءِ خداوندی ہے۔ معصومؑ کے علاوہ ہر

شخص جاہل زیادہ ہے اور عالم کم ہے ۔لہٰذا جاہل ہے ۔ چنانچہ یہ علامہ، عالم و علماء کی لفظیں سوچ سمجھ کر بولنا چاہئیں ۔ یہ ایک دوسرے کی خوشنودی کے لئے استعمال کرنا غلط ہیں ۔عزت وتوقیر کے لئے دوسرے الفاظ کافی ہیں اُنہیں استعمال کریں ۔

372۔ آگے بڑھنے سے پہلے ہم یہ دکھا دیں کہ فطری اور قانونی مطالبہ یہ تھا کہ مذکورہ بارہ یا چودہ احادیث میں ہمیں ایسی احادیث دکھائی جاتیں جن میں کھل کر اس طرح کے واضح الفاظ ہوتے کہ:۔ **وَقَالَ ؑ وقت صلوة الجمعة يَوْم الجمعة ساعة تزول الشمس وَ وَقتها فی السفر والحضر واحد..۔''(الفقیه باب وجوب الجمعة وفضلها.....)**

دیکھئے اس حدیث میں نماز جمعہ کا وقت بتایا گیا ہے اور بات کو اس قدر واضح کر دیا ہے کہ مزید سوال کی ضرورت باقی نہیں رہتی ۔ ''**فرمایا کہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کا وقت وہ گھڑی ہے جبکہ سورج ڈھلتا ہے ۔اور یہ کہ اسکا وقت سفر وحضر میں ایک ہی ہے ۔**''

جب تک ایسے واضح الفاظ یا عبارت موجود نہ ہو حتمی نتیجہ اخذ کرنا صرف قیاس آرائی سے ہی ہوسکتا ہے ۔ جو مذہب اہل بیت علیھم السلام میں حرام ہے ۔یہی وجہ ہے کہ ہم نے '' **اِذَا نُـوْدِیَ لِـلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الجُمُعَةِ** ''(62/9) کو وجوب نمازِ جمعہ کی دلیل بنانے سے منع کیا ہے ۔اسی طرح فضائل جمعہ میں ہمیں کہیں نماز جمعہ کی وجہ سے فضائل کا ہونا نہیں دکھایا گیا جو اوّلین ضرورت تھی ۔اس کے برعکس خود مولانا ایسی احادیث لے آئے جو اُن کے مدعی کے خلاف جمعہ کی فضیلت کا سبب ولایت کو قرار دیتی ہیں ۔ بلکہ اُس دن کے نام کی وجہ تسمیہ وہ اجتماع بتاتی ہیں جو ولایت پر میثاق کے لئے ہوا تھا ۔اس سلسلہ میں ہم نے سابقہ اقساط میں بہت کچھ لکھا ہے چند چیزیں اور پیش کر دیں تا کہ یہ مغالطہ دہی آئندہ کے لئے قطعاً بند اور واضح ہو جائے ۔اور ہر مسلمان کو معلوم ہو جائے کہ نماز جمعہ تو جمعہ جمعہ آٹھ دن سے شروع ہوئی ہے ۔ جمعہ کی فضیلت تو بلا نماز جمعہ روز ازل سے اسی طرح بلاکم وکاست چلی آتی ہے ۔ جو لوگ نماز جمعہ کو وجہ فضیلت جمعہ کہیں یا یہ مفہوم پیش کریں وہ کاذب وفریب ساز ہیں ۔نماز جمعہ کا اُن فضائل سے کوئی حقیقی ،عقلی یا شرعی تعلق نہیں ہے ۔ چنانچہ اصول کافی **کتاب الحجة مولد ابی الحسن** موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی ذیل میں ایک طویل حدیث میں ایک نصرانی سے امامؑ موصوف نے فرمایا کہ:۔

روز جمعہ کا روز عید ہونا اور دوسرے مومنین پر فراخی کرنے کا حکم

373۔ ''**وأمّا اليوم الّذی حملت فيه مريم فهو يوم الجمعة للزوال و هواليوم الّذی هبط فيه الروح الامين وليس للمسلمين عيد كان اولٰی منه، عظّمه اللّٰه تبارک و تعالٰی و عظّمهُ محمد صلّی اللّٰه عليه و آله فأمر اَن يجعله عيدً ا فهو يوم الجمعة..**''(کافی کتاب الحجة باب مولد ابی الحسن موسی بن جعفر علیھما السلام)

حدیث برابر جاری ہے ۔ یہاں معلوم ہوا کہ جمعہ کی فضیلت روز میثاق سے لیکر انسانوں میں جاری رہی اور ولایت کی ہی ایک شاخ سے متعلق یہ بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیقی بنیاد بھی جمعہ کو رکھی گئی ۔روح الامین کا نزول بھی جمعہ کو ہوا(**نزل به**

روح الامین) انہی اسباب وعلل کی بناپر جمعہ مسلمانوں کی سب سے بڑی عید بنایا گیا۔اسی ولایت کی وجہ سے اللہ ورسولؐ نے جمعہ کوعظمت عطا کی ہے۔ یہاں کہیں نماز جمعہ کا تصورتک نہیں ملتا۔ چہ جائیکہ اسکی وجہ سے جمعہ کی فضیلت کا اعلان کر دیا جائے۔

374۔ روز جمعہ کا روزعید ہونا اوراس عید میں خود حصہ لینے اور دوسرے مومنین پرفراخی کرنے کیلئے اس دن باقی چیزوں سے فارغ ہوجانے کا حکم ملا ہے نہ کہ نماز جمعہ کیلئے۔ سنئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے ہیں کہ:۔

اطرقوا اهليكم كل يوم الجمعة بشيءٍ من الفاكهة واللّحم، حتى يفرحوا بالجمعة۔

’’اپنے تمام متعلقین کے دروازوں کو ہر جمعہ کواس طرح کھٹکھٹاؤ کہ تمہارے ساتھ اُن کے لئے کوئی اس قسم کی چیز ہوجیسے میوہ جات یا گوشت وغیرہ تا کہ وہ جمعہ کی مسرت سے محظوظ ہوتے رہیں۔‘‘ **(الفقیہ کتاب الصلوٰۃ باب وجوب الجمعة وفضلها...)**

375۔ یہ ہے سبب اور وجہ جمعہ کے دن باقی کاموں سے فراغت حاصل کرنے کی۔لیکن مُلّا چاہتا ہے کہ لوگ مسجد میں بلا وجہ جا گھسیں۔اُن سے کہئے کہ **اطرقوا** امر کا صیغہ ہے۔اور ہر شخص سے متعلق ہے۔سوائے اس کے کہ کسی میں استطاعت نہ ہو۔ ہر مسلم فرد پر واجب ہے کہ وہ اپنے تمام اہل کے لئے جمعہ کو بار بار دورازے کھٹکھٹائے۔تحفہ تحائف دے۔اس کا کام ہے کہ وہ اُنہیں جمعہ کی مسرتیں محسوس کرا کے چھوڑے۔ ہے کوئی جو اس مفہوم میں نقص پیدا کر دے؟ یعنی اس حدیث کے خلاف منہ کھولے؟ مولانا کے لئے اگلی حدیث بھی لکھ دیں:۔

قال (ابی عبداللّٰه)من انشد بيت شعر يوم الجمعة فهو حظه من ذلک اليوم. (یہ دونوں حدیثیں **الفقيه كتاب الصلوٰة۔باب وجوب الجمعة** میں موجود ہیں)

۔’’امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی جمعہ کے دن کسی شعر کے دو بیت گائے تو بس جمعہ میں سے اس کا اسی قدر حصہ ہے۔‘‘

376۔ مذکورہ بالا عید مناتے ہوئے مومنین غلط کاموں سے روکے گئے ہیں اُنہیں حکم یہ ہے کہ وہ جمعہ کے دن اُن مسرتوں کے ساتھ حصول علم وتعلم جاری رکھیں۔ چنانچہ مولانا نے بھی اس حدیث کو لکھا ہے مگر حسب عادت غلط لکھا اور غلط مفہوم اخذ کیا۔کم لکھا اصل حدیث کو چھپالیا۔دیکھئے وہ لکھتے ہیں:۔**اف مسلم لا يفرغ نفسه فی كل جمعة لا مر دينه** (اصول کافی) اس غلط اور نامکمل عربی کو دیکھیں اور یہ مقدس ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

۔’’اس مرد مسلمان پرافسوس ہے جو کم ازکم ہفتہ میں ایک روز جمعہ کو اپنے تئیں مسائل دینیہ معلوم کرنے کیلئے فارغ نہیں کرتا۔‘‘

یہ ہے کمال بالائے کمال کہ عربی عبارت میں وہ سامان ہی موجودنہیں ہے جس کا یہ ترجمہ لکھ دیا گیا ہے۔اوراس کمال کا پھر منہ کالا کر دیا گیا یہ سمجھ کر کہ اس سے نماز جمعہ واجب ہوگئی۔اور جو نماز جمعہ پڑھ لے اُس نے مسائل دینیہ حاصل کر لئے۔**انّا للّٰهِ و انّا اليه راجعون**۔صحیح حدیث ملاحظہ ہو۔اصول کافی کتاب فضل العلم باب سوال العالم وتذاکرہ سے اس حدیث کوتحریف کیا

گیا تھا۔اس باب کا نام ہی بتا تا ہے کہ عالم سے پُرسش اور مذاکرہ پر حدیثیں لکھی جائیں گی۔یعنی اس باب کا نماز جمعہ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ بلکہ عام مسلمان مخاطب ہیں کوئی مستثنیٰ نہیں ہے کہ وہ عالم علیہ السلام سے مسائل معلوم کرنے کے لئے سوال ومذاکرہ کریں۔ہم اصل حدیث لکھتے ہیں آپ مولانا والی عربی عبارت سے مقابلہ کرتے چلیں۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

377۔ ''وائے ہواُس مرد پر جوتمام جمعوں میں اپنے دینی امر کیلئے خود کو فارغ نہ کر سکے۔اور دینی امر کی دیکھ بھال سے اور دین کے متعلق دیگر ضروری سوالات سے قاصر رہ جائے۔	**قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله اُفّ لرجل لا یفرّغ نفسه فی کُلّ جمعة لِاَ مر دینه فیتعاهده ویسأل عن دینه ؛وفی روایة أخری لکلّ مسلم۔''**

ایک دوسری روایت میں ہے کہ **اُفّ لکلّ مُسلم** فرمایا ہے''(کافی۔کتاب فضل العلم، باب سؤال العالم وتذاکرہ)

آپ دوبارہ پڑھ کر تلاش کریں کہ صرف جمعہ کی بات ہورہی ہے۔نماز جمعہ کا شائبہ تک نہیں ہے۔ بلکہ نماز جمعہ کا مطلوب نہ ہونا ثابت ہے۔یعنی اُف یا تُف یا وائے اور اظہار افسوس میں کسی مسلمان کو مستثنیٰ نہیں کیا۔معلوم ہوا کہ اگر نماز جمعہ میں شرکت کر کے امر دین پر تعاہد اور سوال مقصود ہوتے تو سارے مسلمانوں کو نہ لایا جاتا ہے۔ بلکہ صاحبانِ استطاعت کو برا کہا جاتا۔لہٰذا یہ عموم نماز جمعہ کو خارج از حدیث کرتا ہے۔اور وہ مقصد جو سابقہ احادیث سے ہم نے لکھنا شروع کیا اُسے ثابت کرتا ہے۔ ہر مسلمان کو فراغت پانا چاہئے اور دوسروں کو فارغ کرنے میں مدد ومعاون بننا چاہئے۔لباس وطعام ومیوہ جات فراہم کرنا چاہئیں اور پھر اُنہی نشستوں اور ملاقاتوں میں مسائل دینیہ خود بخود زیرنظر آجائیں گے۔علاوہ ازیں یہاں پر **اُفّ لرجل یا اُفّ لکلّ مُسلم** اس حال میں وارد ہوا ہے جب کہ وہ اپنی زندگی کے تمام جمعوں کو ناغہ کردے۔مگر نماز جمعہ کے لئے مولانا مانتے ہیں کہ اگر صرف تین جمعہ کی نمازیں لگا تار ترک کر دی جائیں تو ایک مومن اسلام سے خارج ہو کر منافق ہوجاتا ہے۔اگر یہ بات صحیح ہے اور سمجھ کر کہی گئی ہے تو پھر ساری عمر نماز چھوڑے رکھنے والے کیلئے صرف **اُف** کا آنا بڑا عجیب ہے۔یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ منافق یا نفاق سے زیادہ قبیح لفظ **اُف** ہے اور یہ کہ جسے اُف کہہ دیا جائے وہ منافق سے دو ہزار پانچ سوستانوے گنا مجرم ہے۔یا پھر یہ ماننا ہوگا کہ یہ زیرنظر حدیث نماز جمعہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔اور یہی بات صحیح ہے۔چنانچہ اسی مذکورہ باب میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ دینی امور پر تعاہد وسوالات وغیرہ نماز جمعہ میں نہیں بلکہ عام طور پر آپس میں معلوم کئے جائیں گے۔چنانچہ پھر ثابت ہوا کہ جمعہ کے لئے فراغت کے معنی نماز جمعہ کے لئے فراغت سمجھنا غلط ہیں۔

378۔ اب آپ کو یہ دکھائیں کہ جمعہ کا دن اس لئے بھی اہمیت رکھتا ہے کہ اُس دن تمام مسلمانوں، مَردوں،عورتوں اور بچوں کے لئے صفائی وآرائش وزیبائش لازم کی گئی ہے۔پورے ہفتہ کے بعد کم ازکم ایک دن نہانا کپڑے بدلنا لازم وواجب قرار دیا

گیا ہے۔اور چونکہ ایک دوسرے سے ملنا تحفہ تحائف دینا فراغت وفراخی کا انتظام ساتھ چلتا ہے۔اسلئے ہر شخص جو صاف سُتھرا نہ ہوگا سہولت سے معلوم ہو جائے گا۔اس سلسلہ میں چند فرمانات ملاحظہ ہوں اور وہاں برابر ٹٹول ٹٹول کر دیکھیں کہ کہیں بھی اصل سبب نماز کو بتایا گیا ہے؟ سنئے کہ جناب خالد صیرفی کہتے ہیں کہ (کافی کتاب الطہارۃ وعلل الشرائع میں ہے کہ):۔

379۔ ''میں نے ابوالحسن الاوّل علیہ السلام سے سوال کیا کہ غسل جمعہ کس لئے واجب ہوا ہے؟ فرمایا کہ بتحقیق اللہ تعالیٰ فرض نمازوں میں خامیوں کو نماز نافلہ کے ذریعہ سے مکمل کر دیتا ہے۔اور فرض روزوں میں جو نقص رہ جائے اُسے سنت روزوں سے دُور کر دیتا ہے۔اور جس قدر فرض وضو ہے اس کی خامی کو غسل جمعہ میں سے پوری کر دیتا ہے۔یہ خامیاں بھول چوک یا اَنفٹ (UNFIT) ہونے کی بنا پر ہو جاتی ہیں۔'' اسی باب میں ہے کہ؛

سألت ابَا الحسن الاوّل عليه السلام كيف صَارَ غسل الجمعة واجبًا؟قال: فقال: انّ اللّٰه تبارک وتعالٰی اتمّ صلا ة الفريضة بصلا ةالنافلة واتمّ صيام الفريضة بصيام النافلة واتمّ وضوء الفريضة بغسل يوم الجمعة فيما كان من ذلک من سهوا و تقصير أو نسيان. (كافی اورعلل الشرايع باب۔203 علت وجوب غسل يوم الجمعة)

فضائل جمعہ کو نماز جمعہ کی طرف نہیں موڑا جاسکتا

380۔ امام رضا علیہ السلام نے غسل جمعہ اور عیدین کا سبب وعلت کا بیان بطور مسئلہ لکھ کر بھیجا،اس میں فرمایا کہ:۔

" علة غسل العيدين و الجمعة وغير ذلک من الاغسال لما فيه من تعظيم العبد ربه و استقباله الكريم والجليل وطلبه المغفرة لذنوبه وليكون لهم يوم عيد معروف يجتمعون فيه علٰی ذكراللّٰه فجعل فيه الغسل تعظيما لذلک اليوم وتفضيلا له علی سائر الايّام وزيادة فی النوافل والعبادة وليكون ذلک طهارة له من الجمعة الی الجمعة۔'' (علل الشرایع۔ باب203 علت وجوب غسل يوم الجمعة)

اس سلسلہ میں یہ ہے کہ غسل عیدین اور جمعہ وغیرہ قسم کے غسل اس لئے ہیں کہ بندہ اپنے رب کے استقبال میں اُس کی تعظیم مدنظر رکھے اور اُس سے اپنے گناہوں کی مغفرۃ طلب کرے اور تاکہ اُن کیلئے یہ عید کا دن بن جائے۔اس دن وہ ذکر اللہ کے لئے جمع ہوتے ہیں۔اس لئے اس میں اُس دن کی تعظیم کیلئے غسل مقرر کیا۔اور دوسرے ایام پر اُس کو فضیلت دی گئی اور نوافل وعبادات میں اضافہ کیا گیا۔اور اسلئے بھی کہ غسل جمعہ اگلے جمعہ تک پاک رہنے کی ضمانت ہو جائے۔

اس حدیث میں سب ہی کچھ ہے مگر نماز جمعہ کا تذکرہ نہیں ہوا۔ذکر اللہ سے مولانا نماز جمعہ مراد لیتے ہیں نہ لے سکتے ہیں۔اسلئے کہ ایک ذکر اللہ علیہ السلام تو خود سربراہ اسلام ہے۔دوسرا عام ذکر اللہ۔جس میں نہ وضو کی شرط ہے نہ مسجد کی پابندی۔علاوہ ازیں فقہاء کی کثرت نے غسل جمعہ کو واجب نہیں مانا۔لہٰذا نماز جمعہ کا بلا غسل جمعہ ہوسکنا ثابت ہوگیا۔چنانچہ جس

غسل کی علتیں بیان ہوئیں وہ واجب ہے۔اوراس کا نماز جمعہ سے تعلق نہیں بلکہ وہ ہر مسلمان مرد عورت پر لازم ہے۔اِلا یہ کہ علالت ہو یا پانی کی قلت ہو۔فطری عذرات ہر واجب میں قابل قبول ہیں اور تمام مسلمان اُن سے واقف ہیں۔ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جمعہ کی احادیث میں ایک پہلو ہفتہ وارانہ صفائی وطہارت کا بھی ہے جو تمام مردوں عورتوں سے یکساں طور پر وابستہ ہے۔**لہٰذا فضائل جمعہ کو نماز جمعہ کی طرف نہیں موڑا جاسکتا**۔زیرِنظر حدیث نے جمعہ کے غسل کو ہفتہ بھر کیلئے غسل قرار دیا ہے۔اس کے لزوم کے لئے ملاحظہ ہو کہ فرمایا گیا:۔

381۔ ''میں نے غسل جمعہ کے متعلق سوال کیا فرمایا کہ تمام مردوں اور عورتوں پر آزاد اور غلام پر۔'' چنانچہ کوئی مستثنیٰ نہ رہا۔ دوسری حدیث میں پھر انہی الفاظ کو فرمایا گیا ہے۔تیسری حدیث میں ہے کہ جناب امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

۔''جمعہ کے دن کا غسل مردوں اور عورتوں پر حضر میں ہے۔ اور مردوں پر سفر میں بھی ہے اور عورتوں پر سفر میں نہیں ہے۔اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ عورتوں کو سفر میں اس لئے رعایت دیدی ہے کہ اگر پانی کی قلت ہو۔''

سالته (اما م ابو الحسنؑ الرضاؑ)عن الغسل يوم الجمعة فقال :واجب على كل ذكر و انثىٰ عبد او حـــرّ ۔'' (فروع کافی ۔کتاب الطہارۃ، باب وجوب **الغسل يوم الجمعة)**

الغسل يوم الجمعة على الرّجال و النّسآء فى الحضر و على الرجال فى السفر و ليس على النّسآء فى السفر .وفى رواية اُخرى اَنَّهُ رَخَّصَ للنسآءِ فى السفر لِقِلَّةِ الْماءِ ۔(ايضاً)

382۔ واضح ہوگیا کہ اگر غسلِ جمعہ کا جمعہ کی واجب نماز سے کوئی تعلق ہوتا تو یقیناً غسل کو صرف مردوں پر اور پھر مردوں میں سے بھی اُن مردوں پر لازم کیا جاتا جو نماز جمعہ کی شرائط پوری کرتے ہوں۔مردوں عورتوں پر لازم و واجب بتا کر اس غسل کو ہفتہ وارانہ غسل ثابت کر دیا گیا جو واقعی واجب ہے۔اس سے زیادہ دنوں تک غسل کرنے والے کو جناب علی مرتضٰی علیہ السلام چشم نمائی کیا کرتے تھے۔معلوم ہوا کہ مولانا کی فضائل والی احادیث میں جہاں جہاں **''جمعہ کے لئے''، ''جمعہ کا دن''، ''جمعہ کی رات''** وغیرہ الفاظ ہیں اُن کا نماز جمعہ سے نہیں بلکہ دوسرے اعمال سے تعلق ہے۔اور اُنہی اعمال کی وجہ سے جزا کئی کئی گنا ہوتی ہے۔اسی وجہ سے جمعہ کے دن کے غسل کو پورے ہفتہ کے گناہوں کا کفارہ قرار دیا گیا۔

غسل يوم الجمعة طهور و كفارة لما بينهما من الذنوب من الجمعة الى الجمعة۔

(امام جعفر صادق علیہ السلام۔الفقیہ باب غسل یوم الجمعۃ وغیرہ۔)انہی حضرتؑ نے غسل کی علت یوں بتائی کہ:۔

''۔یقیناً انصار ہفتہ بھر اپنے کھیت کیاری اور جانوروں میں مصروف رہتے اور جمعہ کے روز چھٹی کر کے مسجد میں آجاتے۔اُن کے بدنوں اور بغلوں کی بدبو سے لوگوں کو بڑی اذیت پہنچتی تھی۔چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اُنہیں حکم دیا کہ وہ جمعہ کو غسل کیا کریں۔اُس کے بعد یہ قاعدہ جاری ہوگیا۔''(الفقیہ باب غسل یوم الجمعة)

ان الانصار كانت تعمل فى نوا ضحها و اموالها .فاذا كان يوم الجمعة حضروا المسجد فتأ ذى الناس بارواح آباطهم و اجسادهم فامرهم رسوؐل الله صلى الله عليه و آله بالغسل فجرت بذلك السنة. (ایضاً)

383۔ یہاں ثابت ہوگیا کہ ہفتہ میں ایک بار غسل کرنا لازم ہے۔چنانچہ جمعہ کا دن صفائی اور صحت وعید کا دن بھی ثابت ہو گیا۔حکم تو یہ ہے کہ روزانہ خوشبو لگائی جائے مگر جمعہ کو کم از کم ضروری ہے(الفقیہ) اچھے کپڑے پہننا بھی ضروری ہے(الفقیہ) حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں جمعہ کو جہاں تمام دنوں کا سردار قرار دیا ہے وہیں اس کو تمام عیدوں سے افضل (افضل عیادکم) قرار دیا ہے۔لہٰذا جمعہ کی تمام فضیلتیں ولایتؑ اور پھر کارِ ولایتؑ سے متعلق ہیں۔نماز جمعہ بغیر امامؑ کارِ ولایت کے خلاف ہے۔لہٰذا اس کی کوئی حیثیت فضائل جمعہ میں نہیں بتائی گئی ہے۔

جمعہ کی تمام فضیلتیں ولایت اور کارِ ولایت سے متعلق ہیں

384۔ اسکے بعد فضائل جمعہ کی ایک اور حدیث لکھ کر پھر دوسرے اعمال کے فضائل کا جمعہ کے فضائل سے موازنہ کرینگے۔ تاکہ مولانا کی تائید مکمل ہوجائے۔اور یہ دلیل کہ جمعہ کے بہت سے فضائل ہیں لہٰذا نماز جمعہ واجب ہے کھل کر سامنے آجائے۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ وہ کوئی خیر کا کام کرے جیسے صدقہ دینا، روزہ رکھنا اور اسی قسم کے کام تو فرمایا:۔''قال <u>یستحب</u> ان یکون ذلک یوم الجمعة فان العمل یوم الجمعة یضاعف''۔(الفقیہ) ۔''<u>مستحب</u> یہ ہے کہ وہ عمل جمعہ کے دن بجالائے اسلئے کہ جمعہ کو عمل کا نتیجہ دوگنا ہوجاتا ہے۔''(باب وجوب الجمعة وفضلها)

385۔ یہاں بات واضح ہوگئی کہ جمعہ کے روز اعمال خیر کرنا <u>**اختیاری**</u> ہیں۔اور ساتھ ہی یہ بھی کہ ثواب میں اضافہ، درجات میں بلندی، گناہوں کی معافی وغیرہ وغیرہ نماز جمعہ یا نماز جمعہ پڑھنے والوں سے مخصوص نہیں ہیں۔ بلکہ کوئی بھی اعمال خیر بجا لائے اسکو یہ تمام انعامات ملنا عام ہیں۔مولانا کے فضائل جمعہ والے مغالطہ کیلئے اسی قدر کافی تھا لیکن ہم یہاں بات ختم نہ کریں گے بلکہ اب یہ عرض کرینگے کہ آپ نے اس قسط میں بار بار دیکھا کہ جمعہ عید ہے۔یا سب سے بڑی عید ہے۔اور مذکورہ ٹھاٹھ باٹ اسی عید کیلئے ہیں۔اس چیز کو سامنے رکھئے اور امامؑ کی ایک بات سنئے اور غور فرمایئے۔جناب محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔

قال یا عبد اللّٰہ ما من عید للمسلین، اضحٰی ولا فطر الا و ھو یتجدّد فیه لِآل محمدٍ حزن ،قلت فلم؟قال لا نّھم یرون حقّھم فی یدغیر ھم (علل الشرایع باب (126) العلة التی من اجلھا یتجدّد لِآل

محمد صلوات اللّٰہ علیہم فی کل عید حزن جدید) اور **(الفقیه باب صلاۃ العیدین حدیث نمبر 28)**

۔''اے عبداللہ مسلمانوں کی کوئی عید نہیں، نہ بقر عید نہ عید الفطر، سوائے اس کے کہ اس میں آلِ محمدؑ کا حزن پھر سے نیا ہو جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ کیوں؟ فرمایا کہ وہ اپنے حقوق غیروں کے ہاتھوں میں دیکھتے ہیں۔'' (علل الشرایع، من لایحضر ہ الفقیه)

386۔ خدا کیلئے بتایئے کہ آپ نے یہ حدیث اس سے پہلے کبھی سنی تھی؟ پھر یہ بتایئے کہ کیا جب تک ہم اُنکی اس تمنا کو برباد ہوتا دیکھتے رہیں ہماری کوئی عید عید ہے؟ لوگوں کو حقوق کے تحفظ کیطرف متوجہ کرنے کی جگہ اگر کوئی شخص محبان اہل بیتؑ کو عبادتوں کے مصنوعی باغ دکھا کر مطمئن کردے تو اُس سے بڑا محمدؐ و آلِ محمدؑ کا دشمن اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ آج وہ حضرات پھل پھول رہے ہیں۔ جنہوں نے اپنے ملازم موذن کو ہدایت کر رکھی ہے کہ وہ اُنکے منظور کردہ فصول اذان پکارے۔ موذنوں کے ساتھ ساتھ پیش نماز خریدے جارہے ہیں۔ روزہ خود ہی آج بے دخل کر دیا گیا ہے۔ حج استطاعت سے وابستہ ہے۔ اور استطاعت تاجران دین کے رحم و کرم پر ہے۔ حد ہوگئی کہ آج عزاداری ایسی موثر اسکیم بالکل بے اثر کرکے رکھ دی گئی ہے۔ مقررین مجلس میں کچھ اتنا بور کرتے ہیں کہ لوگ مجلس میں آنے سے کان پکڑ لیتے ہیں۔ کچھ اتنا رُلاتے ہیں کہ دل کی پوری حرارت سرد ہو کر رہ جاتی ہے۔ تمام پیدا شدہ جوش پانی بن کر نکل جاتا ہے۔ اور یہ غمخوار و وفادار انسان سال بھر کیلئے دینی موت مر جاتا ہے۔ مقررین وذاکرین نے اپنی اپنی سرحدیں بنا رکھی ہیں۔ سینکڑوں درخواستیں کامیاب شیعہ مقرّرین کی طرف سے گذر جاتی ہیں اگر کوئی عالم باہر سے اُنکی مرضی کے خلاف اُنکی حدود میں داخل ہونے کی کوشش کرے۔ وہ لوگ منبر پر جو کچھ کہتے ہیں اس پر اُن سے دینی مواخذہ نہیں ہوسکتا۔ اسلئے کہ وہ قول تھا جو ہوا میں منتشر ہو گیا۔ تحریر وقلم سے یہ لوگ میدان میں آئیں تو انکی ایک کتاب بھی اھلِ عقل کے ہاتھوں میں شرف قبولیت نہ پائے۔ چنانچہ تقریر کے میدان میں آٹھ سو روپیہ فی گھنٹہ، مقبول مقرر کی ایک کتاب عرصہ دراز سے ردی کی ٹوکری میں پڑی ہوئی ہے۔ اسکے نام سے لیکر کردار تک حماقت وتضاد و جہالت کا ثبوت ہے۔ بہرطور اس قسم کی احادیث کو یہ لوگ ہرگز ہرگز چھو نہیں سکتے۔ اُنہوں نے اپنے مقاصد وتجارت کی روشنی میں آیات واحادیث کا ایک موزوں انتخاب (SET) رٹا ہے۔ وہ اُسی دائرہ کے اندر گھومتے ہوئے بھی جہلا کو ناپیدا کنار علمی سمندر معلوم ہوتے ہیں۔ بہرحال اصول یہ ہے کہ جس چیز کو آپ بے اثر کرنا چاہتے ہوں اُس کی افراط کر دیجئے بس کام ہو گیا۔ نتیجہ جلدی سے نکالنا ہو تو لوگوں پر تقاضہ بھی شروع کر دیجئے۔ انشاءاللہ لوگ بہت جلد آپ سے چھپتے پھریں گے خود آپ کا نام مجلس رکھ لیا جائیگا۔ تمام سیاسی ٹیکنیک خود اپنوں کے ہاتھوں سے برسرکار ہے۔ اور کسی کو شبہ تک بھی نہیں ہوتا۔ اور اگر کہیں ایسا ممکن ہو تو یہ شبہ اپنے ہم عصر و مدمقابل کی طرف موڑ دیا جاتا ہے۔ دو فرقوں میں کشیدگی یا جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ اس میں بھی اُنکی خوب کمائی ہوتی ہے۔ مشکوک اُنہیں سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔ اُنکے دلاّل ہر انجمن میں اپنا کام نہایت حُسن سے کرتے رہتے ہیں۔ اُن پر نظر رکھنا بہت ہی ضروری ہے۔

387۔ مذکورہ حدیث کی روشنی میں یہ عیدیں یہ جمعے بالکل فضول ہیں ۔ یہ عبادت بن سکتے ہیں اگر قیامِ ولایتؑ کی معصوم بنیادیں استوار کی جائیں ورنہ ہر وہ عبادت حرام ہے جس کے مقصد کو اُلٹ دیا گیا ہے ۔اُن کا ترک لازم ہے اُن پر عمل جہنم میں لے جائے گا۔ یہ دین کا مسئلہ ہے اس کی تحقیق ہر شخص پر فرداً فرداً واجب ہے ۔ولایت میں کسی قسم کی رخصت نہیں ہے ۔ باقی تمام عبادتوں میں استثناو رُخصتیں موجود ہیں ۔محبانِ اہل بیتؑ!! اپنے حبیب اور دشمن کو پہچانئے ۔حضرت علی علیہ السلام کی بتائی ہوئی شناختوں کو نہج البلاغہ خطبہ نمبر 32 سے نوٹ کیجئے ۔اور اس کے مطابق اُن کو جانچئے ۔اُن سے سوالات کر کے جوابات پر فیصلہ کر لیجئے ۔اور ہمیں گن کر بتایئے کہ چوتھی قسم کے انسانوں میں آپ کو کتنے اہل قلم ملے ۔کتنے منبر نشین پورا اُترے ۔ کتنے لیڈر مرتضویؑ معیار کے مطابق کام کر رہے ہیں؟ ان چیزوں پر غور و فکر اور ان کا تدارک دین کی صحیح خدمت ہے۔

388۔ یہاں سے ہم جمعہ کے فضائل کے سلسلہ میں رُخ بدلتے ہیں مولانا نے فضائل جمعہ اس لئے بیان کئے کہ اُن کے مدعیٰ نماز جمعہ کا وجوب ثابت ہو۔لیکن وہ سراسر قاصر رہے یہ دکھانے میں کہ نماز جمعہ کا فضائل جمعہ سے کیا تعلق ہے؟ اس کے برعکس ہم نے فضائل جمعہ کی غرض و غایات بیان کیں اور ثابت کیا کہ نماز جمعہ سے فضائل کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ وہ عام ہیں ۔نماز جمعہ کے پڑھنے اور نہ پڑھنے سے جمعہ کے اجر و ثواب میں کمی واقع نہیں ہوتی ۔ہم نے دکھایا کہ جمعہ کے دن کو عید قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے مومنین کو آپس میں ایک دوسرے سے ملاقاتیں لازم ہیں کہ اُس روز تمام مومنین خوشحال و مسرور و شادمان ہوں۔ ہفتہ بھر اُس کا انتظام کرتے رہنا چاہئے کہ جمعہ کے دن لوگوں کو بہتر خوراک اور عمدہ لباس فراہم کیا جا سکے اور گھر گھر جا کر اس سلسلہ میں مدد دی جایا کرے۔ چنانچہ مومن کی مومن سے ملاقات بجائے خود ایک پسندیدہ عمل ہے ۔اور جب اس کی غرض مومنین کی اصلاح، خوشحالی اور شادمانی ہو تو اس عمل کے ثواب و اجر کی کوئی انتہا نہیں رہتی ۔بس چند احادیث اس سلسلہ میں آپ کے سامنے رکھنا مقصود ہیں۔ پھر دیکھئے کہ جمعہ کے فضائل کی وجہ یہ ملاقاتیں بھی ہیں۔

(قسط 12) JS/12/15666 **15 جون، 1966ء**

مسلمان کے مسلمان پر واجب حقوق

389۔ اس قسط میں ہم مولانا کے اختیار کردہ فضائل جمعہ کے بالمقابل چند معمولی اعمال کے فضائل دکھا کر اُن کے فضائل سے مقابلہ کرنے کا موقعہ دینا چاہتے ہیں ۔اس کے لئے ہم موزوں سمجھتے ہیں کہ پہلے مومنین کو اُن کے وہ حقوق مختصراً دکھا دیں جن سے وہ محروم ہیں سُنئے ! آپ کے یا کسی دوسرے شیعۂ اہل بیت (علیہم السلام) کے شیعہ ہونے کی اوّلین عملی شرائط کیا ہیں۔ معلّی بن خنیس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے معلوم کیا:۔

390۔ قُلْتُ لَهُ :مَاحَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ؟قال :له سبع حقوق واجبات ما منهنَّ حقٌّ اِلَّا و هُوَعليه

واجب، اِنْ ضَيّع مِنْهَا شيئًا خرج من ولاية اللّٰه وطاعته ولم يكن للّٰه فيه من نصيب .قُلْتُ لَهُ :جعلت فداک وَمَاهِيَ ؟قال : يا معلّى اِنّي عَلَيْکَ شفيق اخاف اَن تضيّع وَلَا تحفظ وتعلم وَلَا تعمل .قال :قلت له :لا قوّ ةَ اِلّا باللّه ،قال :اَيسر حقّ منها اَن تحبّ له ماتحب لنفسک وتكره له ماتكره لنفسکَ؛ والحقّ الثانى اَنْ تجتنب سخطه وتتبّع مرضاته وتطيع امره ؛والحق الثالث ان تعينه بنفسک وَمَا لِکَ ولسانکَ ويدکَ ورِجلکَ ؛والحق الرّابع اَن تكون عينه ودليله و مِرآته والحق الخامس (اَن)لا تشبع و يجوع ولا تروى ويظمأولا تلبس ويعرى ؛والحق السادس اَن يَكُوْنَ لکَ خَادِمٌ وليس لاخيکَ خادم فواجب ان تبعث خادمک فيغسل ثيابه و يصنع طعامه و يمهّد فراشه ؛والحق السَّابع أَن تبرَّ قسمه وتجيب دعوته، و تعود مريضه، وتشهد جنازته واذا علمت اَنَّ له حاجة تبادره اِلٰى قضائها و لاتلجئه اَن يسألكَهَاولكن تبادره مبادرة فاذافعلت ذلک وصلت ولايتک بولايته وولايته بولايتک.

391۔ ”میں نے اُنؑ سے عرض کیا کہ مسلم کا مسلم پر کیا حق ہے؟ فرمایا ہر مسلمان کے سات واجب حقوق ہیں۔اُن میں سے کوئی ایک بھی ایسا حق نہیں ہے کہ جو واجب نہ ہو۔اگر اُن میں سے کوئی ایک شے بھی ضائع کر دی جائے تو اللہ کی ولایت و اطاعت سے خارج ہو جاتا ہے۔اور اللہ کو اُن میں کسی سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔میں نے اُنؑ سے عرض کیا کہ میں تم پر قربان وہ حقوق کیا کیا ہیں؟ فرمایا کہ اے معلّیٰ میں دراصل تم پر مہربان ہوں۔اس لئے مجھے خوف ہے کہ تم کہیں اُن حقوق کو ضائع نہ کر دو۔ اور اُن کی حفاظت نہ کر سکو۔علم کے بعد خلاف ورزی بُری چیز ہے۔میں نے عرض کیا کہ کسی کی مجال نہیں ہے سوائے اللہ کی قوت کے۔فرمایا کہ اُن حقوق میں سے آسان تر یہ ہیں کہ:۔

جو کچھ اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی اسکے لئے پسند کرو۔اور جو کچھ اپنے لئے ناپسند کرتے ہو وہ اُس کے لئے بھی ناپسند کرو۔

دوسرا حق یہ ہے کہ اُس کے غصہ سے اجتناب کرو اور اُس کی رضامندی اختیار کرو اور اُس کی فرمانبرداری کرو۔اور

تیسرا حق یہ ہے کہ اُس کی اعانت اپنے ہاتھ پیر زبان و جان و مال سے کرو۔

چوتھا حق یہ ہے کہ تم اُس کی آنکھیں بن جاؤ اُس کے لئے مجسم دلیل ہو جاؤ۔اور خود کو اُس کے لئے آئینہ بنا دو (یعنی تمہارے اعمال میں وہ خود اپنی ذات کو دیکھ سکے)

پانچواں حق یہ ہے کہ تم ہرگز نہ کھاؤ اگر وہ بھوکا ہو۔پانی نہ پیئو اگر وہ پیاسا ہو۔لباس نہ پہنو اگر وہ بے لباس ہو۔

چھٹا حق یہ ہے کہ اگر تمہارے پاس خادم ہو اور تمہارے مسلم بھائی کے پاس خادم نہ ہو تو اپنے خادم کو ذمہ دار بناؤ کہ وہ اس کے کپڑے دھویا کرے۔کھانا پکایا کرے اور بستر بچھانے اور طے کرنے کا کام کرے۔

ساتواں حق یہ ہے کہ اُس کی قسموں کی تعمیل کرائے ۔اُس کے بلانے پر تعمیل کرو۔ بیماری میں دیکھ بھال کرو۔ جنازہ میں شاہد بنو۔اور جب تجھے معلوم ہو جائے اُسے کوئی ضرورت درپیش ہے تو اُسے از خود برلاؤ۔اُسے یہ موقع نہ دو کہ وہ تم پر ظاہر کرے تب تم حاجت روائی کرو۔ بلکہ اپنی کوشش وتوجہ سے معلوم کرو اور فوری طور پر پورا کرو جب تم نے وہ تمام حقوق عملاً پورے کر دئے تو تمہاری ولایت اس کی ولایت سے اور اس کی ولایت تمہاری ولایت سے وابستہ ہوگئی۔''

(اصول کافی۔کتاب الایمان و الکفر، باب حق المؤمن علی اخیه واداءحقه)

392۔ کیا آپکو آپکے جلسوں ،وعظوں ،مجلسوں ،خطبوں میں یہی تعلیم دی جا رہی ہے۔کیا آپ اِن تمام حقوق کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں ۔یاد رکھئے کہ یہ سہل ترین حقوق ہیں ۔مگر ولایت سے تعلق کی بنیاد ہیں ۔ہوسکتا ہے کہ آپ نمازی ہوں، روزہ دار ہوں، حاجی ہوں ،زائر ہوں، پرہیز گار ہوں، خمس وزکوۃ دے رہے ہوں، یا سب کچھ ہوں مگر ولایت سے اگر تعلق نہیں ہے تو یقین کیجئے کہ آپکے تمام اعمال بے وزن اور حبط ہیں۔ بہر حال ان حقوق کو نظر میں رکھئے اور چند چیزیں ملاحظہ فرمائیے۔

393۔ عن ابی جعفر علیه السلام قال :قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله حدثنی جبرئیل علیه السلام اَنَّ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ أهبط الی الارض ملکاً ،فَاَقْبَلَ ذلک الملک یمشی حتّٰی وقع اِلٰی باب علیه رَجُل یستاذن علٰی رَبّ الدَّار .فقال له الملک :ما حاجتک اِلٰی ربّ هذالدَّار؟قال:اَخ لی مسلم زرته فی اللّٰه تبارک وتعالٰی ،قال له الملک :ما جاءَ بِکَ الا ذاک ؟فقال ما جا ء بی اِلَّا ذاک .فقال :اِنّی رسول اللّٰه الیک وهو یقرئک السّلام ویقول :وجبت لک الجنّة وقال الملک: اِنَّ اللّٰه عزّوجلّ یقول:اَیُّمَا مسلم زار مسلماً فلیس اِیَّا ہُ زار، اِیَّایَ زار و ثوابه عَلیَّ الجنة۔(کافی کتاب الایمان والکفر ۔باب زیارۃ الاخوان)

394۔ ۔''امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے کہ مجھ سے جبرئیل علیہ السلام نے بیان کیا کہ بتحقیق اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو زمین پر اُترنے کا حکم دیتا ہے۔وہ فرشتہ آتا ہے اور چلنا شروع کرتا ہے حتٰی کہ اُس دروازہ پر رکتا ہے۔ جہاں (اس فرشتہ سے متعلق) ایک شخص مالک خانہ سے اجازت طلبی کررہا ہے۔فرشتہ اس شخص سے کہتا ہے کہ تمہیں مالکِ خانہ سے کیا حاجت ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ یہ میرا برادر دینی ہے۔لوجه اللّٰه اس کی زیارت کرتا ہوں۔فرشتہ کہتا ہے کہ بس صرف اسی قدر ہے کوئی اور بات تو نہیں ہے؟ وہ جواب دیتا ہے محض زیارت وملاقات درکار ہے۔اسپر فرشتہ نے کہا کہ سنو میں خدا کا ارسال کردہ فرشتہ ہوں۔اُس نے تجھے سلام کہلوایا ہے۔اور فرمایا ہے کہ تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے۔ فرشتہ یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ نے یقیناً یہ بھی کہا ہے کہ ہر وہ مسلم جو دوسرے مسلم سے ملاقات کرے اُس نے اُس کی ملاقات نہیں بلکہ مجھ سے ملاقات کی ہے۔اس کے لئے میرے پاس جو ثواب ہے وہ جنت ہے۔''

395۔ جمعہ کے فضائل بیان کرنے کا بہانہ تلاش کرنے والوں کو کہیئے کہ:۔

1۔روزانہ ہر مسلم کو مسلم کی زیارت و ملاقات کو واجب ہونے کا فتویٰ دیں؛

2۔اور اس فتویٰ پر خود بھی روزانہ عمل کریں؛

3۔اور یہ دیکھیں کہ جمعہ آٹھویں روز آتا ہے۔مگر اس کے فضائل میں آپ نے ایک بھی ایسی حدیث نہ لکھی جس میں اللہ عرش سے اپنا سلام بذریعہ ملائکہ ارسال کرے؛

4۔مان لو کہ آپ کی نمازِ جمعہ سے افضل ہے ایک مومن سے ملاقات۔

اس لئے کہ وہ مومن مذکورہ سات فرائض کو ادا کرنے میں کوشاں ہے جو خدا اور رسوؐل کی طرف سے نافذ و واجب ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ضد و بغض و تعصب آدمی کو اندھا کر دیتا ہے۔اس لئے ممکن ہے کہ کوئی عقل مند یہ کہے کہ لیجیئے فتویٰ مل گیا۔ تمام روزہ نماز بند کر دو اور بس ایک دوسرے سے ملاقات کر کے جنت حاصل کر لو۔ یہ اور اِس قسم کے دوسرے اعتراضات ہمیشہ اُن لوگوں کی طرف سے ہوا کرتے ہیں جو علم وعقل کے دُشمن ہوں۔رُونے اور رُلانے والوں ایسا منہ بنانے والی حدیث پر بھی ایسے اعتراض ہو چکے ہیں۔اور جواب دئے جا چکے ہیں۔اُن لوگوں کا صحیح جواب یہ ہے کہ اُنہیں دیانت داری کی تعلیم دی جائے۔بات یہ ہو رہی ہے کہ جمعہ چھٹی کا دن ہے،عید کا دن ہے۔اس میں ملاقات خصوصاً ضروری ہے لہٰذا اس کے فضائل کا ایک سبب یہ ملاقاتیں بھی ہیں۔مگر نماز جمعہ ہرگز اُس کی فضیلت کی وجہ نہیں ہے۔دعویٰ کیا گیا ہے کہ ایسی آیت یا حدیث دکھائی نہیں جا سکتی جو نمازِ جمعہ کو جمعہ کے فضائل کی وجہ قرار دے۔اس دعویٰ کو ثابت کیا جا چکا ہے اور یہی اثبات جاری ہے۔

396۔ آپ نے دیکھا تھا کہ جمعہ کے دن ہر شخص کو حکم تھا کہ وہ اپنے اہل کے دروازوں کو اس طرح کھلوائے کہ اُس کے ساتھ اُن کے لئے گوشت پھل اور دیگر سامانِ راحت ہو۔ یہاں دیکھا کہ ہر ایک مومن کے اس عمل در آمد پر ایک ایک فرشتہ نازل ہو کر خدا کا سلام اور وجوب جنت کی خوشخبری پہنچاتا ہے۔اور ساتھ ہی (ایک دوسری حدیث سُنیں)

وکّل اللّٰہ عزّوجلّ به سبعین ألف ملک ینادونه من خلفه اِلٰی أن یرجع اِلٰی منزله ألا طبت وطابت لکَ الجنّة (امام محمد باقر علیہ السلام باب ایضاً حدیث 9)

زیارت کیلیئے گھر سے نکلتے ہی اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتوں کو اس بات کا ذمہ دار بنا دیتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے پیچھے ندائے مبارکباد دیتے رہیں حتیٰ کہ وہ مسلم اپنے گھر واپس آئے اور پکارتے رہیں کہ تم جنت کے لئے خوشیاں مناؤ جنت تمہارے لئے خوشیاں مناتی ہے۔(باب زیارت الاخوان حدیث نمبر 9)

<u>پندرھویں حدیث میں یہ مبارکباد، یوں ہے</u>

(ستر ہزار فرشتے واپسی تک کہتے ہیں

ألا طبت وطابت لک الجنّة، تبوّأت من الجنّة منزلاً ۔(باب ایضاً حدیث 15)

کہ واہ واہ تم جنت کے لئے خوشیاں مناؤ وہ تمہارے لئے خوش ہے۔تم کیا خوب منزل رکھتے ہو جنت میں۔

397۔ فضائل جمعہ بیان کرتے ہوئے مولانا کا دل چاہتا تھا کہ جمعہ میں شامل ہونے والے کے تمام سابقہ گناہ معاف ہو جاتے تو اچھا تھا۔اس لئے اُنہوں نے حدیث کے ترجمہ میں اپنی طرف سے لکھ دیا تھا ہم اُن کی اس تمنا کو پورا کرتے ہیں مگر نہ وہاں نماز جمعہ مقصود تھی اور نہ یہاں اس کا کوئی تعلق ہے۔سُنئے کہ انہی ملاقاتوں کے سلسلہ میں ملتے ہی مصافحہ ہوگا۔اس کا ثواب یُوں بتایا ہے کہ:۔

۔''امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کسی ساتھی سے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھاتا ہے اس کا اجر دوسرے سے زیادہ ہوتا ہے (بہرحال) جان لو کہ ان کے گناہوں کو اس طرح گرادیا جاتا ہے کہ کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔'' (کافی۔کتاب الایمان والکفر باب المصافحة)

اذا صافح الرّجل صاحبه فالّذی یلزم التصافح أعظم أجراً من الّذی یدع، أَلا وَاِنَّ الذّنوب لیتحاتّ فیما بینهم حتّٰی لا یبقی ذَنْب .(ایضاًباب المصافحة)

اس باب کی دس حدیثوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ بوقت ملاقات مومنین کے ہاتھ ملانے سے اُن کے گناہ اس طرح گر جاتے ہیں جس طرح موسم خزاں میں درختوں سے پتے گر جاتے ہیں۔

398۔ ملاقات کے سلسلہ کی ایک بات اور سنیں۔جناب محمد باقر وجعفر صادق علیہما السلام دونوں نے فرمایا کہ:۔

اَیُّمَا مؤمن خرج اِلٰی اخیه یزوره عارفًا بحقّه کتب اللّٰه له بَکُلّ خطوة حسنة و محیت عنه سیئة ورفعت له درجة واذا طرق الباب فتحت له ابواب السماء فاذاالتقیاوتصا فحا و تعانقا أقبل اللّٰه علیهما بوجه، ثمَّ باهی بهما الملائکة فیقول :انظروا اِلٰی عبدیَّ تزاورا و تحابافیَّ حقّ علیَّ أَلّا اعذّبهما بالنّار بعد هذا الموقف فاذا انصرف شیّعه الملائکة عدد نفسه وخطاه کلامه، یحفظونه من بلاء الدنیا و بوائق الآخرة الی مثل تلک اللّیلة من قابل فان مات فیما بینهما اعفی من الحساب وان کان المزور یعرف من حقّ الزّائر ماعرفه الزائر من حقّ المزور کان له مثل اجره۔(کافی۔کتاب الایمان والکفر باب المعانقة)

399۔ کوئی بھی مومن اپنے برادر دینی کی زیارت کے لئے جائے اور اس کے حقوق پر مطلع ہو تو اللہ اس کے ہر ہر قدم پر ایک نیکی لکھتا ہے۔ایک گناہ مٹاتا ہے۔ایک درجہ بلند کرتا ہے۔اور جب وہ دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔چنانچہ جب وہ دونوں ملاقات کرتے ہیں۔مصافحہ کرتے ہیں اور گلے ملتے ہیں تو خدا ان دونوں کی طرف اپنی وجہ مبذول کرتا ہے۔پھر ملائکہ کے روبرو اُن پر فخر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھو میرے ان دونوں بندوں کو جو میرے لئے ایک دوسرے کی زیارت اور محبت کا حق ادا کررہے ہیں۔اُن دونوں کا مجھ پر حق قائم ہوگیا کہ میں اس کے بعد آگ

سے عذاب نہ دوں۔اور جب وہ واپس پلٹتے ہیں تو اُن دونوں کے سانسوں۔قدموں اور بولے ہوئے الفاظ کی تعداد کے برابر ملائکہ اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔جو دُنیا کی بلاؤں اور آخرۃ کے مصائب و حادثات سے اُس کی حفاظت کرتے ہیں۔تاکہ اگلے سال کی اُسی شب (یا جو بھی ملاقات کا وقت تھا۔احسن) تک وہ محفوظ رہے۔اور اگر وہ اس دوران مرجائے تو اُس کا حساب کتاب معاف کردیا جاتا ہے۔اور اگر وہ شخص کہ جس کی زیارت کی گئی ہے زیارت کرنے والے کے حق کی معرفت رکھتا ہے۔جیسا کہ زائرکو اسکے حقوق کی معرفت تھی تو اُس کیلئے بھی وہی اجر ہے''۔(کافی کتاب الایمان والکفر باب المعانقة)

تخلیوں کی قوت طرفداران مظلومین کیلئے ان کے منصوبوں کی جان ہے

400۔ اصولی بحث میں ہم نے دکھایا ہے کہ ہمیں ان ہنگاموں کی ضرورت نہیں ہے جو صرف تعداد و انبوہ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ہماری عبادت میں خلوص و حقیقت و صحیح عقائد و احکام کی ضرورت ہے۔ہمیں تعداد کی فکر نہیں ہے۔چنانچہ جمعہ کو مولا نا جن خوبیوں کا مظہر کہتے ہیں۔اس کی باقاعدہ تردید و ابطال ہو چکا ہے۔یہاں ملاقات کے سلسلہ کی غرض سے صرف ایک حدیث لکھتے ہیں دیکھئے کہ جب دو مومن ملیں تو اُن کی گفتگو میں تبلیغ و تعمیر دین بھی داخل ہے۔چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام مومنین سے چاہتے ہیں کہ وہ تخلیہ میں باتیں کریں تاکہ جو چاہیں بیان کرسکیں یا معلوم کرسکیں ارشاد ہے:۔

401۔ ''جناب میسر کہتے ہیں مجھے کہا کہ کیا تم تخلیہ کرتے ہو اور احادیث بیان کرتے ہو اور آزادی سے جو چاہو کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں؟ بخدا ہم تخلیہ کرتے ہیں احادیث بیان کرتے ہیں اور جو کہنا چاہیں کہتے ہیں۔چنانچہ فرمایا کہ آگاہ رہو کہ بخدا میں تمہارے ساتھ اُن خلوت کے جلسوں میں شرکت کو دوست رکھتا ہوں۔آگاہ رہو کہ میں

قال لی :اَتخلون و تتحدّثون و تقولون ماشئتم ؟ فقلت: اِی واللّٰہ اِنَّا لنخلوا ونتحدّث ونقول ماشئنا. فقال:اَمَا وَاللّٰہِ لو ددت أنّی مَعَکم فی بعض تلک المواطن .اما واللّٰہ اِنی لأ حبّ ریحکم وأرواحکم؛ وانّکم علی دین اللّٰہِ و دین ملائکتہ فأعینوا بورع و اجتھاد(کافی کتاب الایمان والکفر باب تذاکر الاخوان)

تمہاری خوشبو اور تمہاری روحوں کو یقیناً محبوب رکھتا ہوں۔اور یقیناً تم لوگ اللہ و ملائکہ کے دین پر قائم ہو۔جد و جہد اور پرہیزگاری کے ذریعہ سے ہماری مدد کرتے رہو۔''

402۔ اس حدیث میں امام علیہ السلام کے سوال میں اور جناب میسر کے جواب میں ''**وتقولون ما شئتم**'' اور ''**ونقول ماشئنا**۔'' بہت اہم اور غور طلب ہے۔اور ہمارے نزدیک ایک کلیدی بات ہے۔اصول حریت ہے۔دین کے خلاف استبداد کا بہترین حل ہے۔اور جب تک ہم جو چاہتے ہیں وہ نہ کہہ سکیں قیام جمعہ تو کیا عام نماز بھی صحیح نہیں ہے۔ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتایئے کہ کیا آپ دین کے معاملے میں جو چاہیں کہہ سکتے ہیں؟ کیا نماز جمعہ ہی کے سلسلہ میں جو لوازماتِ خطبہ ہیں وہ آج بھی

کہہ سکتے ہیں؟ یقین کیجئے سب سے پہلے خود ہمارے بعض علماء خفا ہوں گے۔اس کے بعد آج دُنیا کی تمام مہذب حکومتوں نے چند باتوں کو آزادانہ بیان کرنے کی ممانعت کر رکھی ہے۔لیکن تخلیوں میں وہ قوت ہے کہ اُن کی وجہ سے اُن میں زلزلہ رہتا چلا آیا ہے۔اور جب کبھی کسی حکومت کا تختہ اُلٹا گیا وہ تخلیوں کے بل بُوتے پر منحصر تھا۔اور آئندہ ہمیشہ انہی پر دارومدار رہے گا۔انبیاءؑ کی حکومت کو بھی انہی تخلیوں کے ذریعہ سے شکست دی گئی تھی۔ان میں بڑی جان ہے۔اور طرفداران مظلومین (علیہم السلام) کیلئے ان کے منصوبوں کی جان ہے۔البتہ علماء سوء میدان میں اُتارنے کی دن رات کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ہمارا میدان ہمارے تخلیہ کی متعینہ پالیسی کے ماتحت رہا کرتا ہے۔

403۔ یہ بھی دیکھ لیں کہ ان تخلیوں میں فقہ وتفقہ کو نظر انداز نہیں کیا جاتا تھا۔اور جن مجالس کو لوگ دینی مجالس سمجھتے تھے۔اُن مجلسوں کی مذمت بھی دیکھ لیں۔عبّاد بن کثیر نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ:۔

> **اِنّی مررت بقاصّ یَقُصّ وھو یقول :ھذا المجلس الّذی لا یشقی بہ جلیس؛ قال: فقال ابو عبداللّٰہ علیہ السلام: ھیھات ھیھات؛ اخطأت استاھھم الحفر ۃاِنَّ لِلّٰہِ ملائکۃ سیّاحین سوی الکرام الکاتبین؛ فَاِذ مرّوا بقوم یذکرون محمدًا و آل محمد قالو :قفوا فقد أصبتم حاجتکم فیجلسون فیتفقھون معھم فاذا قاموا عادوا مرضاھم و شھدوا جنائز ھم و تعاھد وا غائبھم فذلک المجلس الّذی لا یشقی بہ جلیس ''(ایضا باب تذاکر الاخوان)**

۔''میں ایک قصہ گو کی طرف سے گذرا جو قصہ کہہ رہا تھا۔وہ کہتا تھا کہ یہ وہ مجلس ہے کہ اس میں بیٹھنے والا کبھی شقی نہیں ہوسکتا۔چنانچہ امامؑ نے فرمایا کہ افسوس بالائے افسوس کس قدر غلطی کی ہے۔اور صحیح راہ سے بھٹک گئے ہیں۔یقیناً خدا کے ایسے بھی ملائکہ ہیں جو سیر میں مصروف رہتے ہیں۔اور یہ کرام الکاتبین سے جداگانہ ہیں۔ان کا کام یہ ہے کہ جہاں وہ کسی ایسی قوم کے پاس سے گذریں جو ذکر محمدؐ وآلِ محمدؐ میں مصروف ہوں تو آپس میں کہتے ہیں کہ ٹھہر جاؤ تمہاری حاجت روا ہوگئی۔وہ بیٹھ جاتے ہیں۔اُن کے ساتھ تفقہ کرتے ہیں اور جب کھڑے ہوتے ہیں تو اُن کے بیماروں کی عیادت کرتے ہیں جنازوں میں شریک ہوتے ہیں جو لوگ موجود نہیں اُن کی ملاقات ومزاج پرسی کرتے ہیں۔چنانچہ وہ مجلس یہ ہے جس میں بیٹھنے والا شقی نہیں ہوسکتا۔''

404۔ یہاں تک مومنین کا آپس میں ملنا،ہاتھ ملانا، گلے ملنا،خیریت ومزاج پرسی اور ایک دوسرے کو احکام دین سکھانا تخلیوں میں اپنے نظام کو مضبوط کرنے کی اسکیمیں بنانا بیان ہوا۔ایک ایک نمونہ اِن میں سے ہر عمل کے ثواب کا سامنے آیا۔ اب اِن تمام ابتدائی چیزوں کا منتہٰی اور اصلی غرض بھی دیکھ لیں۔کہا گیا تھا کہ روز جمعہ اپنے اہل کے دروازوں کو بار بار کھٹکھٹاؤ سامان راحت وآسائش فراہم کرو حتیٰ کہ وہ خوش ہو جائیں۔یعنی اُنکی کوئی حاجت رُکی نہ رہ جائے۔لہٰذا حاجت روائی پر چند

اشارے ملاحظہ کرلیں تاکہ یہ مغالطہ دُور ہو جائے کہ دُنیا جہاں کے سارے ثواب جمعہ کے ساتھ مخصوص ہیں اور اسکے برعکس یہ ثابت ہو جائے کہ خود جمعہ اُن اعمال کے ثواب سے مخصوص ہے۔ اور یہ اعمال جب بھی کئے جائیں۔ اسی دن اور اسی وقت جمعہ کے تمام مولویانہ فضائل کے مجموعہ سے بڑھ کر ان میں سے ایک ایک عمل کا ثواب ہے۔ یہاں سے ہم عمداً احادیث کو اختصار سے لکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن جب پوری حدیث کو دیکھا جائے گا تو ہمارا مقصد واضح تر و کامل تر ہوتا جائے گا۔ یہ نہیں کہ حدیث میں چوری نظر آئے۔

مومن کی حاجت پوری کرنے کا روزہ نماز حج وغیرہ سے زیادہ ثواب

405۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام جناب مفضلؒ کو تاکید فرما کر اِس اَمر کی تبلیغ کا حکم دیتے ہیں کہ:۔

فرمایا کہ "جو کوئی اپنے برادر ایمانی کی ایک حاجت پوری کرے اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس مومن کی ایک لاکھ حاجتیں پوری کرے گا۔ جن میں پہلی جنت کا ملنا ہے۔ اور اُنہیں میں سے یہ ہے کہ وہ مومن اپنے قرابت داروں اپنے جاننے والوں	مَنْ قَضَى لا خيه المؤمن حاجة قَضَى الله عزّوجلّ لـه يـوم القيـامة مـائة الف حـاجة من ذلك اوّلهـا الـجنّة ومـن ذلك أن يـدخـل قـرابتـه ومعـارفـه واخوانه الجنّة بعد ان لا يكونوا نصّاباً.....الخ"

اور اپنے دوسرے بھائیوں کو جنت میں داخل کرے سوائے اُن لوگوں کے کہ جو دشمنانِ محمدؐ وآل محمدؑ ہوں۔" یہ بھی فرمایا کہ:۔

406۔ مومن کی ایک حاجت پوری کر دینا بہتر ہے۔ ایک ہزار غلاموں کو آزاد کرانے اور ایک ہزار گھوڑے اللہ کی راہ میں	قضاء حاجة المؤمن خيرٌ من عتق ألف رقبة و خَيْرٌ من حملان ألف فرس في سبيل الله .

دینے سے۔" اور یہ بھی کہ:۔

407۔ "خدا کے نزدیک ایک مومن کی ایک حاجت پوری کر دینا اُن بیس (20) حجوں سے زیادہ محبوب ہے جن میں حاجی	لقضاء حاجة امرء مؤمن اَحَبّ اِلَى الله من عشرين حجّةَ كل حجّة ينفق فيها صاجها مائه ألف .

نے فی حج ایک ایک لاکھ روپیہ صرف کیا ہو۔" (کافی۔ کتاب الایمان و الکفر باب قضاء حاجة المؤمن)

جیسے ابلیس کو آدمؑ کو سجدہ کیا جانا بہت کھلتا ہے۔ اسی طرح یہاں اس کے نمازی قسم کے انسانوں کو ایسی حدیثیں بہت ناگوار گذرتی ہیں۔ جس میں روزہ نماز حج وغیرہ سے زیادہ ثواب بتایا گیا ہو۔ لیکن ہم عرض کرتے ہیں کہ نمازوں اور حجوں کا کوئی ثواب ہوتا ہی نہیں۔ اور ہونا بھی نہ چاہئے۔ البتہ جہاں جہاں واجبات و فرائض سے بات آگے بڑھے گی ثواب شروع ہو گا۔ ورنہ جو آپ کا ذمہ ہے اُس کا ادا کرنا لازم ہے۔ اسی لئے یہاں بیس حج سے مقابلہ کیا ہے کہ بیس حج واجب نہیں ہوتے۔

1۔ جن حقوق و اعمال کا ہم ذکر کر رہے ہیں اُن میں مومن کو مسرت بہم پہنچانا ہزار در ہزار یعنی (1000000) دس لاکھ

نیکیوں کے برابر ہے۔(کافی۔امام جعفر صادق علیہ السلام)

2۔مومن کا خوش رکھنا خود اللہ ورسولؐ اللہ کا خوش رکھنا ہے۔

3۔ایک ایک حاجت برلانے کیلئے اللہ کی طرف سے ساٹھ ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ساٹھ ہزار گناہ معاف کردئے جاتے ہیں اور ساٹھ ہزار درجہ بلند ہوجاتے ہیں بلکہ یہ بے حد وشمار ثواب کی چیز ہے۔(کتاب وباب ایضاً)

ان فضائل کے سامنے مولانا کے بیان کردہ فضائلِ جمعہ کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتے اور یہ روزانہ حاصل ہیں وہ صرف جمعہ کو۔ جمعہ کو بھی انہی اعمال کی وجہ سے۔پھر جمعہ کی ذاتی حیثت کیا رہی؟

رہ گئی نماز جمعہ اس کے لئے مولانا کے پاس سامان ہی نہیں ہے۔اِدھر اُدھر سہارا لینے سے کام چلتا نہیں۔یہاں تک واضح ہوگیا کہ فضائل جمعہ بلانماز جمعہ بیان کرنے سے مولانا نے جمعہ کی اہمیت کو ہم سے واضح کرادیا اور اس طرح مومنین کو معلوم ہوگیا کہ جن اسباب کی بنا پر جمعہ کی فضیلتیں آئی ہیں وہ خود بزرگ ہیں نہ کہ جمعہ کا دن بزرگ ہے۔اُن کی بزرگی سے نسبت کی بنا پر جمعہ کو یہ بزرگی ملی ہے۔

408۔ اس کے بعد مولانا نیا عنوان قائم کرتے ہیں یعنی''۔**نماز جمعہ کی فضیلت**۔''اس سے بھی واضح ہوگیا کہ اب تک وہ نماز جمعہ سے تعلق نہ رکھتے تھے۔اور یہاں سے وہ خالصتاً نماز جمعہ کے فضائل بیان کریں گے۔پھر اُنہوں نے ایک حدیث لکھی ہے۔لیکن اس میں کہیں بھی صلوۃ الجمعہ مذکور نہیں ہے۔البتہ اپنے ترجمہ میں حسب عادت تحریف کی اور نماز جمعہ خود داخل کردی ہے۔اِس جرأت وہمت کے بعد تو جمعہ ونماز جمعہ کی صحیح پابندی بھی بیکار ہوکر رہ جاتی ہے۔اُن کی پیش کردہ پہلی حدیث دیکھئے:۔

409۔ اذا کان یبعث اللّٰہ العباد اتی بالایّام یعرفھا الخلائق باسمھا وحلیتھا یقدمھا یوم الجمعۃ لہ نور ساطع تتبیعہ سائر الایام کانّھا عروسہ کریمہ ذات وقار تھدی الی ذی حلم ویسارثمّ تکون یوم الجمعۃ شاھدًا وحافظاً لِمَنْ سَارِع الی الجمعۃ'' ثمّ یدخل المومنون الی الجنۃ علی قدر سبقھم الی الجمعۃ ۔''

(اب مولانا کا ترجمہ دیکھئے)

410 (1)''یعنی خداوند عالم اپنے بندوں کو بروز قیامت محشور فرمائے گا۔(2) تو تمام ایام ہفتہ بھی اسی طرح لائے جائیں گے۔(3) کہ تمام لوگ اُنہیں ان کے نام وحلیہ سے پہچان لیں گے۔(4) اُن کے آگے آگے یوم جمعہ ہوگا۔(5) اور اس سے ایک نور ساطع ولامع ہوگا۔(6) اور دوسرے ایام اس کے پیچھے ہوں گے۔(7) یُوں معلوم ہوگا کہ گویا کوئی بڑی عزت ووقار والی عروس کسی بڑے عقل مند اور مالدار آدمی کے گھر لیجائی جارہی ہے۔(8) پھر روز جمعہ اُن لوگوں کی شہادت دے گا۔ (9) اور حفاظت کرے گا جو نماز جمعہ پڑھنے کی طرف سرعت وجلدی کرتے تھے۔(10) پھر اہل ایمان اسی ترتیب سے جنت

میں داخل ہوں گے جس طرح وہ نماز جمعہ کی طرف جاتے تھے۔''

ولایت پر مخلوق سے عہد و میثاق کے دن کا نام جمعہ رکھا گیا اور فضیلت جمعہ کا سبب بنا

411۔ حدیث وترجمہ دونوں آپ کے سامنے ہیں۔ اگر حدیث میں کہیں لفظ **صلوۃ** آپ کو ملتا ہے تو مولانا کا ترجمہ صحیح ہے۔ ورنہ یہ ایسی جسارت ہے کہ جس پر قرآن وحدیث میں وعید ولعنت وارد ہوئی ہے۔ حدیث میں ''**لـمن سار ع الی الجمعة**'' آیا ہے۔ جس کے معنی واضح ہیں کہ جو کوئی جمعہ کی طرف جلدی کرے، عجلت کرے، جمعہ کی طرف عجلت اور جلدی کے اسباب بتائے جا چکے ہیں۔ جمعہ کے روز کرنے کے کاموں کی طویل فہرست سامنے آچکی ہے۔ اُن میں سے ہر کام اپنے اپنے مقام پر اہم ترین ہے۔ اُن فرائض کو ادا کرنے والوں کی حفاظت وشہادت و داخلہ جنت، اس حدیث میں مقصود ہے۔ تا کہ جس روز دنوں کے نام رکھے گئے اور ولایت پر مخلوق سے عہد و میثاق لے کر اُس دن کا نام جمعہ رکھا گیا۔ اُس زمانہ سے لے کر قیامت تک کے تمام بندوں کو جمعہ سے فائدہ پہنچے۔ اور اگر مولانا والا مفہوم حدیث کے خلاف اختیار کر لیا جائے تو سابقہ اُمتیں۔ اور اس اُمت کے لاتعداد عابدوزاہد ونیک انسان جمعہ کے فوائد سے محروم ماننا ہوں گے۔ اور خود آئمہ معصومینؑ بقول مولانا جمعہ نہ پڑھتے تھے۔ نہ اس کی طرف کسی قسم کی عجلت کرتے تھے۔ لہٰذا حدیث میں استثناء نہ ہونے کی صورت میں لازم آتا ہے کہ حضرات آئمہ معصومین علیھم السلام کے لئے نہ جمعہ شہادت دے گا نہ اُن کی حفاظت کرے گا۔ نہ وہ کسی خاص نمبر پر جنت میں داخلہ کا حق رکھیں گے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ مولانا کو بتادو کہ اگر واقعی یہی مطلب ہے جو آپ سمجھے ہیں تو ہمیں جمعہ کی کوئی فضیلت درکار نہیں ہے۔ اور اگر موقعہ ملا تو ہم تمہیں اور اس قسم کے جمعہ کو میدانِ حشر سے مار کر نکال دیں گے۔ مومنین اور اُن کے آئمہ علیھم السلام غلط جمعہ کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتے۔ سنئے کہ جمعہ کا دن ہے۔ جماعت و جمعہ قائم ہے۔ جناب ابوبصیر علیہ الرحمہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہاں کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

412۔ ''میں ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کے گھر جمعہ کے دن جمعہ اور عصر کی نماز پڑھتے ہی پہنچا تو اُنہیں ایسے حال میں پایا کہ وہ بعد فراغت ابھی غسل نہ کر پائے تھے۔ وہ اسی حالت میں میرے پاس تشریف لائے اور دُولائی میں لپٹے ہوئے تھے۔ کنیز کو	**دخلت علی ابی عبداللّٰه علیه السلام فی یوم جمعة و قد صلّیتُ الجمعة و العصر فوجدته قد باهی یعنی من الباه اَی جامع، فخرج اِلیَّ فی ملحفته ثمّ دعی جاریته فأمر ها اَن تضع له مَاء تصبه علیه فقلت له اصلحک اللّٰه ما اغتسلتَ ؟فقال مااغتسلتُ بعد وَلَا صَلَّیتُ، فقلت له قد صَلَّیتُ الظهر و العصر جمیعًا، قال: لا باس.** (کتاب الاستبصار۔ کتاب الصلوٰۃ ابوب الجمعة و احکامها)

بلا کر وہ دولائی اتار لینے کا حکم دیا۔ میں نے عرض کیا کہ خدا ہمیشہ آپکو بہترین حال میں رکھے کیا آپ نے غسل نہیں کیا ہے؟ فرمایا

کہ نہ میں نے غسل کیا ہے۔اور نہ نماز پڑھی ہے۔پس میں نے عرض کیا میں تو ظہر وعصر سب پڑھ چکا ہوں۔فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔''

413۔ غور فرمایا آپ نے! ایک صحابی کا عمل درآمد اور امام علیہ السلام کا طرز زندگی آپ کے سامنے ہے۔اس صورت حال میں مولانا قسم کے لوگوں کے لئے بڑی آزمائش اور مصیبت ہے۔وہ نماز جمعہ اور جمعہ کے فضائل کو بیان کر رہے ہیں۔اُدھر امامؑ وقت دُنیا سے بے دخل کیا جا رہا ہے۔کہیں قیام ولایت اور حقوق ولایت کا تذکرہ تک نہیں ہوتا۔اپنی روٹی اور مرغی، فضائل فروخت کر کے حاصل کی جا رہی ہے۔پوری زندگی میں مقاصد آئمہ اہل بیتؑ کے احیاء اور نفاذ کے لئے ایک جملہ بھی نہیں کہا جاتا۔اور اس پر طرہ یہ ہے کہ برسرعام بتایا جا رہا ہے اور فریب وتحریف کے ساتھ اعلان کیا جا رہا ہے کہ قیامت میں جمعہ صرف نماز جمعہ پڑھنے والوں کی حفاظت کرے گا۔صرف نماز جمعہ پڑھنے والوں کو جنت میں داخل کرے گا۔اور ہم دیکھتے ہیں کہ ادھر مُلّا اذان دے رہا ہوگا اور ادھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اُس کو معہ اُس کی اذان کے دروغ گو اور منافق ثابت کر رہے ہوں گے۔اس لئے کہ وہ نہ اذان صحیح دیتا ہے نہ نماز صحیح پڑھتا ہے۔وہ دین کے نام پر اپنی تجارت کر رہا ہے۔اس لئے مومنین حقیقی ہرگز پرواہ نہیں کرتے اس قسم کے جمعات ونماز واذان کی جو منافقین کی شکارگاہ ہوں۔چنانچہ اللہ، قرآن، رسولؐ اور آئمہ علیھم السلام ومومنین ایسے نمازیوں اور ایسی نماز کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ویل لِلمصلین کے ساتھ اُنہیں تکذیبِ دین کا فتویٰ سناتے ہیں۔وہ لوگ جو خود اپنے قلم سے لکھتے ہیں اور پھر دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا اور رسولؐ نے ایسا لکھایا کہا ہے۔نہ صرف کاذب ہیں بلکہ فریب ساز ہیں۔نمازی ہوتے ہوئے بے دین وبے نماز ہیں۔

414۔ پہلی حدیث آپ نے دیکھی اس میں نماز جمعہ کا کہیں تذکرہ یا اشارہ تک نہیں ہے۔البتہ جو کچھ اس میں ہے بالکل صحیح وحق ہے اور وہ تمام مومنین کو اپنے دائرہ میں شامل کرتا ہے۔یہ ضرور ہے کہ جمعہ کے حقوق (جن کا ہم نے اور صرف ہم نے مفصل تذکرہ کیا ہے) کو جو جس قدر توجہ اور محبت سے ادا کریگا اس کو سبقت کا حاصل ہونا قدرتی ہے۔اسکے بعد فروع کافی سے ایک حدیث لکھی جاتی ہے۔حالانکہ فروع کافی میں نماز جمعہ کے فضائل کا باب ہی قائم نہیں کیا گیا ہے۔لیکن اپنا مطلب ہے۔اس لئے یوم جمعہ اور شب جمعہ کے فضائل کے باب میں سے ایک حدیث چوری کی جاتی ہے اور اپنے عنوان فضائل نماز جمعہ میں داخل کر لی جاتی ہے۔بددیانتی کے اثبات کیلئے اسی قدر کافی ہے۔لیکن حسب عادت اس حدیث میں بھی تحریف کی جاتی ہے۔ترجمہ میں بھی اور معصومؑ کے الفاظ میں بھی کمی وزیادتی روا رکھی جاتی ہے۔اور خصوصاً اس غرض سے تحریف کی جاتی ہے کہ معصوم علیہ السلام کے بیان سے اپنا غلط مقصد ثابت کیا جا سکے۔ہم مولانا کی عبارت کے ساتھ ساتھ فروع کافی سے اصل عبارت بھی لکھتے جائیں گے تاکہ آپ مقابلہ کر کے کمی زیادتی دیکھ لیں۔چنانچہ مولانا کا بیان نمبر ایک ہوگا اور نمبر 2 اصل حدیث ہوگی۔

415۔ بروایت عبداللہ بن سنان امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ:۔

(نمبر 1)مولانا کا بیان	(نمبر 2)اصل حدیث
فضل اللہ یوم الجمعة علی غیر ھا مِنَ الایام وَاِنّ	فضل اللّٰہ الجمعة علی غیر ھا من الأیّام واِنَّ
الجنان لتزوف و تزین یوم الجمعة لمن اتاھا	الجنان لتزخرف و تزیّن یوم الجمعة لمن اتاھا
واِنّکم تتسابقون الی الجنة علی قدر سبقکم	واِنّکم تتسابقون الی الجنّة علی قدر سبقکم
الی الجمعة ....(غائب کرلیا گیا ہے)	الی الجمعة واِنّ ابواب السمآء لتفتح لصعود اعمال العباد.

416۔ ترجمہ فرماتے ہیں کہ:۔''خداوند عالم نے روز جمعہ کو دوسرے تمام ایام پر فضیلت دی ہے۔نماز جمعہ پڑھنے والوں کے لئے بروز جمعہ جنتوں کو آراستہ و پیراستہ کیا جاتا ہے۔اور تم نماز جمعہ کی طرف سبقت کرنے کے مطابق جنت کی طرف سبقت کر کے جاؤ گے..........۔''(فروع کافی۔کتاب الصلاۃ باب فضل یوم الجمعةو لیلتہ)

417۔ اس حدیث شریف میں بھی کہیں نماز جمعہ کا ذکر نہیں ہے اس لئے اپنے قلم سے خود ہی لکھ دیا ہے کہ ''۔نماز جمعہ پڑھنے والوں کے لئے بروز جمعہ جنتوں کو آراستہ پیراستہ کیا جاتا ہے۔''اور یہ کہ ''تم نماز جمعہ کی طرف سبقت کرنے کے مطابق جنت کی طرف سبقت کرو گے۔''(لعنة اللّٰہ علی الکاذبین) جمعہ کی طرف سبقت کی تفصیل بار بار دکھادی گئی ہے۔ لمن اتا ھا۔یا سبقکم الی الجمعة کے معنی ہیں جو اس کی طرف آئے۔یا جو جمعہ کی طرف سبقت کرے۔یہ قیاس ہے کہ یہ نماز جمعہ کی طرف سبقت ہے۔اور قیاس باطل ہے۔اور اگر ہم نماز جمعہ کی طرف سبقت مان بھی لیں تو یہ کافی نہیں ہے مولانا کے مدعیٰ کے لئے ،اس لئے کہ نماز جمعہ فرادیٰ بھی ہوتی ہے اور جماعت سے بلا خطبہ بھی ہوتی ہے(جس کی تفصیل وجوب کی بحث میں آئے گی)اور اس کے مثوبات بھی مذکور ہیں۔لہٰذا نماز جمعہ کی طرف سبقت کے وہ معنی مخصوص کر لینا جو مولانا کا مدعیٰ ہیں سراسر خلاف قانون علمی ہیں۔پھر اگر ہم یہ کہہ دیں کہ یہ سب کچھ اس واجب نماز جمعہ کا تذکرہ ہے جس میں امامؑ زمانہ یا اُن کا مقرر کردہ پیش نماز خود نماز جمعہ ادا کرائے۔اور ہرگز مولانا کی نماز جمعہ مراد نہیں ہے۔تو مولانا کے پاس کیا دلیل ہے اس کے خلاف؟ پھر مولانا سے اگر کوئی دریافت کرلے کہ ہر جمعہ کو جنتوں کے آراستہ و پیراستہ کرنے سے نماز جمعہ پڑھ کر زندہ رہنے والوں کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟اور کیا خدا یہ چاہتا ہے کہ ہر جمعہ کو تمام جمعہ کے نمازی مر کر جنت میں چلے آئیں؟ پھر داخلہ جنت قبل از قیامت نہ ہوسکنا منصوص ہوتے ہوئے ہر جمعہ اُن کا آراستہ کرنا کس غرض سے ہے؟ یہ باتیں مولانا کی سمجھ سے بہت بلند ہیں ۔حدیث کے آخری جملہ کو اس لئے ترک کیا گیا کہ اُس نے آسمانوں کے دروازوں کے کھلنے کا سبب نماز جمعہ کو نہیں بتایا ہے۔بلکہ تمام بندوں کے اچھے اعمال کو بلند ہونے کا موقعہ فراہم کرنا،اس کا سبب ہے۔یعنی یہ آخری جملہ مولانا کی ہمت شکنی کے لئے فرمایا گیا تھا۔

اس لئے اس کا قطعی ذکر نہیں کیا۔نہ کوئی ایسا اشارہ کیا گیا جس سے معلوم ہو سکے کہ مولانا نے حدیث کو مکمل لکھا، یا نہیں۔لہٰذا تمام ناظرین نے اُسے مکمل حدیث سمجھا ہوگا اور یہ دراصل فریب کی تعریف میں داخل ہے۔ورنہ اگر کسی عبارت کو پورا نہیں لکھتے تو جہاں ختم کرتے ہیں وہاں (الخ) لکھتے ہیں۔جس کے معنی ہیں کہ الی الآخر (آخر تک دیکھیں)۔

418۔ تیسری حدیث جناب شہید ثانی کے رسالہ سے نقل کی ہے اور بتائے بغیر گذر گئے کہ وہ حدیث دراصل کہاں سے اور کس حدیث کی کتاب سے آئی ہے۔اس کا سلسلہ روات کیا ہے؟ اور پھر حدیث کی نقل اور ترجمہ میں بھی سابقہ احادیث کی طرح فری اسٹائل رہے ہیں حدیث ملاحظہ ہو:۔

من اغتسل يوم الجمعة وغسل ثم بكر وابتكر و مشىٰ ولم يركب ودنا من الامام واستمع ولم يلغ كان له بكل خطوة عمل سنة اجر صيامها و قيامها

۔''یعنی جو شخص بروز جمعہ غسل کرے۔2۔اور سویرے سویرے نماز جمعہ کی طرف پیدل چل کر جائے۔3۔نہ سوار ہو کر۔4۔پھر پیش نماز کے قریب کھڑا ہو۔5۔اور کسی قسم کے لغو کا ارتکاب نہ کرے۔تو اسے ہر ہر قدم پر ایک سال کی عبادت کا اجر و ثواب دیا جائے گا۔جس میں دن کو روزہ اور رات کو عبادت الٰہیٰ میں قیام کیا ہوگا۔'' صحیح ترجمہ سے مولانا کا جذبہ ملاحظہ ہو۔

419۔ ''جو کوئی جمعہ کے دن نہائے اور کپڑے دھوئے پھر علی الصباح سب سے پہلے روانہ ہوا اور ہرگز سوار ہو کر نہ جائے۔اور امام کے نزدیک رہے۔اور اُس کو سُنے اور لغویات سے باز رہے۔تو اُسے ایک سال کے عمل کا ثواب ملے گا جس میں وہ روزہ دار رہے اور قیام کرے۔''

حدیث میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اُس کا ترجمہ صرف یہ ہے جو ہم نے لکھا۔اس حدیث کی مشکلات کو مولانا نے پوشیدہ کر لیا جس کو سوائے چار سو بیس کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

420۔ ذرا سا غور کریں کہ جو شخص جمعہ کو علی الصباح اُٹھا اور سب سے پہلے نماز جمعہ کے لئے چل دیا۔وہ کس وقت نہائے گا اور کب کپڑے دھوئے گا؟ حدیث میں جو ترتیب بیان ہوئی ہے۔اس میں پہلے نہانا دھونا ہے۔اگر وہ ایسے وقت نہائے دھوئے کہ صبح ہونے سے پہلے فارغ ہو کر روانہ ہو سکے تو اس کا غسل شبِ جمعہ میں ہوگا حالانکہ حدیث جمعہ کے دن نہانے دھونے کا ذکر کر رہی ہے۔اس شرط کو پورا کرنے کے لئے نماز صبح کے بعد نہانا دھونا شروع ہوگا۔کپڑے سوکھنے میں نہ معلوم کتنا وقت لگے؟ بہر حال ''ثم بکر وابتکر'' کی شرط پوری نہیں ہو سکتی۔جس سے علی الصباح (Early In The Morning) اور سب لوگوں سے پہلے روانہ ہونا لازمی شرط ہے۔دوسری مشکل یہ تھی کہ اس حدیث میں سب سے پہلے (ابتکر) اور سویرے روانہ ہونے والا ایک ہی شخص ممکن ہے۔اُدھر امام کے قریب رہنے والوں میں چند آدمی ہو سکتے ہیں۔اور یہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو

مسجد سے قریب رہتے ہوں۔ حدیث دراصل دیہات ومضافات سے آنے والوں کا ذکر کرتی معلوم ہوتی ہے۔ جن کا قریب کے باشندوں کے مقابلہ میں جلدی پہنچنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ لہٰذا مذکورہ ثواب کی شرطیں پورا کرنا یقیناً ناممکن ہے۔ جب تک کوئی شرط توڑ نہ دی جائے۔ یعنی رات بھر نہانے دھونے میں کپڑے سکھانے میں صرف کر دی جائے تو یوم جمعہ کی شرط ٹوٹ گئی۔ جس کے بعد امام کا قرب ملا تو بھی بے کار ہے۔ تیسری مشکل یہ ہے کہ تمام وہ لوگ محروم رہے جو نماز جمعہ میں شامل ہوئے۔ خطبات سنے نماز پڑھی مگر امام کا قرب نہ ملا۔ یا سب سے پہلے روانہ نہ ہو سکے تھے۔ چوتھی مشکل یہ ہے کہ حدیث سواری کی موجودگی میں بھی پیدل چلنے کو ضروری قرار دیتی ہے۔ لہٰذا تمام وہ لوگ جو سوار ہو کر کہیں سے آئیں اس حدیث کے ثواب سے محروم ٹھہرے۔ اگر حدیث میں یہ ہوتا کہ جو شخص سب سے پہلے روانہ ہونے کی کوشش کرے اور نہ پہنچ سکے تو اُسے بھی ثواب وہی ملے گا تو کئی انسانوں کی محنت ضائع نہ ہوتی۔ مگر موجودہ صورت ایسی ہے کہ مذکورہ ثواب کا حاصل کرنا خلاف ورزی کے بعد ممکن ہے۔ یا اُن لوگوں کے لئے ممکن ہے جو مسجد کے قریب رہتے ہوں۔ لہٰذا مولانا کو چاہئے کہ وہ لوگوں کے سامنے جو حدیث پیش کریں۔ اُس کی عملی شکل بھی بیان کر دیا کریں۔ صرف تعداد کا پورا کرنا کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا۔ علم و تجربہ کا پتہ جب چلتا ہے جب مشکل مقامات کو حل کر کے اس طرح پیش کیا جائے کہ منشائے خداوندی بحال رہے اور لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچے۔ ورنہ احادیث یا آیات کا صرف لکھ دینا لوگوں کو بدظن کرتا ہے۔ وہ حدیث میں اختلاف وتضاد کا یقین کر لیتے ہیں اور منکرین حدیث کے ہم نوا ہو جاتے ہیں۔

نماز جمعہ کا اجتماع امام زمانہ علیہ السلام کے ساتھ فرض ہے ورنہ نہیں

421۔ دزدے کہ بدست چراغ دارد۔ فضائل جمعہ اور فضائل نماز جمعہ کے عنوان کو الگ الگ قائم کرنا اور فضائل جمعہ کو فضائل نماز جمعہ سے مخلوط کر دینا اور پھر ایسا کرنے کا اعلان بھی کر دینا بڑی دیدہ دلیری ہے۔ پھر بارہ کہہ کر چودہ لکھنا اور چار کہہ کر پانچ کہنا۔ علم الحساب میں یدطولیٰ رکھنے کی شناخت ہے۔

ایک دفعہ پھر یاد دلا دیں کہ **نماز جمعہ واجب ہے بشرطیکہ اذنِ امام یا خود امام علیہ السلام موجود ہوں۔ نماز جمعہ کو از خود قائم کرنے پر گفتگو ہے**۔ لہٰذا فضائل نماز جمعہ میں جس چیز کی ضرورت تھی وہ یہ کہ ایسی احادیث لائی جاتیں جن میں یہ کہا گیا ہوتا کہ ''جو لوگ بلا امام زمانہ علیہ السلام کی موجودگی یا اذن کے نماز جمعہ قائم کریں۔ اُن کو یہ اور یہ اور وہ ثواب وفضیلت ملے گی۔ نماز جمعہ کے فضائل کا **مطلق** بیان کرنا ایک بدترین فریب ہے۔ گو مولانا کی علمی وسعت میں اُنہیں ایسی احادیث نہ ملیں جو **نماز جمعہ کے فضائل** بیان کرتیں اور اسی لئے وہ **فضائل جمعہ** بیان کرتے رہے مگر پھر بھی ہم مانتے ہیں کہ نماز جمعہ اور خود جمعہ کے بہت سے فضائل ہیں اور ہم خود بیان کر چکے ہیں۔ مگر بحث ان کے فضائل کی نہیں ہے۔ یعنی کسی نے فضائل کا انکار نہیں کیا ہے جو فضائل

بیان کئے جائیں۔لہٰذا جس چیز کی ضرورت تھی وہ یہ ہے کہ امام زمانہ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں مومنین خود جونماز جمعہ قائم کریں اس کے فضائل یہ ہیں۔مولانا اس بحث سے اب تک قاصر رہے ہیں اور پورے مضمون میں اُنہوں نے اس پہلو کا تذکرہ تو کیا مگر حدیث ودلیل ایک نہ لا سکے۔قیاس سے کام لیتے اور کچھ کہتے چلے گئے۔

422۔ اگلا عنوان۔ ''نماز جمعہ کے ترک کی مذمت'' ہے۔

یہاں بھی اُس نماز کوترک کرنے کی مذمت درکار ہے جو امامؑ زمانہ کی عدم موجودگی میں مسلمانوں نے خود قائم کی ہے۔اور اُسے کوئی ترک کردے تو مذمت اصل بحث پراثر انداز نہ ہوگی۔ورنہ ہر واجب کوترک کرنے کی مذمت لازم اور مسلمانوں میں مسلمہ ہے۔لہٰذا اس عنوان میں بھی سابقہ عنوانات کی طرح اپنا وقت ضائع کیا ہے۔ہم کہتے ہیں کہ یہ مذمتیں اُس نماز جمعہ کے ترک کی ہیں جو ہمیں تسلیم ہے نہ کہ خود ساختہ نماز جمعہ کی۔بہرحال مولانا یہاں بھی ناکامیاب رہے ہیں۔اور وہ احادیث کی اسپرٹ کو سمجھتے ہی نہیں تو اُنہیں کیسے پتہ چلے کہ کس قسم کی احادیث کس عنوان کے لئے لانا چاہئیں۔آیئے احادیث کے انتخاب میں مولانا کی کمزوری ملاحظہ کیجئے:۔

423۔ وسائل الشیعہ سے ایک حدیث لکھتے ہیں دیکھئے!

''صلوۃ الجمعة فریضة والاجتماع الیها فریضة مع الامام فان ترک رجل من غیر علّة ثلث فرایض ولا یدع ثلاث فرایض من غیر علة اِلّا منافق۔

1۔یعنی نماز جمعہ فرض ہے اور پیش نماز کے ساتھ جا کر اسے پڑھنا بھی فرض ہے۔

2۔اگر کوئی شخص بغیر عذر شرعی کے تین جمعے ترک کردے۔

3۔تو اس نے تین فرائض کو ترک کردیا۔

4۔اور بغیر عذر کے تین فرائض کو ترک نہیں کرتا مگر منافق۔''

424۔ اس حدیث میں جمعہ کی نماز کو فرض فرمایا گیا۔ہمیں اور کسی مسلمان کو اس کے فرض ہونے میں شک وشبہ نہیں ہے۔اور ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ نماز جمعہ کا اجتماع امامؑ کے ساتھ فرض ہے ورنہ نہیں۔اور امامؑ کی موجودگی میں جو شخص نماز جمعہ کو ترک کردے خواہ ایک دفعہ یا زیادہ دفعہ وہ واقعی منافق اور دین سے خارج ہے۔لہٰذا ہم اس ترک نماز جمعہ کی مذمت کو ضروری اور صحیح مانتے ہیں۔مگر مولانا سے ہمیں چند گذارشات کرنا ہیں۔

پہلی یہ کہ آپ نے اس حدیث میں الامام سے ہر کوئی پیش نماز کس دلیل سے سمجھ لیا ہے؟ کیا کسی آیت یا حدیث نے کہا ہے کہ اس جگہ الامام سے کوئی بھی پیش نماز مراد ہے؟ اگر یہاں واقعی کوئی بھی پیش نماز مراد لیا جاسکتا ہے تو پھر ایک حدیث سنئے۔

425۔ جناب سماعۃ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے نماز جمعہ کے متعلق معلوم کیا تو فرمایا کہ:۔

۔''امام کے ساتھ دو رکعتیں اور جو کوئی تنہا پڑھے تو چار رکعتیں مانند ظہر۔یعنی جب خطبہ دینے والا امام ہو۔ اور اگر خطبہ دینے والا امام نہ ہو تو وہ چار رکعتیں ہیں خواہ جماعت سے ہی کیوں نہ پڑھی جائیں۔''

أمّا مع الامام فركتعان وأمّا من يصلي وحده فهي اربع ركعات بمنزلة الظهر ۔ يعني اذا كان امام يخطب فأمّا اذا لم يكن امام يخطب فهي اربع ركعات وان صلوا جماعة

(فروع کافی باب۔**تهيئة الامام للجمعة و خطبته والا نصات**)

426۔ دیکھئے دو قسم کے اماموں کا تذکرہ ہے۔ایک وہ جو صاحب خطبہ ہو دوسرا وہ جو جمعہ کی جماعت بلا خطبہ کرائے تو چار رکعت پڑھائے گا۔بات واضح ہے کہ جمعہ کی نماز جماعت سے بلا خطبہ بھی پڑھی جاسکتی ہے۔یہ دوسرا امام جو خطبہ پڑھنے کا مجاز نہیں ہے۔جماعت ضرور کراسکتا ہے۔یہاں یاد رہے کہ آپ پیش نمازوں کو خطبہ پڑھ کر سناتے ہوئے دیکھتے ہیں۔سوال یہ ہے کہ دیکھ کر پڑھنے والا اگر خطبہ پڑھنے کا مجاز ہے تو ماننا ہوگا کہ وہ امام جو جماعت جمعہ بلا خطبہ کرا رہا ہے یا تو قطعی اَن پڑھ ہے یا پھر کوئی اور وجہ ہے کہ وہ دیکھ کر بھی خطبہ پڑھانے کا مجاز نہیں ہے۔کتاب الاستبصار سے ایک دوسرا مقام دیکھیں۔محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہم سے کہا کہ:۔

سفر میں نماز جمعہ جماعت کے ساتھ بلا خطبہ پڑھا کرو اور اس میں قرأت بالجہر کیا کرو۔میں نے کہا کہ سفر میں بلند آواز سے قرأت ہم پر ناگوار گذرتی ہے۔فرمایا کہ بلند آواز سے پڑھا کرو۔'' (عذرِ ناگواری ناقابل قبول ٹھہرا)۔(**باب الجهر بالقرائة لمن صلى منفرداً أو كان مسافراً**)

صلوا في السفر صلاة الجمعة جماعة بغير خطبة واجهروا بالقرأة، فقلت اِنّه ينكر علينا الجهر بها في السفر، فقال اجهروا بها۔

427۔ سفر و حضر میں نماز جمعہ کا بلا خطبہ جماعت سے ہونا ثابت ہو گیا تو اب سوال یہ ہے کہ مولانا کی حدیث مذکورہ پیرا (423) میں مذکورہ مذمتِ ترکِ نماز جمعہ میں کونسے جمعہ کے ترک کی مذمت ہے؟ اور اس کا پتہ لگانے کے لئے مولانا کی بیان کردہ حدیث میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔سوائے اس کے کہ یہ قیاس کیا جائے کہ نماز جمعہ معہ خطبات کے ترک کرنے کی ممانعت ہے لیکن ہم اصل بحث میں دکھائیں گے کہ مولانا کے نزدیک خطبات میں شمولیت واجب نہیں ہے اور اس پر کافی روشنی پہلے بھی ڈالی جاچکی ہے لہٰذا ہم کہتے ہیں:۔

1۔یہاں امام سے امام معصوم علیہ السلام مراد ہے اس لئے کہ نفاق کا فتویٰ معمولی پیش نماز کی وجہ سے نہیں لگایا جاسکتا۔

2۔یہاں عام نماز جمعہ بلا خطبہ مراد لینے سے روکنے کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔

3۔اس میں دو باتیں کہی گئی ہیں۔اوّل نماز جمعہ فرض ہے اور دوم امام کے ساتھ اجتماع فرض ہے۔

دریافت طلب یہ ہے کہ ان میں سے کون سے فرض کو تین دفعہ ترک کر دینے سے منافق کا اطلاق ہوتا ہے۔ پھر ایک اور حدیث ملاحظہ ہو جناب مسعدۃ بن صدقہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو سُنا کہ اُن سے یہ سوال کیا گیا کہ:۔

428۔ ''اور پوچھا گیا کہ آپ کو کیا ہو گیا کہ ایک زانی کو کافر قرار نہیں دیتے۔ اور تارک نماز کو کافر کہتے ہو؟ ان دونوں میں فرق پیدا کرنے والی دلیل کیا ہے؟ جواب میں فرمایا کہ زانی اور اس کے مشابہ سب لوگ ایسے کام ازراہ شہوت کرتے ہیں۔ اور شہوت اُن پر غلبہ کر لیتی ہے اس کے برعکس تارک صلاۃ صرف نماز کو حقیر وغیرا ہم خیال کر کے چھوڑتا ہے اور وہ اس لئے کہ زنا کا رعورت کے قرب سے کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور اس سے حصول لذت کے لئے قصد کرتا ہے اور نماز کو چھوڑنے والا صرف نماز کو ترک کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور اس قصد میں کوئی لذت داخل نہیں ہے۔ اور چونکہ لذت کے حصول کی تحریک موجود نہیں ہے۔ لہٰذا اس کا نماز کو حقیر سمجھنا ثابت ہو جاتا ہے۔ اور جب حقارت ترک صلاۃ کا سبب ٹھہرا تو اس سے کفر واقع ہو گیا۔''

> **وسئل ما بال الزّانی لَاتسمیّه کافرًا و تارک الصلاۃ قد سمیّته کافرًا وما الحجة فی ذٰلکَ؟ فقال :لَأ نَّ الزَّانِی وما اشبهه اِنَّمَا یفعل ذلک لمکان الشَّهْوۃ لَأ نَّهَا تغلبه، وتارک الصلاۃ لا یترکها اِلَّا استخفافًا بها وذلک لأنّک لا تجدالزانی یا تی المرأۃ اِلَّا و هو مستلذّ لا تیانه اِیَّا ها قاصدًا الیها .وکلّ من ترک الصلاۃ قاصداً الیها فلیس یکون قصده لترکها اللّذّۃ .فاذ انفیت اللّذّۃ وقع الا ستخفاف واذا وقع الاستخفاف وقع الکفر۔**
> (کافی کتاب الایمان والکفر باب الکفر حدیث نمبر ۹)

آپ نے واضح الفاظ میں تارک صلاۃ کا کافر ہونا دیکھ لیا۔ اب اس شخص کو کافر سمجھا جائے یا نہیں؟ اس پر جناب محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ کا نوٹ ملاحظہ ہو ارشاد ہے کہ:۔

429۔ ظاہر اینست کہ مقصود از کفر در اینجا چیز یستکہ اشعار دارد بکم اعتنائی بدین وسستی یقین، زیرا داعی غالبی بر مخالفت امر خدا وجود ندارد وایں سبب عذاب عظیم و کیفر طولانیست واین کفری نیست کہ موجب خلود در نار با کفار باشد و شفاعت سود ندھد و در دنیا محکوم بنجاست گردند و نکاح وارث وآنھا ممنوع گردد۔ واگر بر استحلال وانکار حمل شود زیراز نا کار ہم درصورت استحلال کافر است وایں ہم خود یکے از معانی و درجات کفر است در برابر درجات مختلفہ ایمان۔''

430۔ <u>**اس کے بعد جناب آیۃ اللہ الحاج الشیخ محمد باقر الکمرئی زاد اللہ فیوضہ نے لکھا ہے کہ:۔**</u>

<u>**۔''این راجع بعدم عقیدہ وعدم ایمان نیست بلکہ راجع بضعف وسستی ایمان وعقیدہ است وآن کفر و بے ایمانی نیست۔''**</u>

آپ نے دیکھا کہ تارک الصلاۃ پر کفر کا فتویٰ دیا گیا لیکن ہم نے دکھایا اور عرض کرتے ہیں کہ علماء اسلام یا فقہا و محدثین ومقتنین شیعہ نے اس قسم کی احادیث سے کبھی بھی کفر مُراد نہیں لیا۔ بلکہ ایسے مقامات پر کافر و منافق وغیرہ الفاظ کے معنی

محض تنبیہ اختیار کئے ہیں۔لیکن مولانا عوام الناس کو اصول فقہ کے خلاف منافق کی لفظ سے خوفزدہ کرنا چاہتے ہیں۔اور اصل منشاء حدیث کو چھپا جاتے ہیں۔اس سلسلے میں یہ بھی دیکھ لیں کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

431۔ ''جو اس حال میں صبح کرے کہ اس نے مسلمانوں **مَنْ أصبح لا يهتمُّ با مور المسلمين فليس بمسلم۔** کے امور کا اہتمام نہ کیا ہو تو وہ مسلم نہیں ہے۔''اس پر جناب محمد باقر مجلسی کا فیصلہ سُنیں ارشاد ہے۔

۔''**قوله فليس بمسلم** یعنی اسلام کامل نہ ندارد شایستہ این نام نیست.....کہ بطور حقیقت نا مسلمان باشد۔زیرا از جملہ امور مسلمانان یاری امام ونصرت وپیروی از امام است واعلائے دین وعدم اعانت کفار بر مسلمین و بر ہر تقدیر مقصود از امور اعم از امور دنیویہ واخرویہ است۔'' (کافی کتاب الایمان والکفر باب الاھتمام با مور المسلمین **والنصیحة لهم و نفعهم**)

آپ نے پھر دیکھا کہ خارج از اسلام کہنے کے بعد بھی اس کے معنی قانون کی زبان میں ناقص اسلام ہوا کفر نہ ہوا۔اس کے بعد مولانا سے معلوم کیجئے کہ آپ خلاف قانون استدلال کرر ہے ہیں۔آپ کو فقہ کا ہر اصول معلوم ہے اس کے باوجود آپ اس شخص کو منافق کہتے ہیں جو تین نماز جمعہ کو جان بوجھ کر ترک کردے۔حالانکہ اُس نے پنج وقتہ نمازیں ادا کی ہوں۔ان کو بتایئے جو شخص پابندی سے پنج وقتہ نمازیں ادا کرتا ہے،صحیح عقیدہ رکھتا ہے اور ضروریات دینی کا منکر نہیں ہے وہ اگر تمام عمر نماز جمعہ عمداً نہ پڑھے تو آج وہ پکا مومن وکامل ایمان رکھنے والا ہے۔البتہ جو شخص اس کے خلاف زبان کھولے اُس کے دین وایمان میں شبہ ہے وہ یقیناً کامل الایمان نہیں ہوسکتا۔چنانچہ حدیث کا منشاء صرف اس قدر ہے کہ نماز جمعہ کو جب امام زمانہؑ قائم کردیں اس کے بعد جو شخص نماز جمعہ کو ترک کرے وہ مکمل کافر ومنافق ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔آپ نے جو کچھ بتایا ہے وہ غلط ہے۔قانون وعقل کے خلاف ہے۔

432۔ مذمت کے سلسلہ کی دوسری حدیث صرف تعداد بڑھانے کے لئے لائی گئی ہے اس میں بھی اس کا منشاء وہی ہے جو ہم نے تفصیل سے بیان کردیا ہے۔تیسری حدیث سے مولانا نے اپنے خلاف دلیل قائم کردی ہے۔اسے سن لیں لکھتے ہیں کہ:۔

''جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ **لينتهيّن اقوام عن دوعهم الجمعات اوليختمن الله علٰى قلوبهم ثم ليكونن من الغافلين .** جولوگ جمعہ کو ترک کرتے ہیں وہ اپنے اس فعل شنیع سے باز آجائیں۔ورنہ خداوندعالم ان کے دلوں پر مہر لگادے گا۔اور پھر وہ غافلوں میں سے ہوجائیں گے۔''

433۔ اس تیسری حدیث نے سابقہ دونوں حدیثوں کے مفہوم ومراد کو واضح کردیا۔اس کے بیان کے مطابق آنحضرتؐ چند اقوام کو تنبیہ فرما رہے ہیں۔اُن اقوام کا جمعہ کو ترک کئے ہوئے ہونا حدیث سے ثابت ہے۔اور تنبیہ کے الفاظ جس وقت فرمائے گئے ہیں اُس وقت تک اُن لوگوں کا منافق وخارج از اسلام نہ ہونا ثابت ہے۔لہٰذا سابقہ احادیث کا وہ مفہوم جو مولانا سمجھے کہ

تین جمعہ ترک کرتے ہی آدمی منافق ہوجاتا ہے غلط ہوگیا۔ پھراس تیسری حدیث میں یہ کہا جارہا ہے کہ اگراس تنبیہ کے بعدبھی اُن لوگوں نے جمعہ کوترک رکھنے پراصرار کیا تب اُن کے قلوب پرغفلت کی مہر لگے گی۔نفاق وکفر کی مہر کا پھربھی تذکرہ نہیں ہے۔لہٰذااس حدیث زیرنظر نے مولانا کا تمام گھروندا گرادیا ہے۔پھرایک اورتماشہ ملاحظہ ہوکہ مولانا پانچویں حدیث توایسی لائے ہیں کہ ہمیں اُن کے بھولے پن پررحم آرہا ہے۔اُن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ میرامدعیٰ کیا ہے سُنئے :۔

نماز جمعہ ترک کرنے کا کفارہ

434۔ ''نیزاُنہی سرکار سے منقول ہے فرمایا:۔**من ترک الجمعة من غیر عذر فلیتصدق بدینار فان لم یجد فنصف دینار** ''یعنی جوشخص بغیرعذرشرعی نماز جمعہ ترک کرے تواسے لازم ہے کہ ایک دینارکفارہ دےاوراگرایک دینارنہ رکھتاہوتوپھرآدھادیناردے۔''اس کے بعدفرماتے ہیں کہ یہی مقدارنماز جمعہ کی اہمیت وعظمت ظاہرکرنے کے لئے کافی ہے۔''

اِنَّا لِلّٰہِ وانّا الیه راجعون۔

435۔ یہاں اس قدربتانا کافی ہے کہ اگراس حدیث کا یہی مفہوم ہے جومولانا سمجھے ہیں توگویاایک نماز جمعہ سے بچنے کے لئے آدھادینارکافی ہے۔گویاماہانہ دودنیارراہ خدامیں خرچ کردینے والے پرنماز جمعہ واجب نہ رہی۔پھرحدیث میں چونکہ فطری قانونی وسعت کی طرف متوجہ کرکےایک دینارنہ ہونے کی صورت میں آدھافرمادیاگیا۔لہٰذااب بات یہ ہوگئی کہ اگرآدھا نہ ہوتو 1/4 چوتھائی دیناروہ بھی نہ ہوتواس کا آدھا 1/8 الغرض بات ختم ہوگی ایک آدھ سنت روزہ رکھنے پر۔اوریہ مولانا کوہرگز پسندنہیں آسکتا۔مگرکیاکریں قوانین بیان ہوچکےان کی تعمیل ہرمجتہدپرلازم ہے۔یاپھرمولانا نئے قوانین پیش کریں تواُنہیں دیکھاجائے۔اس کے بعدنفاق ومنافق کے لئے بھی ایک حدیث اوروضاحت دکھادیں۔

436۔ <u>**جناب امام جعفرصادق علیہ السلام رسوؐل اللہ کی زبانی بیان فرماتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایاکہ:۔**</u>

''**قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله مازاد خشوع الجسد علی مافی القلب فهو عند نا نفاق۔**''
آنحضرؐت نے فرمایاکہ ظاہری وجسمانی خشوع اگراُس خشوع سے جودل میں ہوزیادہ ہوتوہمارے نزدیک وہ نفاق ہے۔''

(کافی کتاب الایمان والکفرباب صفة النفاق والمنافق)

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اس کی تشریح میں فرمایاہے کہ:۔

''این حدیث دلالت داردکہ زیادی خشوع تن ازخشوع دل ریاونفاق است وکلمۂ عندنا دلالت داردکہ این نفاق حقیقی نیست ولی خصلت بدی است چوں نفاق۔''دیکھاجناب نفاق کہاں استعمال ہوتاہے؟

437۔ اس کے بعدیہ چیزبالکل واضح ہوجانا چاہئے کہ مولانا نے نفاق والی حدیث کولاکرقانون دانی کے خلاف ثبوت دیا

ہے۔ ورنہ اُن کا فرض تھا کہ وہ کہتے کہ یہاں محض تنبیہ وتا کید مطلوب ہے۔اور ہمارا کہنا ہے کہ یہ تنبیہ وتا کید بھی امامؑ زمانہ کے نماز جمعہ کو قائم کردینے کے بعد کی بات ہے۔خود بخود قائم شدہ نماز جمعہ کو ترک کرنے والوں پر کوئی تنبیہ لاکر دکھائیں تو معلوم ہو کہ مولانا کا مدعیٰ صحیح ہے۔اس سے پہلی حدیث میں واقعی بڑی سخت مذمت ہے اس کو دیکھ لیں۔

اِنّ اللّٰـه تبـارک وتـعالیٰ قد فرض علیکم الجمعة فمن ترکها فی حیٰوتی اوبعد مماتی وله اما م عادل استخفافا بهـا جـحـوذًا لهـا فـلا جـمع اللّٰه شحله ولا بارک له فی امره. الا ولا صلا ة لـه الا ولا زکـوة له الا ولا حج له الا ولا صوم له اولا برکة له فی امره حتی یتوب ۔

438۔مولانا کا ترجمہ سنئے ''خداوند عالم نے تمہارے اوپر **نماز جمعہ** فرض کی ہے پس جو شخص اسے میری زندگی میں یا میرے بعد جبکہ اسکے پاس **عادل پیش نماز** موجود ہو۔مگر وہ اُسے خفیف سمجھ کر اور اُسکا انکار کر کے ترک کردے تو خداوند عالم اس کی پراگندگی کو کبھی جمع نہ کریگا (یا نہ کرے) اور اسکے معاملات میں کبھی برکت نہ دیگا (یا نہ دے)۔آگاہ ہو جاؤ کہ ایسے شخص کی نہ کوئی نماز ہے۔نہ کوئی زکوٰۃ ہے نہ اس کا حج قبول ہے نہ اس کا روزہ مقبول ہے۔اور نہ اس کے معاملات میں برکت ہے۔مگر یہ کہ وہ توبہ کرے۔''

439۔ مولانا کے ترجمہ کی غلطیوں سے بہت دیر ہوگئی ہم نے تعارض نہیں کیا مگر یہاں بتانا پڑے گا کہ:۔

1۔اس حدیث میں **نماز جمعہ** نہیں بلکہ صرف جمعہ کی فرضیت مذکور ہے۔جمعہ کیا ہے؟ یہ ہم نے بیان کردیا ہے۔جمعہ اور نماز جمعہ میں زمین وآسمان کا فرق ثابت ہو چکا ہے۔

2۔امام عادل کا ترجمہ **عادل پیش نماز** ایجاد بندہ اور قیاس باطل ہے۔لہٰذا عادل امام وہ ہے جو ظالم نہ ہو جس سے ظلم کی نفی ہو جائے ایسا پیش نماز خود مولانا بھی نہیں ہیں۔رہ گیا گھریلو یا خانہ ساز اصطلاحات ان سے احادیث معصومینؑ پر حکم جاری کرنا سب سے بڑا ظلم ہے۔لہٰذا عدالت اسی میں غائب ہو جاتی ہے۔خانہ ساز اصطلاحات آپس میں افہام وتفہیم سے آگے نہیں بڑھنے دی جاسکتیں۔وہ قول معصومؑ پر حجت قرار نہیں پاسکتیں۔اصل بحث میں ہم ثابت کریں گے کہ امام عادل سے آئمہ معصومین علیھم السلام میں سے کوئی فرد یا امامؑ زمانہ مراد ہے نہ کہ ہر وہ شخص جو چند سورتیں یاد کرلے اور پیسے لے کر نمازیں پڑھانے کا کاروبار اختیار کرلے۔ایسے لوگوں کا تو کاروبار اسی میں ترقی کرے گا کہ وہ چاروں طرف واجب واجب منافق منافق کے نعرے مارتے پھریں تا کہ لوگ اُنہیں بلائیں، پیسے دیں اور نمازیں پڑھیں۔مرغیاں کھلائیں اور تحفہ تحائف سے لاد کر واپس بھیجیں۔ان کے منہ سے یہ باتیں اپنی وقعت کھو رہی ہیں۔دین کا کھلا ہوا مذاق اُڑایا جا رہا ہے۔بہرحال اس حدیث میں اس شخص کی مذمت ہے۔

1۔ جو امامؑ عادل کی موجودگی میں؛

2۔ نماز جمعہ کوایک حقیرعمل خیال کر کےاس کی حقیقتِ شرعی کاانکار کرنے کی غرض سےنماز جمعہ کوترک کردے۔

ہم کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک غرض یا شرط کے بعد بھی اگر وہ نماز جمعہ ترک کردے تو وہ ملعون ومردود وجہنمی ہے۔
لیکن بحث تو یہی ہے **کہ امامؑ عادل** اگر نماز جمعہ قائم کردے تو پھر اس میں جمع ہونا،نماز بجالانا فرض ہے،واجب ہے،لازم ہے۔لیکن خود بخود تاجران اسلام یا دین فروش مُلا اگر نماز جمعہ قائم کرلے تو اس میں شرکت ہمارے نزدیک احتراماً کی جاسکتی ہے ورنہ ممکن ہے کہ گناہ ہو۔اس لئے کہ حمایتِ باطل حرام ہے۔دین کے مسائل کومشکوک کرنا حرام ہے۔اس لئے جمعہ کو بِلا امامؑ یا اذنِ امامؑ قائم کرنا،اور خصوصاً دین فروشوں کا قائم کرنا اوراس میں شرکت حرام ہے۔یہی سبب ہے کہ ہمارے بعض علمائے کرام رضی اللہ عنہم نے حرام ہونے کا فتویٰ دیا ہے کہ اُن کی نظر زیادہ تر دین فروشوں کے سدباب پر رہتی ہے۔
اس کے بعد مولانا کا عنوان:۔''**نماز جمعہ کا وجوب عینی احادیث معصومینؑ کی روشنی میں**۔'' آنے والا ہے لیکن ہم فضائل جمعہ کے اس رواں عنوان میں ابھی چند چیزیں اورعرض کریں گے۔اس کے بعد اصل عنوان اختیار کریں گے۔

440۔ جمعہ کی نماز کی فضیلت مولانا ثابت نہ کرسکے۔پھر اپنے مدعیٰ سے متعلق نماز یعنی خانہ ساز وایجاد بندہ بلا امامؑ واذنِ امامؑ نماز جمعہ کی فضیلت پر ایک حدیث بھی نہ لاسکے۔اسکے برعکس ہم نے خود اُن کی تحریر کردہ احادیث سے بھی ثابت کردیا کہ جمعہ کی فضیلت روزِ ازل سے ہے نماز جمعہ کی وجہ سے ہرگز نہیں۔روز ازل سے فضیلت کا سبب اور اُس دن کے نام کی وجہ تسمیہ ولایت محمدیؐ یا آئمہ معصومین علیھم السلام ہے۔یہ اُن کی ولایتؑ سے منسوب ہوجانے کی وجہ سے فضیلت مآب بنا ہے۔ورنہ اس کی کوئی ذاتی فضیلت واہمیت نہیں ہے۔اس پر ابتدا ہی میں سیر حاصل بحثیں ودلائل گذر چکے ہیں۔مولانا کے عنوان کے ساتھ ساتھ ہی اُن کی بیان کردہ ہر فضیلت کا اصل سبب بیان ہو چکا ہے۔ایک پہلو کو عمداً چھوڑ دیا گیا تھا اس پر یہاں آزادانہ گفتگو کرنا ہے۔ پہلے یہ جتلا دینا ضروری ہے کہ مذمت کے اس عنوان میں مولانا نے بڑا کمزور پہلو اختیار کیا تھا۔یعنی اس میں اُنہوں نے پانچ احادیث لکھیں مگر اُن میں سے کسی ایک نے بھی اُن کے مدعا کے اثبات میں مدد نہ دی۔مولانا کے لئے یہ کہنا کہ اُنہوں نے اس عنوان میں اور دیگر عنوانات میں قانون فقہ ومناظرہ کی بار بار اور کھل کر خلاف ورزیاں کی ہیں فضول ہے۔اسی لئے ہم اُن کے عنوان کو قبول کرتے اور اُس کی حقیقت واضح کرتے چلے آئے ہیں۔مگر یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ان احادیث میں مذمت اُس صورت میں کی گئی ہے کہ متعلقہ شخص مولانا کی طرح واجب مانتا ہو۔چنانچہ اگر مولانا ترک کردیں تو یہ مذمت اُن کے حق میں ثابت ہوجائے گی۔لیکن جو علماء مولانا کی طرح سنتے اور خانہ ساز وجوب کے قائل نہیں ہیں اُن سے اس مذمت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔لہٰذا یہ پوری بحث خلاف قانون اور عبث تھی۔پھر اُن پانچ احادیث میں مولانا نے تین حدیثیں (2,3,4) ایسی لکھ دی ہیں جن کی سند ہی نہیں ہے۔اور خود مولانا کے مسلمات کی رُو سے اُن کی یہ تینوں احادیث درجہ اعتبار سے ساقط ہیں۔بہت

تعجب کا مقام ہے کہ وہ خود تو اس قسم کی احادیث قبول نہیں کرتے لیکن دوسروں سے اُمید کرتے ہیں کہ وہ اُنہیں قبول کرلیں گے۔لیکن ہم نے انکار کئے بغیر اُن کو مان لیا۔اس لئے کہ ہم احادیث کا انکار کرنا ناپسند کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ احادیث قابل اعتبار ہیں مگر اُن کا منشاء سمجھنا ضروری ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ اُنہیں جہاں چاہے فٹ کر کے تائید حاصل کرلی جائے۔اس طرح کی مذمت کی حیثیت کو واضح کردینا ضروری ہے تاکہ عوام الناس میں خلجان پیدا نہ ہو۔

441۔ <u>دیکھئے مسلمان فقہاء متفق ہیں کہ پنج وقتہ نمازوں میں جماعت سے نماز پڑھنا واجب نہیں ہے۔</u>

<u>لیکن معصومینؑ نے اس سلسلہ میں کیا فرمایا ہے سنئے:۔</u>"قال اللّٰہ تبارک وتعالٰی" واقیموا الصلوة واٰتوا الزکوة والرکعوا مع الراکعین" فامر اللّٰہ بالجماعة کما امر بالصلو ةو فرض اللّٰہ تبارک وتعالٰی علی الناس من الجمعة الی الجمعة خمسة و ثلٰثین صلو ة ۔منھا (فیھا)صلوة واحدة فرضھا اللّٰہ تعالٰی فی جماعة وھی الجمعة فامّا(وامّا)سائر الصلو ة فلیس الاجتماع الیھا بمفروض ولکنہ سُنّة من ترکھا رغبة عنھا وعن جماعة المسلمین من غیر علة فلا صلو ة له .ومن ترک ثلث جمعات متوالیات من غیر علة فھو منافق(الخ)

442۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوںؑ کے ساتھ رکوع کرو۔ چنانچہ اللہ نے جماعت کا حکم دیا ہے جیسا کہ نماز کا حکم دیا ہے۔پس اللہ تعالیٰ نے جمعہ سے جمعہ تک لوگوں پر پینتیس(35) نمازیں فرض کی ہیں۔اُن میں سے ایک نماز جماعت کے ساتھ فرض کی ہے اور وہ نماز جمعہ ہے۔باقی تمام نمازیں جماعت سے فرض نہیں بلکہ جماعت اُن میں سنت ہے۔جو کوئی اس سنت کے خلاف رغبة کی بنا پر اُسے ترک کرے یا مسلمانوں کی جماعت کے خلاف رغبة کے ماتحت جماعت سے بلاوجہ الگ رہے۔اس کی نماز نہیں ہوتی۔اور جو کوئی بلاوجہ مسلسل تین جماعتوں میں نماز نہ پڑھے وہ منافق ہے۔"(**الفقیه کتاب الصلوة باب الجماعة وفضلھا**)

443۔ اس مقدس بیان سے جہاں یہ ثابت ہوگیا کہ مولانا کی بیان کردہ نماز جمعہ کے ترک کے بالکل برابر ہے، عام جماعت کو ترک کرنا اور اس طرح مولانا کی واجب عینی ہماری سنت کے برابر آ گئی وہاں یہ بھی ثابت ہوگیا کہ قانون فقہ میں مذمت و فضائل کو مدنظر رکھ کر وجوب واستحباب کے مدارج قائم نہیں ہوتے۔لہٰذا مولانا کی تمام بحث خلاف قانون تھی۔مندرجہ بالا مذمت اس حالت کی ہے کہ کوئی شخص جماعت میں تین دفعہ برابر نہ آئے۔اب صرف ایک اور صورت ملاحظہ فرمائیں کہ جس میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مَنْ اَخَّرَ المغرب طَلَبًا لِفَضْلھا.... .الخ(الفقیه کتاب الصلوٰة باب مواقیت الصلوٰة)

وہ شخص جو مغرب کی نماز میں یہ سمجھ کر تاخیر کرے کہ دیر سے پڑھنا افضل ہے۔ملعون ہے ملعون ہے۔

لیجئے نماز جمعہ کی تمام مذمتوں سے بڑھ کر ہم نے معمولی اعمال کی مذمت پیش کر دی۔ کیا اس سے مولانا نماز جماعت کا پڑھنا اور مغرب میں دیر نہ کرنا فرض و واجب ماننے کو تیار ہیں؟ اگر نہیں تو آپ کی مذمت سے نماز جمعہ کے وجوب کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ پبلک کو مغالطہ ہو۔

شبِ جمعہ میں قبولیت دعا امامٔ زمانہ کے زیادتی علم کی برکت ہے

444۔ مولانا نے فضائل جمعہ میں ایک فضیلت دعاؤں کا قبول ہونا بھی بیان کیا ہے۔ مگر حسب توفیق اس پہلو کو بھی کامیابی سے پیش نہ کر سکے۔ آپ دُعا کے قبول ہونے کے سلسلہ میں زیادہ تر دعاؤں کا قبول ہونا شبِ جمعہ میں دیکھیں گے۔ یوم جمعہ کیلئے دو ایک روایات ہیں اُن میں بھی اختلاف ہیں چنانچہ ایک تو مولانا نے خود ہی لکھ کر قبول کر لیا ہے۔

''اب اس ساعت کی تعین میں اختلاف ہے۔'' اور یہ کہ ''بعض احادیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ وہ وہ ساعت ہے جب امام جمعہ کے خطبہ سے فارغ ہو کر مُصلّے پر کھڑا ہوتا ہے اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وہ وقت ہے جب نصف آفتاب غروب اور نصف باقی ہو۔'' (سابقہ پیرا نمبر 357)

اس اختلاف کو قبول کرتے ہی مولانا نے اپنے مدعا کو مسمار کر دیا۔ بہر حال ہم اس سلسلہ میں پہلے یہ دکھاتے ہیں کہ اس دن دعاؤں کے قبول ہونیکی وجہ بھی نہ نماز جمعہ ہے نہ کسی پیش نماز کے مصلیٰ پر کھڑے ہونے کا اثر ہے۔ بلکہ جب سے بنی نوع انسان ہیں اور اُنکو شب جمعہ یا یوم جمعہ آنا شروع ہوا ہے یہ قبولیت دُعا اسی وقت سے ہے۔ شب جمعہ میں امامٔ زمانہ کے علم میں اضافہ ہوتا ہے اسلئے رات بھر دعائیں قبول ہونا اس زیادتی علم کی برکت سے ہے، رہ گیا جمعہ کے دن دعاؤں کا قبول ہونا۔ اس پر ایک حدیث سنئے اور دیکھئے کہ مولانا نے بعض احادیث سے جو کچھ سمجھا ہے وہ قول معصوم علیہ السلام کی رُو سے غلط ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ فروع کافی کتاب الصلوٰۃ باب فضل یوم الجمعة و ليلته میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے معاویہ بن عمار نے کہا کہ:۔

445۔ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ جمعہ کے دن وہ گھڑی جس وقت کوئی مومن دعا نہیں کرتا سوائے اس کے کہ وہ دعا ضرور قبول ہوتی ہے کون سی ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جس وقت امام نکلے۔ میں نے کہا کہ بتحقیق امام تو	قُلْتُ لِاَ بی عبداللّٰه علیه السلام اَلسَّاعَةَ الّتی فی یوم الجمعةالّتی لایدعو فیها مؤمن اِلّا استجیب له ؟قال :نَعَمْ اذا خرج الامام، قُلْتُ : اِنَّ الامام یُعجّل و یؤخّر ،قال :اذا زاغت الشمس ۔''

نکلنے میں جلدی بھی کرتا ہے اور تاخیر بھی کرتا ہے۔ (یعنی کیا قبولیت دُعا اس کے نکلنے پر منحصر ہے؟) فرمایا کہ جس وقت سورج ڈھلنا شروع کرے۔''

446۔ اس حدیث نے فیصلہ کر دیا کہ دعاؤں کی قبولیت کا نماز جمعہ یا امام جمعہ و جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ دوسری بات

یہ ہے کہ حضرات آئمہ علیہ السلام اپنے مخاطب کی عقل وشعور کوملحوظ رکھ کر جواب دیا کرتے تھے۔اسلئے احادیث سے نتائج اخذ کرنا اور احکامات بیان کرنا عقلی ہے۔ جہاں عقل کی کمی ہوگی غلط نتیجہ اخذ کرلیا جانا ضروری ہوگا۔ چنانچہ پہلے جواب کی سرسری حیثیت تھی دوبارہ سوال سے واضح ہوا کہ سائل حقیقت حال جاننا چاہتا ہے۔اور یہ جاننا ہے کہ نماز جمعہ قبولیت دُعا کی وجہ وسبب نہیں ہے۔لہٰذا اُسے بتایا گیا کہ امام کے آگے پیچھے ہونے سے قبولیت دُعا آگے پیچھے نہیں ہوتی بلکہ اس کا ایک مستقل وقت ہے۔ چنانچہ مولانا غلط سمجھے کہ خطبہ ختم ہوجانے اور امام کے مصلٰی پر کھڑا ہونے کی انتظار میں دعا قبول ہونے سے رُکتی ہے۔حدیث نے تو یہ بتایا کہ سورج ڈھلتے ہی دعائیں قبول ہونا شروع ہوتی ہیں۔اور نماز جمعہ کے خطبات اور خودنماز اس کے کہیں دیر بعد ہوا کرتی ہے۔

447۔ قبولیت دُعا کے سلسلہ میں سچّوں کے لئے یہی ایک حدیث کافی تھی۔لیکن ہمیں دوسروں کا بھی خیال رکھنا ہے۔اُن کے اطمینان کی خاطر یہ دکھانا ضروری ہے کہ یہ بھی غلط ہے کہ دُعائیں صرف جمعہ کے روز سورج ڈھلے قبول ہوتی ہیں۔لہٰذا جمعہ اس لئے افضل دن ہے۔ہم دکھاتے ہیں کہ روزانہ اُسی وقت دعائیں قبول ہوتی ہیں اور جمعہ کی اس میں نہ کوئی خصوصیت ہے نہ فضیلت ہے یہ ایک مغالطہ ہے جو لاعلم لوگوں کو دیا جاسکتا ہے۔سُنئے کہ دعاؤں کے قبول ہونے کی تفصیلات اصول کافی کتاب الدعا میں دیدی گئی ہیں۔وہاں **باب الاوقات والحالات الّتی ترجی فیھا الاجابۃ**۔(وہ باب جس میں اُن اوقات و حالات کا ذکر ہے جس میں اجابت دُعا کی اُمید کی جاتی ہے) یہ وہ جگہ تھی جہاں سے مولانا کو دلیل لانا چاہئے تھی۔مگر وہاں سے دلیل دینا مقصود ہی نہیں تھا محض مغالطہ دے کر کسی طرح نماز جمعہ کو واجب کرنے کے سہارے تلاش کرنا تھا۔ہم مختصراً چند مقامات دکھاتے ہیں خدا آپ کو توفیق دے کہ یہ پوری کتاب الدعا پڑھیں۔اگر مستجاب الدعوات بننے کی تمنا ہوتو اس کتاب کی احادیث کا وظیفہ کریں۔امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

448۔ **قال : کان ابی اذا کانت له اِلَی اللّٰه حاجة طلبها فی هذه الساعة، یعنی زوال الشمس** ۔فرمایا کہ جب کبھی میرے والد (سلام اللہ علیہ) کو خدا سے کوئی حاجت پیش آتی تو وہ زوال شمس کے وقت اس کیلئے دُعا کیا کرتے تھے۔'' یادرکھیں کہ اذا زاغت الشمس ہی زوال الشّمس ہے۔اور یہی وقت ہے جب نماز ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے۔بتایئے کہ اب یوم جمعہ کو قبولیتِ دُعا کیساتھ کیا خصوصیت رہ گئی؟ ہم ثابت کرتے چلے آرہے ہیں کہ مولانا نے اپنا قیمتی وقت ضائع کیا ہے اس مضمون کے لکھنے میں۔مگر عوام کے قلوب ڈانواڈول ہوگئے۔اُن کو اُنکے عقائد میں استقلال ہمارے مضمون سے حاصل ہوگا۔

اسی راوی سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار سلام اللہ علیہ کا رویہ بیان کیا کہ:۔

میرے والد (سلام اللہ علیہما) جب کبھی کوئی حاجت طلب کرتے تھے تو زوال کے وقت طلب کرتے تھے۔ اور جب وہ اس کا ارادہ کرتے تھے تو کسی چیز کے صدقہ

کان ابی اذا طلب الحاجة طلبها عند زوال الشمس فاذا اراد ذلک قدّم شیئاً فتصدّق به وشمّ شیئًا من طیب و راح الی المسجد و دعا فی حاجته بما شاء اللّٰه۔''

سے اقدام کرتے تھے۔ اور حقدار کو ارسال کر دیتے تھے۔ پھر کوئی خوشبو لگاتے اور مسجد کو چلے جاتے تھے وہاں خدا کی منشاء کے مطابق طلب حاجت کرتے تھے۔'' (اصول کافی۔ کتاب الدّعاء باب الاوقات والحالات التی ترجی فیھا الاجابة)

449۔ مولانا کی اس بحث نے ہم سے بعض چیزوں کے بھرم کھلوا دئے۔ سُنئے کہ بوقت سحر دُعا کے قبول ہونے میں بھی جمعہ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی زبانی فرماتے ہیں کہ:۔

'' قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله خیر وقت دعوتم اللّٰه عزّوجلّ فیه الاسحار،.....الخ.

''بہترین وقت کہ جس میں تمہیں اللہ سے دعا کرنا چاہیئے سحر کے اوقات ہیں۔'' (باب ایضًا)

اس کی مزید تفصیل ملاحظہ ہو امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

'' فعلیکم بالدعاء فی السحر الی طلوع الشّمس فانّها ساعة تفتح فیها ابواب السماء، وتقسیم فیها الارزاق وتقضی فیها الحوائج العظام۔'' (ایضاً)

تم پر بوقت سحر دُعا کرنا لازم ہے۔ طلوع آفتاب تک۔ بتحقیق یہ وہ ساعة ہے جس میں آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ رزق تقسیم ہوتا ہے۔ اور بڑے بڑے حوائج پورے کئے جاتے ہیں۔ یہ بھی سنتے چلیں کہ شب جمعہ کی قبولیت دُعا کی خصوصیت کا سمجھنا اور سمجھانا بھی مولانا کے بس کی بات نہیں ہے۔ لہٰذا سنئے کہ ہر رات میں ایسا وقت ہوتا ہے جس میں دُعا ضرور قبول ہوتی ہے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

450۔ '' بتحقیق رات میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ ایک مسلم بندہ اس میں نماز پڑھے اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو ایسا نہ ہوگا کہ اس کی دعا قبول نہ ہو۔ میں نے (عمر بن اذینة نے) کہا کہ خدا آپؑ کو بہترین

اِنّ فی اللّیلِ لساعة ما یوا فقها عبدٌ مسلمٌ ثُمَّ یصلّی ویدعو اللّٰه عزّوجلّ فیها اِلّا استجاب له فی کلِّ لیلة. قلت: أصلحک اللّٰه واَیّ ساعةٍ هِیَ من اللّیل ؟قال: اذا مضَی نصف اللّیلِ وهی السدس الاوّل من اوّل النّصف.''

حالت میں رکھے رات میں وہ کون سی گھڑی ہے؟ فرمایا کہ جیسے ہی رات کا آدھا حصہ گذرے تو وہ پہلا 1/6 ہے نصف اوّل سے لیکر (یعنی نصف شب کے بعد فوراً شروع ہو جاتا ہے۔ احسن) (باب ایضاً)

451۔ مولانا کیلئے باعث حیرانی ہوگا یہ بتانا کہ دُعا کے قبول ہونے کے اوقات وحالات میں جمعہ یا شب جمعہ کو اس باب میں قطعی

طور پر جگہ نہ مل سکی۔البتہ پانچ ابواب کے بعد ایک باب قائم کیا گیا جس میں دعاؤں کی قبولیت کا تاخیر میں پڑ جانا (**من أبطأت علیہ الاجابۃ**) بیان کیا گیا ہے۔وہاں ہے وہ حدیث جس کو مولانا نے فضائل جمعہ میں خواہ مخواہ رگڑ دیا ہے۔جس میں جمعہ تک تاخیر ہو جانا ذکر ہوا،اور مولانا کی تفہیم کے مطابق ہم نے اسے طالب دُعا کیلئے ایک قسم کی سزا قرار دیا تھا۔وہاں الفاظ یہ ہیں کہ:۔

" **اِنَّ المؤمن لیدعو فیؤخّر اجابته اِلی یوم الجمعة** "(پیرا نمبر 354 ملاحظہ فرمائیں)

" بتحقیق ایک مومن دعا کرتا ہے تو اس کی دُعا کو جمعہ تک موخر کر دیا جاتا ہے۔"(کتاب الدعاء باب من ابطات علیہ الاجابۃ)

یہاں مولانا کے لئے دوہری دوہری ناگواریاں ہیں۔اوّل یہ کہ کافی ایسی معتبر کتاب میں اس تاخیر کا کوئی مقدس یا غیر مقدس سبب بیان نہیں ہوا۔دوسری اور سب سے بڑی ناگواری یہ ہے کہ اس کے راوی جناب ابوبصیر رضی اللہ عنہ ہیں جن کو مولانا ایک آنکھ پسند نہیں کرتے۔یہاں ہم مولانا کے فضائل جمعہ کو سمیٹ کر مولانا کے مغالطوں کے بنڈل کے ساتھ عنوان اور بحث سے خارج کرتے ہیں۔

نماز جمعہ قائم کرنے کی اجازت دینا ہر زمانہ کے سربراہ اسلام علیہ السلام کے ذمہ ہے

452۔ یہاں سے مولانا کے عنوان۔"**نماز جمعہ کے وجوب عینی احادیث معصومینؑ کی روشنی میں**"آپ کے سامنے لایا جاتا ہے۔ہمیں بار بار کہتے اور یاد دلانے میں تکلف نہیں ہے کہ یہ بہت ہی اہم بحث ہے۔اس میں پوری توجہ اور صورت حال پر نظر رکھنا لازم و واجب ہے۔پھر سُن لیں کہ نماز جمعہ کے سلسلے میں دو مختلف صورتیں ہیں۔

اوّل یہ کہ **نماز جمعہ فرض یا واجب ہے اس سے کسی مسلمان عالم کو اختلاف نہیں ہے**۔نہ پہلے ہوا ہے۔**اختلاف دوسری صورت میں ہے اور وہ یہ ہے کہ نماز جمعہ قائم کون کرے گا**؟اس پر کافی گفتگو ہو چکی دلائل کے انبار لگائے جا چکے ہیں۔ایک بڑی قلیل سی جماعت کے سر یہ تھوپا گیا ہے کہ وہ نماز جمعہ کو قائم کرنا عام مومنین پر واجب عینی مانتے ہیں۔لیکن اگر تحقیق کی جائے تو یہ جماعت نہ قلیل ہے نہ کثیر بلکہ چند ایک علماء ہیں جنہوں نے اپنے اپنے زمانہ میں دین کو غفلت سے بچانے کے سلسلہ میں احتیاطاً ایسی چیزیں لکھی تھیں۔اُن میں سے ایک آدھ جو متشدد تھا اُس نے اس پر ذرا زیادہ زور دے دیا۔اب اس صدی میں چند سر پھرے فاضل یا فالتو حضرات نے (Cheap Popularity) سستی شہرت حاصل کرنے کی راہ نکالی اور اس سلسلہ میں خود کو مشہور کرنے کے لئے چند متفقہ یا مختلف فیہ مسائل کو اپنی آماجگاہ بنالیا اور اس طرح تمام بزرگ علماء پر ہاتھ صاف کیا گیا۔بہرطور گذارش یہ کرنا ہے کہ قرآن کریم واحادیث کی روشنی میں یہ واضح اور ثابت شدہ ہے کہ نماز جمعہ کا قائم کرنا **علومِ خداوندی** کو تمام بنی نوع تک پہنچانے کے لئے فرض و واجب ہے۔**اسی علم کے حصول کا ذریعہ سربراہِ اسلام علیہ السلام ہیں**۔لہٰذا نماز جمعہ کو قائم کرنا یا اس کے قائم کرنے کی اجازت دینا ہر زمانہ کے سربراہ اسلام یعنی امام زمانہ علیہ السلام کے ذمہ ہے۔باقی تمام

مومنین پر واجب عینی وغیرہ ہے کہ وہ نماز جمعہ کے اس طرح قائم کردئے جانے کے بعد امامؑ کے ساتھ نماز جمعہ میں شریک ہوں۔اور مذکورہ علوم کو حاصل کریں اور اقصائے عالم تک پھیلائیں اور نافذ کریں۔ مومنین پر خود بخود نماز جمعہ قائم کرلینا فرض ہے نہ واجب نہ عینی نہ تعینی۔اب جو حضرات امام زمانہ علیہ السلام کی عدم موجودگی یا عدم اجازت کے باوجود نماز جمعہ کو واجب عینی قرار دیتے ہیں اُن کو ایسی احادیث دکھانا چاہئیں جن میں یہ ہو کہ:۔

1۔تم پر نماز جمعہ کو امامؑ زمانہ کی بلا اجازت اور عدم موجودگی میں قائم کرنا فرض یا واجب ہے؛

2۔یا یہ کہ نماز جمعہ قائم کرنا واجب یا فرض ہے۔اس کیلئے کسی اجازت کی ضرورت ہے نہ وجود امامؑ کی شرط ہے؛

3۔اور یہ کہ خود قائم کی ہوئی نماز جمعہ پڑھ کر نماز ظہر کا پڑھنا حرام یا منع ہے۔

اگر یہ تینوں چیزیں آپ کو مولانا کی پیش کردہ کسی حدیث میں مل جائیں یا ان میں سے کوئی ایک سامنے آجائے تو فوراً رُک جائیں۔اور جھٹکا دے کر ہمیں بھی رُوک دیں۔حدیث پر مل کر غور کریں اور نظر ثانی میں بھی حقیقت یہی نکلے کہ نماز جمعہ کو قائم کرنا مومنوں پر فرض و واجب ہے خواہ امامؑ زمانہ ہو یا نہ ہو، اجازت ہو یا نہ ہو۔یا یہ کہ اجازت مل چکی ہے۔اب دوبارہ اور ہر دفعہ اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔تو جناب سُن رکھیں کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو نماز جمعہ کو قائم کرنے کے لئے سچ مچ کھڑا ہو جاؤں گا۔اور میرے ساتھ لاکھوں مومنین قیام جمعہ کر کے چھوڑیں گے۔آیئے مولانا کی پیش کردہ احادیث کے ایک ایک لفظ کو غور سے پڑھئے۔تلاش کیجئے کہ کہیں بھی مولانا واجب ہے واجب ہے کے چکر سے باہر نکل کر عقل کی بات کرتے ہیں یا نہیں۔واجب ہے واجب ہے۔**ہم مانتے ہیں کہ واجب ہے مگر کیا واجب ہے**؟ جواب میں نماز جمعہ واجب ہے کہنا غلط ہے۔ اس لئے کہ ہم مانتے ہیں کہ نماز جمعہ واجب ہے۔**جواب میں یہ کہئے کہ نماز جمعہ کا قائم کرنا بلا امامؑ و اجازتِ امام علیہ السلام واجب ہے۔یا یہ کہ یہ لیجئے ہمیشہ کے لئے پکی اجازت یہ ہے اور (امامِ زمانہ علیہ السلام کی) موجودگی وغیرہ کی کوئی شرط باقی نہیں ہے۔پھر یہ کہ نماز ظہر پڑھنا منع کر دیا گیا ہے**۔بس وضاحت مقصد آخری دفعہ کر دی گئی ہے اب مومنین کی سوجھ بوجھ کے سامنے مولانا کی انتخاب کردہ احادیث نمبر وار لاتے ہیں۔تاکہ فاضل عراق کے احادیث سے استدلال کا زور وقوت سامنے سے گذرے اور پتہ لگے کہ مولانا نے وہاں وقت ضائع نہیں کیا تھا۔

(قسط13) JS/13/25666 25جون 1966ء

453۔ ''**نماز جمعہ کا وجوب احادیث معصومینؑ (علیھم السلام) کی روشنی میں**''

یہ عنوان قائم کر کے پہلے مولانا نے موضوع کے خلاف اِدھر اُدھر ہاتھ پیر مارے آخر کار لکھا کہ ''۔**بطور نمونہ دانہ از انبار چند روایات معتبرہ پیش کی جاتی ہیں**'' یہاں مولانا کا روایات معتبرہ پیش کرنے کا تذکرہ نکالنا عبث تھا۔اس لئے کہ ایک فاضل

عراق یا مجتہد سے یہی اُمید کی جاسکتی ہے کہ وہ ہرگز ہرگز غیر معتبر روایات کو پیش نہ کرے گا۔اُن کا یہ کہنا دراصل چور کی داڑھی میں تنکے والی بات ہے۔ہم نے اس مضمون میں اس قدر احادیث لکھی ہیں کہ کسی ہم عصر نے اتنا بڑا ذخیرہ کسی ایک موضوع کے لئے نہیں لکھا۔لیکن ہم نے کہیں نہیں کہا کہ ہم روایات معتبرہ لکھیں گے۔ہمارا روایت کو لکھنا اس بات کی دلیل ہونا چاہیئے کہ جو روایت ہم لکھیں وہ یقیناً معتبر ہو۔چنانچہ جن کتابوں سے ہم نے احادیث لکھی ہیں اُن کے متعلق مولانا کا فتویٰ یہ ہے کہ:۔

454۔ ''**<u>اصول اور دیگر کتب اربعہ کی تمام حدیثیں بلا دُغدغہ اور بلا اشکال قابل عمل ہیں</u>**'' دراصل یہ جناب محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ کا فیصلہ ہے مولانا نے اس فیصلہ کو بطور سند لکھا ہے۔لہٰذا ہماری پیش کردہ احادیث ہرگز کتب اربعہ یا اصول سے باہر کی نہ ہونگی۔لیکن مولانا نے پہلی حدیث لکھنے کی **بسم اللّٰہ** ہی غلط کی ہے۔سب سے پہلی غلطی یہ ہے کہ جس کتاب سے مولانا نے یہ حدیث لکھی ہے وہ حدیث کی کتاب ہی نہیں ہے۔''**<u>تذکرہ</u>**'' فقہ کی کتاب ہے اس سے حدیث لینا نہ صرف عجیب ہے بلکہ مولانا کی ضعیفی کی دلیل ہے۔دوسری غلطی یہ ہے کہ مولانا نے خود اپنے قائم کردہ اصول کی خلاف ورزی کی ہے وہ کہتے ہیں کہ:۔

۔'' اولاً اسلئے کہ یہ روایات سند کے اعتبار سے درجۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔کیونکہ یہ تمام مجہول ہیں۔یا مرسل ہیں۔''

ہم مولانا کو چیلنج کرتے ہیں کہ آپ کی پہلی حدیث درجہ اعتبار سے ساقط ہے اس لئے کہ یہ مرسل ہے۔یہ جواب مولانا کی زبان میں اور مولانا کے لئے نہایت قابل شرم ہے۔لیکن ہم حدیث کو قبول کرتے ہیں آیئے حدیث ملاحظہ ہو:۔

455۔ ''پہلی حدیث یوں ہے کہ پیغمبر (ص) اسلام نے فرمایا۔**الجمعة فریضة واجبة اِلٰی یوم القیامة۔**

'' یعنی نماز جمعہ قیامت تک فرض وواجب ہے۔''

مولانا نے پیغمبر (ص) اسلام لکھ کر بلا کسی نشانِ احترام کے چھوڑ دیا ہے۔اسی لئے عوام میں وہابی مشہور ہو گئے ہیں۔ یہاں ہمیں پھر یاد دلانا ہے کہ فریضۂ ولایت وہ فریضہ ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوا۔اور اُسے تمام فرائض کی کنجی اور اساس بتایا گیا۔لہٰذا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی حدیث میں ولایت سے کسی حکم یا فرض کا رابطہ وتعلق نہ بتایا جائے اس حدیث کو من وعن قبول نہیں کیا جا سکتا۔اس پر وضاحت قولِ معصومؑ سے درکار ہے۔جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ لوگوں نے تمام فرائض کو بخوشی اختیار کر لیا تھا۔مگر ولایت کو اختیار کرنے میں ہمیشہ تکلف رہتا رہا۔جبکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی عِلّت و غرض وغایت ہی تبلیغ ولایت رہتی چلی آئے تو یقیناً یہ لازم ہے کہ تمام دینی احکام وعبادات وفرائض کے لئے ولایت وامامت معیار رہے ۔جو حکم محض لوگوں کو دین کی سادہ شکل کی طرف گھیر کر لانے کے لئے دیا گیا ہے وہ اپنی حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:۔ **<u>قولوا لا الٰہ الا اللّٰہ و تفلحوا</u>**۔کیا آج مسلمان علماء یا جہلاء تیار ہیں کہ اس حکم کو اختیار کرکے **محمدٌ رسول اللّٰہ** اور شیعہ **محمدٌ رسول اللّٰہ و علیٌ ولی اللّٰہ** اور دیگر تمام احکام وعبادات

سے توبہ کرلیں گے؟ ہرگز نہیں۔تو پھر یادرکھیں کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے یعنی کثیر احکامات کا یہی حال ہے کہ وہ عربوں کو سدھانے کے لئے بطور تدریج فرمائے یا کئے گئے تھے۔

456۔ پھر کیا اس حدیث میں کہیں یہ آیا کہ نماز جمعہ کو قیامت تک خود قائم کرنا فرض ہے۔خود اذان دینا واجب ہے، نماز ظہر چھوڑ دینا لازم ہے اور جو کوئی جمعہ کے ساتھ نماز ظہر پڑھے وہ فعل حرام کا مرتکب ہے۔اس میں تو مولانا کے اصول کا چورا چورا ہو رہا ہے سُنئے کہ:۔

اول یہ حدیث مرسل ہے۔اور مولانا نے فرمایا تھا کہ:۔''یہ روایت بدو(2)وجہ نا قابل استدلال واستناد ہے۔اول اسلئے کہ سلسلہ سند مفقود ہونیکی وجہ سے مقطوع ومرسل ہے۔اور ظاہر ہے کہ ایسی حدیث نا قابل التفات ہوتی ہے۔''(احسن الفوائد) ہمارا پیرا نمبر (320) حرف (ت) لہٰذا مولانا کے اصول کی رُو سے یہ حدیث سند نہیں بنتی۔

دوم۔مولانا نے اس حدیث کو لکھ کر خود تسلیم کرلیا ہے کہ یہ حدیث جمعہ کو مطلقاً واجب وفرض کرتی ہے اور یہ کہ اس میں کسی قسم کا استثناء موجود نہیں ہے۔یعنی اس میں (1) نہ مریض کا ذکر ہے (2) نہ مسافر کا۔(3) نہ بچوں کا تذکرہ ہے۔(4) نہ عورتوں کا نہ بیماروں کا استثناء ہے۔(5) نہ غلاموں کا نہ تین فرسخ کی شرط ہے (6) نہ جماعت کی نہ پانچ آدمیوں کی پابندی ہے نہ سات کی۔(7) حد یہ ہے کہ اس میں نماز کا (صلوٰۃ) لفظ تک بھی نہیں ہے لہٰذا مولانا کے اصول مندرجہ پیرا (320) کی رُو سے یہ حدیث عام ہے اس لئے غیر مفید ہے۔پھر یہ حدیث مطلق ہے اس لئے اس سے کوئی حکم اخذ کرنا اصول علمی وقانونِ فقہ کے خلاف ہے۔اس کے بعد یہ حدیث مجمل ہے لہٰذا بحث سے خارج ہے۔علاوہ ازیں اس میں لاتعداد احتمالات ہیں مثلاً ممکن ہے کہ اس میں جمعہ کی نماز فرادی مراد ہو۔ہوسکتا ہے کہ جمعہ کی نماز کی دو رکعتیں بلا خطبہ مراد ہوں۔ہوسکتا ہے کہ یہ نماز جمعہ بالکل نہ ہو بلکہ وہ جمعہ ہو جس کا وجوب ہم ثابت کرتے چلے آئے ہیں۔جس میں مومنین صفائی کریں۔ہفتہ بھر کے لئے مسلمانوں کی سہولت وآسائش کی فراہمی و دیکھ بھال کریں۔تعلیماتِ محمدؐ وآل محمدؐ کو گھر گھر پہنچائیں۔اس لئے سنئے کہ مولانا نے کہا ہے کہ:۔

457۔ ''قرآن مجید کی طرح احادیث میں بھی عام وخاص، مطلق ومقید، مجمل ومفصل وغیرہ اقسام موجود ہیں۔'' پھر لکھا ہے کہ۔''عام کو خاص پر مطلق کو مقید پر اور مجمل کو مفصل پر محمول کیا جاتا ہے۔کیونکہ ارباب علم ویقین جانتے ہیں کہ خاص ومقید و مفصل آیات وروایات میں عام مطلق اور مجمل آیات وروایات کی توضیح ہوتی ہے۔جیسا کہ وارد ہے کہ **الایات تفسیر بعضها بعضاً** بعض آیات (مفصل) دوسری (مجمل) آیات کی تفسیر وتوضیح کرتی ہیں۔اسی طرح وارد ہے کہ **الا حادیث تفسیر بعضها بعضاً**۔بعض احادیث دوسری بعض کی تشریح کرتی ہیں۔مذکورہ بالا حقائق میں علماء اعلام کے درمیان ہرگز کوئی اختلاف نہیں ہے۔اسی پر علماء کا عمل ہے۔اور اسی طریقہ مرضیہ پر محاورات عرفیہ کا دارومدار ہے۔''(احسن الفوائد صفحہ 491)

458۔ ثابت ہوگیا کہ مولانا کا عمل درآمد قانون اور مسلمات علماء کے سراسر خلاف ہے۔ان کا طریقہ نامرضیہ یعنی ناپسندیدہ ہے۔ یہ جان بوجھ کرفریب سازی کیلئے عام کے لئے مخصص نہیں لاتے بلکہ عام سے استدلال کرتے ہیں اور دوسروں کے لئے فرماتے ہیں کہ:۔

۔''بعض جہال احتجاج طبرسی والی روایت کے عموم سے تمسک کرتے ہیں کہ آنجناب نے فرمایا کہ:۔ **من قال محمدٌ رسول اللّٰہ فلیقل علیؑ امیر المومنین** ۔حالانکہ اس مقام پر اس روایت سے استدلال کرنا بالکل غلط ہے۔''(المبلغ مئی 63ء صفحہ 3)

اس حدیث میں کیا فرمایا گیا ہے؟ اس کا ترجمہ تک کرنا مولانا کو ناپسند ہے۔ وہ ہم بتائیں گے کہ کیا کہا گیا۔فوری چیز جو نوٹ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ حدیث کے عموم سے یا عام حدیث سے تمسک کرنا جہال یعنی جاہلوں کا کام ہے۔اور مولانا خود اپنے قول کے مطابق.............انا لِلّٰہ ۔

مولانا کو عام معنی میں جاہل کہنا اس لئے غلط ہے کہ وہ قوانین کو جان بوجھ کر توڑ رہے ہیں۔ وہ اپنے غلط مدعیٰ کے لئے غلط استدلال کرنا جائز قرار دے رہے ہیں۔اب سنئے کہ احتجاج طبرسی میں کیا کہا گیا ہے؟

459۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے کہ ''**جو کوئی محمدؐ رسولؐ اللہ کہے اُسے چاہئے کہ ساتھ ہی علیؑ امیرالمومنین بھی ضرور کہے۔**'' یہ بات مولانا کو بہت ناپسند ہے۔اور اس حدیث کو رد کرنے کے لئے مولانا نے اُسے عام قرار دے دیا ہے۔اس لئے کہ اس میں یہ ذکر نہیں کہ تشہد نماز میں بھی **اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ** کے ساتھ **اشھد اَنَّ علیًا ولی اللّٰہ** یا امیرالمومنین کہے یا نہ کہے۔ہم کہتے ہیں کہ اسی اصول پر **الجمعة فریضة واجبة الی یوم القیامة** سے نماز جمعہ کے وجوب پر استدلال غلط اور باطل ہے۔اس لئے کہ اس میں ایک ہزار احتمالات وارد ہوتے ہیں سینکڑوں سوالات قائم ہوتے ہیں۔اور اگر اس حدیث کے عموم سے نماز جمعہ ہر فرد انسانی پر واجب ہے تو یاد رکھیں کہ نماز کے تشہد میں بھی **علیًا ولی اللّٰہ وصی رسول اللّٰہ و خلیفتہ بلا فصل** پڑھنا اسی دلیل سے واجب ہے۔کیا مولانا تیار ہیں کہ اپنی تردید وابطال کر دیں۔؟

460۔ اس سے قبل مولانا کے اصول پیرا نمبر (320) میں مفصل دکھائے جا چکے ہیں۔اُن کو بحث میں سامنے رکھ کر یہ دیکھنا ضروری ہے کہ مولانا خود اُن قواعد کی پابندی کرتے ہیں یا نہیں؟ دیکھئے مولانا نے حضرت آدم اور حضرت یوسف علیہما السلام کو سجدہ کرانے سے یہ دلیل اخذ کرنا منع کیا ہے کہ کسی اور نبیؐ یا ولی کو سجدہ ہوسکتا ہے۔حالانکہ دو آیات موجود ہیں مگر مولانا اُن سے استدلال کرنے کو یہ کہہ کر باطل قرار دیتے ہیں کہ:۔

۔''حضرت آدمؑ کو ملائکہ کے سجدہ۔ نیز حضرت یوسفؑ کیلئے انکے والدین شریفین اور انکے بھائیوں کے سجدہ سے تمسّک کرتے ہیں جو بچند وجہ غلط ہے۔(1) اولاً اس لئے کہ یہ آیتیں مجمل ہیں۔(2) ان سے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ یہ سجدہ تعبیدی تھا

یا تعظیمی۔(3) یا اُنکو قبلہ سمجھ کر عمل میں لایا گیا تھا۔(4) یا ان کی تقلید و تاسی میں کیا گیا تھا۔ کہ انہوں نے پہلے بطور شکر نعمت الٰہی سجدہ کیا اور پھر ملائکہ کو اور والدین و برادران یوسفؑ کو بھی ان کی تاسی کا حکم دے دیا گیا تھا؟ یا یہ سجود بمعنی مطلق انحنا (جھکنے) کے ہے؟ جیسا کہ عجمی لوگوں میں تا حال رواج ہے۔ کہ وہ بزرگوں کی جھک کر تعظیم کرتے ہیں۔تو جن آیات میں اس قدر احتمالات کثیرہ موجود ہوں۔ان سے کسی مقصد کے اثبات کے سلسلہ میں استدلال کرنا کیونکر درست ہوسکتا ہے۔ ''(احسن الفوائد)

تمام فقہائے اسلام مجمل آیات یا احادیث سے استدلال کو غلط قرار دیتے ہیں

461۔ آپ نے دیکھ لیا کہ مجمل آیت ہو یا حدیث اس سے استدلال غلط ہوتا ہے۔یعنی جن سجدہ کی آیات کو نا قابل استدلال قرار دیا ہے اُن میں صرف سجدہ کرنے کا حکم ہے۔یہ نہیں بتایا کہ تعظیم کے لئے سجدہ کرو یا عبادت کے لئے۔یا اُن کو قبلہ سمجھ کر سجدہ کرو۔یا یہ کہ وہ شکر خدا میں سجدہ کر رہے ہیں لہٰذا تم اُن کی نقل اور پیروی میں سجدہ کرو۔اگر اس قدر تفصیل موجود ہوتی تو مولانا کے نزدیک وہ آیات مجمل نہ ہوتیں بلکہ مفصل ہوتیں۔اور مفصل ہوتیں تو ان سے استدلال صحیح تھا۔چنانچہ مولانا بھی حضرت آئمہ وانبیاؑ علیھم السلام کے لئے سجدہ کا فتویٰ دے دیتے۔اب ہم عرض کرتے ہیں کہ بالکل اُن آیات کی طرح بلکہ اُن سے کہیں زیادہ مولانا کی پیش کردہ حدیث مجمل ہے۔اس میں صرف جمعہ کو واجب اور فرض کہا گیا ہے۔لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ جمعہ کس پر فرض ہے۔آیات سجدہ میں (**واذقلنا للملٓئکۃِ اسجدوا لآدم** اور جب ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم کے لئے سجدہ کرو) واضح طریقہ پر آدم علیہ السلام کیلئے سجدہ کرنے کا حکم ملائکہ کو دیا گیا ہے۔لیکن آپ کی حدیث میں تو یہ نہیں ہے۔وہاں **الجمعة فريضة واجبة الی یوم القیامة** ہے۔جمعہ قیامت کے دن تک فرض و واجب ہے۔یعنی اس حدیث میں اجمال و ابہام کی حد کر دی گئی ہے۔اگر **الجمعة فريضة واجبة عليكم الی یوم القیامة** ہوتا تو بھی اس سے یہ سمجھنا ناممکن تھا کہ مسلمانوں پر فرض و واجب ہے یا پوری انسانیت پر؟ یہ بھی ہوتا تو یہ معلوم نہ ہوسکتا تھا کہ جمعہ کیا ہے۔اس فرض یا واجب کو پورا کرنے کے لئے کیا کیا اعمال کرنا ضروری ہیں۔اس میں نماز کی صورت ہوگی یا جلسہ کی۔یا دونوں کی۔اور یہ سب کچھ ہوتا تو اس کی ضرورت تھی کہ یہ بتایا جاتا کہ پہلے دو خطبات ہوں گے۔خطبہ کون پڑھے گا۔اس میں کیا پڑھا جائے گا۔پھر دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ ہوگا۔ندا ہوگی۔کل دو رکعتیں ہوں گی۔ہر رکعت میں ایک ایک قنوت ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

462۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ دوسری احادیث میں باقی تفصیلات آ چکی ہیں۔لہٰذا ضروری نہیں کہ ہر حدیث میں ہر بات ہو۔بجا ہے۔اسی لئے قوانین میں استنباطِ احکام کو مجمل آیات یا احادیث سے منع کیا گیا ہے۔چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مولانا اور تمام فقہائے اسلام مجمل و مطلق و عام آیت یا حدیث سے استدلال کو غلط قرار دیتے ہیں۔لہٰذا جب مولانا کوئی ایسی حدیث لائیں گے جس میں اجمال و عموم نہ ہو بلکہ تفصیل ہو تو بڑی خوشی سے اس حدیث کے مفہوم پر غور کیا جائے گا۔ورنہ صرف مجمل کہہ کر حدیث کو

سامنے سے ہٹاتے چلے جائیں گے۔ ہمارے ایسا کرنے پر مولانا اوران کی زبان میں تمام فقہاء وعلماء اعلام ناراض ہونے کا حق نہیں رکھتے۔ چنانچہ مولانا کی پیش کردہ حدیث نمبر 1 مولانا کے مدعیٰ کے لئے غلط ہے۔ اوراس سے استدلال کرنا قوانین کے خلاف تھا۔ اب آگے بڑھئے مولانا کی دوسری حدیث ملاحظہ کیجئے لکھتے ہیں کہ:۔

463۔ ''شہید اوّل علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب ''ذکریٰ'' میں اور جناب شہید ثانی علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ ''جمعہ'' میں آنحضرؐت کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔ **الجمعة حق علی مسلم اِلّا اربعة مملوک او امرأة او صبّی او مریض** (کذافی الوسائل) یعنی نماز جمعہ ہر مسلمان پر فرض ہے سوائے چار افراد کے۔ غلام۔ عورت۔ بچہ۔ مریض۔''

سب سے پہلے یہ دیکھیں کے اس حدیث کے جو الفاظ لکھے گئے ہیں اس کو غلط قسم کی نقل مارنا کہا جاتا ہے۔ اصل حدیث میں **حق علیٰ کُلِّ مسلم** ہے۔ چلو ہم نے ٹھیک کرلیا۔ اس کے بعد اس کے ترجمہ میں ''نماز جمعہ ہر مسلمان پر فرض ہے'' کو کیا کریں؟ احادیث کی عبارتوں میں خود اپنا مافی ضمیر پڑھنا بڑا ہی گھٹیا طریقہ ہے۔ مولانا نے اس کو بھی مذموم کہا ہے۔ حرمت غنا کے مضمون میں ایک جگہ حدیث فہمی پر بیان دیتے ہوئے مسٹر پرویز کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

۔''ساری مشکل اُس وقت پیدا ہوتی ہے کہ جب قرآن کے مطابق ہونے کا معیار دیکھا جاتا ہے۔ آیا قرآن کے اس معنی کی مطابقت ہے جو رسوؐل وآل رسوؐل نے بیان کئے ہیں۔ یا جو پرویز صاحب نے سمجھے ہیں۔ ظاہر ہے کہ پرویز صاحب اسی مطلب کو صحیح تصور کرتے ہیں جو وہ خود سمجھتے ہیں۔ بنابریں وہ بڑی آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ تمام احادیث قرآن کے مخالف ہیں۔ یعنی میرے سمجھے ہوئے معنوں کے مخالف ہیں۔ لہٰذا سب غلط ہیں۔ اور وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ کہ وہ حدیث کو قرآن کی طرح مانتے ہیں۔ مگر اس حدیث کو جو قرآن کے مطابق ہو۔ اور قرآن کے انہی معنی کے مطابق ہو جو انہوں نے اپنے ذہن مبارک سے سمجھے ہیں۔ اب مطلب صاف ہے کہ وہ یہ کہہ کر تمام دفاتر حدیث کا انکار فرمادیتے ہیں کہ یہ اس لئے وضعی وجعلی ہیں کہ میرے سمجھے ہوئے معنیٔ قرآن کے مخالف ہیں۔'' (المبلغ اگست 64ء)

464۔ بالکل اسی تنقید کے مطابق مولانا جو کچھ حدیث سے سمجھتے ہیں اُن کے نزدیک وہی صحیح ہے۔ خواہ اس سمجھ کے لئے حدیث میں الفاظ آئے ہوں یا نہ آئے ہوں۔ مگر چونکہ وہ **حقٌ علی کل مسلم** کے معنی نماز جمعہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے سمجھ گئے اسلئے اب اس حدیث کے یہی معنی ہونا لازم ہیں۔ اور ہم اس کو حدیث معصومین علیہم السلام میں تحریف وتبدیل و خیانت قرار دیتے ہیں۔ لیکن مولانا کے نزدیک سب جھک مارتے ہیں۔ صحیح وہی ہے جو مولانا بلاحدیث کے سمجھ جائیں۔ حدیث میں صرف یہ فرمایا گیا ہے کہ جمعہ تمام مسلمانوں پر حق ہے۔ صحیح ہے۔ یا مولانا کی رعایت میں واجب ہے۔ فرض ہے۔ بس۔ مگر نماز جمعہ اس میں کہیں نہیں ہے۔ یہ جمعہ وہی ہے جس کی تفصیل ہم نے دی ہے؟ یا وہ ہے جو مولانا چاہتے ہیں؟ کیا اس میں وہ

تمام سامان درکار ہے جو سابقہ حدیث نمبر 1 کی ذیل میں کہا گیا؟ اگر ایسا ہے تو یہ حدیث بھی مجمل ہے اور استدلال کے لئے اس پر التفات غلط ہے۔ اس میں غلام، عورت، بچہ و مریض کو جمعہ کے حق سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ بتانا لازم تھا کہ کیوں ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا گیا؟ اور نماز جمعہ کے لئے اگر اس حدیث کو مخصوص کر دیں تو پھر یہ حدیث نامکمل و مجمل ہے۔ اس لئے کہ اس میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ ناکافی ہے۔ مسافر نماز جمعہ سے مستثنیٰ ہے۔ اس کا ذکر نہیں۔ تین میل کے فاصلہ سے دور رہنے والا مذکور نہیں۔ الغرض نماز جمعہ سے متعلق ایک لفظ بھی مذکور نہیں ہے۔ لہٰذا یہ حدیث میدان سے باہر کی جاتی ہے اور مولانا کو اُصول شکنی کا دوہرا ملزم قرار دیا جاتا ہے۔ کہ ڈوبتے ہوئے کو تنکے کا سہارا لینا اسی کو کہتے ہیں۔ پھر مولانا کو اپنے مسلمات کے خلاف یہ بھی بتا دو کہ جناب آپ کی پیش کردہ یہ دوسری حدیث بھی مقطوع اور مرسل اور ناقابل اعتبار ہے۔ عوام کو مغالطہ دینا آپ کے مقام سے نہایت مذموم ہے۔

465۔ یہاں یہ بھی بتا دیں کہ مولانا ہر حدیث کے شروع یا آخر میں چند جملے ایسے لکھتے ہیں جن سے عامۃ الناس مشکوک ہو کر مولانا کے ہم خیال ہو سکیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ان جملوں کی حقیقت واضح کرنا لازم ہے تا کہ آئندہ مومنین خود ہی جواب دے دیا کریں۔ پہلی حدیث لکھ کر فرمایا گیا تھا کہ:۔

۔''اس روایت کی دلالت ہر زمانہ میں وجوب جمعہ و وجوب عینی پر روز روشن سے بھی زیادہ روشن و واضح ہے۔ اگر امام علیہ السلام کا حضور اس کے وجوب کی شرط ہوتا۔ تو آنحضرتؐ علم نبوت سے جانتے تھے کہ ایک مدت مدید تک امام زمانہ پردہ غیبت میں ہوں گے۔ لہٰذا اس زمانہ کے لئے اس کے وجوب کا استثناء فرما دیتے۔ لیکن بلا کسی استثناء کے علی الاطلاق قیامت تک اسے واجب و لازم فرمانا زمانہ حال میں اس کے وجوب عینی کی بیّن دلیل ہے۔''

466۔ اب ہم بالکل انہی الفاظ میں شہادت امیر المومنینؑ والی حدیث (جو مولانا نے مجمل و عام قرار دی تھی) کو پیش کرتے ہیں۔ آپ پیرا نمبر 459,458 کو ضرور دیکھ لیں۔ سنئے مولانا کے اصول کے مطابق بات کیا ہوئی۔

''**مَنْ قَالَ مُحَمَّدٌ رسُوْلُ اللّٰهِ فَلْيَقُلْ عَلِيٌّ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ** ۔ جوکوئی **محمدٌ رَسُوْل اللّٰه** کہے اُسے چاہئے کہ فوراً (بقول مولانا) علی کے امیر المومنین ہونے کا اعلان بھی کرے۔'' (مولانا کی پیروی کے لئے ہمارا بیان دیکھئے)

۔''اس روایت کی دلالت ہر زمانہ اور ہر وقت و ہر حالت میں محمدؐ رسول اللہ کہنے کے ساتھ فوراً علیؑ امیر المومنین کہنا واجب ہونے پر روز روشن سے بھی زیادہ روشن و واضح ہے اگر نماز کے تشہد میں اعلان شہادت جناب علی مرتضیٰؑ ضروری نہ ہوتا تو آنحضرتؐ اپنے علم نبوت سے جانتے تھے کہ ہر زمانہ میں کچھ ایسے علماء و عوام رہتے چلے جائیں گے جو ہر نماز کے تشہد میں **اشهد ان محمداً رسول اللّٰه** کے ساتھ **اشهد ان عليًا حجة اللّٰه و خليفته بلا فصل** کہنا ان کی حدیث سے لازم یا

مستحب خیال کرلیں گے۔لہٰذا نماز کے تشہد کا استثناء ضرور فرما دیتے۔لیکن بلاکسی استثناء کے علی الاطلاق ہر حال و ہر زمانہ میں شہادت علوؑ یہ کولازم قرار دینا ہر زمانہ اور ہر جگہ اور ہر نماز میں **اشھد ان علیًا حجة اللّٰہ** کہنے کی بین دلیل قائم ہو چکی ہے۔''

467۔ ہمیں بتایئے اگر ہم نے اس بیان میں کہیں بھی مولانا کے طرز استدلال کے خلاف عمل کیا ہو۔اسکے بعد اگر مولانا کے نزدیک تشہد میں شہادت ولایت مرتضویہؑ کیلئے یہ مطلق حدیث سندو دلیل نہیں ہے تو ان سے کہہ دو کہ تمہاری ہی دلیل کی روشنی میں تم باطل پر ہو۔تمہاری پیش کردہ احادیث بھی قابل استنادو استدلال نہیں ہیں۔دوسری حدیث لکھ کر بھی ایک جملہ لکھا تھا کہ:

۔''**یہ نہیں فرمایا کہ اس سے بھی ساقط ہے جس کا امامؑ حاضر نہ ہو**'' یعنی اگر یہ فرمادیا ہوتا تو تمام مسلمانوں پر سے وجوب جمعہ ختم ہو جاتا۔بہت درست ہے۔لیکن چونکہ یہ بھی نہیں فرمایا کہ مسافر سے بھی ساقط ہے۔لہٰذا مولانا کو ماننا لازم ہے کہ جس طرح حضورؐ امام کا ذکر نہ ہونے کی بنا پر سب پر واجب ہے اسی طرح مسافر اور کئی ایک دوسروں کا استثناء نہ ہونے کی بنا پر مسافر اور ان باقی تمام افراد پر واجب ہے۔اہل علم و اہل عقل جب اس ہمارے مضمون کو سنتے ہیں تو وہ مولانا کی علمی بصیرت پر بہت متعجب و متاسف ہوتے ہیں۔بچے تک ہنستے ہیں۔مولانا کو بتا دو کہ جناب یہ دونوں حدیثیں اُسی بنا پر مجمل اور نا قابل استدلال ہیں جس بنا کو تم دلیل بنا رہے ہو۔یعنی استثناء کا نہ ہونا۔حتیٰ کہ لفظ **صلاۃ الجمعة** کا بھی نہ ہونا۔اس کو علماء میں ابلہ فریبی قرار دیا جاتا ہے جو بڑا ہی قبیح فعل ہے۔اندھوں کو فریب دینا؟ لاحول ولاقوۃ۔ساتھ ہی آپ یہ دیکھتے چلیں کہ مولانا اپنی معتبر کتب احادیث میں سے کیوں حدیث نہیں لکھتے۔یہ اِدھر اُدھر ہاتھ پیر مارنے کا کیا مقصد ہے؟ اچھا اب تیسری حدیث کو سنئے:۔

468۔''الجمعة واجبة علی کل مسلم فی جماعة۔یعنی نماز جمعہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ واجب ہے۔''
اس حدیث میں بھی کسی زمانہ کی کوئی قید مذکور نہیں۔''

زندہ باد مولانا! اَرے سرکار اسی لئے تو یہ حدیث بھی مجمل ہے کہ اس میں کوئی قید و بند و تفصیل و تعین مذکور نہیں ہے۔چونکہ زمانہ کی قید مذکور نہیں لہٰذا ہر زمانہ میں واجب لہٰذا اس میں جماعت کی تعداد کی قید مذکور نہیں تو دو آدمیوں پر جماعت جمعہ واجب؟ اس میں تعداد رکعات کی قید نہیں لہٰذا.....اس میں خطبہ کی قید مذکور نہیں تو.......مولانا بالکل فری اسٹائل جارہے ہیں۔ اپنی لگام قرآن وحدیث کے ہاتھ میں دینے کے بجائے خود ہی پکڑ رکھی ہے اور قرآن وحدیث کے امام بنے چلے جارہے ہیں۔ سادہ سی بات تو اس قدر ہے کہ یہ حدیث مجمل ہے لہٰذا مولانا کے قواعد کی رُو سے نا قابل اعتناو استدلال ہے۔لیکن ذرا ٹیکنیکل قسم کی بات کی جائے تو یوں عرض کروں کہ اس حدیث نے تو صرف اس قدر بتایا ہے کہ **نماز جمعہ کا وجوب بلا جماعت نہیں ہے**۔ جماعت ہوگی تو واجب ہوگا ورنہ نہیں۔سوال یہ ہوگا کہ اس حدیث میں یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ جماعت کسے کہتے ہیں۔اس جماعت میں کتنے آدمی ہوں تو یہ واجب ادا ہوگا؟ پھر وہ جماعت مہیا کون کرے گا؟ جماعت کو جماعت ہونے کی سند کون دے

گا؟ سب سے اہم بات یہ کہ اب تک کہیں بھی ہماری بیان کردہ چیزیں نہیں۔ واجب ہونے یا فرض ہونے کا منکر کوئی نہیں ہے۔ صرف یہ لکھا کہ خود بخود قائم کر کے نماز ظہر کا ترک کر دینا بھی جمعہ کے ساتھ ساتھ واجب ہے۔ اور آپ ایسا بیان دکھا نہیں سکتے تو صاف اقرار کر لیں۔ مقطوع اور مرسل حدیثوں کا سہارا لینا اور عوام کے عقائد کو متزلزل کرنا کہاں تک عقل مندی اور دینی خدمت ہے؟ لہٰذا یہ تیسری حدیث بھی آپ کے مدعیٰ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ اور اپنی موجودہ صورت میں سابقہ دونوں احادیث کی مخالفت کرتی ہے۔ اس لئے کہ ان میں جماعت کی شرط نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کی یہ تینوں حدیثیں آپ کی وجہ سے دست وگریبان گیر نظر آتی ہیں اور جو مفہوم احادیث میں اختلاف ومخالفت کا مظہر ہو وہ مفہوم یقیناً باطل ہے۔

469۔ چوتھی حدیث کو پہلے نماز جمعہ کے مذمت کے باب میں لکھا تھا اب دوبارہ وجوب جمعہ کی ذیل میں بھی لاتے ہیں۔ چنانچہ آپ ہمارا پیرا نمبر 438، 439 بھی دوبارہ ملاحظہ فرمالیں حدیث پیش کرتا ہوں:۔

۔'' اِنَّ اللّٰہَ تبارک وتعالٰی فرض علیکم الجمعۃ فمن ترکھا فی حیٰوتی اوبعد مماتی(ولہ امام عادلٌ استخفافًا بھا جحودا لیھا فلا جمع اللّٰہ شحلہ ولا بارک لہ فی امرہ اَلا ولا صلاۃ لہ، اَلا ولا زکوۃ لہ، اَلا ولا حجّ لہ اَلا ولا صوم لہ اولا برکۃ لہ فی امرہ حتّٰی یتوب)۔''

یہاں مولانا نے مولویت یہ کی ہے کہ پوری حدیث نہ لکھی نہ پورا ترجمہ کیا۔ لیکن ہم نے پوری حدیث لکھ دی۔ مگر جو حصہ مولانا کو ناپسند تھا اسے بریکٹ (قوسین) میں کر دیا۔ اب مولانا کا ترجمہ سنئے فرماتے ہیں کہ:۔

۔''خداوند عالم نے تمہارے اوپر نماز جمعہ فرض کی ہے۔ جو شخص اسے میری زندگی میں یا میری وفات کے بعد ترک کریگا۔'' ....الخ

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:۔''پس آنحضرت کی ان احادیث شریفہ سے نماز جمعہ کا وجوب عینی اور حضور امامؑ کے ساتھ اس کا غیر مشروط ہونا کالشمس **فی رابعۃ النہار** واضح وآشکار ہو گیا۔''

470۔ آپ نے غور فرمایا کہ یہی جملہ لکھنے کے لئے سرکار مولانا نے حدیث کے پورا نہ لکھنے میں خیریت سمجھی ورنہ یہی تو حدیث ہے جس میں امامؑ عادل کی شرط ہے۔ اور کوئی ایسا قرینہ اس حدیث میں نہیں ہے جس سے ایک دوروٹی والا مولانا پیش نماز مراد لیا جا سکے۔ امامؑ عادل وہ ہے جو امام ظالم نہ ہو۔ لیکن اگر کسی شخص میں کسی مقدار میں بھی ظلم موجود ہے یا اُس سے ظلم کے سرزد ہونے کا امکان ہے تو وہ امام عادل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا حدیث میں دو شرطوں کے ساتھ جمعہ کو ترک کرنے والے کی مذمت ہے۔ اوّل یہ کہ امامؑ عادل کی موجودگی میں ترک کرے۔ دوم یہ کہ جان بوجھ کر حقیر سمجھ کر اُسے ذلیل کرنے کی نیت سے ترک کرے۔ لہٰذا ثابت ہے کہ جب بھی امامؑ عادل موجود نہ ہو تو جمعہ کو ترک کرنے میں کوئی مذمت نہیں ہے۔ اور جب استخفاف یعنی توہین جمعہ مقصود نہ ہو تو مذمت نہیں ہے۔ اور چونکہ اس حدیث میں نہ صلوٰۃ جمعہ ہے نہ دیگر تفصیلات ہیں اس لئے یہ حدیث

مجمل ہے۔لہٰذااس سے مولانا کے مدعیٰ پر استدلال کرنا**الشمس کا الرابعة النهار** چوڑے میدان میں باطل ہے۔دوسری اور بڑی اہم خبر یہ ہے کہ یہ حدیث مقطوع السند اور مرسل ہے لہٰذا مولانا کے مسلمہ قاعدے کی رُو سے بھی استدلال باطل ہے۔ چوتھی دراصل لیکن نمبر کے حساب سے پانچویں حدیث ملاحظہ ہو لکھتے ہیں کہ:۔

دلیل کے طور پر رائے کو اختیار کرنا مذہب حقہ میں حرام ہے

471۔ ’’ فروع کافی اور فقیہ میں روایت زرارہ بن اعین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا:۔

’’ان اللّٰہ فرض فی کل اسبوعٍ خمسا و ثلاثین صلوۃ منھا صلوۃ واجبۃ علی کل مسلم اَن یشھد ھا اِلّا خمسۃ المریض والمملوک والمسافر والمرأۃ والصبی۔‘‘	’’یعنی خداوند عالم نے ہر ہفتہ میں پینتیس نمازیں واجب کی ہیں۔ان میں سے ایک ایسی فریضہ نماز ہے کہ ہر مسلمان پر اس میں (بغرض جماعت) حاضر ہونا

واجب ہے۔سوائے پانچ افراد کے جن کی تفصیل یہ ہے۔مریض۔مملوک۔مسافر۔عورت۔بچہ۔‘‘

<u>اب مولانا کا ریمارک ملاحظہ ہو ارشاد ہے کہ:۔</u>

۔’’یہ حدیث شریف بانگ دھل پکار کر کہہ رہی ہے کہ جب تک زمانہ باقی ہے۔اور تکلیف شرعی موجود ہے ہر ہفتہ میں نماز جمعہ ہر شخص پر واجب و لازم ہے۔سوائے ان پانچ افراد کے جن کا تذکرہ اس حدیث میں موجود ہے۔لیکن ان میں اس آدمی کا ذکر نہیں کیا گیا۔جس کا امامؑ معصوم موجود نہ ہو۔معلوم ہوا ایسے شخص پر اُسی طرح جمعہ واجب ہے جیسے اس پر جسے امامؑ معصوم کے ساتھ پڑھنے کا اتفاق ہو۔‘‘

472۔ جگر تھام کے...............مولانا حدیث میں جو کچھ چاہتے تھے وہ اگر چہ حدیث میں نہیں ہے۔نہ اُسے ترجمہ میں ٹھونسا جا سکتا تھا۔بہر حال اپنے دل کی تسلی اور عوام کو ورغلانے کے لئے ترجمہ کے بعد خود ہی لکھ دیا۔لیکن مولانا ہوں یا مجتہد۔ان کی بات حدیث نہیں ہوتی۔ایک رائے ہو سکتی ہے۔اور رائے میں روزانہ اختلاف موجود ہے۔لہٰذا **<u>دلیل کے طور پر رائے کو اختیار کرنا ہمارے مذہب میں حرام ہے۔</u>** اور مولانا اسی مذہب پر ہونے کے مدعی ہیں۔بہرطور پہلے مولانا کا ترجمہ دیکھئے وہاں مولانا تڑپ کر رہ گئے یہ دیکھ کر کہ اس حدیث میں جماعت سے نماز پڑھنے کے ذکر کی کمی رہ گئی ہے۔لہٰذا مولانا نے امام معصومؑ علیہ السلام کو ایک عدد بریکٹ سے (معاذ اللہ) اصلاح دے دی کہ سرکار یہاں بات یوں کہنا چاہئے تھی۔پھر حدیث کو دوبارہ ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ کہیں اس حدیث میں **<u>نماز جمعہ</u>** کا تذکرہ ہوا ہے؟ یہاں تو یہ ہے کہ ہفتہ میں پینتیس (35) نمازیں ہیں۔ان میں سے صرف ایک نماز فریضہ ہے کہ ہر مسلم اس کی شہادت دے۔سوائے پانچ........کے۔حدیث نے یہ نہیں بتایا کہ وہ فرض نماز کون سی ہے؟ کس دن اور کس وقت ہے۔اس کی رکعات کتنی ہیں۔اس میں شہادت کیسے ہوگی؟ آیا وہ جماعت

سے ہوگی یا فرادیٰ ہوگی۔اور یہ بھی رہ گیا کہ ہفتہ کی پینتیس نمازیں ایک کے علاوہ کیا ہیں؟ واجب ہیں یا سنت مستحب ہیں یا کیا ہیں؟ نہ کہیں خطبوں کا تذکرہ ہے نہ کوئی اور تفصیل ہے۔لہٰذا مولانا کے مسلمہ اصول کی رُو سے یہ حدیث بھی مجمل ہے۔اس میں احتمالات کثیرہ موجود ہیں۔اس لئے بقلم مولانا ناقابل استدلال ہے۔یہ تو حدیث کے متعلق ہو گیا اب مولانا کے اصلاحی بیان کے بانگ دھل پکارنے پر چند باتیں دبے الفاظ میں سن لیں۔مولانا نے فرمایا ہے کہ:۔

473۔ ''ہر ہفتہ میں نماز جمعہ ہر شخص پر واجب ہے۔سوائے پانچ افراد کے جن کا تذکرہ اس حدیث میں موجود ہے۔لیکن ان میں اس آدمی کا ذکر نہیں کیا گیا جس کا امام معصومؑ موجود نہ ہو۔معلوم ہوا کہ ایسے شخص پر اسی طرح جمعہ واجب ہے جیسے اُس پر جسے امام معصومؑ کے ہمراہ پڑھنے کا اتفاق ہو۔'' مان لیا۔ہم خوش ہمارا خدا خوش۔اُمید ہے کہ آپ بھی اس استدلال پر قائم رہیں گے۔لہٰذا اپنا استدلال ہماری زبانی سنئے:۔

(1) چونکہ اس حدیث شریف میں بانگ دھل بتایا گیا ہے کہ صرف مریض، مملوک، مسافر، عورت اور بچہ نماز جمعہ سے مستثنیٰ ہیں۔لہٰذا جب تک زمانہ باقی ہے اور تکلیف شرعی موجود ہے اُس وقت تک نماز جمعہ تمام اندھوں (2) لنگڑوں (3) کبیر السن بڈھوں (4) پاگلوں (5) گونگوں (6) بہروں (7) اور تین میل سے باہر بسنے والوں پر واجب رہے گی۔اور چونکہ اس میں اس شخص کا تذکرہ نہیں ہوا جو ایک ظالم و جابر شخص کی حکومت میں بستا ہے۔نہ اس شخص کا ذکر ہوا جو ظالم ہوتے ہوئے امامت جمعہ کرائے لہٰذا اس صورت میں اُن پر نماز جمعہ اسی طرح واجب ہے جیسے امام عادلؑ کی موجودگی میں واجب ہے۔

(2) چونکہ اس حدیث شریف میں بانگ دھل بتادیا گیا ہے کہ سوائے پانچ افراد کے ہر مسلمان کو پینتیس میں سے ایک نماز میں شرکت لازم ہے۔لہٰذا جس مسلمان کا جس دن دل چاہے اُس روز کسی بھی پنج وقتہ نماز میں شریک ہو جائے۔خواہ ارکان نماز بجالائے یا نہ لائے اُس نے فرض ووجوب کو پورا کردیا۔

(3) چونکہ اس حدیث شریف میں خطبوں کا تذکرہ نہیں ہوا۔نہ رکعاتِ نماز وقنوت کی شرط بیان ہوئی۔نہ وقت ودن کا تعیّن ہوا اِس لئے ہر مسلمان بانگ دھل کبھی بھی مسجد میں آکر چلا جائے تو اس کی عبادت مقبول ہے۔

ہم آپ کو بور (Bore) کرنا پسند نہیں کرتے لیکن مولانا سے ابھی بہت سی باتیں کہنا تھیں۔بہرحال آپ کی رعایت منظور ہے اس لئے اُنہیں بھی نظر انداز کئے دیتے ہیں۔آخر میں یہ ضرور عرض کریں گے کہ اس حدیث سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ میں صرف ایک نماز میں شریک ہونا فرض و واجب ہے اور بس۔اس سے زیادہ اس میں کچھ نہیں اور جو مولانا چاہتے ہیں وہ تو انشاءاللہ قرآن وحدیث میں ہو ہی نہیں سکتا۔اس لئے کہ وہاں غلط بات کیسے ہو سکتی ہے؟ ان میں خطا ونسیان اور غلطی سے منزہ بیانات ہوتے ہیں۔

474۔ ایک دفعہ حدیث زیرِنظر کو دوبارہ پڑھیں اور پھر ایک تماشہ دیکھیں کہ مولانا ایک ہی سانس میں کیسے کیسے کرتب دکھاتے ہیں۔آپ نے اس حدیث میں دیکھا کہ جناب زرارہ کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ حدیث بانگ دُھل سُنائی تھی لیکن خود جناب زرارہ اِس حدیث کا وہ مطلب نہ سمجھے جو جناب مولانا پر کسی ذریعہ سے منکشف ہوگیا۔ جناب زرارہ صحابی معصومین علیہم السلام ہیں۔اُنہوں نے جناب امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہم السلام سے ہر طرح کا فیض صحبت پایا۔ وہ علوم محمدؐ و آل محمدؐ کے خزینہ دار کہلائے۔اُنہیں تعلیمات آئمہؑ کو پھیلانے والا نافذ کرنے والا ہونے کی سندات ملیں۔لیکن ہائے افسوس کہ مولانا کی اتنی سمجھ بھی نہ تھی۔ سنئیے مولانا نے وجوب نماز کے سلسلہ میں گیارہویں حدیث یوں پیش کی ہے۔

475۔ جناب زرارہ بیان کرتے ہیں کہ:۔''یعنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہمیں نماز جمعہ پڑھنے کے انتہائی ترغیب وتحریص دلائی۔حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ حضرت کا مقصد یہ ہے کہ ہم اُن کے پاس آ کر پڑھیں۔اسلئے میں نے عرض کیا کہ کیا صبح ہم آپکی خدمت میں حاضر ہوں۔

حثّنا ابو عبداللّٰہ علیہ السلام علٰی صلوٰۃ الجمعۃ حتّٰی ظننت انّہ یرید ان ناتیہ .فقلت نغدوا علیک؟ فقال انّما عنیت عندکم .(وسائل شیعہ)

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میری مراد یہ ہے کہ خود اپنے ہاں پڑھو۔''

476۔<u>اس ترجمہ کے بعد زرارہ رضی اللہ عنہ کے متعلق خود لکھ دیا کہ:۔</u>

۔''اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ <u>جناب زرارہ وجوب نماز جمعہ سے تو واقف تھے</u>۔ **<u>لیکن اسکی شدتِ وجوب سے آگاہ نہ تھے</u>**۔ جب امام علیہ السلام نے اسکی عظمت اور اہمیت پر روشنی ڈالی تو اُنہیں خیال ہوا کہ شاید حضرت کے پاس ہی پڑھنا ہے۔''

پانچویں حدیث پیرا نمبر 471۔میں ابھی ابھی آپ نے دیکھا تھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے بقول مولانا ''بانگ دُھل واضح کر دیا تھا کہ جب تک زمانہ باقی ہے اور تکلیف شرعی موجود ہے۔ جمعہ کی ہر نماز میں سوائے پانچ مذکورہ اشخاص کے ہر مسلمان کو حاضر ہونا لازم وواجب ہے۔''

مگر اس زیرِقلم حدیث نے ثابت کر دیا کہ زرارہ نماز جمعہ کی یہ شدت ہرگز نہ سمجھے تھے اور نہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس سے پہلے نماز جمعہ کی عظمت، اہمیت اور شدت پر روشنی ڈالی تھی۔ پھر یہ بھی ثابت ہے کہ جناب زرارہ نے پانچویں حدیث کے بانگ دُھل ہر نماز جمعہ میں شرکت کے فرض ہونے کے خلاف عمل کیا تھا۔یعنی وہ بالکل نماز جمعہ نہ پڑھتے تھے۔ یہاں ٹھہر جائیں۔اپنی توجہات کو صرف ان دو حدیثوں (نمبر 5،نمبر 11 پیرا نمبر 471،475) پر مرکوز کر دیں۔اور یہ طے کر کے آگے بڑھیں کہ حضرت زرارہ نے پانچویں حدیث سے کیا سمجھا؟ گیارہویں حدیث کہتی ہے کہ اُنھوں نے یہ سمجھا کہ جمعہ کی نماز میں بالکل نہ جاؤ۔ نہ فرادیٰ پڑھو نہ جماعت سے۔اس میں حاضر ہونا واقعی ہر مسلمان پر واجب ہے سوائے اُن پانچ افراد

کے جن کا استثنا ہو گیا۔ اور جناب زرارہ نے بھی خود کو مستثنیٰ سمجھا اور اس پر عمل کیا۔ یعنی اس حدیث سے ایک ایسے شخص کو جو آئمہؑ کا صحابی اور مقرب ہو اُس زمانہ کی نماز جمعہ سے مستثنیٰ سمجھنا چاہیئے۔ ثابت ہوا کہ مذکورہ پانچ افراد کے علاوہ چھٹا فرد وہ مستثنیٰ ہے جس کا عقیدہ یہ ہو کہ نماز جمعہ صرف امام عادل علیہ السلام کی زیر سرپرستی اور رضامندی سے ہی واجب ہے۔ ورنہ اس کے پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ مذہب اہل بیت علیھم السلام رکھنے والوں پر نماز جمعہ واجب ہے۔ قیامت تک ہر مسلمان پر واجب ہے۔ جماعت سے واجب ہے وغیرہ قسم کی حدیثوں کے باجود نماز جمعہ اُسی وقت واجب ہوتی ہے جب کہ امام معصوم علیہ السلام اس کو بجالانے کے لئے اپنی رضامندی کا اظہار کرے، خاص اجازت دے اور اس کے بیان سے ایسا معلوم ہو کہ وہ خود پڑھانا چاہتے ہیں اور پڑھنے کی رضامندی ظاہر کرتے رہیں۔ ہمیں بہت تعجب ہے کہ مولانا اس حدیث کو اپنے مدعٰی کا مثبت کیسے سمجھے۔؟

امام عصر علیہ السلام نماز جمعہ دینی حیثیت سے کلیتاً مختار ہو کر پڑھاتے ہیں

477۔ پھر آپ نے دیکھا کہ اس (گیارھویں) حدیث میں حضرت زرارہ نے امام کی طرف سے نماز جمعہ کے لئے صرف ایک لفظ بیان کیا ہے۔ اور وہ بھی خود حضرت زرارہ کا اپنا منتخب کردہ لفظ ہے۔ امام کے منہ سے نکلا ہوا لفظ نہیں۔ یعنی ''حثا'' جسکے معنی مولانا نے ''انتہائی ترغیب وتحریص'' کئے ہیں۔ اگر ان معنی کو تسلیم کر لیا جائے تو معلوم ہوا کہ امام نے نہ واجب قرار دیا نہ فرض فرمایا۔ نہ ترک کئے رکھنے پر منافق ہونے کی سند دی نہ کوئی مذمت کی۔ بلکہ نماز جمعہ کی سفارش کی۔ ورنہ تین جمعوں کو مسلسل ترک کرنے والا تو منافق تھا۔ ان کو تو یہ کرنے کا حکم دینا چاہیئے تھا۔ پھر جناب زرارہ کا یہ سمجھنا کہ ہمیں امام کے ساتھ آ کر نماز جمعہ پڑھنا چاہیئے۔ خواہ مخواہ تو نہیں ہو سکتا۔ ظاہر واظہر ہے کہ پہلے حضرت زرارہ کا یہی عقیدہ تھا کہ نماز جمعہ پڑھانے کا مجاز صرف امام معصوم علیہ السلام ہے۔ چنانچہ امام کی پوری تقریر سے اسی قسم کا نتیجہ نکلتا تھا۔ لیکن جب حضرت زرارہ نے ہر نماز جمعہ کیلئے حاضر ہونے کی ذمہ داری اختیار کر لی تو امامؑ نے ان کو نماز اپنے مقام پر پڑھنے کی اجازت دے دی۔ لیکن اصل مسئلہ اپنے مقام پر باقی رہا۔ یعنی نماز جمعہ دراصل امام زمانہ علیہ السلام ہی پڑھاتے ہیں۔ خواہ بلا واسطہ یا بالواسطہ۔ اور یہ کہ نماز جمعہ قائم کرنے کی دو شرطیں ہیں۔ اوّل یہ کہ خود امام زمانہ علیہ السلام ترغیب وتحریص کرے اور موجود ہو۔ دوسرے یہ کہ جس کو نماز پڑھنے یا پڑھانے کی اجازت دی جائے وہ کم از کم حضرت زرارہ ایسے علم وفضل وقدر و قیمت کا انسان ہو۔ یہ حدیث تو مولانا کے مدعٰی کے سراسر خلاف تھی۔ مگر حق وہی ہے جو مخالف کے زبانی وقلم پر جبراً جاری ہو کر رہے۔

478۔ اس جگہ ایک بات اور قابل غور ہے کہ مولانا نے بریکٹ میں یہ بتا دیا ہے کہ حضرت زرارہ کو کوفہ میں نماز جمعہ پڑھنے کی ترغیب وتحریص کی گئی تھی۔ یعنی عندکم کے معنی ''کوفہ میں'' اور جہاں زرارہ امامؑ سے باتیں کر رہے تھے اور یہ حدیث بیان ہوئی

تھی وہ کوفہ تھا۔ اگر وہ کوفہ نہ تھا تو کوئی ایسی جگہ ہوگی جو کوفہ سے چند میل ہوتا کہ آج زرارہ جائیں اور کل نماز جمعہ کے لئے آجائیں۔لیکن ہمیں کوئی ایسی جگہ معلوم نہیں جہاں امام جعفر صادق علیہ السلام قیام فرماتے ہوں اور وہ کوفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہو۔ یہ چیز مولانا سے معلوم کرنے کی ہے کہ یہ حدیث کہاں بیان ہوئی تھی۔ پھر کل جمعہ کی نماز کے لئے آجانا بتاتا ہے کہ یہ جمعرات کا دن تھا۔ یعنی اگلے روز جمعہ تھا۔ یہ تمام چیزیں وضاحت طلب ہیں۔ اُدھر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زرارہ کو یہ علم ہے کہ اگر وہ کل نماز جمعہ کے لئے آجائیں تو نہ صرف نماز جمعہ کی تعداد امامؑ کے پاس پوری ملے گی بلکہ امامؑ نماز جمعہ پڑھا بھی سکتے ہیں۔یعنی کوئی رکاوٹ موجود نہیں ہے۔ اگر ایسا تھا اور ایسا ہی تھا۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت زرارہ سوال کرتے کہ جناب آپ تو مجبور ہیں ہم نماز جمعہ کیسے پڑھیں؟ آپ کے ساتھ میرے علاوہ پانچ افراد اور ہونا چاہئیں؟ لہٰذا یہاں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ امام معصوم علیہ السلام صرف اس حالت میں نماز جمعہ پڑھائیں گے جب وہ دینی حیثیت سے کلیتاً مختار ہوں اور کوئی دوسرا فردان کے بالمقابل جمعہ و جماعت قائم کئے ہوئے نہ ہو۔ رہ گیا ایسا جمعہ جس میں وہ آنکھ بچا کر اپنے صحابہ اور مومنین کو ہمیشہ نماز جمعہ پڑھا سکتے تھے۔ اور کہیں نہیں تو اپنے گھروں میں پڑھا سکتے تھے۔ اسی طرح مومنین بھی ان کی اجازت سے اسی طرح جمعہ پڑھ سکتے تھے۔ مگر یہ مسئلہ صرف نماز پڑھانے تک محدود نہیں ہے۔ اس میں عالمی معاملات متعلق ہیں۔ لہٰذا جب تک امام عصر علیہ السلام کو مکمل اختیارات حاصل نہ ہوں وہ نہ خود نماز جمعہ پڑھیں گے نہ کسی اور کو اس کے لئے ذمہ دار بنائیں گے۔ بلکہ منع کریں گے۔ یہ چیز ہماری اپنی گفتگو میں لائی جائے گی۔ البتہ ان کا فرض منصبی یہ ہے کہ مومنین کو جمعہ کے مبادیات ولوازمات کے فراہم کرنے پر اُکساتے رہیں تاکہ اُنہیں معلوم ہو کہ نماز جمعہ کا حقیقی قیام کس قدر اہم ہے۔ اور اس کے بغیر قیام ولایت سے استفادہ ناممکن ہے۔ اسی قسم کی غرض تھی کہ جناب زرارہ کو نماز جمعہ پر اُکسایا گیا اور اُن کو اپنے یہاں اس سلسلہ میں کرنے کے کچھ کام بتائے گئے جو روایت میں بیان نہیں ہوئے۔ اس لئے کہ مصلحت وقت یہی تھی کہ اغیار سے اپنی اسکیم قیام جمعہ و ولایت کو محفوظ رکھا جائے۔ لہٰذا اس روایت میں کہیں یہ نہیں ہے کہ تم اپنے یہاں نماز جمعہ جماعت کے ساتھ قائم کرلو۔ نہ یہ ہے کہ اغیار کے ساتھ شامل ہوکر پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ جو چیز ممکن ہے وہ یہی ہے کہ حضرت زرارہ کو جمعہ سے متعلق چند چیزیں اپنے یہاں انجام دینے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ نہ کہ کہیں چھپ چھپا کر چوری سے نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت۔ کیونکہ اگر اس زمانہ میں شیعہ حضرات اہل بیت علیھم السلام کے مذہب کے مطابق خطبہ پڑھ دیں تو دار و رسن سے ادھر پناہ ملنا مشکل تھا۔ چنانچہ اس روایت سے قیام نماز جمعہ کی اجازت سمجھنا انتہائی بے بصیرتی و تاریخی نیز مذہبی حقائق سے نابلد ہونے کا کامل ثبوت ہے۔

479۔ مولانا کا یہ فرمانا کہ: ''حضرت زرارہ نماز جمعہ کی شدتِ وجوب سے آگاہ نہ تھے۔'' غلط ثابت ہو چکا اس لئے کہ وہ حدیث نمبر 5 سے آگاہ تھے۔ اور اس لئے کہ یہی زرارہ ہیں جن کے متعلق مولانا نے حدیث نمبر 6 میں لکھا ہے کہ ''یہی جناب

زرارہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں فرمایا:۔

فرض اللّٰہ علی النّاس من الجمعة اِلَی الجمعة خمسًا و ثلثین صلو ة منها صلو ة واحد ة فرضها اللّٰہ فی جماعة وھو الجعة ۔	۔''یعنی خداوند عالم نے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک لوگوں پر پینتیس نمازیں واجب کی ہیں۔ان میں سے ایک ایسی نماز ہے جو جماعت کے ساتھ فرض ہے۔وہ نماز جمعہ ہے۔''

اس ترجمہ کے بعد مسلسل لکھتے ہیں کہ:۔

''اس کے بعد حدیث میں اُن اشخاص کا تذکرہ ہے جن سے وجوب ساقط ہے۔اس حدیث شریف کی تقریب استدلال بھی بدستور سابق ہے۔معلوم ہوا کہ نماز جمعہ بھی وجوب عینی میں مثل دیگر نماز ہائے پنجگانہ ہے۔ہاں صرف دو باتوں میں فرق ہے۔ایک یہ کہ اس میں جماعت فرض ہے۔دوم یہ کہ نماز جمعہ چند اشخاص سے ساقط ہے۔جس سے نماز پنجگانہ ساقط نہیں ہے۔''

نماز جمعہ کے لئے خوف نہ ہونا اور کم از کم سات افراد

480۔ مولانا کا یہ آخری بیان عالمانہ نہیں ہے۔اس پر زیادہ تنبیہ کرنا فضول ہے۔اس لئے کہ وہ جان بوجھ کر اس قسم کے بیانات دے رہے ہیں اور یہ بار بار ثابت ہو چکا ہے۔**اُنہیں یہ فرق بھی معلوم ہے کہ نماز جمعہ میں نہ صرف جماعت واجب ہے بلکہ اس کی جماعت میں کم از کم سات آدمیوں کا ہونا بھی واجب ہے۔اور بہت سے فرق ہیں۔خطبے ہیں۔دو رکعتیں ہیں۔دو قنوت ہیں۔ندا ہے۔ہر پیش نماز اس کو پڑھا نہیں سکتا۔** وغیرہ وغیرہ۔لہٰذا یہ بیان صرف عوام الناس کو ورغلانے سے متعلق ہے۔

481۔ چھٹی حدیث میں وہی کچھ ہے جو پانچویں حدیث میں تھا اور مولانا نے خود بھی قبول کر لیا ہے۔فرق صرف اس قدر تھا کہ پانچویں حدیث میں جماعت کا تذکرہ نہ تھا۔یعنی حضرت زرارہ کو امام جعفر صادق علیہ السلام ہی نے نہیں بلکہ اُن کے والد بزرگوار علیہ السلام نے بھی بتا رکھا تھا کہ جمعہ کی نماز جماعت سے واجب ہے اور ہر جمعہ کو واجب ہے مگر اس کا مطلب جو حضرت زرارہ سمجھتے تھے وہ لکھا جا چکا۔اور وہی مطلب ہمارے تمام علماء نے سمجھا ہے سوائے چند خاص ذہن رکھنے والوں کے جن کے سوچنے اور سمجھنے کا طریقہ مافوق الفطرت ہے۔لہٰذا مولانا کا یہ کہنا کہ زرارہ کو شدتِ وجوب جمعہ کا علم نہ تھا، نہ صرف باطل ہے بلکہ صحابہ اہل بیت علیھم السلام کی کھلی ہوئی توہین ہے۔اب اُس حدیث کی حیثیت پر بھی نظر ڈال لیں۔اس حدیث میں نماز جمعہ کا جماعت سے واجب ہونا بتایا گیا ہے۔اور کوئی تفصیل نہیں ہے۔**ہمیں جس حدیث کی ضرورت ہے وہ حدیث ایسی ہونا چاہیئے جس میں خود، ندا دے کر، خود نماز جمعہ قائم کر لینا اور ظہر کی نماز کو ترک کر دینا واجب کیا گیا ہو۔** اس مقصد و مدعٰی کیلئے ابھی تک کوئی حدیث نہیں لائی گئی ہے البتہ قیاس آرائیاں اور تخمینہ سازیاں ضرور کی گئی ہیں۔اس حدیث میں یہ بھی تو نہیں کہ جمعہ کی جماعت کتنے آدمیوں پر منحصر ہو گی؟ اور اس جماعت کو جمع کون کرے گا؟ لہٰذا یہ حدیث بھی مجمل ہے۔اور اس سے نماز جمعہ کے

وجوبِ مولویانہ پر استدلال کرنا حماقت ہے۔

482۔ سابقہ تینوں احادیث سے ثابت ہو چکا کہ جناب زرارہ مسائل جمعہ اور وجوب نماز جمعہ پر مطلع تھے۔اور جو کچھ اُن مسائل کا مقصد تھا بالکل اس کے مطابق عمل درآمد کے ماتحت نماز جمعہ نہ پڑھتے تھے۔اور گیارھویں حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی اُنہیں نماز جمعہ قائم کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ جمعہ کے متعلقات پر اُبھارا، متوجہ کیا، ترغیب دی، تحریص کی اور اُن کو اپنے علاقہ میں چند ذمہ داریاں سونپیں۔اُن کے متعلق یہ کہنا کہ وہ شدت وجوب پر اطلاع نہ رکھتے تھے۔خود مولانا کی پیش کردہ احادیث سے غلط ثابت ہو رہا ہے۔چنانچہ حضرت زرارہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے جمعہ و نماز جمعہ کے متعلقہ مسائل سیکھ چکے تھے۔مولانا کی ساتویں حدیث ملاحظہ ہو کہ جہاں جناب زرارہ امام محمد باقر علیہ السلام سے معلوم کر چکے تھے کہ نماز جمعہ کی جماعت میں سات آدمیوں کا ہونا لازم ہے۔اس سے کم پر جمعہ کی نماز واجب نہیں ہے۔امامؑ نے اور بھی چند ضروری باتیں بتائی ہیں ملاحظہ ہوں۔

483۔ جناب زرارہ نے دریافت کیا۔**عَلٰی من تجب الجمعة**؟ جمعہ کن لوگوں پر واجب ہے؟ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔(مولانا کا ترجمہ)

قال علی سبعة نفر من المسلمین ولا جمعة لا قل من المسلمین احد هم الامام فاِذَا اجتمع سبعة ولم یخافوا امهم بعضهم و خطبهم ۔

۔''فرمایا سات مسلمانوں پر۔اور اگر پانچ سے کم ہوں تو اُن پر جمعہ واجب نہیں ان پانچ میں ایک پیش نماز بھی ہے۔پس جب سات (یا کم از کم پانچ) آدمی جمع ہو جائیں اور انہیں (کسی ظالم و جابر سے) کوئی خوف و ہراس بھی نہ ہو۔اُن میں بعض امامت کے فرائض انجام دیں گے۔اور خطبہ پڑھیں گے۔''

484۔ اس حدیث کی عبارت کو غلط لکھ کر مشکوک کر دیا گیا۔آپ حدیث کے الفاظ دیکھیں پھر ترجمہ دیکھیں۔ترجمہ کا تقاضہ ہے کہ حدیث میں ''**<u>لاقل من المسلمین</u>**'' کی جگہ ''**<u>لَا قل من الخمسة</u>**'' ہونا چاہئے۔یعنی المسلمین کی بجائے **الخمسة** لکھا گیا۔یا لکھا ہے۔اس ترجمہ کی رُو سے بات یہ ہوئی کہ:۔

1۔جمعہ سات مسلمان جمع ہو جائیں تو واجب ہے۔اگر یہ بات صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے۔

2۔تو یہ جو کہا کہ پانچ سے کم پر جمعہ نہیں ہے۔اور اُن پانچ میں ایک امام بھی شامل ہے۔اس کے معنی یہ ہوئے کہ سات پر جمعہ واجب ہے۔اور پانچ جُمعہ پڑھ سکتے ہیں۔مگر اُن پر واجب نہیں ہے۔مستحب ہے۔اسکے بعد دوبارہ سات کے جمع ہو جانے کی بات ہوئی ہے۔اور پانچ کا صرف ذکر ہو کر رہ گیا ہے۔<u>یعنی عمل اور قاعدہ اور وجوب صرف سات کیلئے بیان ہوا</u> ہے۔اور اگر یہ کہا جائے کہ سات پر بھی واجب ہے اور پانچ پر بھی تو یہ بھی لازم ہوگا کہ وہ چھ پر بھی واجب ہو۔لہٰذا وجوب کی

تعداد میں اختلاف ہوگیا اوراختلاف باطل ہے۔چنانچہ وجوب بالکل ختم ہوگیا۔چنانچہ محدثین وعلمائے شیعہ نے وہی بات اختیار کی ہے جو پہلے عرض کی گئی کہ سات پر جمعہ واجب ہےاور پانچ پر مستحب ہے۔لہٰذا جناب شیخ الطائفہ ابی جعفر محمد بن الحسن الطّوسی قدہ نے اس قسم کی تین حدیثیں لکھیں جن میں سات پرواجب ہونے کیساتھ ساتھ ایک میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ:۔

قال: ادنی ما یجزی فی الجمعة سبعة او خمسة ادناه.

امام جعفرصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کم ازکم تعداد جو جمعہ میں جائز ہےسات ہے یا پانچ یااس سے بھی کم ۔

اس پر شیخ طوسی علیہ الرحمۃ نے اپنا فیصلہ دیا ہے کہ:۔

لیس بین هذین الخبرین تناقض لانّ الفرض یتعلق بالعدد اذا کانوا سبعة واذا کان العدد خمسة کان ذلک مستحبا مندوبا الیه ولم یکن فرضا واجبا..الخ.

فرماتے ہیں کہ مذکورہ ''احادیث میں مناقضہ نہیں ہے۔اس لئے کہ فرض کا تعلق اُس وقت ہے جبکہ سات ہوں اور جب تعداد پانچ ہوتو وہ مستحب ومندوب ہے فرض وواجب نہیں۔

485۔ حدیث کا یہ ابتدائی حصہ مولانا کے لئے ایک مصیبت ہے۔اوراُنہیں ہرگز ہرگز اس حدیث کو نہ لکھنا چاہئے تھا۔اس لئے کہ یہاں یہ ثابت ہوگیا کہ جمعہ کی ایک ایسی قسم بھی ہے جس میں ظہر کی نماز بدستور واجب رہتی ہے۔لہٰذا ہم نے جہاں جہاں جمعہ سے نماز جمعہ کے علاوہ اعمال مراد لئے ہیں وہاں ہر جگہ یہ مستحب جمعہ بھی داخل ہے۔اوراب تک جواحادیث مولانا نے بیان کی ہیں وہ سب مشکوک ہوکر رہ گئیں یعنی مولانا کا موقف مشکوک ہوگیا۔یعنی جہاں جہاں فضیلت جمعہ بیان ہوئی ہے وہ اسی مستحب جمعہ کی فضیلت مان لی جائے تو مولانا کے پاس اس کے خلاف دلیل نہیں ہے۔تمام مذمتیں اسی کے ترک کرنے کی کہہ دی جائیں تو مولانا ٹاپتے رہ جائیں گے۔ بہرطور ایک جمعہ ایسا بھی ثابت ہوگیا کہ جس میں خطبے ہوں گے۔نماز ہوگی یعنی ہر بات ہوگی مگر نماز ظہر واجب کی نیت سے لازم رہے گی اور مولانا کے لئے یہ بات بہت ناپسندیدہ ہے۔

486۔ اس کے بعد حدیث کا وہ حصہ آتا ہے جس پر مولانا بہت نازاں ہیں اور اُنہیں یقین ہوگیا کہ اُن کا مدعیٰ ثابت ہوگیا ہے۔مگر افسوس کہ غلط بات اور باطل مدعیٰ قرآن وحدیث سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔یہ ایک فریب ہوتا ہے جو اُن لوگوں کو گھیر لیتا ہے جو اپنے قلبی زیغ کے مشابہ متشابہات سے استدلال کرتے ہیں۔یعنی قرآن وحدیث میں اپنا مافی الضمیر پڑھتے ہیں۔ چنانچہ آیئے اور مولانا کا پسندیدہ حصہ بھی ملاحظہ کیجئے چنانچہ وہ ارشاد یہ ہے کہ:۔

'' فاذا اجتمع سبعة ولم یخافوا امهم بعضهم و خطبهم ''

۔''پس جب سات کا اجتماع ہوجائے اوراُنہیں خوف نہ ہوتو اُن میں سے بعض امامت کرائیں اور خطبہ دیں۔''

یہ جملہ ہے جس میں علامہ کو اپنا مدعیٰ ثابت ہوتا نظر آیا۔لیکن دماغ میں شبہ ضرور رہا۔اس لئے ایک عدد بریکٹ میں اپنی طرف سے سات کے ساتھ پانچ کی تعداد پر بھی جمعہ کو واجب قرار دے دیا۔حالانکہ پانچ کی تعداد کے لے وجوب کی ممانعت احادیث میں واضح الفاظ کے ساتھ ہوگئی ہے۔اور ہم پہلے یہی دکھا دیں کہ مولانا نے ایک باطل عقیدہ احادیث کے مقابلہ میں لکھا ہے۔ چنانچہ مولانا کی پیش کردہ حدیث زیرِ بحث کے بعد ایک حدیث چھوڑ کر اگلی حدیث میں ہے کہ:۔

تجب الجمعة علىٰ سبعة نفر من المومنين ولا تجب على اقل منهم .....الخ

جمعہ سات مومنین پر واجب ہوتا ہے اور اس سے کم پر واجب نہیں ہے۔**(الفقيه۔ باب وجوب الجمعة وفضلها)**

بعینہ یہی الفاظ کتاب الاستبصار میں آئے ہیں۔لہٰذا مولانا کا پانچ مسلمانوں پر جمعہ کو واجب کہنا ایک گناہ ہے۔اور حدیث میں اضافہ کر کے سات کے بجائے پانچ پر واجب لکھ دینا دوسرا گناہ ہے۔اور واجب کو سنت کے برابر رکھ کر اپنے موقف کو واجب سے سنت بنا دیا ہے جو حماقت ہے۔

487۔ اس کے بعد یہ دیکھئے کہ حدیث میں صرف اِسی قدر نہیں ہے کہ سات مسلمانوں یا مومنین پر جمعہ واجب ہے لہٰذا جب سات ہو جائیں تو جمعہ پڑھ لیں اگر یہی ہوتا تو ہم ہرگز قلم نہ اُٹھاتے اور بلا کسی عذر کے نماز جمعہ کو اُسی طرح واجب عینی مان لیتے جیسا کہ مولانا چاہتے ہیں۔مگر حدیث نے تو بڑی کلیدی شرط لگا دی جو اب تک کسی حدیث میں نہ آئی تھی۔یعنی اگر اُن سات مسلمانوں کو خوف نہ ہو یا وہ ڈرتے نہ ہوں یا اُنہیں خطرہ نہ ہو تب اُن میں بعض امامت کرائیں اور خطبہ سُنائیں۔ورنہ خواہ سات ہوں یا سات ارب ہوں اور تمام شرائط پوری ہوں مگر خوف دامن گیر ہو تو نہ نماز جمعہ کی امامت کی جائے گی نہ جمعہ کا خطبہ دیا جائے گا۔نہ جمعہ کا ترک گنہگار کرے گا۔اور جو اس کے خلاف جمعہ پڑھے گا فعل حرام کا مرتکب ہوگا۔اُدھر ظہر کی نماز بدستور اس کے ذمہ واجب الادا رہے گی اور اُسے جہنمی بنا دے گی۔

488۔ غور فرمایا آپ نے کہ **خوف کا ہونا یا نہ ہونا کتنی اہم شرط ہے**۔یاد رکھیں کہ جس، جس سے جمعہ ساقط ہے۔بظاہر سقوط کی کوئی بھی وجہ معلوم ہوتی ہو۔لیکن دراصل بنیاد اسی خوف پر رکھی گئی۔مریض کے مرض میں اضافہ کا خوف، مسافر کی صحت و مقصد سفر کی خلاف ورزی کا خوف، بچوں کے گھروں سے تنہا بلا حفاظت رکھنے کا خوف، (عورتیں معاف) بچوں کے جماعت میں شرارتیں کرنے، گم ہو جانے اور دوسری فطری ضروریات کا خوف۔ہر جگہ اور ہر مستثنیٰ کے ساتھ۔اصل وجہ خوف ہی ہے۔ لیکن یہاں یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ خوف کیسا ہے جو تمام مسلمانوں سے اس وجوب کو ساقط کر دیتا ہے؟ مولانا نے بریکٹ میں خوفزدہ ہو کر اور گھبرا کر لکھ دیا کہ ''کسی ظالم و جائر سے کوئی خوف و ہراس بھی نہ ہو'' اور اپنے غلط استنباط ور یمارکس کے بعد لکھا کہ ''نماز جمعہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کے انعقاد میں کوئی خوف و تقیہ نہ ہو۔ورنہ اس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔''

489۔ آپ جانتے ہیں کہ ظالم وہ ہوتا ہے جو عادل نہ ہو اور جائرُ اُسے کہتے ہیں جو جَور کرے، بے انصافیاں کرنے والا ہو۔ اور لفظ ظلم کے ساتھ اور ستم کے ساتھ ردیف بن کر استعمال ہوتا ہے جیسے ظلم و جور، جَور و ستم۔ مولانا متفق ہیں کہ جمعہ کی نماز کے قائم ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ عدل کے خلاف کسی ظلم و ستم و جور کا خوف نہ ہو۔ یعنی عدالت و انصاف کا دور دورہ ہو۔ کسی کی مجال نہ ہو کہ سات آدمیوں کی ایک قلیل جماعت پر بھی کسی قسم کا ظلم کر سکیں، ستم ڈھا سکیں، جور کر سکیں، اُن کے مذہبی اعمال و افکار پر کوئی ناجائز پابندی یا سزا ٹھونس سکیں۔ ورنہ نماز جمعہ ساقط ہے۔ خواہ باقی تمام شرائط پورے ہوں۔ یعنی امام زمانہؑ موجود ہوں۔ اُنؑ کی طرف سے اجازت بھی ہو وہؑ خود پڑھانے پر آمادہ بھی ہوں۔ تعداد سات یا زیادہ موجود ہو۔ تب بھی نماز جمعہ ترک کر دینا لازم ہوگا۔ اور اگر کوئی اُس زمانہ میں نماز جمعہ واجب واجب کہہ کر شور و غوغا کرے گا۔ اُسے اُس ظالم و جائر کا جاسوس قرار دیا جائے گا۔ اسلام سے خارج تصور کیا جائے گا۔ اس کے کہنے پر عمل کرنے والے دشمنان اسلام ہوں گے۔

اجتماعات میں شرکت خطرہ و خوف سے خالی نہ ہو تو وجوب اجتماع ساقط ہے

490۔ اگر آپ نے بغور پڑھا ہے تو حدیث نے بابانگ دُھل اور روز روشن سے بھی زیادہ روشن طریقہ پر اعلان کر دیا کہ ایسا زمانہ وہ ہوگا جب امام عصر علیہ السلام کا دور دورہ ہوگا۔ لہٰذا حدیث میں امامؑ کی نہ صرف موجودگی ثابت ہے بلکہ اُن کی مرضی کے مطابق ایک دینی اقتدار کے وجود کا ثبوت و شرط موجود ہے۔ چونکہ حدیث کے الفاظ میں خوف کی کوئی قسم، مقدار یا وجہ مذکور نہیں ہے۔ اس لئے اس خوف کو ہم صرف وہی خوف قرار دیں گے جو جمعہ سے متعلق ہو۔ دیکھئے ایک قلیل جماعت جس کی تعداد سات ہو اگر اُس کا عقیدہ کثرت کے عقیدہ کی ضد ہو اور وہ ضد خصوصاً جمعہ میں لازم ہو تو وہ کثرت جب تک موجود ہے خوف موجود ہے۔ اس میں حکومت کی شرط نہیں ہے۔ کثرت کی حکومت نہ ہو تب بھی یہ خوف کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ شدت اختیار کرتا ہے۔ اس لئے کہ حکومت کا بہرحال ایک قانون ہوتا ہے اور اُس کی خلاف ورزی جرم ہوتی ہے۔ لیکن کثرت کے افراد میں سے مذہبی جنون رکھنے والوں کے لئے بڑا عمدہ موقعہ ہے ایسے تمام اجتماعات میں قلت کو سرتاسر ختم کر دینے اور ٹھکانے لگا دینے کا۔ مرد تمام جمعہ میں ہوں گے، مستورات اور بچے گھروں میں، مال و اسباب کمزور ہاتھوں میں۔ چنانچہ اُن کو لوٹنا، قتل و غارت کرنا نہایت سہل ہوگا۔ چنانچہ ایسے واقعات کہیں نہ کہیں ایسے اجتماعات میں رُونما ہوتے رہتے ہیں۔ حدیث نے یہی بتایا ہے کہ اگر ایسے اجتماعات میں شرکت خطرہ و خوف سے خالی نہ ہو تو وجوب اجتماع ساقط ہے۔ ایک شخص کے متعلق پختہ یقین ہے کہ وہ لازماً نماز جمعہ میں جاتا ہے اور گھر تنہا رہتا ہے۔ اس کے گھر میں چوری نہایت سہل ہے۔ چنانچہ محرم کے زمانہ میں مومنین کو تجربہ ہوتا رہتا ہے۔ وہ معہ بال بچوں کے عزاداری میں مصروف اور گھر میں چور خوشیاں منا رہے ہیں واپسی پر گھر خالی ملتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث نے تمام خطرناک حالات اور خوف و اندیشہ کے مقامات کو مدنظر رکھا ہے۔ البتہ اوّلین بات حاکم وقت ہے۔ اگر وہ ظالم نہیں تو

عادل ہےاور عادل ہےتو معصومؑ ہے۔حاکم معصومؑ ہےتو کسی کی کیا مجال ہے کہ اقلیت پرظلم کر سکے، دین کے خلاف بے دینی کو نافذ کر سکے،حق بات کہنے سے روک سکے۔ ہر مذہب وملت کو اسکی الہامی کتاب کے مطابق پوری پوری آزادی ہونالازم ہے اور یہی اصل شرط ہے۔جس کا عدم تمام باقی چیزوں کی موجودگی کو کالعدم کر دیتا ہےاور یہ موجود ہوتو سنئے کیا ہوتا ہے۔؟

491۔ **(1)** حکومتِ الٰہیہ میں جمعہ مستورات پر بھی فرض ہوگا۔

(2) جزیہ بند کر دیا جائے گا۔

(3) جو شخص بیس سال کے اندر اندر فقیہ نہ بن جائے گا قتل کر دیا جائے گا۔

(4) نماز جمعہ وعیدین کے لئے مساجد کافی نہیں ہوں گی۔یا اُن کو میدانوں میں تبدیل کر دیا جائے گا۔یا جمعہ وعیدین کے لئے میدانوں میں انتظام کیا جائے گا۔(اعلام الوریٰ جناب علامہ امین الدین طبرسی **علیه الرحمة**)

یہ اور سینکڑوں عذرات رفع کر دئے جائیں گے۔اسی سے اُن کے حسن انتظام کا اندازہ ہوسکتا ہے۔آج معمولی مگر عقل مندانہ انتظام میں (M.Sc),(M.A)(دینی تعلیمات) تمام بیس سال کی عمر میں ممکن ہے۔اور یہ ڈگریاں حاصل کی جا رہی ہیں۔ لیکن اس سے بھی سہل ترین انتظامات آج برسر کار آرہے ہیں اور بیس سال کی عمر تک وہ کچھ ہوسکتا ہے جو پہلے پچاس سال میں نہ ہوتا تھا۔

492۔ اس حدیث پر غور وفکر نہ کرنے اور اپنے مافی الضمیر کی اتباع کی بنا پر مولانا نے لکھدیا کہ:۔

''چونکہ اس روایت میں لفظ امامؑ وارد ہوا تھا۔خدشہ تھا کہ شاید کوئی شخص اس سے امام اصل کو مراد لے۔امام عالی مقام نے **اُمَّھُمْ بعضھم**۔کہ اُنہی سات آدمیوں میں سے کوئی ایک امامت کرادے اور خطبہ پڑھے۔فرما کر اس توھّم کو زائل فرمادیا۔کہ اس کے وجوب میں امام الاصل کا وجود شرط نہیں ہے''۔ایک غلط جملہ کے بعد مسلسل لکھا کہ:۔''اس امامت میں جس طرح امام الاصل کا حضور ضروری نہیں۔اسی طرح پیش نماز کا خصوصی طور پر ماذون (اذن یافتہ۔احسن) ومجاز (اجازت یافتہ۔احسن) ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ورنہ آپ یوں فرماتے جب سات آدمی جمع ہوں تو **امهم الامام المعصوم او الماذون من قبله**۔کہ انہیں امام معصومؑ امامت کرائے گا یا وہ شخص جو امام کی طرف سے مجاز ہو۔لیکن آپ نے ایسا نہیں فرمایا۔''

493۔ اس بیان سے واضح ہوجاتا ہے کہ مولانا کو اس حدیث سے بڑی اُمید تھی۔اور واقعی اگر مولانا کا مطلوب اس میں ہوتا تو نماز جمعہ کو امام معصوم علیہ السلام کی عدم موجودگی میں بلا اُنؑ کی اجازت کے قائم کرنا واجب وفریضہ ثابت ہوجاتا۔لیکن افسوس مولانا کے تاثرات وقلبی رجحانات کی حدیث نے مکمل تردید کردی۔اور خود مولانا کے قلم سے ظالم وجائر کا خوف نہ ہونا لکھوا کر اُن کی رہی سہی اُمیدوں پر پانی پھرادیا۔بہر حال اس بیان پر ایک نظر ضرور ڈالنا پڑے گی تاکہ مولانا کو شکایت نہ رہے کہ اُن کے

ذاتی خیالات کی طرف توجہ نہ دی گئی سُنئے !

پہلی بات تو یہ بتانا ہے کہ مولانا کی تحریر کی رُو سے امام علیہ السلام کو معاذ اللہ خدشہ تھا۔اور حضور نے اس خدشہ سے متاثر ہوکر **امھم بعضھم** کہ انہی سات آدمیوں میں سے کوئی امامت کرائے اور خطبہ پڑھ دے۔'' مولانا کے مدعیٰ کا تقاضہ تھا کہ وہ عقل کے دروازہ کو دونوں ہاتھوں اور پیروں سے بند کرلیں۔لیکن اس مضمون اور اس جملہ **امھم بعضھم** کو پڑھنے والے تو عقل سے کام لیں گے۔لہٰذا کوئی مولانا کو بتادے کہ امامؑ کا یہ فرمانا کہ **اُن میں سے بعض امامت کرادیں اور خطبہ پڑھیں۔**'' ہی تو اجازت ہے، اذن ہے اور وہ مجاز و ماذون قرار دے دئے گئے ہیں۔مگر عقل پر پتھر پڑ جائیں تو اس کا کیا علاج ہے۔یہ بھی بتا دیں کہ دونوں چیزوں کی بیک وقت ضرورت کا دعویٰ کسی نے نہیں کیا کہ اجازت بھی ہو اور خود موجود بھی ہوں۔اگر اجازت ہے تو نماز اُن کی ہی رضامندی سے ہوتی ہے خواہ وہ موجود نہ ہوں۔اجازت نہ ہو تو نماز جمعہ اُن کے مرضی کے خلاف ہے۔خواہ وہ موجود ہی کیوں نہ ہوں۔پھر امامؑ کے صرف موجود ہونے کی شرط نہیں ہے بلکہ امامؑ کا **مبسوط الید** ہونا بھی لازم ہے اور اس کے معنی ہیں اُن سات آدمیوں کا بےخوف و ہراس ہونا۔اور بےخوفی کے عالم میں ظلم و جور کے فقدان کی شرط سے نماز جمعہ قائم کرلینے کی اجازت **امَّھم بعضھم** میں دے دی گئی ہے جو مولانا کے نزدیک اجازت نہیں۔بلکہ از خود جمعہ قائم کرلینا ہے جو حرام ہے۔پھر دوسری بات یہ کہ مولانا نے **امّھم بعضھم** کا ترجمہ تو ''انہی سات میں سے کوئی ایک کیا'' لیکن بریکٹ میں اس کی تردید یہ کہہ کر کردی کہ جو شرائط امامت رکھتا ہو۔یعنی سات آدمیوں میں سے کوئی ایک کا مطلب تھا کہ ہر ایک نماز پڑھا سکتا ہے۔لیکن بعد میں خیال آیا کہ امامتِ نماز کے لئے تو شرائط بھی ہیں۔لہٰذا یہ بھی غلط لکھا کہ ''جو شرائط امامت رکھتا ہو'' اسلئے کہ یہاں نماز جمعہ کی جماعت کی شرائط لکھنا لازم تھا۔اس لئے کہ نماز جمعہ کی پیش نمازی اور عام نمازوں کی جماعت کی پیش نمازی میں بین فرق ہے۔مولانا کو معلوم ہے مگر یہاں اُن کی نظر تخفیف نماز جمعہ پر مرکوز ہے۔اس لئے وہ اس کی جماعت کے لئے ہر کسی کو اجازہ عطا فرما رہے ہیں۔

494۔ تیسری چیز یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے اگر یہ فرمایا ہوتا کہ'' **اَمَّھُمْ احدمنھم** '' تو اب ہر کوئی اور کوئی بھی نماز پڑھانے کا مجاز ہوجاتا۔لیکن آپ نے ''**امَّھم بعضھم**'' فرمایا ہے۔ **بعضھم** میں ایک بھی داخل ہے اور دو بھی اور تین بھی داخل ہیں اور مولانا بعض کے معنی سے ناواقف نہیں۔لہٰذا ایک عادل حکومت کے زمانہ میں امام علیہ السلام کی طرف اسلئے اجازت و اذن ہے کہ عادل حکومت اُنکی حکومت کے سوا ہو نہیں سکتی۔پھر یہ اجازت ہر ایک کو نہیں ہے، بعض کو ہے۔اور بعض میں اکثر سے کم تعداد ساری داخل ہے۔ظاہر مطلب یہ ہے کہ نماز جمعہ کے دوران صرف ایک ایسا شخص نہیں ہوگا جو نماز جمعہ پڑھانے کی قابلیت رکھتا ہو بلکہ کم از کم دو ایسے افراد ہوں گے اور یہ بات ہر نماز جماعت کیلئے ضروری ہے تاکہ پیش نماز کے ساتھ کوئی

حادثہ پیش آئے تو دوسرا افرد اس کی جگہ لے سکے اور جماعت کو ضائع نہ کرنا پڑے۔اور جب دو حضرات اس قابل ہوں گے تو یقیناً کوئی نظام ہی اُنہیں اپنے اپنے مقام پر رکھے گا ورنہ عام مُلّو ں کی طرح مسجد پر قبضہ کی اسکیمیں بنیں گی اور یہ ظلم ہے۔

495۔ چوتھی چیز یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اجمال موجود ہے اور اس سے مولانا کے مسلمہ و مذکورہ قواعد کی رُو سے استدلال غلط ہے۔مثلاً اس میں و **خطبھم** اور انہیں خطبہ دے۔تو ہے مگر دو خطبوں کا تذکرہ نہیں ہے۔اسی لئے مولانا نے حدیث میں اصلاح کرنے کے لئے لکھا کہ ''سویم یہ کہ اس میں دو خطبے بھی ضروری ہیں'' مولانا نے یہ تیسرا جملہ اسی حدیث سے اخذ کیا ہے۔مگر حدیث میں دو خطبوں کا کہیں ذکر نہیں ہے۔اسی حدیث سے اُنہوں نے یہ اخذ کیا کہ امام الاصل کی طرف سے پیش نماز کا ماذوں و مجاز ہونا ضروری نہیں ہے''یعنی مولانا چاہتے تھے کہ حدیث میں ایسا ہوتا مگر حدیث آپ کے سامنے ہے۔اس میں اذن کی نفی نہیں ہے بلکہ اذن و اجازت موجود ہے۔بہر حال مولانا نے ان ریمارکس سے مان لیا کہ اس حدیث میں بہت کچھ نہیں ہے حتیٰ کہ پیش نماز کی شرائط بھی نہیں ہیں۔پھر اس میں مستثنیات کا ذکر نہیں۔رکعات نماز نہیں۔ بہر طور یہ حدیث اتنے مطالب کے ساتھ بھی مجمل ہے اور احتمالات کا ہونا خود مولانا کے احتمالات سے ثابت ہے۔

496۔ پانچویں چیز یہ ہے کہ اس حدیث میں سات افراد کے اجتماع سے پہلے اُن ساتوں کو یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ ہماری نماز جمعہ پر کوئی پابندی عائد نہیں ہے۔(2) ہم جسے امیرؑ المومنین کہتے ہیں وہی امیرؑ المومنین ہے۔(3) سورہ منافقون کی تفسیر جو ہمارے آئمہؑ نے کی ہے۔ہم اُسے علی الاعلان بیان کریں تو کوئی ہماری زبان بندی کیلئے جبر و جور و ظلم نہ کرے گا۔(4) ہمیں علوم آئمہ اہل بیتؑ بلا ناغہ، مسلسل اور ہر عنوان و تقاضائے وقت کے مطابق ملنے کا انتظام ہے۔وغیرہ وغیرہ یہ سب کچھ ہو گا تو مقاصدِ جمعہ پورے ہو جائیں گے۔ہم اپنے موقف میں سورہ منافقون اور متعلقہ چیزوں کا مختصراً ذکر کریں گے انشاء اللہ۔

497۔ اس دوران آپ نے یہ فراموش کر دیا ہو گا کہ یہ حدیث جناب زرارہ کے سوال پر بیان ہوئی تھی اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے بیان کی تھی۔لیکن حضرت زرارہ ایسا جلیل القدر صحابی فقیہ و عالم شخص اس سے کیا سمجھا تھا؟ بقول مولانا وہ شدت وجوب نماز جمعہ سے اس حدیث کو جاننے کے بعد بھی ناواقف تھے اور نماز جمعہ کو قطعاً ترک کر رکھا تھا۔اس طویل زمانہ میں نماز جمعہ نہ پڑھنے پر امام جعفر صادق علیہ السلام اُسے غلط کار، تارک فرض و واجب، منافق وغیرہ کچھ نہیں کہتے۔حالانکہ بقول و تفہیم مولانا وہ نماز جمعہ پڑھنے میں کوئی خوف وغیرہ نہ رکھتے تھے یعنی پڑھ سکتے تھے کوئی مانع موجود نہ تھا۔حضرت زرارہ کا یہ عمل درآمد جو خود مولانا نے تسلیم کر لیا ہے مولانا کے مفہوم کی تبطیل و تردید کیلئے کافی ہے۔بہر حال حضرت زرارہ کے نزدیک سات آدمیوں کا اجتماع اور بے خوفی کی اطلاع کی سند امامؑ کے ذمہ تھی۔اسلئے وہ اطمینان کے ساتھ جمعہ کو ترک کرتے رہے۔

498۔ اس حدیث کے بعد مولانا نے فرمایا ہے کہ:۔

(1) ''سابقاً عرض کیا جا چکا ہے کہ اس نماز میں جو کچھ اختلاف ہے وہ زمانہ غیبت امامؑ میں ہے۔اُن کے حضور میں تو بالاتفاق جمعہ واجب عینی ہے۔''

اسکے بعد غور وخوض وتدبر کرنے کی اپیل کی ہے۔چنانچہ اُنکے اس جملہ پر تدبر و تفکر کرتے ہیں آپ بھی ذرا سی توجہ دیں۔ مولانا کے فیصلہ سے معلوم ہو گیا کہ امام علیہ السلام جب موجود ہوں تو نماز جمعہ واجب عینی ہے۔بہت ٹھیک اب یہ سنئے کہ فرمایا:

(2) ''ہمارے اکثر آئمہ طاہرین علیھم السلام اوران کے اصحاب اطیاب کے نماز جمعہ کو ترک کرنے کی اصل وجہ یہی تھی'' (یعنی خوف وتقیہ) ہم کہتے ہیں کہ وجہ کوئی بھی ہو یہ ماننا لازم ہوا کہ واجب عینی کو خود آئمہ علیھم السلام اوراُن کے اصحاب نے ترک رکھا۔اور جو احادیثِ رسولؐ مولانا نے لکھی ہیں۔ان میں خوف وتقیہ کو استثنا کی ذیل میں بیان نہیں کیا۔لہٰذا مولانا دو (2) باتوں میں سے ایک کو تسلیم کریں۔یا تو اُن احادیث کو مجمل تسلیم کریں، ناکافی قرار دے کر استدلال سے خارج کریں یا آئمہ اہل بیت علیھم السلام اوراُن کے صحابہ کرام کو فرمان رسولؐ کے خلاف عمل کرنے والا مانیں۔اور مولانا ان میں سے کوئی ایک بات بھی مان لیں تو ایمان کی خیر نہیں۔انکار کریں تو خیر نہیں ہے۔اس کے بعد مولانا نے لکھا ہے کہ:۔

(3) ۔''کیونکہ امامؑ ہو یا نبیؑ کسی غیر کے پیچھے تو نماز پڑھ نہیں سکتے۔اور خود بوجہ غلبۂ خلفاءِ جور پڑھا نہیں سکتے تھے۔اسلئے غم وغصہ کے گھونٹ پی کر اپنے شریعت کدوں میں بیٹھ رہتے تھے اور بعض اوقات اپنے اس درد دل کا اظہار بارگاہ ایزدی میں یوں فرماتے تھے: ۔''بارالہا یہ مقام تیرے خلفاء اور برگزیدہ بندوں کا تھا اور تیرے امینوں کا محل تھا۔تو نے اُن کو اس بلند درجہ کے لئے خاص کیا تھا۔غاصبین نے اسے چھین لیا ....یہاں تک کہ (اس غضب کی وجہ سے) تیرے برگزیدہ بندے مغلوب ومقہور ہو گئے۔وہ دیکھ رہے ہیں کہ تیرے احکام بدل دئے گئے ہیں۔تیری کتاب پس پشت ڈال دی گئی ہے''۔ترک نماز کی اصل وجہ یہ تھی۔

اللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذا المقام لخلفائک و اصفیائِک و مواضع امنائک فی الدرجة الرّفیعة الّتی اختصصتھم بھا قدا بتزوھا ....حتّٰی عاد صفوتک و خلفائک مغلوبین مقھورین یرون حکمک مبدّلا و کتابک منبوذاً (صحیفہ سجادیہ)

نماز جمعہ کا تعلق خلافت الٰہیہ اور اقتدار اعلیٰ سے ہے

499۔ آپ نے یہ طویل بیان معہ مولانا کی تائید کے پڑھ لیا۔اس حدیثِ امام زین العابدین علیہ السلام کو قبول کر لینے کے بعد بھی مولانا اگر امام معصوم علیہ السلام اور جمعہ کا تعلق نہ سمجھیں تو بتایئے اسکا کیا علاج ہوسکتا ہے۔اس خطبہ میں طے ہو گیا کہ:۔

1۔امامؑ یا نبیؑ کسی کی اقتدا نہ کرے گا؛

2۔تمام انسانوں کواُن کی اقتداء کرنا لازم ہے؛

3۔جوحقوق واختیارات واقتدارخلفاءِ جور نے غصب کر لئے تھے۔وہ تمام امام معصوم علیہ السلام کا حق ہیں؛

4۔اور امامؑ سے حکومت واقتدار غصب کرلیا جائے تو اُن سے نماز جمعہ وقیام جمعہ و جماعت ساقط ہو جاتا ہے؛

5۔اور قیام جمعہ و جماعت اُن سے برابر ساقط رہے گا۔جب تک اُنہیں اقتدار اعلیٰ یا حکومت حاصل نہ ہو؛

6۔قیام جمعہ و جماعت نماز جمعہ آئمہ معصومؑ کا مخصوص حق ہے؛

7۔یہ مخصوص حق بلندترین درجہ رکھنے والے امانت دار معصومین علیہم السلام سے وابستہ ہے؛

8۔جو شخص قیام نماز جماعت اُن کی مرضی کے خلاف کرلے وہ اُن کے اس بلند مقام کا غاصب ہے؛

9۔آئمہ علیہم السلام اس مخصوص مقام پر ہوں گے تو خدا کے احکامات کی صحیح پوزیشن قائم رہے گی؛

10۔کتاب خداوندی کو کسی معاملہ میں نظرانداز نہ کیا جاسکے گا؛

11۔ایسے عالم میں جب تک حکومت الٰہیہ امامؑ کے ہاتھوں میں نہ ہواور خلفاء جور برسر اقتدار ہوں، آئمہؑ کی موجودگی میں پیروان اہل بیت علیہم السلام جماعت جمعہ سے الگ رہتے ہیں؛

12۔جماعت جمعہ کے لئے کلی اختیارات کا ہونا ثابت ہوگیا۔ورنہ اس کا ساقط کردینا بھی ثابت ہے۔

500۔ مولانا نے بار بار لکھا ہے۔اس لکھنے کو طعن وتشنیع کی حدتک لائے ہیں کہ قیام نماز جمعہ کے لئے امام معصومؑ کی اجازت خاص کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔لیکن یہاں یہ ثابت ہو چکا کہ نماز جمعہ امام معصومؑ کے ساتھ خاص ہے، مخصوص ہے۔یہ مقام صرف خلفاء معصومین علیہم السلام کا ہے اس میں کسی اور شخص کو اُن کی رضامندی کے بغیر کسی قسم کا اختیار نہیں ہے۔**اس جگہ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ نماز جمعہ نماز پنجگانہ کی طرح کی عبادت نہیں ہے۔بلکہ اس کا تعلق اقتدار اعلیٰ سے ہے۔تمام پبلک سے ہے۔اور یہ کہ نماز جمعہ کا قیام صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کہ خلافت الٰہیہ قائم ہو ورنہ نماز پنجگانہ کافی ہے۔**

501۔ جس حدیث میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام جناب زرارہ کو نماز جمعہ کی تحریص وترغیب فرماتے ہیں۔(پیرانمبر 475)وہاں مولانا بھی مانتے ہیں اور بظاہر ایسا معلوم بھی ہوتا ہے کہ حضرت زرارہ کوفہ میں نماز جمعہ کا قیام کرسکتے ہیں اور کوئی مانع خوف وغیرہ موجود نہیں ہے۔اس کے بعد مولانا کا یہ کہنا کہ محض تقیہ اور خوف کی بنا پر آئمہ اور اصحاب اطیاب نے نماز جمعہ کو ترک رکھا قطعاً غلط ہے۔ان دونوں باتوں میں سے ایک ہی بات صحیح ہوسکتی ہے۔اگر اصحاب اطیاب نماز جمعہ پڑھنے اور پڑھانے میں مختار تھے تو یقیناً آئمہ اہل بیتؑ بھی اپنے شیعوں کو نماز جمعہ پڑھانے میں مختار تھے۔اور مختار نہ تھے تو دونوں نہ تھے۔یہ کیسے ممکن ہے کہ شیعہ حضرات تو قیام جمعہ و جماعت میں مختار ہوں اور آئمہ اہل بیتؑ انکو نماز پڑھانے میں مختار نہ ہوں؟ چنانچہ مولانا

کی ہر بات بے موقعہ اور بلا سمجھے بوجھے ہے۔ وہ احادیث کو پڑھتے ہیں مگر یہ جاننے کی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ یہ حدیث کہاں اور کس حالت کے لئے ہے اصل بات ہم تفصیل سے بتائیں گے۔ یہاں یہ سمجھ لیں کہ نماز جمعہ میں خطبات لازم ہیں اور اُن خطبات میں خلفاء معصومین علیھم السلام کے حقوق کا بیان کرنا، اُن حقوق کو ادا کرنے کی تاکیدیں کرنا، آئمہ معصومین سے ربط و ضبط کو برقرار رکھنے اور پوری کائنات تک اُن کی تعلیمات کو پہنچانے کا تقاضہ اور طریقہ انہی خطبات اور خطباء کی ذمہ داری ہے۔ ان خطبات کے متنوع حالات و بیانات اگر نافذ نہ ہوسکیں۔ اور اگر زبان سے ان کو ادا کرنے پر دار ورسن سے واسطہ پڑے اور اس دار ورسن کو توڑنے پھوڑنے کا انتظام نہ ہوسکے تو ظاہر ہے کہ نماز جمعہ ایک فضول وعبث ومُضر چیز ہے جسے ساقط کر دینا لازم ہے۔ نماز جمعہ ہی نہیں بلکہ دین کے تمام تنفیذی احکامات کو اس تدبر وحکمت سے نافذ کیا جائے گا کہ غاصبین وجابرین اس معصومؑ نظام کے تعمیری وتخلیقی طریقوں کا پتہ نہ لگا سکیں۔ اور ایک روز جابر وغاصب ومستبد نظام منہ کے بل گرے اور خلفاً ء خداوندی اپنا مقام حاصل کر لیں۔ اس سلسلہ میں نماز جمعہ کی تاکیدیں یا جمعہ کے فضائل یا قیام جمعہ نہ کرنے کی مذمت کے وہ معنی قطعی غلط ہیں جو مولانا سمجھے ہیں۔ یہاں قیام جمعہ کی یا نماز جمعہ کی تاکیدوں کا صرف ایک مطلب ہے اور وہ ہے مقصد اصلی کو سامنے رکھ کر اس کے قیام کے تمام لوازمات ومتعلقات ومبادیات کو حکمتِ تدریج سے برسر کار لانا۔ نہ کہ اذان دے کر نماز پڑھ لینا یا ایک بوسیدہ اور محرف خطبہ سنا دینا اور ہمیشہ سناتے رہنا۔ لہٰذا نماز جمعہ کی تمام تاکیدیں اسی ذیل میں رکھ کر بات سمجھ میں آسکتی ہے۔ نماز جمعہ کو صرف عبادت خیال کرنے والے سادہ لوح احمق ہیں۔ آئمہ اہل بیت علیھم السلام کے مقاصد سے قطعاً نابلد ہیں۔ چنانچہ احادیث زیر نظر نماز جمعہ کے مختلف پہلوؤں کو بطور مسائل بیان کرنے اور معصوم نظام کے قیام کی طرف متوجہ ہونے کی اطلاع دیتی ہیں۔ چنانچہ مولانا کے سلسلہ بحث کی آٹھویں حدیث ملاحظہ ہو لکھا جاتا ہے کہ:۔

502۔ حضرت صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ۔ **اذا کانوا سبعة یوم الجمعة فلیصلوا جماعت ولیلبس الرداء والعمامة ولیتوکأ علی قوس ا و عصا و یقعد قعده بین الخطبین ویجهر بالقرأة ویقنت فی الرکعة الاولیٰ قبل الرکوع**۔(وسائل الشیعہ)

ترجمہ سنئے:۔ ''یعنی جب سات آدمی جمعہ کے دن موجود ہوں (2) تو نماز جمعہ جماعت کے ساتھ پڑھیں (3) اور پیش نماز کو چاہئے کہ (4) سر پر عمامہ اور کاندھوں پر چادر اوڑھے (5) اور کسی کمان یا عصا کا سہارا لے کر کھڑا ہو (6) اور دونوں خطبوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھ جائے (7) اور قرأت جہر کے ساتھ پڑھے (8) اور پہلی رکعت میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھے۔''

اس حدیث پر مولانا کے ریمارکس بھی دیکھ لیں۔

503۔ یہ روایت بھی اس امر پر نص صریح ہے کہ (1) نماز جمعہ واجب ہے (2) اور اس کی امامت میں امام الاصل کا وجود

ضروری نہیں ہے(3) کیونکہ اس حدیث شریف میں امام جمعہ کے جوآداب امام علیہ السلام نے بیان فرمائے ہیں(4)اس سے مراد یقیناً غیر معصوم ہے(5)ورنہ اگر جمعہ امام ہی نے پڑھانا ہوتا(6)تو وہ خود آداب امامت سے واقف ہیں(7)پھران کا ذکر کرنا لغواور بے فائدہ ہوکررہ جائے گا۔''

اگر آپ نے یہ ترجمہ اورریمارکس غور سے پڑھے ہیں تو آپ نے ترجمہ کا جملہ نمبر3 ''**<u>اور پیش نماز کو چاہیئے</u>**۔''ضرور دیکھا ہوگا۔ یہ مولانا نے ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے۔اس حدیث میں پیش نماز کی لفظ کہیں موجود نہیں ہے۔مگر مولانا کا دل چاہتا ہے کہ ایسا ہوتا تو بات صاف ہوجاتی۔لیکن بات صاف نہیں ہے۔مگر مولانا والا مطلب اخذ کیا جاسکتا ہے۔مگراسکے ساتھ ہی اس میں جھگڑے کی کافی گنجائش ہے۔بات یوں شروع ہوتی ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ **اذا کانوا سبعة یوم الجمعة** ۔ جمعہ کے روز جب وہ سات ہوں۔'' سوال ہے کہ وہ کون ہیں جو سات ہوں؟ چونکہ آگے نماز کا ذکر ہورہا ہےاور باقی حدیثوں میں یہ تذکرہ ہوچکا کہ نماز مومنین یا مسلمین پر فرض ہے۔اسلئے یہ کہنا بالکل درست ہے کہ'' جب سات مومن یا مسلم ہوں۔''

مگر یاد رہے کہ یہاں حدیث کے الفاظ میں ایسا نہیں ہے کہ(یعنی یہ نہیں ہے کہ)**اذا کانوا سبعة من المسلمین یوم الجمعة** ۔ جمعہ کے روز جب مسلمانوں میں سے سات موجود ہوں۔لہٰذا ہم مان لیتے ہیں کہ اُن سات سے،سات مسلمان ہی مراد ہیں۔مگر آپ کو ماننا ہوگا کہ حدیث میں اس کیلئے الفاظ موجود نہیں،مراد لی جاسکتی ہے۔اور بہرحال ان کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔اس کے بعد کا جملہ ہے کہ **فلیصلّوا جماعة**۔پس ان(ساتوں) کو چاہیئے کہ وہ جماعت سے نماز پڑھیں۔اگر حدیث یہاں ختم ہوجاتی <u>تو ثابت یہ ہوتا کہ اس حدیث کا مقصد جماعت کی تعداد مقرر کرنا تھا۔یعنی سات سے کم پر نماز جمعہ پڑھنا لازم نہیں ہے</u>۔اور ہم خود ہی سمجھ لیتے کہ ایک شخص کو ان ساتوں میں سے پیش نماز بننا ہوگا۔یہ ہم اس حدیث سے نہ سمجھتے چونکہ اس میں یہ نہیں ہے کہ اُن میں سے ایک آدمی نماز پڑھائے یا جماعت کرائے جیسا کہ پہلی حدیث میں تھا۔''**امَّھم بعضھم یااحدٌ منھم**۔'' چنانچہ ہمارا ایسا خود ہی سمجھ لینا داخلی الفاظ کی بنا پر نہیں۔بلکہ دوسری احادیث ورسم ورواج جو ہم چاروں طرف دیکھتے ہیں اس کی مدد سے ذہن پہلے سے آمادہ ہوتا ہےاور اس طرح مراد قائم کر لی جاتی ہے۔اگرچہ اکثر اس طرح کے اختیار کردہ مفاہیم صحیح نکلتے ہیں تو بعض دفعہ اس قسم کی مراد غلط بھی نکلتی ہے۔بہرحال آگے پڑھیئے۔اس کے بعد کا جملہ ہے **<u>وَلَیَلبَس الرِّداء و العمامة</u>** <u>۔اوراُسے چاہیئے کہ وہ رداا ور عمامہ پہنے</u>۔یہ ہے وہ جملہ جس پر غور کرنا ہے۔کہ اچانک یہ واحد مذکر غائب کا ذکر کیسے آگیا؟ اگر یہ پیش نماز کے لئے آیا ہے کہ پیش نماز کو چاہیئے کہ وہ رداءاور عمامہ پہنے؟ تو یوں ہونا چاہیئے تھا کہ **ینبغی للامام اَن یلبس** ۔امام کو شایان ہے کہ وہ..........پہنے۔یا **لیلبس الامام الرداء والعمامة**۔چاہیئے کہ امام رداا ور عمامہ پہنے۔لہٰذا امام کی لفظ موجود نہیں ہے تو صرف واحد مذکر غائب کے صیغہ اوراپنے قائم شدہ تصورات کی بنا پر پیش نماز ہی مراد لیا

جائے گا۔مگر یہاں دوصورتیں اور بھی ہیں۔اوّل یہ کہ اگر یہ مجہول کا صیغہ ہوتا تو اس کے معنی ہوتے کہ چاہئے کہ رداء اور عمامہ پہنا جائے۔اور اسی طرح آنے والے تمام جملوں کا مجہول معنی یہ ہوتا کہ کمان یا عصاء پر سہارا لیا جائے یا تکیہ کیا جائے۔اور خطبوں کے درمیان ذرا دیر بیٹھا جائے۔اور قرأت بالجہر کی جائے۔اور پہلی رکعت میں رکوع سے قبل قنوت پڑھی جائے۔

نماز جمعہ کا وجوب، پیش نماز کا لباس اور نمازیوں کی تعداد

504۔ اس احتمال کے تحت پوری حدیث کا ترجمہ اِسی اصول سے دیکھئے۔''جب جمعہ کے روز سات آدمی ہوں (2) تو وہ جماعت سے نماز پڑھیں (3) اور رداء اور عمامہ پہنا جائے (4) اور قوس (کمان) یا عصا پر تکیہ کیا جائے (5) اور دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھا جائے (6) اور بلند آواز سے قرآت کی جائے (7) پہلی رکعت میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی جائے۔'' یعنی زبر و پیش وزیر کی تبدیلی سے مذکورہ معنی بالکل صحیح صحیح ہو جاتے ہیں۔اور یہ صورت ہو یا معروف والی پہلی شکل ہو۔اس حدیث میں صرف قاعدہ بیان ہو رہا ہے کہ جمعہ کو یہ لباس ہونا اچھا ہے وغیرہ وغیرہ۔ورنہ تمام مسلمان جانتے ہیں کہ نماز جمعہ میں پیش نماز کیلئے رداء وعمامہ پہننا واجب یا فرض کسی کے یہاں نہیں ہے اور چونکہ حدیث میں ہر فعل کیساتھ لام تاکید آتا ہے۔جسکی وجہ سے معنی میں لفظ ''چاہئے کہ'' بڑھایا گیا ہے۔اسلئے اگر رداء وعمامہ پہننا واجب ہے تب لیصلّوا سے نماز جمعہ کا جماعت سے پڑھنا بھی واجب ہے۔اور اگر لیلبس سے رداء وعمامہ پہننا سنت یا مستحب ہے تو نماز جمعہ بھی سنت یا مستحب ہے۔

(ب) دوسری لفظی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ لیلبس واحد فعل لیلبسوا کی جگہ لایا جائے جو جائز ہے۔لہٰذا پھر معنی یہ ہوتے جائیں گے کہ چاہئے کہ وہ رداء وعمامہ پہنیں۔اور کمان یا عصاء پر تکیہ کریں۔اور دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کریں۔اور قرآت بالجہر کریں۔اور پہلی رکعت میں رکوع سے قبل قنوت پڑھیں۔اور یہ معنی بھی قطعی صحیح ہیں۔اس سے دو باتیں نکلتی ہیں۔پہلی وہی جو مولانا کی تفہیم ہے اور اس میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی دوسری نئی بات ہے۔اور وہ یہ ہے کہ یہ حدیث پیش نمازوں کو طریقہ بتانے کے لئے ہے نہ کہ عوام کو۔یہی معنی زیادہ صحیح وموزوں معلوم ہوتے ہیں۔اس لئے کہ اس حدیث میں نماز جمعہ کا تعین نہیں ہے۔جمعہ کو جماعت سے نماز پڑھنا چاہئے کے معنی حکمیہ اور قطع کے ساتھ۔جمعہ کو جماعت کے ساتھ جمعہ کی واجب نماز پڑھو نہیں کئے جا سکتے۔ظاہر ہے کہ جمعہ کو پانچ نمازیں دوسری بھی جماعت سے ہونا ثابت ہیں۔پھر خود نماز جمعہ جماعت سے بلا خطبہ پڑھا جانا بھی ثابت ہے۔جمعہ کے دن حالت سفر میں جماعت اور خطبہ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھا جانا بھی ثابت ہے جو مستحب ہے واجب نہیں۔اور چاہئے کہ خطبوں میں بیٹھا جائے کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ یہ نماز جمعہ ہی کی خصوصیت ہے۔کسی بھی جماعت کے بعد یا پہلے پیش نماز خطبہ دے سکتا ہے۔اور دیتا ہے۔حدیث میں یہ بھی نہیں ہے کہ یہ دونوں خطبے نماز کے بعد ہوں گے یا پہلے۔اور دوسری رکعت کے قنوت کی تصریح بھی نہیں ہے۔مستثنیٰ لوگوں کا تذکرہ نہیں ہوا۔الغرض اس حدیث سے

زیادہ سے زیادہ اور مولانا کی رعایت کر کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں :۔

(1) ترتیب وترکیب نماز کا جُزئی بیان ہے (2) وجوب کا اس میں کوئی شائبہ تک نہیں ہے (3) یہاں ہر چیز سات کے اجتماع پر منحصر ہے (4) اوران ساتوں پر جمع ہونا واجب نہیں ہے (5) لہٰذا اس سے وجوبِ اجتماع اخذ کرنا ایک بچگانہ جذبہ ہے (6) اگر یہ کہا جائے کہ یہاں سات مسلمانوں کا موجود ہونا مقصود ہے (7) تو یہ ایک مضحکہ خیز قول ہوگا (8) اس لئے کہ سات آدمیوں سے کم کسی آبادی میں نہیں ہوتے ۔ چنانچہ جہاں بھی سات مسلمان ہوں وہاں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ماننا لازم آئے گا جو باطل ہے (9) پھر سات کی تعداد میں نہ عورتوں کی شرط ہے، نہ مردوں کی ، نہ بچوں کی نہ ضعیفوں کی (10) **اذا کانوا سبعة**۔ جب سات ہوں۔'' لہٰذا مولانا کے اصول پر یہ حدیث مجمل اور نا قابل استدلال ہے۔

505۔ ذرا چند ورق پلٹ کر مولانا کا قول ایک دفعہ پھر پڑھیں کہا تھا کہ۔'' جناب زرارہ وجوب جمعہ سے تو واقف تھے۔ لیکن اس کی شدت وجوب سے آگاہ نہ تھے۔'' (پیرا نمبر 476) مولانا کا یہ قول کئی دفعہ باطل ہو چکا ہے۔ اب پھر مولانا کی پیش کردہ حدیث نمبر 9 میں ملاحظہ فرمائیں کہ جناب زرارہؓ پر کتنا بڑا اتہام لگایا گیا ہے۔ خود ہی لکھتے ہیں اور محسوس تک نہیں کرتے کہ میں کیا لکھتا چلا جارہا ہوں۔؟

506۔ **جناب زرارہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نے فرمایا:۔**

صلوٰة الجمعة فريضة والاجتماع اليها مع الامام فريضة فان ترك رجل من غير علّة ثلاث جمع فقد ترك ثلاث فرائض ۔ ولا يدع ثلاث فرائض الا منافق '' (عقاب الاعمال شیخ صدوق۔ وسائل الشیعہ)

یعنی نماز جمعہ فرض ہے۔ اور پیش نماز کے پاس جمع ہوجائیں۔ (بغرض اقامہ جمعہ) فرض ہے۔ پس اگر کوئی آدمی بغیر عذر شرعی کے تین جمعے ترک کرے تو اس نے تین فرض ترک کئے اور۔ بغیر عذر کوئی شخص فرض ترک نہیں کرتا۔ مگر منافق۔'' اس حدیث کے بعد ایک جملہ لکھتے ہیں کہ:۔

۔'' یہاں بھی امام سے مراد امام جماعت ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔''

یعنی مولانا کا غالباً یہ خیال ہے کہ علماء شیعہ جہاں بھی لفظ امام آجائے وہاں امام معصوم علیہ السلام سمجھ لیتے ہیں۔ یہ صرف بد ظنی ہے۔ جب تک کسی جگہ لفظ امام سے امام معصومؑ مراد لینے کا تقاضہ خود حدیث کے الفاظ میں نہ ہو۔ ہرگز وہاں امام معصوم علیہ السلام مراد نہیں لیا جاتا۔ نہ یہاں نہ اس سے پہلی حدیث میں امام معصوم سمجھا جاسکتا ہے۔ اگر کسی عالم نے ایسا کہا یا لکھا ہو تو ہمیں اس کا نام بتایا جائے اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ ایسا شخص فقہائے شیعہ میں کوئی نہیں ہے۔

507۔ اس حدیث میں ایک ہی جملہ کہہ کر کھسک جانے کا سبب غالباً وہ خیال ہے جو حضرت زرارہ کے متعلق بہتان لگانے

والے ذہن میں رہنا چاہیئے۔آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت زرارہ نماز جمعہ کی شدتِ وجوب پر مطلع تھے۔یعنی امام محمد باقر علیہ السلام نے مدت دراز پہلے بتا دیا تھا کہ نماز جمعہ نہ صرف یہ کہ فرض ہے بلکہ اس میں جماعت کے لئے اجتماع بھی فرض ہے۔اور بلاعلّت اُسے چھوڑ دینا تین فرائض کو ترک کرنے کے برابر ہے اور یہ کام صرف منافق کا ہے۔اس اطلاع کے باوجود حضرت زرارہ کا مسلسل نماز جمعہ اور اس کے اجتماع کو ترک کیئے رہنا بھی اُن ہی کی زبانی امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے ساتھ ساتھ ثابت ہے۔اور اس دوہرے فرض کو مدت دراز تک مسلسل ترک کرنے پر امام جعفر صادق علیہ السلام کا اُنہیں منافق نہ کہنا، تارک فرض ہونے پر مذمت تو الگ اشارہ تک نہ کرنا اور پھر نماز جمعہ قائم کرنے کا حکم نہ دینا بلکہ مستحب کی حیثیت سے ترغیب دینا۔نماز جمعہ اور مذکورہ تمام احادیث کے معنی واضح کر دیتا ہے۔اور وہ یہ ہیں کہ جب تک امام عصر علیہ السلام دینی راہنمائی میں کلی مختار نہ ہوں نماز جمعہ نہ پڑھی جائے گی۔اور امام علیہ السلام کی ترغیب کے معنی بھی باقاعدہ نماز جمعہ کو قائم کر لینا نہیں ہیں بلکہ ایسے اقدامات کرنا مراد ہیں جن سے امام علیہ السلام کا یہ حق اور دیگر حقوق غلط ہاتھوں میں سے نکل جائیں اور ایک دن باقاعدہ جمعہ قائم ہو سکے۔چنانچہ اس حدیث نمبر 9 میں بھی نماز جمعہ کو خود قائم کر لینا فرض نہیں ہے۔اور چونکہ یہاں امام کے ساتھ مجتمع ہو کر نماز جمعہ نہ پڑھنے پر منافق فرمایا گیا ہے۔لہٰذا ہمارے نزدیک وہ شخص جو نماز ظہر کے ادا کرنے میں تو کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا اور نماز جمعہ کو نہیں پڑھتا اسی وقت منافق ہوسکتا ہے جب کہ یہ اجتماع امام علیہ السلام کے ساتھ فرض مانا جائے۔اور جب یہاں امام پیش نماز کے معنی میں استعمال کر لیا جائے (جس کی خود حدیث میں گنجائش رکھی گئی ہے) تو پھر یہ نفاق کا فتویٰ اُٹھ جائیگا۔اسلئے کہ نماز جمعہ نماز ظہر کے بدلے میں ہے۔خود نماز جمعہ ایک مستقل نماز نہیں ہے۔اس حدیث میں یہ کہنا بھی غور طلب ہے کہ جس نے تین جمعے ترک کئے اس نے تین فرائض ترک کئے۔اور کہا یہ تھا کہ جمعہ کی نماز فرض ہے اور اس میں جمع ہونا بھی فرض ہے اس لئے ایک جمعہ کا ترک کرنا دراصل دو فرائض کا ترک ہوتا ہے۔لہٰذا تین جمعوں کو چھوڑنا چھ فرائض کو ترک کرنے کے برابر ہے۔لہٰذا چھ فرائض کے ترک کرنے کی جگہ تین فرائض کا ترک فرما کر اجتماع کی فرضیت کو بیچ میں سے نکال لیا ہے۔

508۔ اسکے بعد اس حدیث میں بھی صرف وجوب کی اطلاع کا فائدہ رہ جاتا ہے وجوب کے علاوہ بیسیوں چیزوں کا بیان نہ ہونا اس حدیث کو مجمل قرار دیتا ہے۔اور مجمل سے بلا مفصل استنباط واستدلال کو منع کرنے کے باوجود اُن کا استدلال میں پیش کرنا دیدہ دلیری ہے۔پھر یہاں وجوب بھی واضح نہیں ہے۔اسلئے کسی عُذر وا ستثناء کا اشارہ تک نہیں۔اور ظاہر ہے کہ نماز جمعہ سب پر فرض وواجب نہیں ہے۔اسکے بعد اس حدیث میں امام کا پہلے سے متعین اور مشہور اور موجود ہونا شرط ہے۔اگر یہاں ہر پیش نماز مراد لے لیا جائے تو یہ کلام کلامِ عبث ہو کر رہ جائے گا۔سب سے بُری بات یہ ہے کہ حضرت زرارہ امام معصوم علیہ السلام کے موجود ہوتے ہوئے بھی اس قسم کی احادیث سے (بلاکسی خوف واندیشہ کے بھی) وجوب نہیں سمجھتے تھے۔اور وہی سمجھ صحیح ہے۔

509۔ کافی دیر سے مولانا نے صرف ایک طرف توجہ دیکر باقی خطرات سے لاپرواہی اختیار کر لی ہے۔توجہ اس طرف ہے کہ ہر وہ حدیث لائی جائے جس میں لفظ امام آیا ہو مگر اسکے معنی کو مشکوک کرنے کی گنجائش ہو۔وہ اپنی کوشش میں ایک حدیث لاتے ہیں جس میں لفظ امام آیا ہے۔اور یہاں اس کے معنی بالکل بلا خدشہ پیش نماز ہیں۔لیکن حدیث ایسی لے آئے جس سے مولانا کا سارا کاروبار و مدعیٰ بالکل باطل ہو کر رہ گیا۔اور یہ غلطی بھی کی ہے کہ کافی سے حدیث لے آئے حدیث ملاحظہ ہو:۔

تنہا انسان کی فرادیٰ نماز جمعہ اور حالات کی پیچیدگی و سنگینی کی صورت میں اقدامات

510۔ سماعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا:۔کہ بروز جمعہ نماز جمعہ کس طرح پڑھنی ہے؟ فرمایا جو شخص پیش نماز کے ہمراہ پڑھے تو دو رکعت (جمعہ) پڑھے اور جو شخص تنہا پڑھے وہ چار رکعت بمنزلہ ظہر پڑھے گا۔''

عن الصلوٰة يوم الجمعة .قال : امّا مع الامام فر كعتان .وامّا من يصلّى وحده فهو اربع ركعات .بمنزله الظهر (فروع كافی)

یہ حدیث لکھ کر کچھ گوہر افشانی کی ہے وہ بھی سُن لیں:۔

511۔ ''اس روایت میں وارد شدہ لفظ ''امام'' سے مراد امام جماعت ہی ہے۔کیونکہ جمعہ بغیر جماعت کے ہو نہیں سکتا۔اور اس امر کا ایک روشن ثبوت حدیث میں بعد والا فقرہ وامّا من يصلّى وحده کہ جو تنہا پڑھے۔امام کے ساتھ پڑھنے کے بالمقابل تنہا پڑھنے کا ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ امام سے مراد امام جماعت ہے۔پس ہر دو حدیثیں بھی علی الاطلاق نماز جمعہ کے وجوب عینی پر دلالت کرتی ہیں۔''

512۔ آپ نے دیکھا کہ مولانا کس بُری طرح امام جماعت کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔اُن کو معلوم ہے کہ اِن احادیث زیرِ نظر سے کسی نے امام معصوم علیہ السلام مراد نہیں لیا۔جن احادیث سے ہم امام علیہ السلام مراد لیتے ہیں وہ وہ احادیث ہیں کہ وہاں کوئی پیش نماز سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔لہٰذا ہم نے مان لیا کہ یہاں واقعی پیش نماز مراد لیا جا سکتا ہے۔یاد رہے کہ یہ قطعی ضروری نہیں ہے۔اس لئے کہ امام علیہ السلام کے ساتھ بھی دو ہی رکعات پڑھی جائیں گی۔اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی امام جمعہ کے ساتھ نماز جمعہ دو رکعتیں ہوتی ہیں۔اس حدیث سے صرف پیش نماز سمجھنا اور امام علیہ السلام کو قطعاً اس سے خارج کر دینا مولانا ہی کو زیب دیتا ہے۔کہنا یہ چاہئے تھا کہ یہاں امام معصومؑ مخصوص نہیں ہے۔ہر وہ پیش نماز اس میں داخل ہے۔جس کے پاس جمعہ کی نماز کا اجازہ (اجازت) ہو۔

513۔ اس حدیث میں اگر سوال وہی ہے جو مولانا سمجھے ہیں تو جواب بالکل غلط ہے۔ورنہ مولانا غلط سمجھے ہیں۔اس لئے کہ مولانا کے قائم کردہ سوال کے جواب میں تعداد رکعات نہیں آسکتیں بلکہ طریقہ نماز بیان ہونا چاہئے تھا۔''کس طرح پڑھنا

چاہیئے ؟کے جواب میں تعداد رکعات نہیں آسکتی۔''اس کے علاوہ اس حدیث کو پڑھ کر پھر لکھ کر بھی یہ کہنا کہ۔''پس ہر دو حدیثیں بھی علی الاطلاق نماز جمعہ کے وجوب عینی پر دلالت کرتی ہیں۔'' کمال ہے۔اس لئے کہ اس حدیث میں کہیں وجوب کا اشارہ تک نہیں بلکہ واضح الفاظ میں تنہا نماز جمعہ پڑھنے پر دلیل قائم ہوتی ہے۔ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ فرمایا جاتا کہ نماز جمعہ تنہا ہوتی ہی نہیں جیسا کہ مولانا نے امام محمد باقر علیہ السلام کے خلاف علی الاعلان لکھ دیا۔یعنی امامؑ نے فرمایا کہ جو تنہا پڑھے تو وہ جمعہ کی چار رکعات پڑھے اور یہ بات کافی ہے تنہا انسان کے نماز جمعہ پڑھنے کے لئے۔پھر امام جماعت جمعہ اور نماز جمعہ با جماعت کے بالمقابل یہ کہہ کر نماز جمعہ کی شدت کو ختم کر دیا گیا۔لہٰذا بات یہ ہوئی کہ جو شخص امام کے ساتھ پڑھے وہ دو رکعت ورنہ چار رکعت ہیں۔یہاں جماعت کے باوجود بالکل تنہا آدمی نماز جمعہ پڑھنے کا مجاز ثابت ہے۔اور اس سے قیام جمعہ یا فضائل جمعہ اور بھی واضح ہو گئے۔یعنی احادیث میں جہاں جہاں صرف لفظ جمعہ بلا کسی وضاحت کے آیا ہے۔وہاں جمعہ کی فرادیٰ نماز بھی مراد لی جاسکتی ہے۔جس طرح جمعہ کی بلا خطبہ نماز جمعہ مراد لی جانا دکھایا جاچکا(ہم یہ چیز بڑے اطمینان بخش حدود تک آپ کے رُوبرو لا نا طے کئے ہوئے ہیں)۔

514۔ سب سے آخری بات یہ سنئے کہ مولانا نے فروع کافی سے اس حدیث کو پورا نہیں لکھا۔نہ کوئی ایسا اشارہ کیا کہ جس سے معلوم ہو جاتا۔لہٰذا ہم مولانا کا ترک کردہ حصہ فروع کافی (**باب تهيئة الامام للجمعة وخطبته والانصات**) سے لکھتے ہیں۔امام علیہ السلام نے یہ فرما کر کہ نماز جمعہ امام کے ساتھ دو رکعت؛ تنہا پڑھنے والے کے لئے ظہر کی طرح چار رکعتیں ہیں۔''یعنی **اذا كان امامٌ يخطب فامّا اذا لم يكن امام يخطب فهي اربع ركعات وان صلّوا جماعة**۔''

یہ جملہ باقی ماندہ حدیث کی وضاحت کرتا ہے۔جسے صاف الگ کر دیا اس لئے کہ اس سے مولانا کا مدعیٰ بالکل تباہ ہو جاتا ہے۔اس جملہ نے بتایا کہ جب خطبہ دینے والا امام موجود ہو تب نماز جمعہ میں دو رکعتیں ہیں ورنہ اگر خطبہ دینے والا امام نہ ہو تو پھر چار رکعات ہیں خواہ تنہا پڑھے،خواہ جماعت سے نماز جمعہ پڑھیں۔بتایئے اور مولانا کو سمجھایئے کہ سرکار نماز جمعہ تنہا بھی ہوتی ہے۔بلا خطبہ جماعت سے بھی ہوتی ہے۔اور اس کا پیش نماز ہر پیش نماز نہیں ہوتا بلکہ صاحب خطبہ پیش نماز لازم ہے۔ورنہ تنہا یا جماعت سے چار رکعات پڑھی جائے گی۔مولانا کی آخری حدیث ملاحظہ ہو ارشاد ہے:۔

515۔بارھویں حدیث لکھتے ہیں''عبدالملک جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔

مثلکَ يهلک ولم يصل فريضة فرضها الله .قلت كيف اصنع قال .صلوا جماعة يعنى صلٰوة الجمعة

(وسائل الشیعہ)(1)یعنی کس قدر افسوس کی بات ہے کہ(2)تجھ ایسا آدمی مر جائے(3)اور اس فریضہ کو نہ پڑھے(4)جسے خلاق عالم نے فرض کیا ہے(5)عبدالملک کہتے ہیں کہ(6)میں نے عرض کیا کہ(7)میرے آقا!(8)میں کیا کروں

(9) فرمایا جماعت کے ساتھ پڑھو (10) جناب کی مراد نماز جمعہ تھی۔'' اب مولانا کے ریمارکس دیکھئے۔

516۔ ''چونکہ عبدالملک اور اس کے ساتھی کوفہ میں نماز جمعہ نہیں پڑھتے تھے۔ اس لئے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اُنہیں اس کے پڑھنے کی تاکید فرمائی۔ اور اسکے ترک پر زجر و توبیخ اور واضح فرمایا۔ کہ جمعہ ہرگز ساقط نہیں ہوسکتا۔ نیز امام علیہ السلام نے اسکی امامت کے لئے کسی مخصوص شخص کو نامزد بھی نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مومن عادل پڑھا سکتا ہے۔''

517۔ سب سے پہلے جھوٹ بولنے والوں پر لعنت بھیج کر ثواب لیجئے۔ اگر ہم اس حدیث سے وہی کچھ سمجھ لیں جو مولانا سمجھے تو سب سے پہلے یہ ماننا ہوگا کہ اُس وقت کوفہ میں تمام مومنین شیعہ جان بوجھ کر نماز جمعہ کو ترک کر رہے تھے۔ اور سب کے سب منافق تھے۔ اس لئے کہ تین جمعے ترک کرنے والا بقول مولانا منافق ہے۔ دوسرے مولانا کو جھٹلانا پڑے گا اس لئے کہ عبدالملک کو یہ تاکید خود نماز جمعہ کے لئے اجازت ماننا لازم ہے۔ لہٰذا مولانا کے قلم سے ثابت ہوا کہ امام کی اجازت کے بغیر نماز جمعہ نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ اُن کو اجازت و تاکید دونوں حاصل ہوگئیں۔ اور ثابت ہوگیا کہ امام علیہ السلام جمعہ کی نماز کی اجازت صرف ایسے شخص کو دے سکتے ہیں جو جناب عبدالملک ایسا مومن ہو، نہ کہ ہر پیش نماز کو کوئی بھی مجتہد اجازت دے سکتا ہو۔ پھر اسی جگہ یہ دیکھنا ہوگا کہ حضرت زرارہ بھی بقول مولانا کوفہ کے رہنے والے تھے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ بھی جناب امام محمد باقر علیہ السلام کے صحابی خاص تھے۔ چنانچہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ عبدالملک والا حکم حضرت زرارہ تک نہ پہنچا ہو۔ ہم تو یہ کہیں گے کہ عبدالملک نے کوفہ کے ہر ہر مومن کو یہ حکم بطور فرض پہنچایا ہوگا۔ لہٰذا مولانا کے اس الہامی انکشاف سے یہ بھی ماننا ہوگا کہ جناب زرارہ اور کوفہ کے تمام باشندے امام محمد باقر علیہ السلام کے اس حکم کے بعد بھی نماز جمعہ کو برابر ترک کرتے چلے آتے تھے۔ اور اُن سب پر مولانا کا فتویٰ بدستور چلتا ہے۔

518۔ ہم یہ سب کچھ اس لئے ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ اوّل تو اس موجودہ حدیث میں وہ سب کچھ ہے نہیں جو مولانا نے سمجھا ہے۔ اسی لئے ہم نے اس کو الہامی کہہ دیا ہے۔ دوسرے حضرت زرارہ و حضرت عبدالملک اور دیگر صحابہ، آئمہ علیہم السلام کی احادیث کو کم از کم مولانا سے بہتر سمجھتے تھے۔ اور مولانا سے ہزار درجہ زیادہ دیانت دار اور آئمہؑ کے فرمانبردار تھے۔ مولانا کے ترجمہ پر ایک نظر پھر ڈالیں۔ (پیرا نمبر 515) اور دیکھیں کہ اس میں پہلا جملہ مولانا کی اپنی ایجاد ہے۔ اس کے لئے حدیث میں کوئی جملہ موجود نہیں ہے جس کا یہ ترجمہ ہو۔ پھر جملہ نمبر 7 بھی خود تراشیدہ احترام ہے۔ حدیث میں ایسا نہیں ہے۔ اب ہم لفظ بلفظ ترجمہ آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

''مِثْلُکَ یَهْلَکُ۔ تیری مثل ایک شخص مرتا ہے۔ یا مرے گا یا مرے؛ اور

لَمْ یصلّ فریضة فرضها الله۔ نہ پڑھا ہو اس نے ایسے فرض کو جو اللہ نے فرض کیا ہے۔''

یہاں تک اگر امامؑ نے یہ فرمایا ہے کہ:۔

۔''تم نے آج تک نماز جمعہ نہیں پڑھی یا تم نے آج تک اللہ کا فرض کیا ہوا جمعہ ترک رکھا ہے۔''

تو اس مفہوم کیلئے مندرجہ بالا حدیث میں الفاظ نہیں ہیں۔دوسرے اگر یہی مفہوم مان لیا جائے تو یہ بھی ماننا ہوگا کہ حضرت عبدالملک کو نماز جمعہ کی فضیلت یا وجوب معلوم نہ تھا اور یہ لاعلمی ہرگز ان سے ممکن نہیں ہے۔اگر یہی مفہوم تھا کہ وہ لاعلم تھے تو مولانا کا جملہ'' کس قدر افسوس کی بات ہے '' سراسر غلط ہے۔اسلئے کہ جس کو علم ہی نہیں ہے اس پر افسوس نہیں کیا جا سکتا اور اگر افسوس کیا جائے گا تو یہ نہ کہا جائے گا جو مولانا نے کہا بلکہ یہ کہیں گے کہ:۔''افسوس ہے کہ میرے صحابی ہو کر یہ نہیں جانتے کہ نماز جمعہ کو اللہ نے فرض کیا ہے۔'' پھر حضرت عبدالملک کو یہ سمجھ کر کہ مجھے نماز جمعہ کے ترک پر زجر وتوبیخ ہو رہی ہے خود سمجھ لینا چاہئے تھا کہ مجھے نماز جمعہ پڑھنا چاہئے۔یہ سوال کیوں کیا کہ''کیف اَصْنَعُ '' میں کیا کاریگری کروں۔یا میں کیا صنعت گری کروں یا میں کیا ترکیب کروں۔اُنہوں نے کیف اَفْعَلُ مَیں کیا کروں نہیں کہا۔بلکہ کیف اَصْنَعُ کہا ہے۔صنعت وصانع روزمرہ بولے جانے والے الفاظ ہیں۔اگر واقعی یہ دریافت کیا ہے کہ میں کیا کروں۔تو گویا اُنہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ جمعہ کی نماز جماعت سے ہوتی ہے۔میں کیا کروں؟ پر تو اُنہیں مزید ڈانٹ پڑنا چاہئے تھی کہ رسولؐ اللہ، علیؑ مرتضٰی، امام حسنؑ وامام حسین وامام زین العابدین علیھم السلام اور چاروں طرف دیگر مفتی وقاضی اور عوام میں نماز جمعہ کا وجوب۔اور دیگر شرائط بیان ہوتے چلے آرہے ہیں اور تم اب تک یہ بھی نہیں جانتے کہ نماز جمعہ کے فرض کو ادا کرنے کیلئے کیا کروں؟ اور مجھے بتانا پڑتا ہے کہ تم جماعت کے ساتھ نماز جمعہ پڑھا کرو۔آئمہؑ کے صحابہ کرام اور خصوصاً حضرات زرارہ وعبدالملک ایسے جلیل القدر محافظین مذہبِ اہلبیتؑ کیلئے مولانا کے اس قسم کے تصورات اساس وبنیاد مذہب اسلام کو ہلا دینے اور اعتبار مذہب کو تباہ کر دینے کے مترادف ہیں۔لہٰذا ہم اُن تمام تصورات اور اس ساری تفہیم کا کھلا ہوا انکار کرتے ہیں۔مولانا ایک سانس میں کہتے ہیں کہ آئمہ واصحاب اطیاب نے بر بنائے جبر وخوف وتقیہ جمعہ کو ترک رکھا۔اُسی سانس میں یہ بھی کہہ گذرتے ہیں کہ کوفہ میں امام محمد باقر علیہ السلام وعبدالملک کے زمانہ میں نماز جمعہ پڑھنے کیلئے کوئی خوف وخطرہ نہ تھا۔اور یہ صحابہ ودیگر اہل کوفہ کے مومنین جان بوجھ کر نماز جمعہ ادا نہ کرتے تھے۔دوسرے الفاظ میں وہ (معاذ اللہ) امام علیہ السلام کو ملزم گردانتے ہیں کہ اُنہوںؑ نے اہل کوفہ کو اس حال میں برابر دیکھا اور تنبیہ و تاکید نہ کی۔چنانچہ یہ تمام خالص بکواس ہے اور یہ سب کچھ اس حدیث کے سر چپکانا ناممکن ہے۔البتہ امامؑ نے صرف یہ فرمایا ہے کہ تم یہ جانتے ہو کہ نماز جمعہ کو خدا نے فرض کیا ہے اور تمہیں نماز جمعہ باقاعدہ خطبوں کیساتھ علی الاعلان ادا کرنا چاہئے۔منافق کو منافق کہنا ہے۔حقیقی خلفاء کے ناموں کا اعلان کرنا ہے۔باطل کو اس مقام سے علیحدہ کرنا ہے۔اس تمام مفہوم کو سمیٹ کر جناب عبدالملک کے سامنے رکھ دیا، چہرہ سامنے تھا، تاثرات عبدالملک دیکھ رہے تھے، مشکلات اور احکام سامنے تھے۔اسلئے عرض کیا

کہ مجھے کیا ترکیب کرنا چاہئے ؟ جواب ملا جماعت سے پڑھنے کو مطمع نظر رکھ کر اقدامات کرو۔ ظاہر ہے کہ سب کے سامنے میدان میں بات کہنا اور اتنی خطرناک بات دوسرے ذہن میں پہنچا دینا، ساتھ ہی باطل کی گرفت سے محفوظ رہ جانا، یہ سب کچھ فرائض یا مسائل کے عام بیان میں سمجھا دینا صرف معصوم علیہ السلام کا حصہ ہے۔ یہی سبب ہے کہ فرمایا گیا کہ ہماری حدیث کو یا ایک نبیؐ مرسل سمجھ سکتا ہے یا ایک ایسا مومن قلب اصل مقصد تک پہنچ سکتا ہے جسکے ایمان کی آزمائش ہو چکی ہو۔

519۔ چنانچہ حدیث مذکورہ بالا میں جناب عبدالملک بطور تمثیل مخاطب ہیں۔ نہ واقعتاً۔ اُن کو بتایا جارہا ہے کہ تیرے ایسے بلند مرتبہ کا انسان فرائض خداوندی کو ادا کئے بغیر کیسے مرسکتا ہے۔ عبدالملک سمجھ گئے موجودہ حالات کی پیچیدگی و سنگینی۔ حکومتِ باطل کا انتظام وتشدّد اِدھر امامؑ کے سامنے ہے اُدھر عبدالملک آگاہ ہیں۔ ایسے عالم میں یہ جملہ خاص معنی رکھتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ میں کیا ترکیب کروں۔ جواب صرف اس قدر ہے کہ تم جماعت سے پڑھو۔ لیکن صورت حال کا تقاضہ ہے کہ اس کے معنی انتہائی مقصد بتا کر متعلقات کو تیزی سے نافذ کرنے کا تقاضہ ہوں؟ جیسے کہ کہا جاتا تھا کہ انگریزوں کو نکال باہر کرو۔ یا ہم تم سے کلائی مروڑ کر آزادی حاصل کریں گے۔ مطلب یہ نہ تھا کہ واقعی ڈنڈا لے کر اُن کو ہانکنا شروع کر دیا جائیگا۔ یا ہر انگریز کے ساتھ پنجہ کر کے اس کی کلائی مروڑی جائے گی۔ بلکہ منشاء یہ تھا ہم آہستہ آہستہ تمہارے ہاتھوں سے اقتدار نکال لیں گے اور تم خود اس سرزمین پر زمین کو تنگ دیکھو گے۔ چنانچہ صلّو اجماعة کے حقیقی معنی بڑے خطرناک ہیں۔

اُس پُر آشوب زمانہ میں ہرگز امامؑ کا منشاء یہ نہیں ہوسکتا کہ کوفہ میں جا کر یا ابھی یہیں میرے گھر میں باقاعدہ اذان دو اور ہمارے نام کا خطبہ جاری کرو۔ اہل باطل کے منافقانہ نظام کا خطبوں میں پردہ فاش کرو۔ ایسا سمجھنا صرف ایک احمق مُلاّ ہی کے لئے ممکن ہے ورنہ ہر عقل مند شخص اصل مطلب تک پہنچ جائے گا۔ اور اُسے بلند ترین مقصد سمجھ کر اس کے حصول کے متعلقات میں سرعت و تیز قدمی اختیار کرے گا۔ ایسی باتیں روزانہ کی زبان میں بولی جاتی ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ بڑی پیاس لگی ہے۔ مطلب اطلاع دینا نہیں ہے نہ جادو کے ذریعہ پیاس بجھانا ہے بلکہ یہ انتہائی صورت حال ہے جو مقصد کو خود واضح کرتی ہے۔ لہٰذا اسی جملہ کا مطلب یہ ہے کہ مجھے جلد پانی پلائیے۔ پانی کھولتا ہوا نہ ہو، ٹھنڈا ہو وغیرہ وغیرہ۔ کہا گیا کہ دُنیا کی سیر کرو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ بس گھر سے نکل پڑو۔ یہ انتہائی مقصد ہے۔ اس کے حصول کے لئے متعلقات فراہم کرنے ہوں گے۔ صلوا اجماعة کے معنی جماعت سے پڑھو اُس وقت ہوں گے جب جمعہ کا دن اور وقت ہو۔ موانع موجود نہ ہوں وغیرہ وغیرہ۔ یہاں مولانا کا عنوان ختم ہو گیا۔

غسل جمعہ۔ احادیث میں واجب اور فرض کے الفاظ کو مستحب سمجھا جانا

520۔ ہم نے عرض کیا ہے کہ نماز جمعہ بلا خطبہ جماعت سے بھی ہوتی ہے۔ مولانا کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ اُس نماز جمعہ کی

بات نہیں ہے۔ رہ گیا لفظ فرض تو ہم دکھائیں گے کہ مولانا فرض کو جب دل چاہے مستحب قرار دے دیتے ہیں۔ سُنئے کہ جمعہ کے لئے غسل کی کیا پوزیشن ہے۔

(الف) فروع کافی میں ایک باب وجوب الغسل یوم الجمعة یعنی وہ باب جس میں غسلِ جمعہ کا وجوب ہے۔ اور یہ باب **کتاب الطھارۃ** میں ہے۔ جناب عبداللہ بن مغیرہ جناب ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ۔ **سألته عن الغسل یوم الجمعة فقال: وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ ذَکَرٍ واُنْثٰی عبدًا وحُرٌّ** ۔ میں نے اُن حضرتؑ سے غسل جمعہ کے متعلق سوال کیا۔ فرمایا کہ واجب ہے تمام مردوں اور عورتوں پر آزاد و غلام پر'' بعینہ یہی الفاظ محمد بن عبداللہ نے بیان کئے۔ چنانچہ کہا کہ:۔

(ب) **سألت الرضا علیه السلام عن غسل یوم الجمعة فقال: واجب علٰی کل ذکر و اُنثیٰ عبد أوحرّ** ۔ میں نے جناب رضا علیہ السلام سے غسل جمعہ کیلئے سوال کیا تو فرمایا کہ تمام مَردوں عورتوں آزاد و غلام پر واجب ہے۔ (باب ایضاً)

521۔ ان دونوں احادیث میں نہایت واضح اور شاندار الفاظ میں غسل جمعہ کو واجب فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا جو حضرات صرف لفظ واجب و فرض کو دیکھ کر کسی حکم کو واجب اور فرض سمجھ لیتے ہیں اور ان الفاظ سے واجب ہونے اور یا فرض ہونے پر دلیل دیا کرتے ہیں اُن کے لئے یہ دونوں حدیثیں واجب ماننے کے لئے کافی ہیں۔ لیکن تمام شیعہ و غیر شیعہ فقہاء نے جمعہ کے دن غسل کو سنت و مستحب سمجھا ہے اس لئے کہ احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ:۔

(ج) **لا تدع الغسل یوم الجمعة فَاِنَّهٗ سُنَّةٌ** ۔ اسی حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں'' **الغسل واجب یوم الجمعة** (فروع کافی کتاب الصلاۃ باب ا لتزیّن یوم الجمعة)'' جمعہ کے دن کے غسل کو نہ چھوڑو یقیناً وہ سنت ہے'' اور یہ بھی کہ'' جمعہ کے دن کا غسل واجب ہے'' اس حدیث نے غسل جمعہ کو سنت اور واجب دونوں قرار دیا ہے۔ اب ایک حدیث بلا لفظ واجب یا فرض کے بھی ملاحظہ ہو امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

(د) **الغسل یوم الجمعة علی الرّجال والنساء فی الحضر . وعلی الرجال فی السفر ولیس علی النساء فی السفر. وفی روایة اُخریٰ أَنَّهٗ رَخَّصَ للنساءِ فی السفر لقلة الماء .**

۔'' حالت قیام میں جمعہ کے دن کا غسل مردوں اور عورتوں پر لازم ہے۔ مگر سفر میں صرف مردوں پر لازم ہے۔ عورتوں پر نہیں۔ ایک دوسری روایت میں فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے عورتوں کو اس لئے معاف کر دیا کہ سفر میں پانی کی قلت ہوتی ہے۔'' (فروع کافی کتاب الطھارۃ **باب وجوب الغسل یوم الجمعة**)

یہاں معلوم ہو گیا کہ پانی کی قلت غسل جمعہ سے معاف کرا کر غسل کو ساقط کر دیتی ہے۔ بس اسکے بعد ایک استثناء اور ملاحظہ ہو:۔

(ہ) امام جعفر صادق علیہ السلام سے کتاب الصلاۃ باب التزین یوم الجمعۃ میں آخر پر روایت ہے کہ:۔

لا بدّ من غسل یوم الجمعة فی الحضر والسفر فمن لنسی فلیعد من الغد؛وروی فیه رخصة للعلیل.
جمعہ کے دن کا غسل سفر اور حالت قیام میں لازم ہے جو بھول جائے اُسے اگلے روز غسل کرنا ہوگا۔ یہ بھی روایت ہے کہ بیمار کو اس غسل سے معاف کیا گیا ہے۔

522۔ بس جناب کافی سے غسل جمعہ کی پوزیشن صرف اسی قدر ہے کہ ان احادیث سے جو نتیجہ قانونی برآمد ہوسکتا ہے وہ اسی قدر ہے کہ جمعہ کے دن کا غسل بہرحال مردوں عورتوں آزاد وغلام پر واجب ہے سوائے اس کے کہ پانی نہ ہو یا کوئی بیمار ہو۔ یہ ہماری حدیث کی سب سے معتبر اور پہلی کتاب میں ہے۔ اس کے بعد دوسری کتاب **من لا یحضرہ الفقیہ کتاب الصلٰوۃ باب غسل یوم الجمعة** دیکھئے۔ اس باب کے نام کا فرق کافی کے مقابلہ میں ملاحظہ ہو۔ وہاں باب میں وجوب کی احادیث لانا ضروری تھا۔ یہاں واجب وسنت دونوں میں سے کسی کا تذکرہ اس نام میں نہیں ہوا بلکہ صرف جمعہ کے غسل کا باب نام رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد یہ دیکھیں کہ حضرت صدوق علیہ الرحمۃ نے جمعہ کے غسل کے لئے پہلی حدیث وہی لکھی ہے جو آپ نے (د) میں ملاحظہ کی تھی۔ پھر ”۔**وغسل یوم الجمعة سنة واجبة ویجوز من وقت طلوع الفجر یوم الجمعة اِلٰی قرب الزوال وافضل ذلک ما قرب من الزوال۔**“ ”یعنی جمعہ کے دن کا غسل واجب سنت ہے اور جائز ہے کہ صبح ہونے سے لے کر زوال کے وقت تک کرلیا جائے۔ اس میں افضل وہ ہے جو زوال کے قریب تر ہو۔“

یہاں غسل ایک ایسی سنت ہوا جو واجب ہو۔ اسی حدیث کو اُنہوں نے کتاب الصلاۃ باب وجوب الجمعہ میں دوہرایا ہے۔ اس زیادتی کے ساتھ کہ اس غسل کی ابتدا وضو سے کرنا چاہئے۔ یہاں تک غسل جمعہ کو کھل کر سنت قرار نہیں دیا گیا۔

523۔ اب ہمارے تیسرے محدث جناب طوسی علیہ الرحمۃ کی کتاب الاستبصار کا نمبر آتا ہے۔ یہاں کتاب الطہارۃ میں ایک باب ہے جس کا نام ہے۔ **باب الاغسال المسنونة** (سُنت غسلوں کا باب) ظاہر ہے کہ اس میں جو غسل آئیں گے وہ سنت ہوں گے۔ چنانچہ پہلی حدیث میں ابوالحسن علیہ السلام سے علی بن یقطین روایت کرتے ہیں کہ:۔

سألت أبا الحسن علیه السلام عن الغسل فی الجمعة والاضحی والفطر قال .سنة لیس بفریضة ۔
میں نے جمعہ، بقرعید اور عیدالفطر کے غسلوں کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ سنت ہے فرض نہیں۔ اس سے اگلی حدیث میں بھی سنت بتایا گیا اور پھر سردی کی شرط سے سنت کو ساقط کردیا گیا۔ تیسری حدیث میں غسل جمعہ وعیدین کو پھر سنة فرمایا گیا ہے۔ ان تینوں حدیثوں کو لکھ کر جناب طوسی علیہ الرحمہ نے نوٹ دیا ہے کہ:۔ ”**فأمَّا مَا رُوِیَ من أن غسل الجمعة واجب و اُطلق علیه لفظ الوجوب فالمعنی فیه تاکید السنّة وشدّت الاستحباب فیه.وذلک یعبر بلفظ الوجوب۔**
یعنی رہا یہ کہ وہ جو غسل جمعہ کے واجب ہونے کی روایات ہیں اور اُس پر لفظ وجوب کا اطلاق ہوا ہے۔ اس کے معنی یہ

ہیں کہ غسل جمعہ سنت موکدہ ہے اور مستحب ہونے کو شدت سے بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس لفظ وجوب کی تعبیر یہ ہے۔''

یہ لکھ کر اب شیخ طوسی علیہ الرحمہ واجب ہونے کی وہ حدیثیں نقل فرماتے ہیں جو ہم نے پیش کی ہیں بلکہ اور زیادہ شدت سے وجوب کی احادیث لائے مگر اُن سے غسل جمعہ کو مستحب اور سنت ہی سمجھا۔

نماز جمعہ میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقون نہ پڑھی جائے تو نماز جمعہ نہیں ہوتی

524۔ مولانا کی پیش کردہ احادیث میں جمعہ کے لئے واجب اور فرض کی لفظیں آئیں اور غسل جمعہ کے مقابلہ میں شاندار الفاظ تھے نہ واضح بیان تھا نہ وسعت وجوب تھی۔ یعنی ہر مرد وعورت و آزاد و غلام پر واجب، اتنی وسعت نہ تھی۔ پھر نماز جمعہ کی قضا تو کہیں بھی نہیں لیکن غسل جمعہ نہ کرنے اور بھول جانے پر دوبارہ غسل کرنے اور اعادہ نماز کرنے کا حکم دیا گیا۔ اعادہ نماز کی احادیث لانے سے پہلے آپ سے معلوم کرنا ہے کہ کیا آپ غسل جمعہ کو واجب نہیں سمجھتے؟ ظاہر ہے کہ جناب مولانا معہ دیگر فقہاء اسلام کے غسل جمعہ کو واجب اور فرض نہیں سمجھتے۔ یہاں یہ سوال از خود اُٹھتا ہے کہ سرکار!! جب وجوب غسل جمعہ کی ایسی واضح احادیث آپ کے رُوبرو موجود ہیں کہ جن سے زیادہ وضاحت نماز جمعہ کی احادیث میں بھی موجود نہیں تو پھر آپ نے اور تمام فقہاء نے واجب اور فرض کے الفاظ موجود ہوتے ہوئے تاکیدات ملاحظہ فرماتے ہوئے بھی غسل جمعہ کو واجب وفرض نہ مانا تو جو آپ کا عذر ہے بالکل وہی عذر اُن علماء وفقہاء کی طرف سے کیوں قبول نہیں؟ جو نماز جمعہ کے واجب نہ ہونے پر آپ سے قوی ادلّہ و براہین پیش کرتے اور اُسے مشروط قرار دیتے ہیں؟ یہاں ناظریں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ کسی حدیث میں لفظ واجب یا فرض کا موجود ہونا فقہاء کو واجب وفرض ماننے پر مجبور نہیں کرتا۔ بلکہ اُن کے کچھ اپنے متعین کردہ اصول ہیں جن کی روشنی میں اللہ، رسوؐل اور آئمہؑ کا واجب وفرض سنت وغیرہ بن جاتا ہے۔ لیکن حقیقی فقہاء کی شان ہمیشہ سے یہ رہتی چلی آئی ہے کہ وہ اللہ ورسوؐل وآئمہؑ کے الفاظ کی پوری پوری تعمیل وتوقیر کو اپنا نصب العین سمجھتے رہے ہیں اور ہرگز واجب کو سُنت اور سنت کو واجب قرار نہیں دیتے۔ اس لئے کہ حلال محمدؐ قیامت تک حلال ہے۔ حرام قیامت تک حرام ہے۔ شرع کے قوانین میں نہ اختلاف ہے نہ تغیر و تبدل ہوسکتا ہے البتہ اس کو سمجھنے کے لئے علم وعقل کی ضرورت ہے۔ علم وعقل کی کمی سے اختلاف وتضادات کا پیدا ہونا لازم ہے۔ بہرحال مولانا کا ایسی احادیث لانا جن میں جمعہ کو واجب یا فرض قرار دیا گیا تھا کافی نہیں اسلئے کہ وہ خود اِن دونوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور ان کی موجودگی میں غسلِ جمعہ کو واجب نہیں مانتے۔

525۔ ایک دوسری صورت ملاحظہ ہو کہ وہ نماز جمعہ جو حقیقتاً واجب ہے اس میں جہاں جمعہ کے دن غسل واجب ہے وہاں وہ عورتوں مردوں اور مسافروں پر بھی واجب ہے۔ اور اس میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون کا پڑھنا بھی واجب ولازم ہے۔ مگر جس ترکیب سے واجب ولازم وفرض کا انکار کیا جاتا ہے وہ نماز جمعہ میں اِن سورتوں کی تلاوت کو بھی لازم واجب وفرض نہیں رہنے دیتی

چنانچہ آپ احادیث معصومین علیہم السلام کو دیکھیں اور ان مذکورہ سورتوں کا نماز جمعہ سے تعلق وربط اور پوزیشن ملاحظہ فرمائیں۔

(الف) سورہ جمعہ اور منافقون کے پڑھنے کا حکم ہوا۔ جناب محمد یعقوب کلینی رحمة الله علیه نے فروع کافی کتاب الصلاۃ میں ایک باب قائم کیا ہے۔(القرأة یوم الجمعة و لیلتها فی الصلوات)وہ باب جس میں جمعہ کے دن اور رات میں قرأت کا بیان'' ہے۔امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

1۔''اقرء فی لیلة الجمعة بالجمعة وسبّح اسم ربّک الاعلی وفی الفجر بسورة الجمعة وقل هو الله احد. وفی الجمعة بالجمعة و المنافقین جمعہ کی شب والی نماز میں سورۃ جمعہ اور **سبّح اسم ربک الاعلیٰ** اور جمعہ کو نماز فجر میں سورۂ جمعہ اور قل **هو الله احد** اور نماز جمعہ میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقون کی تلاوت کرو۔''

مولانا نے فرمایا تھا کہ:۔

526۔ ''چونکہ علم اصول فقہ میں یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہے کہ صیغۂ امر بلا قرینہ وجوب کے لئے ہے۔اس لئے فاسعوا کا معنی یہ ہوگا کہ نماز جمعہ کی طرف سعی کرنا واجب ہے''۔مسلسل فرمایا کہ:۔''ظاہر ہے کہ نماز کی طرف جانا اس کے پڑھنے کا مقدمہ ہے۔اور یہ امر بدیہی ہے۔کہ مقدمہ کا وجوب ذو المقدمہ کے وجوب کے بغیر متصور ہی نہیں ہوسکتا لہٰذا لازماً ماننا پڑے گا کہ نماز جمعہ واجب ولازم ہے۔''(صفحہ 43)

اسی قاعدہ،اصول اور مولانا کے مسلّمہ طریقہ پر''۔اِقْرَءْ''۔صیغہ امر ہے اور وجوب کے خلاف یہاں کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔ لہٰذا نماز جمعہ میں سورہ جمعہ اور منافقوں کا پڑھنا واجب ولازم ہے۔اور یہاں ''فاسعوا'' کی طرح کوئی مقدمہ ہے نہ اُلجھاؤ بلکہ صاف اور واضح حکم ہے جو واجب ہے۔مولانا سے کہئے کہ وہ اس واجب کو تسلیم کر کے نماز جمعہ میں سورۂ جمعہ اور سورہ منافقوں کے وجوب پر فتویٰ صادر کریں۔اس کے بعد یہ دیکھیں کہ نہ صرف صیغہ امر کی بات ہے کہ اس میں مین میخ نکال لی جائے۔بلکہ اسی باب (القرأة یوم الجمعة و لیلتها فی الصلوات) کی پہلی حدیث میں اُن ہی حضرت علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ:۔

(ب) ۔'' **لیس فی القرأ ةِ شیء موقت اِلّا الجمعة تقرءَ بالجمعة و المنافقین** ۔''

۔'' قرأت کسی خاص وقت کیلئے مخصوص نہیں ہے۔سوائے نماز جمعہ کے کہ وہ سورہ جمعہ اور سورہ منافقون کیساتھ پڑھی جائیگی۔''

527۔ لیجئے صیغہ امر بھی ہے اور اس کے ساتھ ہی نماز جمعہ کے ساتھ اُن دونوں سورتوں کو ہمیشہ کے لئے مخصوص بھی کر دیا گیا۔پھر یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اتفاق سے یہ حدیث اس باب میں لکھ دی گئی ہوگی۔ایسا نہیں ہے بلکہ جناب محمد بن یعقوب علیہ الرحمة نے اسی کتاب الصلاۃ میں جہاں تمام نمازوں میں قرأۃ القرآن کا باب قائم کیا ہے۔وہاں بھی اُنہی جناب سے یہ حدیث لکھی ہے کہ محمد بن مسلم نے سوال کیا کہ کیا نماز میں کسی چیز کی قرأت مخصوص ہے۔؟

(ج) ۔"قال: لا اِلّا الجمعة تقرأ فیها الجمعة والمنافقون۔" (فروع کافی۔کتاب الصلاۃ باب قراءۃ القرآن)
۔"فرمایا کہ نہیں۔سوائے نماز جمعہ کے اُس میں سورہ جمعہ ومنافقون پڑھی جائیں گی۔"

528۔ پھر صرف کافی ہی میں ایسا نہیں ہے بلکہ کتاب الاستبصار میں بھی یہی مذکور ہے جو آپ نے فروع کافی سے اب تک ملاحظہ کیا۔ہم صرف بطور نمونہ ایک ایک حدیث پیش کر رہے ہیں تا کہ اختصار رہے ورنہ سورہ جمعہ اور منافقون کی قرأت کو واجب قرار دینے والی احادیث کی کثرت ہے اور چند ایسی احادیث پائی جاتی ہیں جن میں مُستثنیات کی وجہ سے اس وجوب کو ہٹا لیا گیا ہے۔یعنی نماز جمعہ کو جن احادیث سے مولانا نے واجب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔اُن سے زیادہ قوی،مفصل،واضح احادیث سے اِن سورتوں کی تلاوت واجب ثابت ہوتی ہے۔یہاں تک جو احادیث اس سلسلہ میں آپ نے دیکھی ہیں وہ ہماری کتب اربعہ (چاروں حدیث کی کتابوں) میں بجنسہٖ موجود ہیں۔اِسی طرح آپ کو ایک نمونہ اُن احادیث کا دکھاتے ہیں جن میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر نماز جمعہ میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقون نہ پڑھی جائے تو نماز جمعہ نہیں ہوتی۔

(د) جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:۔ "اِنَّ اللّٰه اکرم بالجمعة المؤمنین فسنّها رسول اللّٰه صلی اللّٰـه علیه وآله بشارة لهم. والمنافقین توبیخاً للمنافقین ولا ینبغی ترکها فمن ترکها متعمدًا فلا صلاۃ له."

"بہ تحقیق اللہ نے مومنین کو سورہ جمعہ سے عزت بخشی ہے۔چنانچہ رسولؐ اللہ نے اُسے مومنین کے بشارت دینے والی سُنت بنالیا۔اور سورہ منافقون کو منافقوں کے لئے ڈانٹ ڈپٹ کیلئے تجویز کر دیا۔اور اُنہیں ترک نہ کرنا چاہئے۔چنانچہ جس نے اُنہیں عمداً (جان بوجھ کر) ترک کیا اسکی نماز نہیں ہوتی۔" (فروع کافی کتاب الصلاۃ باب القرأۃ یوم الجمعہ..)

بالکل یہی الفاظ کتاب الاستبصار میں بیان ہوئے ہیں اور وہاں اگلی حدیث یہ ہے کہ:۔

(ہ) ۔"من لم یقرأ فی الجمعة بالجمعة والمنافقین فلا جمعة له ۔جو کوئی جمعہ میں سورۂ جمعہ اور سورہ منافقون کی قرأت نہ کرے اُس کا جمعہ نہیں ہوا۔" (کتاب الاستبصار۔کتاب الصلوٰۃ باب القرأۃ فی الجمعة)

بتایئے اس سے واضح اور مفصل حدیث ایک بھی مولانا نے پیش نہیں کی پھر بھی وہ نماز جمعہ کا وجوب منوانے پر مُصر ہیں۔اُنہوں نے نماز جمعہ نہ پڑھنے والے کیلئے یہ نہیں دکھایا (نہ دکھا سکتے ہیں) کہ اس کی نماز ظہر بھی ادا یا قبول نہیں ہوتی۔لیکن ہم نے دکھایا ہے کہ نماز جمعہ میں سورہ جمعہ وسورہ منافقون واجب ہیں اور یہ کہ جو اُنہیں نہ پڑھے اُس کی نماز جمعہ نہیں ہوتی۔لہٰذا اُنہیں ماننا پڑے گا کہ یہ دونوں سورتیں پڑھنا بھی واجب ہیں اور نماز جمعہ کے وجوب والی احادیث سے زیادہ قوت کے ساتھ واجب ہیں۔لیکن مولانا معصومین علیہم السلام کی احادیث کے بالمقابل نہ غسل جمعہ کو واجب مانتے ہیں نہ سورہ جمعہ والمنافقون کو پڑھنا واجب مانیں گے۔کیوں؟ یہ ہم موزوں مقام پر پیش کرنے والے ہیں۔یہاں یہ دیکھیں کہ سورہ جمعہ اور سورہ منافقون کو نماز

جمعہ میں واجب قرار نہ دینے والی احادیث کی حیثیت ،معنی اورغرض کیا ہے۔ چنانچہ **من لا یحضرہ الفقیہ کتاب الصلاۃ** باب وجوب **الجمعة و فضلها** میں جناب امام جعفرصادق علیہ سے روایت ہے کہ:۔

(و) یقول فی الصلوۃ الجمعة :لا باس ان یقر ء فیھا بغیر الجمعة و المنافقین اذا کنت مستعجلاً ...الخ

نماز جمعہ کیلئے فرماتے تھے کہ کوئی حرج نہیں اگر نماز جمعہ میں سورہ جمعہ اورسورہ منافقون کے علاوہ کوئی اور سورتیں پڑھی جائیں جب کہ تجھے عجلت ہو۔''

جناب صدوق علیہ الرحمۃ نے جو کچھ ان رعایات سے سمجھا وہ یوں بیان کیا ہے:۔

(ز) وما روی من الرخص فی قرأ ۃ غیر الجمعة والمنافقین فی صلوۃ الظھر یوم الجمعة فھی للمریض والمستعجل والمسافر ۔ جمعہ کے دن ظہر کی نماز میں سورہ جمعہ اورسورہ منافقون کو نہ پڑھنے کی رخصت میں جو کچھ بھی روایت ہوا ہے وہ مسافر، مریض، عجلت میں مبتلا اشخاص کیلئے ہے۔'' یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ مریض مسافر اور مستعجل نماز جمعہ سے معاف ہیں۔لہٰذا اگر وہ اُن دونوں سورتوں کے پڑھنے سے بھی معاف کردئے جائیں تو نہ کوئی تعجب کا مقام ہے نہ اس دلیل سے نماز جمعہ میں ہر کسی کو دوسری سورتیں پڑھنے اور سورہ جمعہ ومنافقون کو چھوڑنے کا جواز ملتا ہے۔

احکامات کی تدریج اوراُن کے خلاف عمل درآمد کو برداشت کیا جانا

529۔ بات مکمل ہوگئی۔یعنی یہ ثابت ہوگیا کہ اگر لفظ (1) واجب۔فرض (2) صیغہ امر (3) **ینبغی۔لا ینبغی** (4) **لا صلاۃ له۔لا جمعة له** (5) تارک منافق ہے۔وغیرہ سے نماز جمعہ واجب ہے تو یقیناً غسل جمعہ اور مذکورہ سورتوں کی قرأت بھی واجب ہے۔اگر اُن سب کے باوجود غسل جمعہ اور سورہ جمعہ ومنافقون واجب نہیں ہیں تو ہرگز نماز جمعہ واجب نہیں ہوسکتی۔ یہ وہ پھندا ہے جو سر جھکانے سے ڈھیلا ہوتا ہے۔اور تن جانے سے کھنچتا اور گھونٹ کر مار ڈالتا ہے۔

اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ یہ سورہ کیوں واجب ہیں؟ سُنئے!!! اور اگر آپ واقعی شیعہ اثناءعشری ہیں تو ذرا توجہ سے سنئے اور جس قدر ہم کہیں اس سے زیادہ اپنے ایمان کی قوت سے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ اس لئے کہ ہم تخلیہ کے سوا جو چاہتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں اُن حقائق کو بھی بیان کرنے میں مختار و آزاد نہیں ہیں۔اور نماز جمعہ کے واجب نہ رہنے کی سب سے بڑی وجہ بھی یہی ہے کہ حقائق کی تلخی برداشت کرنے والوں کی کثرت نہیں ہے۔چنانچہ اس قسم کے ماحول میں ہم معصومؑ طرز بیان اور منہاج نبوی اختیار کرتے ہیں۔ بات یہاں سے شروع ہوگی کہ سرکار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے سورہ جمعہ اور سورہ منافقون کو ہفتہ میں ایک بار نماز جمعہ کے ذریعہ سے مومنین کے لئے خوشخبریوں کا ذریعہ بنانا لازم قرار دیا اور ساتھ ہی منافقین کے لئے اُن دونوں سورتوں سے زجر و توبیخ کو ہمیشہ کے لئے جاری کیا۔یعنی منافقین جو اُس زمانہ میں تھے یا بعد میں بطور جماعت جاری رہیں اُن

کی مذمت اور دیکھ بھال۔اُن سے اُمت کو آ گاہ وخبر دار رکھنا ہفتہ وار جاری کیا گیا۔اوراسی لئے نماز جمعہ کو قیامت تک کے لئے واجب وفرض کہہ کراس کی تاکیدیں فرمائی گئیں۔یہ ایک حقیقت اورامر واقعی وبدیہی ہے کہ منافقین کے ساتھ یہ عمل درآمد اُسی وقت شروع کیا جا سکتا تھا جب کہ اُن کی قوت توڑی جا چکی ہو۔اور اُنہیں صرف خفیہ ریشہ دوانیوں (Under Ground)ہی کا سہارا لینا پڑتا ہو۔یقیناً یہ زجروتوبیخ اُس انداز میں اُسوقت نہ کی جاسکتی تھی نہ کی گئی۔نہ کی جاسکتی ہے جب کہ اُنہیں اقتدار حاصل تھا یا حاصل ہو۔چنانچہ نماز جمعہ کے وجوب وقیام کا حکم اُسی وقت نافذ ہوسکتا تھا اور ہوسکتا ہے جب کہ قیام جمعہ کے تمام مبانی ومبادیات میں سعی کی جاچکی ہو اور نتیجہ میں دشمنانِ اسلام کا سرجھکا دیا گیا ہو۔یہی سبب ہے کہ نماز جمعہ روز ازل سے واجب ہوتے ہوئے ،نمازِ یومیہ روزِ ازل سے واجب ہوتے ہوئے ،شراب و جوا وغیرہ روز ازل سے حرام ہوتے ہوئے اُنکے احکامات بتدریج دیئے گئے۔اُن کے خلاف عمل درآمد کو برداشت کیا گیا حتیٰ کہ ہر چیز کے لئے موزوں ترین وقت آ گیا۔وہ لوگ جاہل ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہر حکم ہر حالت میں ہر انسان پر واجب وفرض ہے۔اُن لوگوں کو منہاج نبوتؐ پر ذرہ برابر آ گاہی حاصل نہیں ہے۔وہ تخلیق نہیں کر سکتے وہ بنی بنائی قوم وملت کو تباہ کر سکتے ہیں۔

530۔آیئے آپکو سورہ منافقون کی ایک ہلکی پھلکی اور بڑی محتاط تفسیر جناب ابوالحسن الماضی علیہ السلام (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو یوں بھی یاد کیا جاتا ہے۔احسن) کی زبانی سناتے ہیں اُنسے حضرت محمد بن فضیل سوال کرتے جاتے ہیں دریافت کیا کہ:

قلت: <u>ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا</u> " قال: اِنَّ اللّٰه تبارک و تعالٰی سمیّٰ من لم یتّبع رسوله فی ولایة وَصِیّهٖ منافقین وجعل من جحد و صیّتهٗ وامامته کمن جحد محمدؐاً وانزل بذلک قرآنًا فقال:

یا محمدؐ اِذَا جَاءک المنافِقون (بولایة و صیّک)قالوا نَشْهَد اِنّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنّکَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ انّ المُنٰفِقِین (بولایة علیؑ)لکذبون o اتّخذوا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰه (والسبیل هو الوصیّؑ)اِنَّهُمْ ساء مَاکَانُوْا یَعْمَلُوْن o ذٰلک بأنّهُمْ آمنوا(برسالتکؐ)وکفروا (بولایة وصیّکؑ) فَطُبِعَ(اللّٰه)علی قلوبهم، فهُمْ لا یفقهون، قُلْتُ: مَا معنی لا یفقهون؟قال :یقول :لا یعقلون بنبوَّتک .قُلْتُ "وَاِذَا قیل لهم تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْلَکُمْ رَسُوْلُ اللّٰه؟قال :واذا قیل لهم ارجعوا اِلٰی ولایة علیؑ یستغفر لکم النبیؐ من ذنوبکم لَوَّ وا رُؤُسَهُمْ ".قال اللّٰه "وَرَاَیْتَهُمْ یَصُدُّوْنَ (عن ولایة علیّؑ)وَهُمْ مُّسْتَکْبِرُوْن"علیه ثم عطف القول من اللّٰه بمعرفته بهم فقال : سَوَآءٌ علیهم أستَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ، لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ، اِنَّ اللّٰهَ لا یَهْدِی القَوْم الفٰسقین" یقول :الظالمین لوصیّک .....الخ

531۔ بتایئے کہ اس کے معنی کیا ہیں کہ: ''وہ اِس لئے کہ وہ لوگ ایمان لائے اوراس کے بعد کافر ہو گئے؟ فرمایا کہ اللہ نے ہر اُس شخص کو کہ جس نے اُس کے رسولؐ کے وصیؑ کی اتباع نہ کی منافق نام دیا ہے۔اور جس نے اس کے وصیؑ کی امامت کا انکار کیا اُسے خود محمدؐ کا منکر قرار دیا ہے۔اوراس سلسلہ میں قرآن نازل کیا اوراس میں فرمایا کہ اے محمدؐ جب تیرے وصیؑ کی ولایت کے متعلق منافق تیرے پاس آئے اور کہے کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ یقیناً بالضرورت اللہ کے رسوؐل ہو۔اوراللہ جانتا ہے کہ بتحقیق تو اُس کا اپنا رسوؐل ہے اور اللہ بھی شہادت دیتا ہے کہ علیؑ کی ولایت کے معاملہ میں منافق یقیناً جھوٹے ہیں ۔ (63/1) وہ لوگ اپنے معاہدوں کو آڑ بناتے ہیں۔تا کہ اس طرح وہ راہ خدا کو لوگوں پر بند کر دیں۔(63/2) اوراللہ کی راہ تو وہی وصیؑ ہے۔بتحقیق جو کچھ بھی اس سلسلہ میں اُنہوں نے کیا ہے وہ سراسر بُرائی ہے۔وہ اس لئے کہ وہ تیری رسالت پر تو یقیناً ایمان لا چکے ہیں اور تیرے وصیؑ کی ولایت کے یقیناً منکر ہو گئے ہیں۔ چنانچہ اللہ نے اُن کے قلوب پر (اس ایمان اور کفر کی) مُہر لگا دی ہے۔(یعنی رسالت پر ایمان ولایت علیؑ سے انکار اُن کے دلوں پر چھاپ دیا گیا ہے۔احسن) چنانچہ وہ اِس مُہر کو سمجھ نہ سکیں گے۔(63/3) میں نے عرض کیا: لا یفقھون. وہ سمجھ نہ سکیں گے کے کیا معنی ہیں؟ کہا کہ اُنہوں نے فرمایا کہ''۔تیری نبوت میں تعقل نہ کر سکیں گے''میں نے کہا کہ اس کے کیا معنی ہیں جو فرمایا کہ''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ کا رسوؐل تمہارے لئے استغفار کرے (بخشش کی دُعا کرے۔احسن) فرمایا کہ جب اُن سے یہ کہا جاتا ہے کہ تم علیؑ کی ولایت کی طرف رجوع کر لو تو اللہ کا نبیؐ تمہارے لئے تمہارے انکار کی معافی دلا دے۔اس پر وہ حقارت سے سر بلند کرتے ہیں۔اللہ نے فرمایا کہ تو دیکھتا ہے کہ وہ برابر ولایت علیؑ کا راستہ روک رہے ہیں۔اور وہ ولایتؑ کے بالمقابل بزرگی حاصل کر رہے ہیں۔اس کے بعد اللہ نے سلسلہ کلام کو اُنہی کی طرف موڑ کر فرمایا کہ۔''اے پیغمبرؐ تمہارا اُنکے لئے مغفرت طلب کرنا اور نہ کرنا یکساں ہو گیا ہے۔اللہ اُنکی مغفرت ہرگز نہ کرے گا۔بتحقیق اللہ بے مہار لوگوں (فاسقوں) کی ہدایت نہیں کرتا۔وہ کہتا ہے کہ وہ تیرے وصی کے ساتھ ظلم کرنے والے ہیں۔''(اصول کافی کتاب الحجة باب فیه نکت و نتف من التنزیل فی الولایة)

532۔ آپ نے دیکھا کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے سورہ منافقون سے چند آیات کی تفسیر میں اصطلاحی نفاق کی تعریف کے ساتھ ہی ساتھ اُس زمانہ کے اور آنے والے منافقین کا تعین و تشخص کر دیا۔اسی شان کے ساتھ پوری سورہ منافقون اور سورۂ جمعہ کی تفسیر ہر جمعہ کو لازم ہے اور جو کچھ منافقین اور اُن کے اقدامات کے متعلق واضح طریقہ پر بیان ہونا چاہئے۔اگر اس کو بیان کرنے کا موقعہ نہ ہو یا اُن دونوں سورتوں ہی کو نظرانداز کر دیا جانا طے کر لیا گیا ہو تو پھر نماز جمعہ نہ واجب ہے نہ فرض ہے۔ بلکہ قیام نماز جمعہ کے لئے منافقوں پر پہلے قدرت حاصل کرنے کے اقدامات میں سعی کرنا واجب و فرض ہے۔اسی لئے اللہ نے نماز جمعہ یا قیام نماز جمعہ کو نہ واجب فرمایا نہ فرض قرار دیا بلکہ اس سلسلہ میں سعی کو واجب بالامر فرمایا۔لہٰذا

وہ مومنین جو نماز جمعہ کو حقیقی معنی میں قائم کرنے کے متمنی ہوں اُنہیں پہلے ایسا ماحول پیدا کرنا لازم ہے۔ جس میں ولایت محمدؐ یہ کے مخالفین کھلی ہوئی مزاحمت کے بجائے منافقانہ عمل درآمد پر مجبور کر دئے جائیں۔ یعنی وہ زبان اور اپنے مخالفانہ عمل درآمد پر آپ سے خائف ہوں۔ اور جب کہ مومنین خود ہی خوفزدہ، بےبس، بےکس اور دوسروں کے محتاج ہوں تو اُن کے کرنے کے اوّلین کام یہی ہیں کہ اُن کا خوف امن سے بدل جائے۔ اُن کی بےبسی و بےکسی اور محتاجی تمکّن اور اقتدار سے بدل جائے اور مخالفینِ خدا اور رسوؐل و ولایت محمدؐ یہ کی قوت کا شیرازہ بکھر جائے یہ سب کچھ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ میں داخل ہے۔ یہی سبب ہے کہ مومنین کی احتیاج کا دُور کرنا لاتعداد نمازوں اور حجوں سے زیادہ افضل وثواب کا حامل ہے۔ مومنین کی ملاقاتیں، باہمی رابطہ، تخلیوں میں منصوبہ ولایت کے کامیاب بنانے والی تدابیر سوچنا وغیرہ آئمہ علیھم السلام کو پسند ہیں۔ اور اُن کے لئے عظیم الشان ثواب وجزا بیان کی گئی ہے۔ جو لوگ ہمیں ان چیزوں سے غافل رکھ کر نمازوں میں لگا دینا چاہتے ہیں یقیناً وہ دشمنانِ اہل بیتؑ ہیں ورنہ کم از کم اسلام کی حقیقی تعلیم سے نابلد تو ضرور ہیں۔

533۔ آپ سے کہا جاتا ہے کہ جو قوم اقلیّت میں ہوتی ہے اس میں یہ طاقت کہاں کہ وہ اکثریت سے مقابلہ کر سکے۔ اور یہ کہ قدرت ووسائل کثرت ہی کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ یعنی وہ چاہتے ہیں کہ آپ کو اقلیّت واکثریت کا ھَوّا دکھا دکھا کر اپنی قومی قیادت ولیڈری پر آنچ نہ آنے دیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں اِن لیڈروں اور اُن کی تیار کردہ قوم کی کثرت ہے وہاں ان کے گلے میں غلامی کی زنجیریں زیادہ موٹی ہیں۔ یہ لوگ ہمیں ہمیشہ فریب خوردہ رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم نمازیں پڑھتے ہیں مگر کیسی نمازیں؟ ایسی نمازیں جو رگوں میں حریت کے خون کو منجمد کر دیں۔ جو مصنوعی توکل میں اُلجھا دیں۔ جو ہمیں اغیار کا غلام بنائے رکھیں یا جن سے دین کا مذاق اڑانا مقصود ہو۔

534۔ جو لوگ حقیقتاً یہ چاہتے ہیں کہ قیام جمعہ و جماعت ہو جائے اُن کا کام ہے کہ پہلے وہ اپنی شیرازہ بندی کریں۔ 2۔ منظّم ہوں۔ اپنے تمام موجودہ وسائل اور وسعتوں کو مربوط کریں۔ اور بتدریج ایک ایسا ماحول پیدا کریں۔ جس میں جھوٹ یا کذب کی صحیح تعریف کی جا سکے۔ جس میں کذب اور کاذبوں کی مذمت کی جا سکے۔ غصب اور غاصبوں کو ماخوذ کیا جانا ممکن ہو۔ جس میں جبر واستبداد کی گرفت ڈھیلی پڑتی چلی جائے۔ قرآن کریم میں کاذبوں، غاصبوں، ظالموں اور فاسق وفاجروں پر لعنت آئی ہے۔ لیکن یہ لعنت و مذمت قرآن میں بند کر کے رکھ دی گئی ہے۔ جب تک اُسے آزاد نہ کرایا جائے، جب تک قرآن کریم پر سے پہرے نہ ہٹا دئے جائیں، جب تک باطل کو باطل کہنا منع رہے، جب آپ ظالم کو ظالم نہ کہہ سکیں۔ جب کہ منافق کو منافق کہنا جرم ہو آپ کس منہ سے قیام جمعہ کا وجوب پکارتے ہیں۔ بتایئے آپ میں سے کون کون اور کتنے مومنین ہیں جو حق کی حمایت اور باطل کی شکست وریخت کے لئے اُٹھنا چاہتے ہیں۔ اپنے اپنے نام ہمیں ارسال کریں یا کسی اخبار میں شائع

کرادیں۔نماز جمعہ ہو یا دین آئمہؑ اہل بیت ہو، اُسے اسلام کہئے یا قرآن کا مذہب قرار دیجئے، مذاق نہیں ہے۔سہولت پسندوں سے مسلم بننا ناممکن ہے۔البتہ جس طرح محی الدین ،محمد عمر، بہادر علی نام کوئی بھی رکھ سکتا ہے۔اسی طرح مسلمان ،مومن،سید، شیعہ وسُنی نام ہیں اُنہیں بھی جو چاہے رکھ سکتا ہے۔لیکن جس طرح ایک بزدل بہادر علی نام رکھنے سے بہادر نہیں بن جاتا اسی طرح شیعہ کہلانے یا نمازی کہنے سے شیعہ اور نمازی نہیں بن جاتا۔شیعہ اور پھر نمازی شیعہ بننا بھڑکتی ہوئی آگ میں کودنے سے مشکل تر ہے۔دار پر مسکرانا آسان ہے شیعہ بننا دشوار تر ہے۔

535۔ ذرا سوچئے کہ ہم بابانگ بلند ہر جمعہ و جماعت میں تفصیل کے ساتھ بتانا چاہتے ہیں کہ فلاں فلاں افراد دشمنانِ خدا و رسولؐ ہیں۔فلاں فلاں اشخاص نے اسلام کے لباس کو کھینچ کر اپنے او پر فٹ کرلیا۔کفر وشرک کی حسین آمیزش سے اسکی صورت کو بدل دیا۔اسلامی احکامات کو مجروح کئے بغیر ہم اُنکے منصوبہ کو مجروح کرنا چاہتے ہیں۔فتنہ وفساد اُن کے یہاں جائز ہے۔ مطلب براری کیلئے وہاں ہر فریب ودغابازی کو اسلامی رنگ دے دیا گیا ہے۔ہم احکاماتِ خدا اور سولؐ کی روشنی میں اس فریب واقتدار کو مٹانا چاہتے ہیں۔ہم آسان زبان اور واضح انداز میں بتانا چاہتے ہیں کہ:۔

<u>اَلاْ ئمة خلفاء اللّٰه عزّ وجلّ فی ارضه. خدا کی زمین میں آئمہ اہل بیت علیھم السلام اللہ کے خلیفہ ہیں</u> (کافی کتاب الحجۃ)

قرآن میں خدا نے مومنین سے جس خلافت کا وعدہ کیا ہے۔وَعَدَاللّٰـهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (سورہ نور آیت 55) وہ خلافت آئمہ اہل بیت علیھم السلام کی خلافت ہے۔وہ خلفاء کون ہیں؟ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔''هُمُ الآئمة'' (کافی) وہ امام ہیں''اس آیۃ کریمہ نے اعلان کردیا کہ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ o(24/55) جو کوئی اُس کا کفر کرے وہ اُس کے بعد فاسق ہے''یہاں یہ سمجھنا اور سمجھانا چاہتے ہیں کہ یہ خلافت جس کا تذکرہ ہوا کفر وفسق کے لئے معیار ہے۔اس کے نہ ماننے والے کو کافر کہا گیا۔اُسے قانونی زندگی سے خارج کر کے فاسق بتایا ہے۔یہ ایسی خلافت نہیں جیسی حجاموں یا پہلوانوں وغیرہ کے یہاں ہوتی ہے کہ اس خلافت یا خلیفہ کے مخالف یا دشمن نہ کافر ہوتے ہیں نہ فاسق کہلاتے ہیں۔ورنہ پیروں کے خلاف یا حجاموں کے ساتھ مخالفت کرنے والوں کو کافر وفاسق ماننا پڑے گا۔یاد رکھئے اور کبھی نہ بھولئے کہ جس طرح خدا کا نہ ماننا کفر ہے،جس طرح نبوت کا انکار کفر ہے اُسی طرح خلافت کا انکار کفر ہے اور یہ خلافت وامامت صرف آئمہ اہل بیتؑ کی خلافت ہے۔باقی خلافتوں کا انکار کرنے والے کبھی کافر نہیں کہلائے۔بلکہ اُن کے تقدس وایمان تک میں فرق نہ مانا گیا۔جن کی خلافت سے رُوگردانی کفر ہے،جن کی اطاعت ہر حال میں فرض ہے،جن کی محبت ومودۃ تمام بنی نوع انسان پر واجب ہے،جن کی طرف دیکھنا عبادت ہے،جن کا تذکرہ عبادت ہے،جن کا وجود اس کائنات کے لئے امان ہے، جن سے بغض کفر ہے،جن کی اس مقدس پوزیشن پر تمام علماءِ اُمت متفق ہیں وہ صرف آئمہ اثنا عشر علیھم السلام ہیں۔وہ سب

کے سب اِس دُنیا میں یکے بعد دیگرے قائم بامراللہ ہیں۔ **کُلُّنَا قائم بامر اللّٰہ واحدٌ بعد واحد حتّٰی یُجِیْءَ صَاحِبَ السَّیف**..... الخ۔امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم سب کے سب قائم بامراللہ ہیں یکے بعد دیگرے حتّٰی کہ صاحب سیفؑ آجائے۔(کافی) یہ مطلب نہیں کہ صاحب سیفؑ ایک ہی ہے۔نہیں، بلکہ تلوار سے کام لینے والا آخری صاحب السیفؑ ہے۔باقی کا کام یہ ہے کہ وہ حجت تمام کر کے،لوگوں کو ہر ہر پہلو واضح طور پر بتا کر اُنکی تلوار کے لئے تیار کر دیں کہ پھر انکار کرنے والے کو تہہ تیغ کرنے میں تکلف نہ ہو۔ورنہ تمام آئمہ علھیم السلام مہدی ہیں **کُلُّنَا نهدی اِلَی اللّٰہ** ہم سب اللہ کی طرف ہدایت کرنے والے ہیں' وہ سب صاحب السیف ہیں۔ **کُلُّنَا صاحب السّیف وَوارث السّیف.** ہم سب صاحب سیف اور وارثِ سیف ہیں۔(امام محمد باقرؑ) وہ سبؑ سلطانِ وقت ہیں۔وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین ونائب ہونے کی بنا پر قیامت تک آنحضرؐت کی نمائندگی اور اُمت کی ہدایت کے ذمہ دار ہیں۔اُن کے مقابلہ پر آنے والا خواہ کوئی ہو گمراہ ہے، باطل ہے،شیطان کے مذہب پر ہے،یہی شرعی حیثیت ہے۔جس کا تقاضہ ہے کہ دشمن خود کو دوست ظاہر کرنے پر مجبور،اپنا راہنما اور ہادی،مولا وآقا کہنے پر مامور ہوتے ہیں۔ان کی محبت ومودّت کا اقرار کرنا لازم سمجھتے ہیں۔

مقاصد وتعلیماتِ محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علھیم کی آزادی کے بعد شرعی احکام کا نفاذ

536۔ دشمنوں کے غلبہ اور استبداد کو مٹانے اور مومنین کو محفوظ وترقی پذیر رکھنے کے لئے ایک مکمل پروگرام دیا گیا ہے۔اُس پروگرام کو نظر انداز کر دینے سے تمام تباہی و بربادی وتنزل کا دور دورہ لازم ہے۔اس پروگرام پر جس روز عمل شروع کر دیا جائے۔اُسی روز باطل کے تمام بُت سرنگوں ہو جانا لازم ہیں۔مگر افسوس کہ اِدھر اُس پروگرام سے لاعلمی اور اُدھر دشمنانِ اسلام کی سرتوڑ کوششیں کہ مومنین کی توجہات اُس طرف نہ جاسکیں۔یہ ہے **یصَدُّون عَنْ سبیل اللّٰہ** ۔ولایت کے قیام کی راہیں مسدود کر دینا۔جو لوگ نماز نماز،روزہ روزہ کا شوروغوغا اس لئے مچاتے ہیں کہ مسلمانوں کو زاویہ نشینی میں لگا دیا جائے،اُن کے انقلاب آور وسائل کو پوشیدہ کر دیا جائے۔وہ یقیناً دشمنِ اسلام ہیں۔وہ نماز کو روزہ کو اور دیگر احکامات وعباداتِ مذہب کو آڑ بنا کر مسلمانوں کو فریب دینا چاہتے ہیں۔اُن سے کہہ دو کہ نماز،روزہ،حج،زکاۃ،خمس و جہاد اور دیگر عبادات ومعاملات کی کنجی یا مفتاح ولایت ہے۔اور ولایت کے اعلان وقیام سے خالی عبادت مردود ہے گناہ ہے۔اُن سب میں رخصت ہے معافی ہے۔وہ سب کسی نہ کسی طرح مشروط ہیں،موقوت ہیں،محدود ہیں۔ایک خاص حالت وخاص عمر وغیرہ میں عائد ہوتے ہیں۔لیکن ولایت غیر مشروط وغیر محدود وغیر موقوت ہے اور تمام عبادات ومعاملات اُسی کے قیام کے لئے ہیں۔دشمنانِ اسلام کو یہ رسمی نمازیں اور روزے یہ تفریح،سیر وسیاحت اور سمگلنگ والا حج یہ کاریں یا موٹریں اور عمارتیں وامارتیں فراہم کرنے والا خمس وزکاۃ بڑے محبوب ہیں۔اُنہی کے ذریعہ سے وہ اپنا طاغوتی پلان یا منصوبہ چلا سکتے ہیں۔لیکن اگر کہیں اِن عبادات کے قفل کو ولایت کی

کنجی سے کھول دیا جائے تو پھر طاغوت کی موت ہے۔اس لئے اُنہیں کسی طرح منظور نہ ہونا چاہئے کہ مسلمانوں میں قیامِ ولایت ہو جائے۔اس لئے قیام جمعہ و جماعت میں بڑی بصیرت وتدریج کی ضرورت ہے۔مزاحمت کے خطرناک نتائج سے محفوظ رکھنے اور قیام جمعہ و جماعت کے مبادیات طے کرنے کی سعی واجب ہے۔مزاحمت کی گنجائشیں اگر ختم کردی جائیں۔اگر دشمنانِ اسلام کی قوت توڑ دی جائے اور مقاصد وتعلیماتِ محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیھم آزاد ہو جائیں تو جمعہ و جماعت کے قیام کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔اسلئے کہ اُس صورت میں امام زمانہؑ مبسوط الید ہوگا یعنی اس کے شرعی احکام کو نافذ کرنے والے ہاتھ آزاد و مختار ہوں گے۔لسانؑ اللہ پر پہرہ نہ ہوگا۔چنانچہ فتویٰ موجود ہے۔ملاحظہ فرمایئے امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال ہوا کہ:۔

537۔ حضرت زرارہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ:۔''جمعہ کس پر واجب ہوگا؟فرمایا کہ مسلمانوں میں سے سات افراد پر واجب ہوتا ہے۔اور پانچ سے کم پر جُمعہ ہے ہی نہیں۔اُن میں سے ایک امام	**علٰی من تجب الجمعة ؟قال: تجب علی سبعة نفر من المسلمین و لا جمعة لا قل من خمسة من المسلمین احد هم الامام فاذا اجتمع سبعة و لم یخافوا اَمَّهُمْ بعضهم و خطبهم (من لا یحضره الفقیه باب وجوب الجمعة)**

بھی ہے۔چنانچہ جب سات افراد(جمعہ کی غرض سے)جمع ہو جائیں۔اوراُنہیں خوف نہ ہوتو اُن میں سے بعض اُن کی امامت کرائے اوراُنہیں خطبہ سنائے۔''

538۔ اِسی حدیث کومولانا وجوب جمعہ کی ذیل میں ساتویں نمبر پر،کتب اربعہ کوچھوڑ کر وسائل الشیعہ سے لائے تھے۔اور ہم نے بڑی تفصیل سے اُن پر تنقید کی تھی جس کو بار بار پڑھنا ضروری ہے(پیرا483 سے پیرا501)۔مگر مولانا وجوب ثابت کرنے کی دُھن میں ایسے مبتلا تھے کہ وہ اس مبارک حدیث کے نہ مجموعی مفہوم کو سمجھے۔نہ اس کے دیگر موضوعات پر نظر کر سکے۔بہرحال ہم نے اس کے مختلف پہلوؤں پر پیرا نمبر 483 سے نمبر 501 تک روشنی ڈالی ہے۔

یہاں ایک پہلو کواز سرِنو سامنے لانا ہے اوروہ ہے **قیام جمعہ و جماعت کی ایک نہایت اہم شرط خوف کا نہ ہونا**۔

یعنی اگرخوف ہوتو خواہ امام معصوم علیہ السلام یا امام جمعہ و جماعت موجود ہوں یا نہ ہوں قیام جمعہ ہرگز نہ کیا جائیگا۔یعنی قیام جمعہ ہرگز مفید نہیں ہوسکتا اگر جمعہ قائم کرنے والوں کوخوف ہو۔دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ قیامِ جمعہ میں سعی کے معنی ہیں خوف کو رفع کر کے امن قائم کر دینا۔لہٰذا امن کے زمانہ میں قیام جمعہ کا فتویٰ اور اذن معصومؑ موجود ہے۔یہاں یہ دیکھنا ہے کہ ''**لم یخافوا**'' کے معنی کیا ہیں؟ کیا یہ خوف دشمنانِ اسلام کا ہے؟ یقیناً وہ خوف بھی قیام جمعہ میں حارج ہے اوراس کی موجودگی میں بھی قیام جمعہ نہیں کیا جاسکتا۔لیکن معصومؑ نے اس حدیث ''**لم یخافوا الاعداء**'' (دشمنوں کا خوف نہ رکھتے ہوں نہیں فرمایا)اور یہ اس لئے کہ پھر حدیث کے وسیع مفہوم میں محدودیت داخل ہو جاتی اورامام الکلام کے معیار سے نیچے اُتر

آتی۔ یہاں تو خوف کو مطلق رکھا گیا ہے۔ کسی قسم کا خوف جو مقاصد جمعہ یا قیام جمعہ میں مُضر ہو۔ اُس میں دشمنوں کی مزاحمت کا خوف بھی ہے۔ اُس میں یہ خوف بھی داخل ہے کہ ہر آنے والے جمعہ کو ایسا خطبہ اور پروگرام نہ دے سکنا جو تمام مسلمانوں کی حفاظت وصیانت و بہبود وترقی کے لئے کافی اور مسلسل ہو۔ اس میں یہ خوف بھی داخل ہے کہ مقاصد آئمہ علیھم السلام ہر ہر مسلم فرد تک نہ پہنچ پائیں۔ اس میں یہ خوف بھی شامل ہے کہ کہیں ہمارے پروگرام واقدامات سے دشمن آگاہ ہوکر حفظ ماتقدم نہ کرلے۔ یا خود ہمارے پروگرام کی تخریب میں کوشاں نہ ہو۔ الغرض اس حدیث میں واضح طور پر ثابت ہے کہ اگر کسی قسم کا خوف نہیں ہے تو آئمہ علیھم السلام کی طرف سے قیام جمعہ کی اجازت ہے۔ لیکن اگر کسی بھی قسم کا خوف موجود ہے تو قیام جمعہ منع ہے۔ چنانچہ مولانا نے خود اس حدیث کو امام معصومؑ کی طرف سے اجازت تسلیم کیا ہے فرماتے ہیں۔

538۔ (الف) ''اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہ منصب امام علیہ السلام ہے۔ تو جس طرح اُنھوں نے دیگر امور مخصوصہ کی اپنے شیعوں کو اجازت دے رکھی ہے۔ ویسے ہی اسکی بھی اجازت ہے۔ اور وہی عمومی اجازت کافی ہے۔ جیسا کہ پہلے بعض احادیث گذر چکی ہیں۔ کہ **جب اور جہاں** سات یا پانچ آدمی جمع ہو جائیں تو ان پر نماز جمعہ پڑھنا واجب ہے''۔ (صفحہ 95)

یہاں تین چیزوں پر غور فرمائیں اوّل یہ کہ:۔

539۔ یہاں آپ نے دیکھا کہ مولانا قیام جمعہ کو منصب امام معصومؑ نہیں مانتے بلکہ اُن کے نزدیک قیام جمعہ کیلئے کسی مجتہد جامع الشرائط کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہر پیش نماز قیام نماز جمعہ کرسکتا ہے۔ آگے چل کر بات صاف کردیتے ہیں کہ:۔

۔''ہم تو اس انعقاد میں فقیہ جامع الشرائط کی شرط کو بھی ضروری نہیں سمجھتے بلکہ ہر بالغ و عاقل، مومن، عادل بقدر ضروری مسائل شرعیہ سے واقف اس فریضہ کو انجام دے سکتا ہے۔ اور مومنین کرام اس سعادت عظمٰی کو حاصل کرسکتے ہیں۔''

پہلی بات صاف ہوگئی کہ مولانا کی نماز جمعہ محض ایک اُٹھک بیٹھک والی نماز، رٹا ہوا ایک خطبہ، رسمی قیام ورکوع وسجود ہے اور بس۔ بہرحال یہ انکی سمجھ ہے اور وہ چونکہ مجتہد ہیں اس سے زیادہ سمجھ کہاں سے لائیں؟ دوسری چیز یہ ہے کہ ہماری مذکورہ حدیث میں امامؑ کی طرف سے اذن عام حاصل ہے اور مولانا نے مان لیا ہے۔ تیسری بات جو مولانا کیلئے نہایت نامبارک وناموزوں ہے وہ یہ ہے کہ اُنھوں نے اس تازہ بیان (پیرانمبر 538 (الف)) میں بھی اور وجوبِ نماز جمعہ کی ذیل میں بھی اس حدیث میں واردشدہ شرط'' **لم یخافوا** '' کو قطعاً نظرانداز کردیا۔ گویا حدیث میں یہ شرط واقع ہی نہیں ہوئی ہے اسی لئے فرمایا ہے کہ:۔

''**جب اور جہاں** سات یا پانچ آدمی جمع ہو جائیں۔ تو اُن پر نماز جمعہ پڑھنا واجب ہے۔''

کس قدر غیر ذمہ دارانہ ہے یہ جملہ؟ ''**جب اور جہاں** '' اتوار کو، جمعرات کو، یا دوپہر میں، صبح کو یا آدھی رات۔ وقت بے وقت، وضو بلا وضو، بازار میں یا گھر میں، زمین پر یا آسمان میں، مسلمان ہوں یا کافر۔ **جب اور جہاں** سات یا پانچ آدمی جمع ہو جائیں۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔آپ ذرا حدیث کودوبارہ دیکھئے کہ ایک جملہ میں امام علیہ السلام نے دودفعہ من المسلمین کی تکرار کی ہے۔ صرف سات یا پانچ نہیں فرمایا۔ پھر حدیث میں پانچ پر واجب ہے ہی نہیں ۔اسی لئے بات سات سے شروع کی ہے اور پھر سات پر ختم ہوئی ہے ۔مگر خدا سلامت رکھے غور وفکر کیلئے گنجائش چھوڑنے والے علماء کو کہ وہ اپنی تفہیم سے حدیث یا آیت کو جو چاہتے ہیں بناڈالتے ہیں۔ بہرحال ہم اُنکے بھی احسان مند ہیں کہ ہمارے لئے کچھ کہنے کا موقعہ رہنے دیا ہے ورنہ ہم کیا کہتے؟

540۔ یہاں تک مولانا کی تصدیق کے ساتھ قول معصومؑ سے ثابت ہوگیا کہ اگر مومنین کوکسی قسم کا خوف نہیں ہے تو قیام جمعہ واجب ہے اور اسکے قیام کی اجازت دی جا چکی ہے۔ یہاں آپ نے دوباتیں نوٹ کرنا ہیں۔اوّل یہ کہ جتنی احادیث وجوبِ نمازِ جمعہ کی ذیل میں بیان ہوئی ہیں۔اُن سب میں اس شرط ''**لم یخافوا** ''(جمعہ قائم کرنے والوں کوکوئی خوف نہ ہو) کومستقلاً و لازماً شامل رکھ کر مطلب سمجھنا ہے۔اس لئے کہ شرائط نماز جمعہ سب کی سب مستقل ہیں خواہ ہر حدیث میں بیان کی گئی ہوں یا نہ کی گئی ہوں۔مثلاً **نماز جمعہ جوواجب ہے**:۔

1۔وہ ہرگز تنہا تنہا نہیں ہوسکتی جماعت اس میں لازم ہے۔خواہ کسی حدیث میں یہ شرط بیان نہ ہو؛

2۔پھر نماز جمعہ کی جماعت میں کم ازکم سات افراد کا (معہ امام) ہونا لازم و مستقل ہے اس سے کم میں واجب جمعہ ادا نہیں ہوتا؛

3۔پھر یہ نماز ظہر کے اوّلین وقت میں ہونا ضروری ہے۔عصر کے وقت نہیں ہوتی؛

4۔اس میں خطبے لازم و مستقل ہیں۔ بلاخطبوں کے یہ نماز ہرگز نہیں ہوتی؛

5۔اور یہ صرف عاقلوں پر واجب ہے۔ضعیف العقل سے مستقلاً ساقط ہے؛

6۔یہ بیماروں پر واجب نہیں ہے؛

7۔بچوں پر واجب نہیں بلوغ مستقل شرط ہے؛

8۔ضعیف العمر اور ناتوانوں پر واجب نہیں؛

9۔غلاموں پر واجب نہیں؛

10۔عورتوں پر واجب نہیں؛

11۔مسافروں پر واجب نہیں؛

12۔بارھویں شرط اِن سب میں شامل ہے اور وہ وہی ہے **خوف کا نہ ہونا**۔(یہاں یہ نہ سمجھ لیں کہ بس یہی بارہ شرائط ہیں)اور ہر قسم کے خوف سے نجات مل نہیں سکتی جب تک اسلامی حکومت قرآنی خطوط پر قائم نہ ہوچکی ہو۔گویا یہ شرط وجودِ امامؑ مبسوط الید کی جگہ لیتی ہے اور اسی لئے ہم نے مسلم سلطان علیہ السلام کے وجود اور غلبہ کو الگ سے شمار نہیں کیا ورنہ اسی لئے اہل سنت

والجماعت کے علماء میں مسلمان بادشاہ کا ہونا بھی شرط ہے۔ چنانچہ سمٹی ہوئی نظر میں فقہائے اہل سنت خصوصا جمہور اہل سنت یعنی حنفیوں کی شرائط دیکھتے چلیں۔ اِن شرائط جمعہ کو نظم کر دیا گیا ہے۔

541۔ اہل سنت والجماعت اور نماز جمعہ کی پوزیشن یہ ہے کہ:۔

''۔ جمعہ کی فرضیت مطلقاً نہیں بلکہ مقید بالشرائط ہے۔ کہ بعض ان شرائط میں سے جمعہ کے وجوب کے لئے ہیں۔ اور بعض اس کے ادا کرنے کی شرائط ہیں۔ وہ شرطیں عندالحنفیہ بارہ ہیں اور دیگر آئمہ اہل سنت کے نزدیک ان ہی بارہ کو مدغم کر کے زیادہ گنوادیا ہے۔ ان شرائط کو عربی زبان میں یوں نظم کیا ہے۔

(الف)　وَحُرٌّ صَحِيْحٌ بِالبلوغ مذكّرٌ　　مُقِيْمٌ وَذُوْعقلٍ لِشَرْطِ وجوبِهَا

وَمِصْر و سُلْطَانٌ ووقت وخطبة　　واذن كذا جمع لِشَرْطِ ادائِهَا

فارسی میں یوں نظم کیا ہے کہ:۔

(ب)　شرط وجوب عقل واقامت بلوغ دان　　بیعذری ست مردے وآزادے بعدِ زان

سلطان و وقت و خطبہ ہم اذن وشہر　　یادش پئے اداکن و مگذار رائیگاں

یعنی شرائط جمعہ بارہ ہیں (جیسا کہ آئمہؒ بارہ ہیں۔ احسن) چھ عدد اس کے وجوب کے لئے ہیں (اگر یہ چھ شرائط موجود ہوں تو جمعہ واجب ہے) اوّل حر ہونا شرط ہے غلام پر واجب نہیں۔ دوم تندرست ہونا بیمار پر واجب نہیں۔ سوم بالغ ہونا لڑکے پر واجب نہیں۔ چہارم مرد ہونا عورت پر واجب نہیں۔ پنجم مقیم ہونا مسافر پر واجب نہیں۔ ششم عقل مند ہونا۔ پاگل پر واجب نہیں۔ جمعہ کے ادا کے لئے بھی چھ شرائط ہیں۔ یعنی ان کے بغیر جمعہ ادا ہی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس حالت میں ظہر کا ادا کرنا ہی لازم ہے۔ نماز ظہر ساقط نہیں ہوسکتی۔ وہ شرائط یہ ہیں۔ پہلی شرط شہر کا ہونا گاؤں میں جمعہ ادا نہیں ہوتا۔ دوسری شرط سلطان یا اس کے نائب کا ہونا (3) وقت ظہر کا ہونا (4) خطبوں کا ہونا (5) اذن عام کا ہونا (6) جماعت کے ساتھ ادا ہوتا ہے۔ فرادیٰ نہیں۔

یہ چھ شرائط ایسی ہیں کہ ان میں اگر ایک بھی نہ ہو تو نماز جمعہ حنفیوں کے یہاں ادا نہیں ہوسکتی ظہر لازم رہتی ہے۔ البتہ یہ قیاس کیا گیا ہے۔ اور بعض فقہاء نے کہا کہ وجوب کی چھ شرائط چونکہ بطور رخصت ہیں۔ یعنی ایک قسم کی رعایت ہیں لہٰذا اگر اُن چھ میں سے کوئی موجود نہیں اور جمعہ پڑھ لیا جائے تو جمعہ ادا ہو جائے گا۔ مثلاً مسافر سے جمعہ معاف ہے لیکن اگر وہ نماز جمعہ باقاعدہ پڑھے تو جمعہ ادا اور ظہر ساقط ہے۔''

542۔ <u>ہمارا یہ بیان ہماری علمی سند کے ساتھ تمام حنفیوں کے لئے سند ہے۔ اور کسی حنفی عالم کی مجال نہیں کہ وہ ہمارے اس بیان سے سرتابی کرے۔</u> ہمارا یہ بیان اُن کی فقہ کی گیارہ کتابوں کا نچوڑ ہے۔ مثلاً فتاویٰ عالمگیری (2) ردالمختار (3) میزان

شعرانی(4) کبیری (5) محیط(6) نہر الفائق (7) فتح القدیر(8) ظہیریہ(9) کافی (10) شرح الباقانی(11) قنیہ۔
باقی کتابیں انہی کتابوں کے بچے ہیں۔اُدھر یہ بیان صحاح ستہ ودیگر کتب حدیث سے ثابت شدہ ہے۔ایک ایک شرط کے لئے ہم اُس کا ماخذ اور سند لکھ سکتے ہیں۔اور سوالات کے جوابات میں روزانہ لکھتے اور بتاتے رہتے ہیں۔

نماز جمعہ کا بامقصد قیام جب مقاصد محمدؐ وآل محمدؐ کے نافذ کرنے میں خوف وخطر نہ ہو

543۔ ہم نے یہ بیان اس لئے دیا ہے کہ قارئین کرام کو معلوم ہوجائے کہ اسلام کے مستقل مسائل کو کوئی فرقہ رد نہیں کرسکتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ مقاصد کو بدل دیا جائے یا اصطلاحات اور الفاظ کے اُلٹ پھیر سے بات کو اُلٹ لیا جائے۔مگر بنیادی بات مان کر ہی کام چلتا ہے۔ہم نے عرض کیا تھا کہ نماز جمعہ کے سلسلہ میں دوقسم کی احادیث ہیں۔ایک وہ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز جمعہ واجب ہے اور عرض کیا تھا کہ تمام مسلمان نماز جمعہ کو واجب مانتے ہیں۔دوسری قسم اُن احادیث کی ہے جن سے نماز جمعہ کے قائم کرسکنے کا پتہ چلتا ہے۔چنانچہ اپنے مباحث میں برابر بتاتے چلے آئے ہیں کہ جمعہ کو قائم کرنے کا مجاز اور مالک امام زمانہ علیہ السلام ہے۔اگر وہؑ مبسوط الید ہوں تو وہؑ لازماً نماز جمعہ کو قائم کریں گے۔ورنہ وہؑ اور ان کے متبعین واجب نماز جمعہ کو ساقط کردیں گے اور نماز ظہر واجب کی نیت سے ادا کرتے رہیں گے۔ گذشتہ صفحات میں یہ بحث نکالی گئی ہے کہ اگر اسلام کا غلبہ ہو اور منافقین وکفار ومعاندینِ اسلام کا زور نہ ہو اور مسلمانوں کو قرآن کریم کے احکامات کو نافذ کرنے میں کسی قسم کا خوف نہ ہو تو ایسے زمانہ کو امام معصوم مبسوط الید علیہ السلام کا زمانہ سمجھا جائے گا۔اور درحقیقت وہ اُنہی کا زمانہ ہوگا کہ کسی کی طرف سے مقاصد محمدؐ وآل محمدؐ کے نافذ کرنے میں خوف وخطر نہ ہو۔اس حالت کے لئے ہم نے لکھا ہے کہ فتویٰ یا اجازہ موجود ہے اور ہم پر اقامہ جمعہ بھی واجب ہوجاتا ہے۔اہل سنت فقہ کی مذکورہ بارہ شرائط میں آخری چھ شرائط بھی ہمارے مذکورہ اصول سے اخذ کی گئی ہیں۔اور اُنہی چھ شرطوں پر زور دیا گیا ہے۔ان میں سے کسی ایک کے نہ ہونے سے نماز جمعہ ہرگز ادا نہیں ہوتی۔مثلاً اگر سلطان وقت یا اس کا نائب نہ ہو تو جمہور اہل سنت کے یہاں نماز جمعہ واجب ہوتے ہوئے بھی ساقط ہے۔اور ظہر برابر واجب الادا رہتی ہے۔فرق یہ ہے کہ وہ ہر خاطی بادشاہ کو جسے مسلمانوں پر تسلط حاصل ہو سلطان مان لیتے ہیں اور نماز جمعہ کو ادا خیال کرتے ہیں۔ لیکن مسئلہ کی بنیاد میں ہم سے متفق ہیں۔یعنی جب سلطان وقت مسلط ہوگا تو غلبہ مسلمانوں ہی کا ہوگا۔لہٰذا اُنہیں قیام جمعہ میں کسی اور کا خوف نہ ہوگا۔رہ گیا سلطانِ وقت تو اُسے یہ لوگ خطبہ میں شامل کرکے رضامند کرلیں گے۔لہٰذا دونوں طرح یہ ثابت ہے کہ نماز جمعہ کیلئے بہرحال مسلمانوں کا غلبہ واقتدار ضروری ہے۔اگر یہ موجود نہیں تو جمعہ ادا نہیں ہوتا۔ظہر بدستور واجب الادا رہتی ہے۔آپ کی معلومات میں اضافہ کی غرض سے سلطان والی شرط کے لئے ابن ماجہ کی کتاب سے ایک ایسی حدیث سناتے ہیں جو ایک لفظ کو نکال لینے کے بعد من وعن صحیح حدیث ہے۔اور ہمارے یہاں بھی روایت ہوئی ہے اور خود مولانا نے بھی اُسی

حدیث کے اختصار کو جمعہ کے ترک کی مذمت میں لکھا ہے سُنئے :۔

544۔ حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہٖ) وسلم نے فرمایا کہ یقیناً اللہ نے تم پر جمعہ کو فرض قرار دیا ہے۔ اسی جگہ پر جہاں میں ہوں۔ میرے اِسی دن میں۔ میرے اِسی مہینہ میں۔ میرے اسی سال میں۔ قیامت تک کے لئے۔ چنانچہ جو کوئی میری زندگی میں یا میرے بعد جمعہ کو حقیر کرنے کی

عن جابر بن عبداللّٰہ قال :قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ (و آلہٖ)وسلّم اعلموا اَنَّ اللّٰہ قد افترض علیکم الجمعۃ فی مقامی ھذا فی یومی ھذا فی شھری ھذا فی عامی ھذا اِلٰی یوم القیامۃ فمن ترکَھَا فی حیاتی وبعدی ولہ امام عَادِلٌ اَوْ جَائِرٌ استخفافًا بھا اوجحوداً بِھَا فلا جمع اللّٰہ شملہ ولا بارک لہ فی امرہ .رواہ ابن ماجہ .

غرض سے یا اس کے انکار کے لئے ترک کردے اور یہ کہ اس کے لئے کوئی عادل یا جور وستم کرنے والا امام موجود ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی پراگندگی کو یکسوئی اور اطمینان سے نہ بدلے۔ اس کے کام میں برکت نہ دے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔‘‘

اس حدیث کی تشریح وتفہیم بھی دیکھ لیں:۔

545۔ عینی شرح ھدایہ میں لکھا ہے کہ:۔’’ بزاز نے اس حدیث کو اور طریقہ سے بھی لکھا ہے اور طبرانی نے کتاب الاوسط میں اسی کے مثل ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث مختلف طریقوں سے روایت کی گئی ہے۔ اور اسی وجہ سے

اخرجہ البزّاز من وجہ آخر و روی الطبرانی فی الاوسط من حدیث ابن عمر نحوہ .قُلْتُ ھذا الحدیث روی من طرق مختلفۃ فحصل لہ بذلک قوۃ فلا تمنع من الاحتجاج بہ.....الخ

اس حدیث کو قوت حاصل ہوگئی ہے۔ چنانچہ اب اُسے بطور دلیل پیش کرنے سے کوئی امر مانع نہیں ہے۔ اور سلطان کا اہل اسلام سے ہونا شرط ہے۔ کیونکہ حدیث بالا اس کا ماخذ ہے۔ اور اس میں لفظ امام موجود ہے۔ اور امام نہیں ہوتا مگر مسلم.....الخ‘‘

546۔ آپ نے دیکھ لیا کہ حدیث (پیرا544) میں امام عادل کی تشریح یا مراد مسلمانوں کے سلطان سے کی گئی ہے۔ **ہم امام عادل صرف اُس امام کو کہتے ہیں جو واقعی عادل ہو یعنی ظلم اُس سے سرزد ہونا کسی طرح ممکن نہ ہو**۔ اور عادل کے لفظی معنی اور عقلی مفہوم حقیقتاً یہی ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ سلطان بڑے بڑے ظالم وجابر انسانوں کو بھی کہا گیا ہے۔ اس لئے انہی کے دباؤ کی بنا پر اُنہیں امام عادل مان لیا گیا۔ اور جو لوگ اُن کے مظالم سے احتجاج کریں اور اُنہیں امام عادل یا مسلمانوں کا حقیقی سلطان واجب الاطاعت نہ مانیں اُن کا منہ بند کرنے کے لئے امام عادل کے ساتھ لفظ جَائِر بھی داخل کر دیا گیا۔ لیکن یہ خیال نہ کیا گیا کہ **قرآن کریم نے ظالموں کو اسلام میں درجہ امامت سے خارج کر دیا ہے**۔ مسلمانوں کا امام صرف وہ شخص ہوسکتا ہے جو منجانب خداوند معصوم ہو عادل ہو۔ ظالم وجائر نہ ہو قرآن کریم نے ظالموں پر لعنت کی ہے۔ **چنانچہ مسلمانوں کا یہی مذہب ہے**

<u>کہ وہ ہر اس بات کو تسلیم کریں جو قرآن کریم کی سند رکھتی ہو۔اور ہر اس بات کا انکار کریں جو قرآن کریم کی تعلیمات کے خلاف ہو۔</u> **<u>اِسی جگہ آپ اندازہ لگالیں کہ جب یہ کوششیں جاری ہوں کہ ہر خاطی، ظالم و جابر و جائر و ستمگار مسلمانوں کا امام بن جائے اور ایسے ظالموں جابروں و جائروں اور ستمگاروں کو معاونین بھی حاصل ہوں۔ اُن کو غلبہ و اقتدار بھی مل گیا ہو تو ہر وہ شخص اُن کے بنائے ہوئے قانون کی رُو سے مجرم ہوگا جو امامت کے لئے عصمت کی شرط لگائے یا ظالموں پر لعنت کرے یا جائروں کی اطاعت سے سرتابی کرے</u>**۔ وہ ایسے جمعہ کو ہرگز قائم نہ ہونے دیں گے جن میں خود اُنہی پر قرآن کی زبان میں لعنت کی جائے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ اُن کا نام خطبوں میں پکارا جائے۔بس جناب **<u>سلطانی اور خوف</u>** کا نہ ہونا نماز جمعہ کے اہم ترین شرائط میں سے ہیں۔لہٰذا ہم نے عرض کیا ہے کہ مسلمانوں کو تسلط، غلبہ و اقتدار حاصل ہو۔دشمنوں کو مغلوب کرلیا گیا ہو تو جمعہ کا قیام واجب ہے خواہ سلطانِ وقت علیہ السلام موجود ہوں یا بظاہر موجود نہ ہوں۔اس لئے کہ مسلمانوں کا تسلط خود سلطانی کی موجودگی کا ثبوت ہے۔خوف کا مطلقاً خاتمہ ہوجانا یا **<u>امام عادل علیہ السلام کا مبسوط الید ہونا</u>**۔دراصل ایک ہی بات کو دو طرح کہنے کا عالمانہ طریقہ ہے۔علاوہ ازیں دو چار جملے اہل سنت کی طرف سے اور سُن لیں تاکہ مسئلہ کی مکمل صورت سامنے آجائے وہ مانتے ہیں کہ:۔

547۔ ''حدیث وفقہ میں اُن بارہ شرائط کے علاوہ بعض اور شرائط بھی موجود ہیں۔مثلاً دن کا صاف ہونا۔یعنی بارش کا نہ ہونا۔اور برد (سردی، ٹھنڈ۔یہی سخت گرمی کے لئے حکم ہے۔احسن) شدید کا نہ ہونا۔اور خوف کا نہ ہونا بھی شرط ہے۔پہلی دونوں شرطیں وجوب کے لئے ہیں۔(یعنی اگر بارش میں نماز جمعہ قائم کرلیا جائے تو جمعہ ادا ہوسکتا ہے) مگر خوف نہ ہونے کی شرط ادائے نماز جمعہ کے لئے ہے۔(یہ اگر پوری نہ ہو تو جمعہ ادا ہی نہ ہوگا) اور خوف کا نہ ہونا شرط اس لئے ہے کہ بوقت خوف اذن عام جاتا رہے گا جو کہ خود ایک اہم شرط ہے جمعہ کے ادا کرنے کی۔اور ایک شرط اور بھی ہے۔جس کے نہ ہونے پر نماز جمعہ کی ادائیگی میں قوی شبہ ہوجائے گا۔وہ یہ ہے کہ ایک شہر میں نماز جمعہ کی جماعت صرف ایک جگہ ہو' اور اگر ایک جگہ تمام نمازی جمعہ نہ ہوسکتے ہوں تب اجازت ہے مگر احتیاطاً ظہر پڑھی جانا بھی بہتر ہے۔''

548۔ یہاں تک یہ ثابت ہو چکا کہ نماز جمعہ کے بامقصد قیام میں اگر مومنین کو کسی قسم کا بھی خوف ہو تو اقامہ جمعہ ہرگز جائز نہیں بلکہ خوف کی موجودگی میں نماز جمعہ حرام اور گناہ ہے۔یہ بڑی تفصیل سے بتایا جا چکا ہے کہ خوف کے علاوہ جمعہ جن شرائط سے مشروط ہے وہ سب کی سب خوف کی بنا پر قائم کی گئی ہیں۔اس کی مثالیں پیرا نمبر 483 سے 501 تک آچکی ہیں۔قبل اس کے کہ ہم خوف کے سلسلہ میں کچھ اور عرض کریں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر مذکورہ بالا تمام شرائط حاصل ہوں تو:۔

(1) نماز جمعہ قیامت تک واجب ہے فرض ہے؛

(2) ہر مسلمان پر شرائط کی موجودگی میں نماز جمعہ خدا اور رسوؐل اور آئمہ علیہم السلام کا حقِ واجب ہے؛

(3) جوکوئی اسے تمام شرائط کی موجودگی میں ترک کرے خواہ حقیر جان کرخواہ لاپرواہی سے وہ اسلام سے خارج وجہنمی ہے؛

(4) اس نماز میں دورکعات دوقنوت اور دوخطبے ہوں گے؛

(5) پہلی رکعت میں سورہ جمعہ دوسری میں سورہ منافقون لازماً شامل کی جائیں گی؛

(6) دونوں خطبوں کے درمیان وقفہ کے لئے ذرادیر بیٹھا جائے گا؛

(7) قرأت برابر بالجہر ہوگی؛

(8) قنوت پہلی رکعت میں رکوع سے پہلے دوسری میں رکوع کے بعد ہوگی؛

(9) پیش نماز عمامہ وعباوقباورداء پہنے گا؛

(10) عصایاتلوار کا سہارالے کرخطبہ پڑھے گا؛

(11) اس نماز سے سرتابی منافقین کی شناخت ہے؛

(12) اس کے بے حدوحساب فضائل ومناقب وثواب ہیں؛

(13) اوراس کے حقیقی قیام کی سعی ہر شخص پر ہر حال میں واجب وفرض ولازم ہے؛

(14) حقیقی قیام کے نتیجہ کی برآمدگی کے بعد اس نماز سے کوئی مستثنیٰ نہ رہے گا۔(حتیٰ کہ عورتیں بھی شریک ہوں گی بچے بھی غلام بھی مریض ومسافر بھی)

549۔ ان مندرجہ بالا چودہ جُملوں اور چندسطروں میں نماز جمعہ کے متعلق تمام احادیث کوسمیٹ کرجمع کردیا گیا ہے۔ساری حدیثیں پڑھ جایئے آپ کو یہی چودہ باتیں ملیں گی۔ان سے باہر ساری کتابوں میں کچھ نہ ملے گا۔درا صل احادیث کی تعداد اِن شرائط وتفصیلات کو بتدریج عائد وقائم کرنے کی وجہ سے بڑھی ہے۔ورنہ ایک حدیث میں سب کچھ بیان کردیا جاتا۔چنانچہ اس سلسلہ کی ہر حدیث میں ہر شرط کو،خواہ وہ کہیں بیان ہوئی ہو،شامل رکھنا لازم ہے۔یہ نہیں کہ ایک حدیث میں نماز جمعہ کی فرضیت بیان ہوئی مگر تعدادِ رکعات یا خطبوں کا ذکر نہ ہوا تو آپ جتنی چاہے رکعات اور بلا خطبہ نماز جمعہ واجب سمجھ لیں۔لہٰذا پہلی بات یہ ہوئی کہ نماز جمعہ کی تمام شرائط کوسب سے پہلے سامنے رکھنا ہوگا۔پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ آیا وہ تمام شرائط پوری کرکے اس واجب اور فرض کوادا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟اس کے بعد فتویٰ دیا جائے گا کہ:۔

1۔نماز جمعہ قائم کرو یہ فرض ہے واجب ہے۔اور نماز ظہر ساقط ہے۔اور جمعہ کی نماز کا چھوڑنا اور ظہر کی نماز کا پڑھنا حرام ہے۔

2۔یا ظہر کا برابر ادا کرنا لازم ہے اور نماز جمعہ پڑھنا اور ظہر کو ترک کرنا حرام ہے۔

3۔یا نماز جمعہ کے احترام اور اغیار کو عادت ڈالنے کی غرض سے جمعہ وظہر دونوں پڑھو اور رفتہ رفتہ مقاصد تک جا پہنچو۔

لیکن اس طریقہ کار کو مذہبی جوش یا تخریبی مقاصد کی بنا پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اور واجب ہے واجب ہے کی رٹ لگائی جاتی ہے کسی کو غور کرنے کا موقعہ ہی نہیں دیا جاتا ہے۔ کفر و نفاق اور مذمت کی بوچھاڑ کی جاتی ہے۔ لعن وطعن اور سَبّ وشتم کو اپنا حربہ بنا لیا جاتا ہے۔ ایسے حضرات کے لئے تنبیہ ضروری ہے اُن کے منہ میں لگام دینا لازم ہے۔ ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہنا، مقدّس مآب بنے رہنا اور عوام میں تفرقہ پردازی اور انتشار کو برداشت کرنا بھی اُسی طرح حرام ہے جس طرح بے مقصد اور غلط جمعہ قائم کرنا حرام ہے۔ اس لئے ہم نے قلم اُٹھایا ہے کہ مومنین کے سامنے جمعہ اور اس کے مختصر متعلقات رکھ کر اُنہیں دشمنوں سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا جائے۔

550۔ اب آپ کو یہ دکھانا ہے کہ مذہبی اعمال بجالانے میں مقاصد محمد وآل محمد صلی اللہ علیہم کی باقاعدہ، مسلسل ومربوط تنفیذ و اجرا لازم ہے۔ ہمارے ہر ہر قول و فعل کو اُن مقاصد کی تنفیذ کے لئے ایک پروگرام کی صورت میں سرزد ہونا چاہئے اور ہر قول و فعل سے متعلق ایک متعینہ نتیجہ برآمد ہونا چاہئے۔ اور ہر نتیجہ کو مقصد کی برآمدگی میں مدد دینا اور مقصد کو قریب تر کرتے رہنا چاہئے۔ اسی قربت کی نیت ہوتی ہے عبادتوں میں۔ یہی قربت الی المقصد، اللہ ورسوؐل سے قربت ہے۔ آپ تمام دن باتیں کرتے ہیں، اعمال بجالاتے ہیں عبادتیں کرتے ہیں۔ اگر اُن کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا اور پھر آپ کو معلوم بھی نہیں کہ کس عمل کا کیا نتیجہ ہونا چاہئے تو یقین کیجئے کہ آپ کے اعمال واقوال وعبادات لھو ولعب کے دائرہ میں سرگرداں ہیں۔ خدا کے لئے ان کو صراط مستقیم پر قائم کیجئے۔ جس طرح اپنے روزانہ کے کاموں کو غور وفکر سے کرتے ہو۔ نتیجہ نہ نکلنے پر متاسف ہوتے ہو کم از کم اسی طرح دین کے کام بھی کرو۔ اگر آپ تمام دن چلتے رہیں اور دفتر نہ پہنچیں تو کیا آپ اس قسم کے چلنے کو آوارہ گردی نہ کہیں گے؟ اگر آپ تمام دن محنت کرتے رہیں اور شام کو ایک پیسہ نہ ملے تو کیا آپ اس محنت کو ضائع شدہ قرار نہ دیں گے۔ تو یہ کیا بات ہے کہ آپ دین میں آوارہ گردی جائز رکھتے ہیں؟ دین کے اعمال کو ضائع کر کے دین سے لوگوں کو منحرف کر رہے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ آپ پر چاروں طرف سے تباہیاں منڈلا رہی ہیں۔ آپ سے روزانہ اور ہر لمحہ دین کی تحقیر سرزد ہو رہی ہے۔ اس سے باز آجایئے یا دین سے باز آجایئے۔ چنانچہ عرض یہ کیا جارہا تھا کہ ہماری زندگی کا ہر سانس، ہماری ہر بات، ہمارا ہر قدم، ہر عمل وہر اقدام اس طرح عمل میں آنا لازم ہے کہ مقاصدِ آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے حصول میں قریب تر ہوتے چلے جائیں۔ لیکن اگر ہمیں معلوم ہو کہ فلاں عمل اُن مقاصد کے خلاف جائے گا یا یہ خوف ہو کہ اس عمل سے اُن مقاصد کی شکست وریخت واقع ہوگی تو اس قول و فعل کو حرام سمجھئے۔ اس سے باز رہئے اور دوسروں کو سمجھا کر روکنے کی کوشش کیجئے۔ اسی لئے جائز و ناجائز، حرام وحلال، غلط وصحیح، سنت ومباح کے الفاظ آئے ہیں۔ ورنہ ان کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جانوروں کی طرح جو کر رہے ہیں بس کرتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن آپ بدقسمتی سے یا خوش قسمتی سے انسان پیدا کر دئے گئے ہیں۔ عقل دے دی گئی، اختیار مل گیا اب آپ کے

لئے چارہ کارنہیں، راہِ فرارنہیں، آپ کی طاقت سے باہر ہے جانور بن جانا۔ اگر آپ کوشش کریں گے تو مولا بخش اور قانون آپ کو ہانک کرلائے گا اور پھر گھما کر انسان رہنے پر مجبور کرے گا۔

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی رضامندی ہی حقیقی عبادت ہے

551۔ تعلیمات اسلام کو نافذ کرنے کے لئے دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اسلام اور اہل اسلام کا غلبہ ہو۔ دوسری یہ کہ اہل اسلام مغلوب ہوں اور اقتدار وغلبہ دشمنانِ اسلام کو حاصل ہو۔ اس دوسری صورت میں ہر عمل اس شان کے ساتھ بجالانا ضروری ہے کہ دشمنوں کا غلبہ کمزور ہوتا جائے اور مومنین غالب آتے جائیں۔ چنانچہ دشمنوں کو اپنے منصوبہ کی ہوا تک نہ لگنے دی جائے گی۔ ورنہ وہ حفاظتی اقدامات کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو ضرر پہنچانے اور ان کے اقدامات کو بے اثر بنانے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ نماز جمعہ ہی نہیں بلکہ عام پنج وقتہ نمازوں کی جماعت اگر دشمنوں کے لئے مفید اور مومنین کے لئے مضر ہوتو اس کا پڑھنا منع کردیا جائے گا۔ جیسا کہ جناب عبداللہ بن بکیر نے اس پہلو کو واضح کرانے کے لئے سوال فرمایا تھا۔

552۔ ''میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسی قوم کے لئے دریافت کیا کہ جو کسی بستی میں ہو اور ان کی شیرازہ بندی کرنے والا کوئی موجود نہ ہو تو کیا وہ قوم جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت سے پڑھیں؟ فرمایا کہ ''**ہاں اگرانہیں خوف نہ ہو**۔'' (الاستبصار جلد 1 کتاب الصلاۃ باب الجہر بالقرائۃ)

قال: سَألتُ اَبَا عبدالله عليه السلام عن قوم في قرية ليس لهم من يجمع بهم أيصلّون الظّهر يوم الجمعة في جماعة ؟قال نعم اذا لم يخافوا .

553۔ یہاں دو باتیں واضح ہوگئیں اوّل یہ کہ اگر کسی قسم کا خوف ہے تو ظہر کی نماز بھی جماعت سے پڑھنا غلط ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ جمعہ کے دن نماز جمعہ کی جگہ نماز ظہر جماعت کے ساتھ پڑھنے کی اجازت ہے۔ اور یہ اس صورت میں جب کہ کسی قسم کا خوف نہ ہو۔ یعنی نماز جمعہ بے خوفی اور امن کے زمانہ میں بھی ایسی واجب نہیں ہے جیسا کہ مولانا سمجھتے ہیں۔ یعنی امامؑ زمانہ بہر حال نماز جمعہ کو ظہر سے بدلنے پر مختار ہیں۔ اور یہ اُسی صورت میں ہوگا۔ جب کہ امامؑ زمانہ سے نمازِ جمعہ مربوط نہ ہو۔ یعنی ہر جمعہ کو علوم محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم سے حصہ ملنے میں رکاوٹ ہو اور نماز جمعہ صرف عبادت یا نماز ہوکر رہ جائے۔ اس لئے نماز ظہر کو اختیار کرلیا جائے گا اور نماز جمعہ کو اعلیٰ مقاصد کے لئے ملتوی کرکے اس کے باقاعدہ قیام کی سعی وانتظام کیا جائے گا۔

554۔ یہاں یہ وہم پیدا ہونا ممکن ہے کہ یہ دیہات کی بات ہے اس لئے کہ قریہ دیہات کو کہتے ہیں۔ شبہات پیدا کرنے والوں کو بتادو کہ تم کم از کم قرآن کریم پر ایمان کا اعلان کرنے کے بعد ایسا نہیں کہہ سکتے کہ قرآن کریم نے اہل زبان ہی نہیں بلکہ اہل مکہ اور فصحاءِ مکہ کی زبان سے مکہ وطائف کو قریہ کہا ہے (43/31) جو ہرگز گاؤں نہ تھے۔ پھر مکہ معظّمہ کو اُم القریٰ فرمایا ہے (6/92) تمام بستیوں کی بنیاد، اصل، سردار یا ماں۔ لہٰذا اہل زبان اس وقت قریہ گاؤں کو نہ کہتے تھے۔ اور اگر کہتے تھے تو اپنی

مراد کو متعین کرنے کے لئے کوئی واضح ترکیب استعمال کرتے تھے۔جس سے پتہ چل جاتا تھا کہ فلاں جگہ گاؤں مراد ہے۔اصل بات صرف اس قدر ہے کہ ہر وہ مقام اور ہر وہ انسانی جماعت جو شیرازہ بندی اور نظم سے کٹا ہوا ہو۔وہاں نماز جمعہ قائم کرنے سے پہلے نظم وضبط وربط کا قائم کرنا ضروری ہے۔ورنہ **رابطوا علی الآئمۃ** (آئمہ علیہم السلام سے مربوط ہوجاؤ) کے مطابق قیامِ جمعہ کا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

555۔ قیام جمعہ تو خالصتاً قیام ولایت پر منحصر ہے۔روزانہ کی نمازوں میں اس کا خیال رکھا گیا ہے کہ اگر مقاصدِ آئمہ علیہم السلام مجروح ہونے کا اندیشہ ہو تو نہ صرف پنج وقتہ فرض نمازوں کی جماعت کو ترک کرادینا ضروری ہے۔بلکہ اہل ولایت کو تاکید ہے کہ وہ سب ایک ہی وقت میں فرادیٰ نماز بھی نہ پڑھیں تاکہ اہل خلاف بے موقعہ اور مُضر تعارف سے محروم رہ کر ہمارے اقدامات اور منصوبۂ قیام ولایت سے غافل رکھے جاسکیں۔دیکھئے اس سلسلہ میں جناب زرارہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میری موجودگی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک شخص نے کہا کہ:۔

556۔ ''جس وقت میں مسجد میں داخل ہوا تو ہمارے بعض اصحاب عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔اور ان میں سے بعض اصحاب ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے۔چنانچہ جواب میں فرمایا کہ میں نے اس کا حکم دیا ہے۔اگر وہ ایک ہی وقت میں پڑھیں تو پہچانے جائیں	**ربّما دَخَلْتُ المسجد و بعض اصحابنا یصلّون العصر و بعضهم یصلّون الظهر .فقال:اَنَا امرتهم بهٰذا .لو صلّوا علی وقت واحد عرفوا فاخذ رقابهم** (فروع کافی باب وقت الظہر والعصر)

اور ان کی گردنیں ناپی جائیں۔''

557۔ آپ کو یہ ہرگز فراموش نہ کردینا چاہئے کہ دین کی تعمیل خدا کے یہاں اُسی وقت مقبول ہے جب کہ آپ کا عمل، تعمیلِ احکامِ معصومینؑ کے مطابق ہو اور دل میں کسی قسم کی کراہت موجود نہ ہو۔یعنی اگر وہ کسی وقت دین کے ایک حکم کو ملتوی فرمادیں تو آپ کو نہایت رضا اور رغبت سے اُس حکم کو اُس وقت تک ملتوی رکھنا ہوگا جب تک دوبارہ حکم نہ دیا جائے۔ایسے مواقعہ پر جو شخص اُن کے حکم کے بالمقابل عبادت کے خیال سے ملتوی شدہ حکم کے خلاف عبادت یا اعمال بجالائے وہ نہ صرف گنہگار ہے بلکہ ہمارے نزدیک وہ دین سے خارج ہے۔ہم صرف آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے چشم وابرو کے اشارہ پر عمل کرنے میں دین سمجھتے ہیں۔اُن کی رضامندی ہی حقیقی عبادت ہے۔جب وہ نماز سے روک دیں خوشی سے رُک جانے میں جنت ہے۔جب وہ جماعت سے منع کردیں تو فرادیٰ پڑھنے میں رضائے خداوندی ہے۔وہ لوگ جو اس کے خلاف عمل کریں ہرگز آئمہ علیہم السلام سے متعلق نہیں ہیں۔اور جو اُن سے دین میں اس طرح وابستہ نہیں ہیں وہ اسلام کے دائرہ سے باہر ہیں۔البتہ ناواقفیت لاعلمی اور مغالطہ قابلِ معافی ہیں۔ہم جو کچھ کرتے ہیں وہ صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ہمیں خوشنودی ورضائے معصومینؑ درکار ہے۔

ہم نمازیں اُن کی وجہ سے پڑھتے ہیں۔ ہمارے روزوں کی سنداُنہی سے ملتی ہے۔ ہمارا حج ہرگز قبول نہیں اگر اس میں اُن کے مقاصد کونظر انداز کر دیا جائے۔آپ خُمس دے کربھی حرام خور ہیں اگر خمس اُن کی منشاء کے مطابق نہیں دیا گیا۔آپ کی زکاۃ مردود ہے اگر اس سے مقاصدِ ولایت برآمد نہیں ہوتے۔الغرض ہرعبادت نا قابل قبول ہے اگر نتیجہ میں قیام ولایت سے قربت نہیں ہوتی۔ کبھی نہ بھولئے کہ آئمہ اہل بیت علیھم السلام خود دین ہیں،صراط مستقیم ہیں،خود ذکر ہیں،رحمت ہیں اور یہ تمام چیزیں اوّلیں مباحث میں قرآن وحدیث سے ثابت کی جا چکی ہیں۔آپ دیکھ چکے ہیں کہ ولایت کے بغیر نماز روزہ وغیرہ بے کار وفضول وعبث ہیں۔ تمام انبیاء علیھم السلام کی بعثت کی غرض قیامِ ولایت ہے۔وہ لوگ جونمازوں، جماعتوں اور دیگر عبادتوں پر زور دیتے ہیں اوراہل باطل اور دشمنانِ اسلام کے اقتدار کے خلاف نا گواری تک محسوس نہیں کرتے۔اُن سے کہہ دو کہ تم حقیقی دشمنانِ خدا اور رسوؐل ہو۔تم دولت باطل کے قیام میں کوشاں ہو۔اسی کے مدد ومعاون ہو۔تمہارا مقصد صرف شیرازہ ولایت کو منتشر رکھنا ہے۔اُن سے کہہ دو کہ اکیلا مومن پوری جماعت ہے یا جماعت کے برابر ہے۔چنانچہ امام محمدؑ باقر علیہ السلام کا فتویٰ ہے کہ **المؤمن وحده جماعة** ۔مومنِ خاص تنہا بھی جماعت ہے۔(فروع کافی **فضل الصلاة فی الجماعة**)

اُن کو بتادو کہ باطل کے فروغ واقتدار کے زمانہ میں مومنین کی نمازِ جماعت سے ایک نماز،ظہورِحق اوراقتدارِحق کے زمانہ کی پچاس جماعت کی نمازوں سے بہتر ہے۔اورایک تنہا نماز پچیس نمازوں سے افضل ہے۔اُن کو بتایئے کہ ہم نمازوں کی قدر و قیمت اور مقصد سے کما حقہ واقف ہیں۔ ہماری نمازیں مقبول بارگاہِ خداوندی ہیں۔اسلئے کہ ان کی ہرنقل وحرکت قیامِ ولایت کیلئے وقف ہے نہ کہ ریا کاری ودنیاوی مفاد کیلئے۔ہماری فطری موت شھدائے بدرواحد کی کثرت سے بہتر ہے(**لا یموت من کم میّت علی الحال التی انتم علیھا اِلّا کان افضل عند اللّٰہ من کثیر من شھداء بدر و احد فابشرو**)یہ خوشخبری اُن مومنین کیلئے ہے جوآئمہ معصومین علیھم السلام کودُنیاوآخرت کا مالک سمجھتے ہیں۔اورتمام اعمال کواُنکی رضا کے مطابق بجالانے میں کوشاں ہوتے ہیں۔امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہمیں بتایا ہے کہ:۔**اَلدّنیا وَالْاٰخِرة للامام یضعھا حَیْث یشآء** (دنیاوآخرت امام کیلئے ہےجسطرح چاہتا ہےاُنہیں متعین کرتا ہے۔''(اصول کافی **کتاب الحجة باب ان الارض کلاھا للامام علیه السلام**)

558۔ یہاں تک یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ہر وہ عبادت جس میں اجتماعِ عام ہو۔جیسے نمازِ جماعت،نمازِعید ونمازِ جمعہ اور حج وغیرہ اِن کو بجالانے سے پہلے پہلے دشمنانِ اسلام کا زورتوڑنا ہوگا،ان کا شیرازہ بکھیرنا پڑیگا۔مسلمانوں کو خوف وخطر سے محفوظ کرنے کے تمام اقدامات فرداًفرداًواجتماعی حیثیت سے کرنا ہوں گے۔اور جب خوف کی کوئی شکل موجود نہ رہے گی تب جا کرنماز جمعہ وجماعت کا قیام ہوگا۔اس سے پہلے نماز جمعہ کا فتویٰ دینا حرام ہے،نا عاقبت اندیشی ہے،مقاصد آئمہ اہل بیتؑ سے

لاعلمی کی دلیل ہے۔اوریا پھر دشمن اسلام ہونے کی دلیل ہے۔مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی ذرہ برابر پرواہ نہ کرنا۔چاروں طرف سے اُنہیں مغلوب ہوتے ہوئے نہایت اطمینان سے دیکھنا۔اُن سے نمازوں،روزوں وعظوں پر بڑی بڑی رقمیں وصول کرنا،روز بروز اُنہیں غریب تر اورمحتاج تر بناتے چلے جانے کی اسکیمیں بنانا۔اُن علماء کا کام کیسے ہوسکتا ہے جن کومعصومینؑ کا نائب سمجھا جائے گا۔وہ تو خود مفلوک الحال رہیں گے،خود فاقہ کریں گے،اس لئے کہ اُنہیں اُمت کی فلاح و بہبود مطلوب ہے وہ کیسے دین فروشی کر سکتے ہیں۔وہ خودفروش وخودفراموش ہوتے ہیں۔اُن کے صبح وشام اسی فکر میں گذرتے ہیں کہ کس طرح اُمت مسلمہ کودشمنانِ اسلام کے پنجہ سے نجات دلائی جائے۔

559۔ وہ لوگ کیسے اسلام دوست ہو سکتے ہیں جو یہ حدیث پڑھ کرتڑپ نہ جائیں۔جو جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے نہایت حسرت بھرے لب ولہجہ میں عبرت کے لئے فرمائی ہے۔

یا عبدالله مَامَنُ عید للمسلمین اضحی و لا فطر الا وهو یتجدد فیه لآل محمدؐ حزن قُلْتُ فَلِمَا؟قال: لا نّهم یرون حقّهم فی ید غیر هم (الفقیه و علل الشرائع وغیرها)

اَے عبداللہ مسلمانوں کے لئے کوئی عید ایسی نہیں ہے۔خواہ بقرعید ہو یا عیدالفطر جس سے آلِ محمدؐ کے رنج وغم کی تجدید نہ ہوجاتی ہو۔میں (عبداللہ) نے عرض کیا وہ کیسے؟ فرمایا کہ یہ اس لئے کہ وہ اپنے حق کوغیروں کے ہاتھوں میں دیکھتے ہیں۔'' (علل الشرایع باب126 الجزءالثانی)

560۔ یہ حدیث پہلے دوسری کتاب سے آچکی ہے یہاں اس سے یہ محسوس کرنے کی کوشش فرمائیں کہ عیدوں کے آنے سے آلؑ محمد پر غم نہیں آتا بلکہ ایک غم مستقل طور پرموجود ہے۔جسے اُمت کی فلاح و بہبود کی فکر وکوشش سے بہلاتے اور بُھلاتے رہتے ہیں۔لیکن عیدیں آتی ہیں تو وہ قدیم رنج والم تازہ ہوجاتا ہے۔حکومت تو غیروں کے ہاتھ میں ہے ہی۔مگر عید کے روز اُس کا دشمنوں کے ہاتھ میں ہونا ازحد تکلیف پہنچاتا ہے اور سابقہ غموم وھموم کی تجدید کر دیتا ہے۔محبت واطاعت واتباع اہل بیت محمدؐ کا دعویٰ کرنے والوں کی نیندیں حرام ہوجانا چاہئیں اس حدیث کو پڑھ کر۔اُنہیں ہرقسم کا چین وآرام،عیش وعشرت،لذت وراحت اپنے اوپرحرام کر لینا چاہئے جب تک کہ وہ اس حق کوواپس نہ لے لیں۔ابوسفیان وابوجہل اور دیگر منصوبہ سازوں نے حکومت محمدؐیہ کوتباہ کرنے اور بدر واُحد کا بدلہ لینے کے لئے مسندوں،تختوں،کرسیوں کوچھوڑ دیا تھا۔وہ رات کو چارپائی پرنہ سوتے تھے۔اُنہوں نے ہرعیش و آرام حرام کرلیا تھا۔اپنی اولادوں کو،معاونین کووصیتیں کرتے تھے۔انتقام لینے اورتخریب اسلام کے لئے دن رات کوشاں رہتے تھے۔تب جا کرایک ایسا دن آیا تھا کہ تخت حکومت سے اعلان ہوسکا کہ (معاذاللّٰہ) نہ کوئی وحی آئی تھی نہ فرشتہ آیا تھا۔یہ تو بنی ھاشم نے اپنے اقتدار اور قیام حکومت کا ڈھونگ رچایا تھا۔وہ مسلمان بادشاہ برسرعام شکر خدا بجالاتا ہے اور کہتا ہے کہ کہاں ہیں میرے بزرگ اور بدر واُحد کے شہداء جودیکھیں کہ میں نے کیسا انتقام لیا۔آلؑ محمدؐ میرے سامنے پابہ جولان حاضر ہیں۔(معاذاللہ) اُس شخص کا سرتختِ خلافت کے نیچے پڑا ہے جوقرآن کی غلط تعبیر کرتا تھا۔اورحکومت کواپنا حق سمجھتا تھا۔(لا حو ل و لا قوۃ اِلا باللّٰہ)

آئمہ معصومین علیھم السلام کا حق دشمنانِ اسلام کے قبضہ میں ہونا مستقل غم وحزن

561۔ دوستو اور میرے بزرگو!! اگر تم واقعی محمد وآل محمدؐ کے مذہب پر ہو؟ اگر سچ مچ تمہیں اُن کی خوشنودی مطلوب ہے؟ تو اُن کے اس حق کو واپس دلاؤ۔ یہ تمہارا فرض ہے وہ تمہارے منتظر ہیں، یہ تمہارے کرنے کا کام ہے۔ اگر آپ نے آئمہ اہل بیتؑ کی وہ احادیث دیکھی ہوتیں جس میں اُن بزرگواروں نے آپ کو اپنے مقاصد اور اپنی ولایت کو نافذ کرنے پر مامور کیا ہے تو ہمیں یقین ہے کہ آپ کے دل ودماغ میں ایک انقلاب مچلتا ہوا ملتا۔ آپ حصول راحت وآرام کے بجائے خود کو دار ورسن کے لئے تیار کرتے ہوئے پائے جاتے۔ آپ کی سمجھ میں تلواروں اور زنجیروں کے ماتم کی غرض وغایت آجاتی۔ آپ ایک خون فشاں قوم ہوتے ہوئے یوں مغلوب ومقہور نہ پائے جاتے۔ آپ اپنے بچوں کو فقیر، سقہ اور علمدار بنانے کا منشاء سمجھتے۔ آپ ہنسلیوں کی مَنتوں اور پاؤں کی بیڑیوں کا صحیح استعمال کرتے۔ مگر افسوس کہ ہم دوسروں کے ہاتھوں بک چکے ہیں۔ اغیار کے مقاصد کا رنگ دے کر ہر عبادت وہر رسم وہر شعار کو رفتہ رفتہ بدل دیا ہے۔ قوم کے اذھان کو سیاسی افیون سے کُند کر دیا ہے۔ اور ہر بات کو اُلٹ کر رکھ دیا ہے۔ چند بے معنی بے مقصد الفاظ کے چکروں میں پھنسا کر چھوڑ دیا ہے۔ آیئے آپ کو ایک حدیث سُناؤں ذرا غور سے سنئے اور اپنا فریضہ سمجھئے۔ یہ سمجھ کر سنئے کہ امام رضا علیہ السلام دشمنوں کے قانونی شکنجہ سے محفوظ کلام فرما رہے ہیں۔ جو کچھ وہ اشاروں میں فرماتے ہیں اُسے اپنے ایمان کی قوت سے تفصیل کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کریں۔

ہماری ترجمانی میں بھی اسی اصول کا خیال رکھیں وہاں بھی آپ ہی کا ایمان کام دیگا۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ ہماری حدیث کو صرف انبیاؑء ومرسلینؑ یا وہ قلوب اُٹھا سکتے ہیں جنکے قلوب کا ایمانی امتحان ہو چکا اور وہ کامیاب ثابت ہوئے ہوں۔ ارشاد ہے کہ:۔

562۔ محمد بن ابی نصر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

۔''میں نے جناب امام رضا علیہ السلام سے ایک مسئلہ کے متعلق دریافت کیا تو منہ پھرالیا اور خاموش رہے۔ پھر فرمایا کہ اگر میں ہر اس سوال کا جواب عطا کرتا رہوں جو تمہیں درپیش ہیں تو ہمارے جوابات تمہارے لئے شر بن جائیں گے۔ اور صاحبؑ الامر کی گردن ناپی جائیگی۔ ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہ ولایت خداوندی ہے کہ اللہ نے اسے جبرائیلؑ کو صیغہ راز میں سپرد کیا راز ہی میں جبرائیلؑ نے اس ولایت

سَأَلْتُ ابا الحسن الرضا عليه السلام عن مسئلةٍ فَأَبٰی وامسک، ثم قال : لو اعطينکم کلما تريدون کان شرًا لکم واخذ برقبة صاحب هذا الامر ،قال ابو جعفر عليه السلام ولاية اللّٰه اَسرّها الی جبرئيل عليه السلام واسرّها جبرئيل الی محمد صلی اللّٰه عليه وآله وسلم واسرّها محمدؐ الی علی عليه السلام واسرّها علیؑ الی من شاء اللّٰه ثم انتم تذيعون ذلک من الذی امسک حرفا

کوآنحضرتؐ کوسپرد کیا انہوں نے جناب علیؑ کواس کا راز سونپ دیا۔ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے اس ولایت کے اسرار ورموز اُن لوگوں کے حوالہ کئے جو اللہ کے قانون کے مطابق فٹ تھے۔ پھرتم اس اسرار ولایت کوفاش کردینا چاہتے ہو۔ ہے کوئی جواس سلسلہ کی باتوں کوسُنے اوراُن کی حفاظت کرے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے آل داؤد کی حکمت عملی کی ذیل میں فرمایا ہے کہ ایک مسلم کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی ذات پر مختارہو۔ اوراپنی شان کومنوا کرر ہنے والا ہو۔ اوراپنے زمانہ والوں ہمعصروں کی معرفت رکھتا ہو۔

سمعة؟ قال ابو جعفر عليه السلام :في حكمة آل داؤد :ينبغي للمسلم ان يكون ما لكاً نفسه مقبلا على شانه عارفاً باهل زمانه، فاتقوا الله و لا تذيعوا حد يثنا فلو لا انّ اللّه يدافع عن اوليا ئه و ينتقم لا وليا ئه من اعدائه، اما رايت ما صنع اللّه بآل برمك وما نتقم اللّه لا بى الحسن عليه السلام وقد كان بنو الا شعت على خطرٍ عظيمٍ فدفع اللّه عنهم بولايتهم لابى الحسن عليه السلام وانتم بالعراق ترون اعمال هؤُ لاءِ الفراعنة وما امهل اللّه لهم، فعليكم بتقوى اللّه و لا تغرَّنّكُمُ (الحياة)الدُّنيا، ،وتَغْتَرُّوا بمن قد امهل له فَكَاَنّ الامر قدوصل اليكم۔

چنانچہ تم اللہ کے فرائض کواختیار کرواور ہماری احادیث کوفاش کر کے ضائع نہ کرو۔ (ہماری ولایت کا راز باقی نہ رہتا) اگرکہیں اللہ اپنے ولیؑ الامر کی طرف سے دفاع کی ذمہ داری نہ لیتا اوردشمنانِ ولایت سے انتقام نہ لیتا رہتا۔ کیاتم نے وہ سب کچھ نہیں دیکھا جواللہ نے آل برامکہ کے ساتھ کیا اورامام کاظم علیہ السلام کا انتقام لیا۔ اور یہ کہ اُس زمانہ میں اشعث کی اولاد (جعفر بن اشعث) بڑے ہی خطرہ میں مبتلا تھی ۔ اللہ نے اس خطرہ کواسلئے دفع کر دیا کہ وہ امام کاظم علیہ السلام کی ولایت کی تنفیذ میں مصروف تھے۔ اورتم عراق میں اُن فراعنہ وقت کے اقدامات کواچھی طرح دیکھ رہے ہو۔ اور یہ بھی کہ انہیں خدا نے فی الحال مہلت دے رکھی ہے۔ تم پراللہ کے عائدکردہ فرائض کا انجام دینالازم ہے۔ ایسانہ ہوکہ حیات دُنیاتمہیں فریب میں مبتلا کر کے (اُن فرائض سے باز رکھے) اُن لوگوں کی پوزیشن کوواضح نہ رہنے دے جن کومہلت دیدی گئی ہے۔ اب یُوں ہی ہے کہ کارِ حکومت وولایت تمہارے ہاتھ ہے۔''

563۔ آپ نے سنا کہ اللہ کی طرف سے قیام ولایت صیغہ راز میں چلااور مسلسل چلتا رہا۔ یہ اس لئے کہ ابلیس اوراس کا گروہ مخل ومزاحم نہ ہوسکیں۔ امام علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا کہ تمہارے لئے تمام اقدامات کا قبل از وقت بیان کردینا نقصان دے گا۔ اوروہ نقصان پہلے نمبر پرامام زمانہؑ کوقانون کی نظر میں ماخوذ کرلے گا۔ اوراس طرح قیام ولایت وحکومت کے خلاف شرکو طاقت ملےگی۔ صرف باتیں ہی باتیں کرنے کوراز کافاش کرنا قراردیا گیا۔ باتوں کوسمجھ کراختیار کرنا اُن پرعمل پیراہونے والوں کونصرت کیلئے یادفرمایااوراس طرح ہمیں اورآپ کومخاطب کیا ہے۔ اس کے بعدتمام مسلمانوں کے لئے خودمختار ہونالازم قرار

دیا(ان یکون ما لکاً لنفسہ) تا کہ وہ کسی کی غلط اطاعت وحکومت کو ریزہ ریزہ کرکے پھینک دیں۔اپنی شان کومنوا کر رہنا فرض کیا اپنے زمانہ کے اہل ولایت اور دشمنانِ ولایت کو پہچاننے اوران سے متعلقہ سلوک کرنے کوواجب کیا اوران چیزوں کو تقویٰ کی وسیع لفظ سے تعبیر کرکے متقی کی تعریف متعین فرمادی۔لہٰذا وہ شخص ہرگز متقی نہیں ہے جوحکومت باطل کی اطاعت کرے اورحکومت الٰہیہ کی طرف سے خاموش رہے۔جس کی صبح اپنی نہ شام،جسکی زبان پر پہرے ہوں اوروہ آزادی کی فکر نہ کرے جو صبح سے شام تک جی حضوری میں لگارہے اوررسمی نمازیں بھی ادا کرتا رہے،وہ ملعون ہے۔اُنہی کیلئے وَیلٌ للمُصَلّین آیا ہے۔ جس انتقام کا تذکرہ فرمایاوہ خودخدانے آکرنہ لیا تھا۔بلکہ خدا کی طرف سے ذمہ داری لینے والے انسانوں نے اس انتقام کونافذ کیا تھا۔اس سے تمہیں یہ بتایا کہ تم بھی اس انتقام کی آگ کوبھڑ کاتے رہو،دلوں کوگرم رکھو،چین کی نیندنہ سوجاؤ۔آل داؤدعلیہ السلام کا تذکرہ اس لئے کیا کہ اُنہوں نے اپنی حکمت عملی اور بالقسط اقدامات سے ایک جابرومستبدحکومت کورفتہ رفتہ پاش پاش کر دیا اور خلافت الٰہیہ قائم کی۔یہ اس لئے اشارہ فرمایا کہ تم بھی آل داؤدعلیہ السلام کے نقش قدم پرچلواوراسلامی حکومت قائم کرکے چھوڑو۔یہ وعدہ کیا کہ خداتمہاری حفاظت اپنے ذمہ لے چکا ہے مگرتمہارے اقدامات راز فاش کرنے والے نہ ہوں۔تم اپنی طرف سے قیام ولایت کے منصوبہ کوصیغہ راز میں رکھواورایسے موزوں اقدامات کروکہ دشمنانِ اسلام کواصل مقصد کی ہوا تک نہ لگے۔اس احتیاط کے باجوداگرتم سے غلطی سرزدہوجائے توخداتمہاری حفاظت جعفربن اشعث کی طرح کرے گا یہ خدا کا ذمہ ہے۔حکومت الٰہیہ یاحکومت اسلامیہ کے خلاف ہرحاکم کوفرعون کہہ کر بات صاف کردی۔اورآپ کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام اورحضرت ہارون علیہ السلام کےعمل درآمد کوحضرت یوسف علیہ السلام تک رکھ دیا کہ آپ ازخودوہ تمام کام کریں جوایک دن حضرت یوسف علیہ السلام کوفراعنہ مصر کی جگہ اقتدار وحکومت سونپتا ہے۔پھرتمہیں بتایا کہ دشمنانِ اسلام کومہلت دی ہوتی ہے۔اس لئے کہ ابلیس نے مہلت کا وعدہ لے لیا تھا۔لہٰذا اُن لوگوں کی شان وشوکت،اُن کی نمازیں اوراسلام کا ڈھونگ تمہیں مغالطہ نہ دے دے۔اُن سے ہوشیارر ہنالازم قراردے کرآخر میں فرمایا کہ اب حکومت وولایت کا قائم کرنا اوردشمنانِ اسلام سے انتقام لیناتمہارا کام ہے۔چنانچہ اس حدیث میں یہ واضح ہوگیا کہ قیام ولایت ہی ہماراانفرادی واجتماعی فریضہ ہے۔دشمنانِ اسلام کوتخریبِ اسلام سے روک دینا،اُنکے اقتداروقوت کواسلام سے ٹکرا کر پاش پاش کردینااوراُن سے حقوق ولایت کوواپس لے لیناہماری ذمہ داری ہے۔اوراگرہم نے اس سلسلہ میں اب تک کچھ نہیں کیا اورنہ ایساارادہ ہے تویادرکھئے کہ ہماراقرآن اور صاحبانِ قرآنؑ سے کوئی تعلق ورشتہ نہیں ہے۔رہ گئی ہماری چندعبادتیں اور چندنیک اعمال توایسی عبادتیں اوراعمال ہرقوم کسی نہ کسی حیثیت سے بجالاتی ہے۔آپ کے اعمال وعبادت بھی اُنہی کے ساتھ شمار ہوں گے اورآپ خودبھی اُنہی کے ساتھ محشور ہوں گے۔خدا ہمیں توفیق عطا کرے کہ ہم مقاصدِ خدااوررسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے حصول میں کامیاب ہوں آمین ثم آمین۔

564۔ اب یہ غور فرمائیں کہ حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام کا حق دشمنانِ اسلام کے قبضہ میں ہونا اُن کے مستقل غم و حزن کو سال میں صرف دو دفعہ یعنی بقرعید اور عید الفطر پر ہی تازہ کرتا تو یہ بھی مومنین کے لئے بڑی قابل شرم بات ہوتی ۔لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ خود جمعہ بھی عید ہے۔جیسا کہ جناب علی مرتضٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں کہ:۔

الا انّ هذا اليوم يوم جعله الله لكم عيدًا وهو سيد أيا مكم وأفضل أعياد كم۔الخ (الفقیہ کتاب الصلوٰۃ)

خبردار باش کہ جمعہ کا دن وہ دن ہے جس کو اللہ نے تمہارے لئے عید بنایا ہے اور وہ تمہارے دنوں کا سردار ہے اور تمہاری تمام عیدوں سے افضل ہے۔'' (**باب وجوب الجمعة وفضلها ومن وضعت عنه والصلاة والخطبه فيها**)

565۔ سابقہ گفتگو میں یہ معلوم اور طے ہو چکا ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کا حق جب تک غیروں کے ہاتھوں میں ہے اُس وقت تک مومنین اور اہل بیتؑ کے لئے ہر عید ایک پیغام غم افروز لے کر آتی ہے۔اور اب یہ معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کی ہر عید میں جمعہ بھی داخل ہے۔لہٰذا اہل بیتؑ کے غم وحزن کو ہر جمعہ تازہ کرتا ہے۔یعنی سال بھر میں باون مرتبہ صرف آمد جمعہ اُن کے رنج والم میں اضافہ کا باعث ہوگی۔اب سوال یہ ہے کہ کیا آپ ایسی حالت میں جمعہ کی جماعت قائم کر کے مطمئن ہو جانا چاہتے ہیں؟ آٹھ کے بجائے چار سجدے کر کے آسمان میں تیر ماردینا چاہتے ہیں؟ ارے صاحب! اپنے اپنے دولت کدہ میں سونے کے بجائے باہر نکل کر ذرا اہل بیتؑ کے مقاصد کی تنفیذ کے لئے کوشش فرمائیے۔تکلیفیں برداشت کرنے کی عادت ڈالئے۔آپ کا حلق اور گلوئے مبارک بہت نرم ہے اس میں سے وہ روٹیاں نہیں گذر سکتیں جو حق پسندوں اور حقوق طلب کرنے والوں کے لئے تیار کی جاتی ہیں۔زمین پر بلا بستر وتکیہ سونا آپ کے بلند مرتبہ شکم میں اپھارہ پیدا کر دے گا۔اہل بیت علیہم السلام کے مقاصد کی تنفیذ آپ کے لئے مصیبت ہے۔یہ بہت آسان ہے کہ موٹر میں تشریف لائے۔رَٹا ہوا جمعہ پڑھایا اور سدھار گئے۔وقت آگیا ہے کہ اب آپ دیوالہ کا اعلان کر دیں۔اور آئمہ اہل بیتؑ کی راہ سے ہٹ جائیں تاکہ قوم بیدار ہو، مقاصد کو سمجھے اور اس سلسلہ میں کوششیں کرے۔انجمن سازیوں اور نعرہ بازیوں کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔آپ کے جھوٹے دعوے جھوٹے اشتہارات کی حقیقت ہر شخص کو معلوم ہے۔آپ برھنہ ہیں اور سب کو نظر آرہے ہیں۔صرف اپنی آنکھیں بند کر لینے سے آپ کی پردہ پوشی ناممکن ہے۔آپ کی بزرگی اسی میں ہے کہ حقائق سے روگردانی بند کر دیں حقیقت کا سامنا کریں۔قصور و تقصیر کا اقبال کریں، اعلانیہ نہ سہی دل میں تائب ہوں۔اور سوچیں کہ ہم عیدیں منانا چاہتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آئمہ معصومینؑ کے غموم وھموم میں ہر ہفتہ اضافہ کا باعث ہوں گے۔لہٰذا ہمیں چاہئے کہ نماز جمعہ اور سقوط ظہر پر غلط زور دینے کے بجائے سقوط باطل کی کوشش کریں۔کم از کم بیٹھ کر سوچیں اور قوم کے فداکاروں کو بہترین اسلامی مشورہ دیں۔تاکہ وہ اپنی راہ سے مزاحمتیں دُور کر سکیں قیام جماعت و جمعہ وعیدیں پر سے خوف کو دُور کر دیں۔۔کم از کم لِسانی حرّیت ہی حاصل کر لیں جو کہنا

چاہتے ہیں وہ کہنے کی فضا پیدا کرلیں۔اس کے بعد قیام جمعہ پر معصوم دلیل اختیار کریں۔

566۔ پیرا نمبر 537 سے یہاں تک احادیث معصومینؑ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ:۔

1۔اگر تمام شرائط پورے ہو جائیں اور کسی قسم کا خوف بھی نہ ہو تو نماز جمعہ بھی واجب ہے اور اس کا قائم کرنا بھی واجب ہے؛

2۔لیکن اگر کسی قسم کا خوف موجود ہے تو تمام شرائط کے پورا ہو جانے کے بعد بھی نماز جمعہ قائم نہیں کی جاسکتی؛

3۔یہی نہیں بلکہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز تو درکنار نماز ظہر بھی جماعت سے پڑھنا منع ہے؛

4۔اور اگر کسی قسم کا خوف نہ ہو تو بھی ایک قریہ میں اگر کوئی جمع کرنے والا موجود نہ ہو تو نماز جمعہ نہ پڑھی جائے گی۔صرف ظہر کی نماز جماعت سے ہوگی اور جمعہ کو ساقط رکھا جائیگا جب تک کہ جمع کرنے والا موجود نہ ہو؛

5۔خوف کی حالت میں جمعہ و جماعت ہی ساقط نہیں ہیں بلکہ مومنین کا ایک ہی وقت میں ایک جگہ جمع ہو کر کسی وقت کی نماز انفرادی طور پر ادا کرنا بھی ممنوع و ساقط ہے؛

6۔اور آخری بات یہ ہے کہ ان پانچوں احکام کے خلاف عمل کرنے والا شخص امام زمانہ علیہ السلام کی گرفتاری اور دین کی تباہی کا مجرم ہے۔خدا ہمارے دشمنوں کو بھی ایسے جرم سے بچا کر راہ ہدایت دکھائے آمین ثم آمین۔

ان احکامات کے بعد یہ بھی سامنے آچکا ہے کہ جمعہ عید کا دن ہے اور ہر عید آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے غم کو تازہ کرنے والی ہے۔لہٰذا ان کے متبعین پر لازم ہے کہ اُن کے غصب شدہ حقوق کو واپس لے کر اُن کے مقاصد کو نافذ کرنے کی فضا پیدا کریں تا کہ اُن کے اس مستقل غم کا مداوٰی ہو سکے۔نماز جمعہ پر براہ راست گفتگو کے بجائے اب یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ جب ہر جمعہ عید ہے تو عیدوں کے متعلق کیا احکامات ہیں اور ان کے قیام کی کیا پوزیشن ہے۔تا کہ بالواسطہ جمعہ کے قیام کی حیثیت و کیفیت واضح ہو سکے۔اس کے بعد ہم خالص جمعہ کی نماز پر گفتگو کریں گے انشاءاللہ تعالیٰ۔

567۔ <u>امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:۔</u>

(1) لیس فی السفر جمعة و لا فطر و لا اضحی(الفقیه کتاب الصلوٰة ،الاستبصار کتاب الصلوٰة)

۔''سفر میں نہ جمعہ ہے نہ عید الفطر ہے نہ عید قربان''۔معلوم ہوا کہ سفر میں جمعہ و عیدین برابر ہیں۔اور سابقہ حدیث کی رُو سے تو جمعہ عید ہونے کی بنا پر برابر بلکہ ایک ہی ثابت ہو چکا ہے۔یعنی جمعہ و عیدوں میں کوئی فرق نہیں بلکہ دونوں کی حیثیت ایک ہی ہے۔اس سلسلہ میں ہم آپکا تھوڑا سا وقت اور چاہتے ہیں تا کہ آپکو جمعہ اور عیدین کا ایک ہونا ذرا وضاحت سے دکھا دیا جائے۔اور ثابت ہو جائے کہ جو احکام نماز عید کے قیام کیلئے ہیں وہی نماز جمعہ کے قیام کیلئے ہونا چاہئیں۔چنانچہ نماز جمعہ کی ذیل میں ثابت ہو چکا ہے کہ وہ نماز جمعہ جو فرض ہے وہ بلا جماعت کے نہیں ہوتی۔یہی بات عیدین کی نمازوں کیلئے ہے سنئے:۔

(2) لا صلوة يوم الفطر والاضحیٰ الا مع الامام (فروع کافی۔ کتاب الصلوٰۃ باب صلاۃ العیدین والخطبۃ..)
عیدالفطر اور عیدالقربان کی نماز امام کے بغیر نہیں ہوتیں۔ (امام محمد باقر علیہ السلام)

(3) لا صلوٰة یوم الفطر والاضحی الا مع الامام (الاستبصار باب لاتجب صلاۃ العیدین....امام محمد باقر علیہ السلام)

(4) لا صلوٰة یوم الفطر والاضحیٰ الا مع الامام(الفقیہ باب صلاۃ العیدین امام محمد باقر علیہ السلام)

کتب اربعہ متفق ہیں کہ نماز جمعہ کی طرح نماز عیدین جماعت یا امام کے بغیر نہیں ہوتی ہے۔لہٰذا نماز جمعہ کی وہی حیثیت ہے جو نماز عیدین کی ہے۔

568۔ <u>نماز جمعہ جس طرح فرادیٰ پڑھنا سنت ہے اسی طرح نماز عیدین بھی تنہا بلا جماعت پڑھنا سنت ہے ملاحظہ ہو</u>

(1) ''مَنْ فَاتته صلاة العيد فليصلّ اربعاً(الاستبصار باب من صلی وحدہ کم یصلّی۔امام جعفر صادق علیہ السلام)
جسکی نماز عید(جماعت سے)فوت ہوجائے اُسے چاہئے کہ وہ(تنہا) چار رکعات نماز پڑھے۔''

(2) لا صلوٰة فی العیدین الا مع الامام وان صلیت وحدک فلا باس۔ (الفقیہ۔امام جعفر صادق علیہ السلام)
۔''عیدین کی نمازیں بلا امام کے نہیں ہوتیں اور اگر تُو تنہا پڑھ لے تو اس میں حرج بھی نہیں ہے۔'' (صلاۃ العیدین)
اس حدیث کو جناب شیخ طوسی علیہ الرحمۃ نے بھی الاستبصار میں لکھا ہے۔اور یہ فیصلہ بھی کر دیا ہے کہ:۔

(3) لانّ هذه الصلاة مع الامام فرض و علی الانفراد سُنّةٌ موکّدةٌ۔(باب لاتجب صلاۃ العیدین الامع الامام)
۔''اسلئے کہ یہ نماز (عید) امام کے ساتھ (یعنی جماعت سے) فرض ہے۔اور انفرادی طور پر سنت موکدہ ہے۔''
یہاں تک واضح ہو گیا کہ نماز عیدین کی وہی حیثیت ہے جو نماز جمعہ کے لئے مقرر ہے۔

569۔ گویہ ثابت ہو چکا ہے کہ نماز عیدین بھی نماز جمعہ کی طرح واجب ہیں لیکن اس کو براہ راست بھی فرض دیکھ لیں:۔

(i) صلاة العیدین فریضةو صلاة الکسوف فریضة (الاستبصار باب ان صلاة العیدین فریضة)
عیدین کی نمازیں فرض ہیں اور گرھن کی نمازیں فرض ہیں۔(امام جعفر صادق علیہ السلام)

اس حدیث کو جناب صدوق علیہ الرحمۃ نے کتاب الفقیہ میں بعینہٖ لکھا ہے۔اور اگلی حدیث اسطرح لکھی ہے کہ:۔

(ii) وجوب العیدانّما هو مع امام عادل(امام محمد باقر علیہ السلام)
نماز عید کا وجوب عادلؔ امام کے ساتھ ہے۔(الفقیہ باب صلاة العیدین)

آپ نے دیکھ لیا کہ نماز عیدین بھی جمعہ کی نماز کی طرح واجب ہیں۔لہٰذا اس طرح بھی دونوں کے احکامات اور حیثیت ایک ثابت ہوگئی۔

امام عادل صرف معصومینؑ ہیں اور کوئی خاطی یا غیر معصوم امام عادل نہیں

570۔ آخری حدیث میں عادل امام کے ساتھ وجوب کو وابستہ بتایا گیا ہے۔اور ہم نے عرض کیا تھا کہ عادل امام کوئی ہو نہیں سکتا۔سوائے امام معصوم علیہ السلام کے۔اس لئے کہ ہر ایک انسان سے خطا ممکن ہے سوائے معصومینؑ کے کہ اُن کے لئے خدا نے خاص بندوبست کر دیا ہے۔اُن سے ظلم سرزد ہی نہیں ہوسکتا۔اگر ہم ہر پیش نماز کو جس میں معروف عدالت کی شرطیں موجود ہوں۔مثلاً اس نے زنا کیا ہو لیکن اب توبہ کر چکا ہو۔نماز کا پابند ہو تو اُسے پیش نمازی والی عدالت سے کوئی مجتہد خارج نہیں کر سکتا۔چنانچہ چور، زانی، کاذب الغرض تمام گناہان کبیرہ کا مرتکب رہ کر توبہ کر لینے والا اور گناہان صغیرہ بلا اصرار کرنے والا شخص پیش نمازی والی عدالت کے لئے فٹ یا موزوں مانا گیا ہے۔ان مذکورہ بالا احادیث میں امام عادل سے اگر یہی عدالت مراد ہے تو پھر خلفائے جور کو عادل مان کر اُن کے پیچھے نماز جمعہ صحیح ماننا لازم ہے۔لہٰذا اُن کی امامت بھی عادل ہونے کی بنا پر صحیح ماننا پڑے گی۔جو کسی شیعہ عالم یا جاہل کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔علاوہ ازیں ہم براہ راست حدیث سے یہ ثابت کئے دیتے ہیں کہ <u>امام عادل، یا امام العدل صرف معصومینؑ ہیں اور کوئی خاطی انسان یا غیر معصوم امام عادل نہیں ہوسکتا</u>۔چنانچہ ایک بڑی اہم حدیث سے ابتدا کرتے ہیں سُنئے کہ جناب عبداللہ بن ابی یعفور رضی اللہ عنہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کرتے ہیں کہ:۔

571۔ قلت لابی عبداللّٰہ علیہ السلام اِنّی اخا لط النّاس فیکثرعجبی من اقوام لا یتولّونکم ویتولّون فلاناً وفلاناً،لھم امانۃٌ و صدقٌ ووفاءٌ، واقوام یتلونکم،لیس لھم تلک الامانۃ ولا الوفاء والصدق؟قال:فاستوی ابوعبداللّٰہ علیہ السلام جالساً فَأَقْبَلَ عَلَیَّ کالغضبان،ثم قال: <u>لادین لمن دان اللّٰہ بولایۃ امام جائرٍ</u>لیس من اللّٰہ ولا عتب علی من دان بولایۃ امام عادل من اللّٰہ،قُلْتُ لا دین لِاُولٰئِکَ ولا عتب ھٰؤُلاءِ؟قال:نعم لا دین لِاُولٰئِکَ ولا عتب علی ھٰؤُلاءِ ثُمَّ قال اَلا تسمع لقول اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ :اللّٰہ ولی الّذین امنوا یخرجھم من الظلمات اِلَی النُّور.یعنی (من)ظلمات الذّنوب اِلَی نُورِ التَّوبۃ و المغفرۃ لولایتھم کلّ اما م عادل من اللّٰہ.....الخ (کافی کتاب **الحجۃ**)(حدیث برابر جاری ہے)

572۔ میں نے ابوعبداللہؑ سے کہا کہ میں لوگوں میں گھل مل کر رہتا ہوں۔میرے تعجب کی حد نہیں رہتی جب میں برابر یہ دیکھتا ہوں کہ وہ قومیں جو فُلاں اور فلاں کی ولایت کی قائل ہیں اور آپ کی ولایت کو نہیں مانتیں اُن میں امانت داری، سچائی اور وفا پاتا ہوں۔اور جو قومیں آپ کی ولایت کی قائل ہیں اُن میں ویسی امانت داری۔وہ صداقت اور ویسی وفا نہیں پاتا۔پھر کہا کہ (یہ سن کر) جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سنبھل کر بیٹھ گئے اور میری طرف غضب ناک ہو کر متوجہ ہوئے اور پھر فرمایا کہ <u>جو</u>

شخص ایک امام جابر کی اطاعت میں خدا کا دین سمجھ لے حالانکہ وہ خدا کی طرف سے امام نہیں ہے (تو یاد رکھ) اُس کا کوئی دین نہیں ہے۔اور جو اللہ کے مقرر کردہ امام کا ماننے والا ہو اُس کی شکایت نہیں کی جانا چاہئے۔ میں نے عرض کیا کہ کیا واقعی وہ بے دین ہیں اور یہ لوگ شکوہ سے بلند ہیں؟ فرمایا کہ ہاں ہاں۔اُن لوگوں کا کوئی دین نہیں۔اور اِن لوگوں کا شکوہ نہ کرنا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ کیا تو نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ ''خدا اُن لوگوں کا ولی ہے جو ایمان دار ہیں اُن کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے۔ ''یعنی گناہوں کی تاریکی سے نکال کر توبہ اور مغفرت کے نور سے وابستہ کرتا ہے۔اس لئے کہ وہ خدا کی طرف سے مقرر کردہ امام عادل کی ولایت کو تسلیم کرتے ہیں۔'' **(باب فیمن دان اللّٰہ عزّو جلّ بغیر امام من اللّٰہ جل جلالہ)**

573۔ اس حدیث پر ریمارکس دینے میں بہت طول ہو جائے گا۔آپ خود ہی ذرا ٹھہر ٹھہر کر ہر ہر جملہ کو اپنے ایمان وفہم وعقل سے پڑھیں گے تو کوئی طرح کا لطف ملے گا۔ہمیں صرف اسی قدر بتانا ہے کہ یہاں امام عادل سے آئمہ علیھم السلام کا تعین ہو جاتا ہے۔لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس جگہ عبارت میں دوسرے ایسے قرائین موجود ہیں جن سے امام عادل سے امام معصومؑ ہی مراد لینا لازم ہے۔ یہ شبہ یا اعتراض علم سے محرومی کی دلیل ہوگی۔اس لئے کہ ان قرائین ہی سے تو امام عادل کی تعریف متعین کی جائے گی۔اصطلاح انہی قرائین سے تو بنے گی جن پر شبہ کیا جا رہا ہے۔ بہر حال ہم اپنے استدلال کو شبہات سے بالا لے جانے کی کوشش کیا کرتے ہیں ایک اور مقام ملاحظہ ہو:۔

قال: قَالَ اللّٰہُ تبارک وتعالٰی لا عذِّبَنَّ کُلِّ رعیّة فی الاسلام دانت بولایة کل امام جائر لیس من اللّٰه وان کانت الرعیّة فی اعمالها برّة تقیّة، ولأ عفونّ عن کُلِّ رعیَّة فی الاسلام دانت بولایة کلّ امام عادل من اللّٰه وان کانت الرعیة فی انفسها ظالمة مسیٔة.

574۔ ''امام محمد باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ میں اسلام میں ہر ایسی رعیت (رعایا Subjects) کو یقیناً عذاب میں داخل کروں گا جو کسی امام جابر کی اطاعت میں اللہ کا دین سمجھے اور وہ من جانب خدا نہ ہو۔خواہ وہ رعیت بذاتہ نیک اور متقی ہی کیوں نہ ہو۔اور میں یقیناً ہر اس رعایا کو معاف کر دوں گا جو منجانب اللہ امام عادل کی ولایت میں دین واطاعت سمجھے خواہ وہ اُمت ظالم اور گنہگار ہی کیوں نہ ہو۔'' (کافی کتاب الحجة باب ایضاً)

575۔ ناظرین کرام یہ نماز جمعہ کا صدقہ ہے کہ آپکی نظر سے ایسی احادیث بھی گذر رہی ہیں جن کو سامنے لاتے ہوئے بعض افراد کو بخار چڑھ جایا کرتا ہے۔ یہ اسلئے کہ اُنکے نزدیک ایسی احادیث قوم کو بدعمل بنا دینے والی ہیں۔لیکن کوئی اُن سے پوچھتا کہ جناب آپ نے کبھی ایسی احادیث بیان ہی نہیں کیں لیکن اس کے باوجود بدعملی کیوں پھیل گئی؟ بات یہ ہے کہ دینی اعمال کو جس طرح اُنہوں نے اپنے ذاتی اجتہاد سے پیش کیا وہ طریقہ بے جان و بے روح و بے مقصد وعبث تھا۔اس لئے قوم میں بدعملی

اور سرد مہری پھیل گئی۔ ورنہ یہ احادیث تو وہ احادیث ہیں جنہوں نے انقلاب پیدا کئے تھے، جن سے قوم نے غلبہ حاصل کیا تھا۔

576 (الف) اب ذرا حدیث پر نظر ڈالئے۔ پہلی حدیث کی طرح یہاں بھی امام جائر اور امام عادل کیلئے ولایت کا ہونا لازم ہے۔ یعنی دینی اصطلاح کی رُو سے کسی شخص کو امام عادل یا امام جائر کہا ہی نہیں جا سکتا جب تک وہ حاکم نہ ہو یا صاحب ولایت نہ ہو۔ اس حدیث میں رعیۃ کی لفظیں لا کر امام عادل اور امام جائر کی اصطلاح کو مکمل کر دیا گیا۔ لہٰذا امام عادل یا امام جائر وہی شخص ہو سکتا ہے جو والی ہو، ولی ہو اس کی کوئی ولایت ہو۔ حکومت ہو یا یہ کہ وہ سلطان ہو اور اس کی کوئی سلطنت ہو۔ اس کی کوئی رعایا ہو۔ ان شرائط کے بغیر کسی کو امام عادل۔ یا امام جائر۔ یا سلطان عادل یا سلطان جائر کہنا غلط ہوگا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ امام عادل و سلطان عادل خدا کی طرف سے اُس کی مرضی کے مطابق ہوتے ہیں۔ لہٰذا اسلام کے دائرہ میں امام عادل محض معصوم ہوگا اور منجانب خدا ہوگا۔ اور امام جائر خاطی وظالم ہوگا اور اس کا خدا سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ چنانچہ جہاں جہاں بھی انتظامی حیثیت سے امام عادل بولا جائے گا ہر جگہ امام معصومؑ مراد لینا لازم ہوگا۔ خواہ کافروں کو نا گوار ہی کیوں نہ گذرے۔؟

(ب) اس کے بعد ایک آخری مقام دیکھ لیں جس سے ہمیشہ کیلئے یہ فیصلہ ہو جائے کہ مسلمانوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد صرف بارہ امامؑ عادل ہیں۔ ان کے علاوہ کسی کا خود کو یا کسی دوسرے کو امام عادل کہنا یا سمجھنا محض افترا اور بے دینی ہے۔ چنانچہ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام سے ایک یہودی عالم سوالات کر رہا ہے۔ آپ جوابات دیتے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ بات یہاں تک پہنچی کہ یہودی نے سوال کیا کہ:۔

اخبرنی عن محمد صلی اللّٰہ علیہ و آلہ کم لہ من امام عدل وفی ای جنۃ یکون ومن ساکنہ معہ فی جنتہ ؟ فقال :یا ھارونی! ان لمحمد اثنا عشر امام عدل لا یضر ھم خذلان من خذلھم ولا یستوحشون بخلاف من خالفھم وانھم فی الدین ارسب من الجبال الرواسی فی الارض ومسکن محمد فی جنتہ معہ اولئک الا ثنا عشر الامام العدل فقال: صدقت واللّٰہ الذی لا الہ الّا ھو انی لا جد ھا فی کتب ابی ھارون، کتبہ بیدہ و املاہ موسیٰ عمی علیہ السلام"

۔"مجھے خبر دیجئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے لئے کتنے امام عادل ہوں گے؟ اور جنت میں اُن کی ہمراہی میں کون کون ہیں؟ فرمایا کہ اے ہارونی بتحقیق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے بارہ امامؑ عادل ہوں گے ان کو رُسوا کرنے کی کوششیں کرنے والے انہیں ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ اور جو کوئی ان کی مخالفت کرے ان کی مخالفت انہیں ہراساں نہ کر سکے گی۔ وہ دین میں اُن پہاڑوں سے زیادہ راسخ و مستحکم ہیں جو زمین کا توازن قائم رکھتے ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اپنے جنت کے مسکن میں انہی بارہ امامؑ العدل کے ساتھ ہیں۔ اُس نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا ہے۔ اسی خدا کی قسم کہ جس کے سوا کوئی اور معبود ہے ہی نہیں کہ میں نے اپنے باپ

ہارون علیہ السلام کی اپنی لکھی ہوئی اور حضرت موسیٰ میرے چچا علیہ السلام کی املا کرائی ہوئی کتابوں میں یہی لکھا ہوا دیکھا ہے۔''
(الخ)(اصول کافی۔کتاب الحجة، باب ماجاء فی الا ثنی عشر و النص علیهم،علیهم السلام)
اس جگہ یہ طے ہوگیا کہ اُمت محمدؐیہ کیلئے صرف بارہ عادل امامؑ ہیں انکے علاوہ مسلمانوں میں کوئی عادل امام نہیں ہوسکتا۔
چنانچہ اس جگہ یہ طے کرکے آگے بڑھیں کہ جہاں جہاں امام عادل یا امامؑ العدل مذکور ہو، اسکے اوّلین معنی امام معصوم علیہ السلام ہوں گے حتیٰ کہ یہ ثابت ہوجائے کہ وہاں غلطی ہوئی ہے۔ یا کوئی دوسرا قرینہ موجود ہے۔ جس سے یہ معنی کرنا غلط ہوجائے۔''

نمازعیدین کی وہی حیثیت ہے جونماز جمعہ کے لئے مقرر ہے

577۔ امام عادل کے امام معصوم علیہ السلام ثابت ہوجانے کے بعد اب ہمیں یہ کہنے کا حق پیدا ہوگیا کہ نماز عید امامؑ معصوم کے ساتھ واجب ہے اور اسی طرح چونکہ جمعہ بھی عید ہے وہ بھی امام معصوم علیہ السلام ہی کے ساتھ واجب ہے۔ یہاں یہ بھی سمجھ لیں کہ جس طرح جمعہ جماعت سے لازم ہے، واجب ہے، فرض ہے، اسی طرح عید بھی جماعت سے لازم ہے، واجب ہے اور فرض ہے۔ اور اگر نماز جمعہ جماعت سے نہ ملے تو نہ اس کی قضا ضروری ہے نہ بدلہ میں تنہا نماز جمعہ پڑھنا ضروری ہے۔ بالکل اسی طرح نماز عید جماعت سے نہ ملے تو نہ اس کو بطور قضا ادا کرنا ضروری ہے نہ بدلہ میں تنہا نماز عید پڑھنا لازم آتا ہے۔

وَمَنْ لَمْ یصلّ مع امام فی جماعة فلا صلاة له و لا قضاء علیه . (فروع کافی باب الصلاۃ العیدین...)

۔''جس نے امام کے ساتھ جماعت سے نماز عید نہ پڑھی ہو۔ اس پر نہ نماز باقی ہے نہ اس پر قضا کو ادا کرنا باقی ہے۔''

اسی حدیث کو الفقیہ اور الاستبصار میں روایت کیا گیا ہے۔ اور یہ عمل مسلمات اسلامیہ میں سے ہے۔ لہٰذا ثابت ہوگیا کہ نماز جمعہ نماز عید ہونے کی بنا پر امام عادل ہی کے ساتھ واجب ہے۔ اور ان کی باقی صورتیں احترام وتدریج وغیرہ کی ذیل میں آتی ہیں۔ اس سلسلہ کی ایک حدیث اور سن لیں:۔

578۔ حضرت صدوق اور شیخ طوسی علیهما الرحمة نے الفقیہ والاستبصار میں لکھا ہے کہ:۔

قال ابو جعفر علیه السلام صلاة العیدین مع الامام سنة ولیس قبلها و بعدها صلاة ذلک الیوم الی الزَّوال۔

۔''جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ عیدوں کی نمازیں امام کے ساتھ جماعت سے سنت ہیں۔ اور اس سے پہلے اور اس کے بعد زوال تک کوئی اور نماز نہیں ہوتی ہے۔''(باب صلاۃ العیدین۔الفقیہ ،الاستبصار)

لیجئے! فیصلہ ہوگیا کہ جمعہ کی نماز ہو یا کسی اور عید کی نماز ہو وہ پیش نمازوں کے ساتھ بہر حال سنت ہیں۔ اُن کی فرضیت و وجوب اسی وقت نافذ ہوگا جب کہ امام عصرؑ نماز جمعہ یا نماز عید پڑھانے میں مختار وآزاد ہوں۔ چنانچہ جناب طوسی علیہ الرحمة نے اس حدیث کو لکھ کر اپنا نوٹ دیا ہے کہ:۔

۔’’فالوجه فی هذا الروایة ان نحمل قوله’’اِنَّهَا سُنَّة مع الامام‘‘ انّ فرضها علم من جهة السنة دون اَن یکون ذلک غیر واجب، وقد استوفینا ذلک فی کتابنا الکبیر و نُفرد باباً اِنَّه لا یجب اِلَّا بحضور الامامؑ‘‘۔ (الاستبصار باب أن صلاة العیدین فریضة)

جناب طوسی علیہ الرحمة فرماتے ہیں کہ ہم نے اس قول کو کہ یہ نماز عید امامؑ کیساتھ سنت ہے یوں اختیار کیا ہے کہ اس نماز کی فرضیت از راہ سنت معلوم ہوئی ہے۔ایسا نہیں کہ یہ واجب نہ ہو۔اور یہ کہ ہم نے اپنی بڑی کتاب یعنی تہذیب الاحکام میں اس کیلئے ایک باب مکمل کر دیا ہے کہ نماز عید امام زمانہ علیہ السلام کی موجودگی میں واجب ہے۔انکے سوا واجب نہیں ہے۔

579۔ اب آپ صحیح اندازہ کر سکتے ہیں کہ امامؑ کے اس فرمان کا کہ مسلمانوں کی کوئی بھی عید ایسی نہیں ہے جو آل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیھم کے غم والم کو تازہ نہ کر دیتی ہو۔ذرا انصاف سے بتائیے کہ آیا جمعہ عید ہے یا نہیں؟ پھر یہ بھی بتائیے کہ ہر جمعہ کو اُن حضرات کی مصیبت کو تازہ کرنے والا کون ہوسکتا ہے۔؟

اس کے بعد یہ سوچئے کہ اُن کے حقوق کو دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں سے واپس لینے کا ذرہ برابر خیال نہ کرنا اور اُن کے مقام پر کھڑا ہوکر محبانِ اہل بیتؑ کو مطمئن کئے رکھنا کس قدر تکلیف دہ ہوگا؟ اگر قوم کا ہر فرد بے چین ہو۔ہر شخص کو اُنہیں راحت پہنچانے کا خیال ہو۔اگر اُنہیں بتایا جائے کہ موجودہ صورت میں نہ نمازیں مقبول ہیں نہ روزے نہ حج قبول ہے نہ خمس۔ہر عبادت اُس وقت تک بے کار ہے جب تک ہر عبادت کی صحیح غرض کو سامنے رکھ کر اُس عبادت سے قیام ولایتؑ نہ کر دیا جائے۔ تو ایک ایسا انقلاب برپا ہوگا جس سے قلوب بدل جائیں گے، پیمانے بدل جائیں گے، حالات بدل جائیں گے۔مگر حقوق آل محمدؐ کی کوئی فکر نہیں ہے۔اُنکے نائب بن کر قوم کو کھوکھلے وعظ اور خطبے سنانے اور پیسے بٹورنے کی فکر ہے۔ایسے ہی لوگوں کیلئے فرمایا گیا ہے کہ:۔’’خدایا بتحقیق یہ منصب تیرے خلفاء اور برگزیدہ لوگوں کا ہے۔یہ تیرے امانتداروں کا مقام ہے تو نے اُنہیں بلند و بزرگ مرتبہ کے لئے مخصوص کیا ہے۔لوگوں نے اس مخصوص منصب کو اس کے مقام سے ہٹا دیا ہے۔اور خود اُس پر قابض ہوگئے ہیں۔تیرے بلند مرتبہ خلفاء کو مغلوب ومقہور کر دیا گیا ہے۔وہ دیکھتے ہیں کہ تیرے احکامات کو بدلا گیا ہے۔تیری کتاب کو پیچھے ہٹا دیا خود کو امام بنالیا ہے۔‘‘

> اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھذا المقام لخلفائک واصفیائک ومواضع امنائک فی الدرجة الرفیعة التی اختصصتهم بها قد ابتزوها ....حتی عاد صفوتک و خلفائک مغلوبین مقهورین یرون حُکمک مبدّلاً و کتابک منبوذًا.(صحیفه سجّادیه)

580۔ یہاں تک یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جمعہ عید ہے اور ہر حیثیت سے عیدوں کے برابر ہے۔وہ واجب بھی ہے سنت بھی۔ اسکا وجوب امام علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔جمعہ کا قیام ہو یا عید کا اس کے لئے امام زمانہ علیہ السلام کا **مبسوط الید** ہونا سب

سے بڑی شرط ہے۔ چنانچہ کسی قسم کا خوف ہوتو نماز جمعہ کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔عید ہونے کے سلسلہ میں ایک آخری پہلواور ملاحظہ فرمالیں۔اور وہ یہ ہے کہ اگر عید جمعہ کے دن آجائے تو نماز عیداور نماز جمعہ میں کسی ایک کواختیار کیا جا سکتا ہے۔لیکن عام طور پر جمعہ کوساقط کر دیا جاتا تھا۔اس کے متعلق سند ملاحظہ ہو:۔

581۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ اگر عیدالفطر یا عیدقربان جمعہ کے روز جمع ہوجائیں تو کیا کرنا ہوگا۔ ''فرمایا کہ جناب علی علیہ السلام کے زمانہ میں عیدوجمعہ جمع ہوگیا تھا تو آپ نے فرمادیا تھا کہ جوچاہے نماز جمعہ میں شریک ہو۔اور جوکوئی شامل نہ ہوتو کوئی ضررنہیں ہے۔وہ نماز ظہر پڑھ لے۔ (اگلی حدیث میں بتایا) کہ انہوں نے عیداور جمعہ کا خطبہ ملاکر پڑھا تھا۔''

قَالَ اجتمعا فی زمان علی علیه السلام فقال من شاء اَن یاتی الجمعة فلیات، ومن قعد فلا یضره فلیصلّ الظهر .وخطب خطبتین جمع فیهما خطبة العید و خطبة الجمعة .(الفقیه کتاب الصلٰوة باب العیدین)

یہاں یہ واضح ہوگیا کہ **جمعہ امام معصومؑ مبسوط الید یا صاحب اختیار** کی موجودگی میں بھی عید کی وجہ سے اختیاری ہوجاتا ہے۔اسی حدیث کوفروع کافی سے بھی دیکھئے:۔

582۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔ ''فرمایا کہ جناب علی علیہ السلام کے عہد میں دوعیدیں جمع ہوگئی تھیں۔آپ نے لوگوں کوخطبہ دیااور پھر فرمایا کہ یہ ایسادن ہے کہ اس میں دوعیدیں جمع ہوگئی ہیں چنانچہ جسے پسند ہوکہ وہ ہمارے ساتھ جماعت میں شریک ہواس پرعمل کرلےاور جوایسانہ کرےاس کے لئے رخصت ہے۔'' (کتاب الصلاۃ باب صلاۃ العیدین والخطبۃ فیھما)

قال اجتمع عیدان علی عهد أمیر المؤمنین صلوات اللّٰه علیه فخطب النّاس ثم قال:هذا یوم اجتمع فیه عیدان فمن احبّ ان یجمع معنا فلیفعل ومن لم یفعل فانّ له رخصة .

اس حدیث میں یہ نہیں آیا کہ وہ تنہا نماز ادا کرے لہٰذا جمعہ وعید دونوں کی نماز میں اختیار دے دیا گیا۔اور یہ ایسی حالت میں کہ کسی قسم کا خوف نہیں ہے امام عادل مختار ومبسوط الید ہے۔ولایت اور جمعہ وجماعت قائم ہیں۔ یہاں پہنچ کر حدیث مذکورہ پیرانمبر 568 حدیث (نمبر 1,2) کا مفہوم یہ ہوگیا کہ نماز عید صرف جماعت سے ہوتی ہے لیکن اگر جماعت کوجان بوجھ کر چھوڑ دیا جائے اور تنہا پڑھ لی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ جوکوئی امام کے ساتھ نماز عید جماعت سے نہ پڑھےتواس پر نہ نماز عید ہے نہ اس کی قضاواجب ہے۔ (حدیث مذکورہ پیرانمبر 577)

لہٰذا نماز عید کی جماعت کومعمولی عذرات پرترک کیا جاسکتا ہے۔اور چونکہ نماز جمعہ کے لئے بھی ان احادیث میں اختیار دیا گیا ہے۔اور ساتھ ہی جمعہ کا عید ہونا بھی نماز جمعہ کونماز عید کے مثل قرار دیتا ہے۔لہٰذا امام معصوم علیہ السلام کی اجازت سے نماز جمعہ و

نمازعید دونوں میں اختیار ثابت ہوگیا ہے۔اسی لئے عرض کیا تھا کہ جمعہ کی فرضیت بھی عقل کے معیار پر ہے۔بے عقلی سے نہ جمعہ کو سمجھا جاسکتا ہے اور نہ بے عقلوں سے نماز جمعہ کا تعلق ہے۔

583۔ نمازعید کی احادیث کو دیکھ کر یا عید کی نماز کے متعلق علماء وعوام کا عمل درآمد دیکھ کر یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ نمازعید نماز جمعہ سے گھٹیا یا کم رُتبہ ہے۔ان دونوں کا برابر ہونا احادیث گذشتہ سے ثابت ہو چکا ہے۔خصوصاً جمعہ اور عید کی نمازوں میں اختیار دے کر یہ ثابت فرمایا گیا ہے کہ دونوں برابر ہیں۔پھر بھی آپ کو مزید یقین واطمینان فراہم کرنے کے لئے تھوڑا سا وقت اور چاہتے ہیں۔چنانچہ علل الشرائع میں خطبہ جمعہ کو نماز سے پہلے رکھنے کی علت وسبب بیان فرماتے ہوئے قول معصوم سُنئے:۔

584۔ فان قيل فلم جعلت الخطبةفي يوم الجمعة فی اول الصلاة وجعلت فی العيدين بعد الصلاة. . . لانّ الجمعة امردائم و تكون في الشهر مرارًا وفي السنة كثيراً و اذاكثر ذلک علی الناس ملوا و تركوا و لم يقيموا عليه وتفرقوا عنه فجعلت قبل الصلاة ليحتبسوا علی الصلاة و لا يتفرقوا ولا يذهبوا واما العيدين فانما هو فی السنة مرتين وهو اعظم من الجمعة الزحام اكثر والناس فيه ارغب فان تفرق بعض الناس بقی عامتهم و ليس هو بكثير فيملوا ويستخفوا به۔(علل الشرائع واصول الاسلام۔باب182)

585۔ پھر اگر یہ کہا جائے کہ جمعہ کی نماز کیلئے خطبہ نماز سے پہلے کیوں رکھا گیا ہے اور نمازعید کا خطبہ نمازعید کے بعد کس لئے ہے۔یہ اسلئے کیا گیا کہ:۔ (1)جمعہ ایک دائمی امر ہے(2)اور ایک ماہ میں کئی بار ہوتا ہے(3)اور ایک سال میں اس کی کافی کثرت ہے(4)**اور جب وہ لوگوں پر کثرت سے نافذ کردیا جاتا ہے تو اُنہیں گراں گذرنے لگتا ہے۔وہ اُسے چھوڑ دیتے ہیں اور(خطبوں سے)جدا ہونے لگتے ہیں**۔چنانچہ خطبوں کو نماز سے پہلے رکھ دیا گیا ہے۔تاکہ وہ نماز جمعہ کی وجہ سے محبوس رہیں۔متفرق نہ ہوجائیں یا بالکل چلے ہی نہ جائیں۔رہ گیا عیدوں کے متعلق تو وہ تو سال میں صرف دو دفعہ آتی ہیں۔اور وہ جمعہ سے بزرگ تر ہیں۔اوران میں خوشی سے بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے۔چنانچہ اگر کچھ لوگ متفرق بھی ہوجائیں تو پھر بھی لوگ بالعموم موجود رہتے ہیں۔اور چونکہ یہ دونوں عیدیں زیادہ نہیں،اس لئے نہ گراں گذرتی ہیں اور نہ ان کی تحقیر کی جاسکتی ہے۔''

586۔ اس حدیث میں سب سے زیادہ اُبھری ہوئی یا نمایاں ترین حقیقت یہ ہے کہ نماز جمعہ سے دونوں عیدیں بہرحال عظمت وبزرگی میں زیادہ ہیں۔امام معصوم علیہ السلام کی یہ بات اُن لوگوں کو ہرگز پسند نہ آنا چاہئے جنہوں نے جمعہ کو ھَوّا بنا کر دکھایا تھا۔بہرحال ہم شروع سے گذارش کرتے چلے آتے ہیں کہ جمعہ کا ایک مقام ہے اُس مقام میں کسی طرح کا کلام نہیں ہے وہ محفوظ ہے۔اس کے لئے ایک دینی ربط وتعلق متعین ہے۔جب اُسے اُس ربط سے علیحدہ کرلیا جائے تو اس کی حیثیت مختلف ہوتی چلی جاتی ہے جو آپ کے سامنے طرح طرح سے لائی جارہی ہے۔دوسری بات اس حدیث میں یہ ہے کہ لوگوں کے فطری

حالات وتقاضات کو مدنظر رکھ کر جمعہ کے خطبات کونماز جمعہ سے پہلے رکھ دیا گیا ہے۔یعنی دین فطرت کے لئے لازم ہے کہ وہ فطرت انسانی کو ہر ہر قدم زیرنظر رکھے۔تیسری بات یہ ہے کہ جوعیدیں سال میں صرف دو دفعہ آتی ہیں اُن میں شرکت وشمولیت بصد شوق کی جاتی ہے۔اور جوعید(یعنی جمعہ) بار بار اور کثرت سے واقع ہوتی ہے اُس سے دل اُکتا جاتے ہیں۔مگر عبادت و احکامات کی تعمیل کرانا ضروری ہوتا ہے۔لہٰذا اس کا علاج دوسری بات میں گذر چکا ہے۔مگر یہاں یہ ضرور بتانا ہے کہ جمعہ جمعہ پکارنے والے اس فطری احساس کونظر انداز کر کے اس فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طرح لوگوں کو دین سے اور زیادہ متنفر اور مستقل طور پر اُکتا دیا جائے۔یعنی لے دے کر اُنہوں نے ایک خطبہ یاد کرلیا ہے ہر جمعہ کومحبوس (مقید) کر کے وہی سنانا ہے۔اس خطبہ میں وہی الفاظ وہی لب لہجہ بار بار ہر ہفتہ لوگوں کو گراں گذرے پرواہ نہیں، اُنہیں یہ کام ضرور کرنا ہے۔اور اس سے ایک دن تمام مسلمانوں کو مسجدوں اور نمازوں سے نکال باہر کرنا ہے۔یعنی مثبت طریقہ پر اُنہیں بے دین بنا دینا ہے۔مسجدوں میں اتنا بُلاؤ، اتنے تقاضے کرو کہ لوگ تمہاری صورت سے متنفر ہو جائیں۔یہ اصول ایسا کامیاب رہا ہے کہ تمام اُمت کو رفتہ رفتہ بے دین بنا دیا گیا۔اور راہنمایانِ قوم پر بے دینی پھیلانے کا وہم تک نہ ہوا۔مگر وہ علماء جنہیں علوم محمدؐ وآل محمدؐ سے ورثہ ملا ہے جانتے ہیں کہ سب سے کامیاب اور خطرناک دشمنِ اسلام وہی ہیں جو مسجد میں بلانے، وعظ ونصیحت کرنے اور عبادتوں پر زور دینے کو ذریعۂ بے دینی بنائیں۔مسلمان ایسے لوگوں کو پہچان نہ سکیں گے۔اُن کا تقدس کامیاب رہے گا۔مسلمان رفتہ رفتہ دین سے دُور ہوتے جائیں گے۔اپنی بدعملی کا سبب راہنمایان قوم کو سمجھنے کے بجائے خود کوملزم ومجرم سمجھیں گے۔شرمندہ رہیں گے۔جب سامنے آئیں گے تو سر جھکائے ہوئے، بھیگے بھیگے، ہر ڈانٹ ڈپٹ سنیں گے، چپ رہیں گے۔قصور کا اعتراف کریں گے۔اور مانگنے پر روپیہ حوالہ کریں گے۔بھینس کا دودھ، مکھن، فصل میں سے اناج سود میں سے خمس وزکوٰۃ دیں گے۔سلام کریں گے اور آس لگائے رہیں گے کہ کسی طرح اللہ انہیں اُن کی بدعملی سے معاف کردے۔لہٰذا وہ اپنی قوم یا فرقہ کے راہنما سے شارٹ کٹ (Short Cut) نزدیک ترین راہ یا طریقہ بخشش دریافت کریں گے۔جواب میں مختلف علاج بتائے جاتے ہیں۔مثلاً میری فلاں حدیث کی یا تفسیر کی کتاب چھپوا دو تاکہ اُمت کو علوم محمدؐ وآل محمدؐ پر اطلاع ملے۔وہ غریب بخشش کے لئے روپیہ لگا دے گا۔ادھر اس کتاب میں کیا ہے؟ یہ ایک الگ عنوان ہے۔صرف اتنا کہہ دیں کہ اس کتاب میں سابقہ علماء کی ہتک ہوگی۔اُن کی محنتوں کو چرایا اور بدل کر خراب کیا ہوگا۔مسلمانوں میں اختلاف کی خلیج وسیع کرنے کا سامان ہوگا۔نفرت وبغاوت واحساس کمتری بڑھنے کے طریقے ہوں گے۔کتاب چھپے گی، اُس کی آمدنی سے کوٹھی، کار، کرایہ کیلئے دکانیں، کباب، پراٹھا، کمخواب و اطلس، کوکین کرسیاں صوفے، کارخانے، کنز وتجوریاں، کارپٹ اور قالین۔اور دینداروں کو نئے طریقہ پر پھانسنے کے لئے کمندیں۔مثلاً **کلم ودوات، کاغج وقتابیں** وغیرہ خریدی اور بنائی جائیں گی۔اور وہ کنگال اُمت سر جھکائے تعمیل کو حاضر رہے

گی۔مناظروں کے لئے چندے کرے گی۔کانفرنسوں کے اخراجات برداشت کرکے اپنے بچوں کی غذااور دوا میں کمی کرے گی اورسہل الحصول قسطوں پر مرے گی۔اُدھر بلند ترین بانگوں کے ذریعہ،نمازوں کی آڑ میں،جمعہ وجماعت کے بہانے ابلیسی مشن کوروزافزوں ترقی ہوتی جائے گی۔

جمعہ کے دن امام عصر علیہ السلام کی اُمت کو کائنات کی تسخیر اور انسانیت کی تعمیر کی تعلیم

587۔ جس جمعہ کو یہ لوگ واجب کہہ کر اپنا جمعہ ہانکنا چاہتے ہیں۔اُس جمعہ کے لئے یہ انتظام سامنے لایا جا چکا ہے کہ ہر شبِ جمعہ میں اللہ کی طرف سے اُمت مسلمہ پر طرح طرح کی عنایت کا مینہ برسے۔سب سے بڑی عنایت،لطف وکرم یہ کہ ان کے امام علیہ السلام کے علوم میں اضافہ ہو۔تاکہ جمعہ کے دن امام عصر علیہ السلام اُمت کو محفوظ رہنے اور جہانگیر بننے کے لئے نئے نئے طریقے بتائیں۔ایسے خطبے سُنائیں کہ جن کو سنتے رہنے کی تمنائیں بڑھتی رہیں۔خطبہ ختم ہونے پر دل مچل کر رہ جائیں۔اس کے بعد نماز ہو۔اور پروگرام کے مطابق ہفتہ بھر پوری اُمت متحدہ وسائل ومحنت ودانش سے اِس کائنات کی تسخیر اور انسانیت کی تعمیر میں چھ قدم اور بڑھ جائے۔ساتویں روز پھر نیا سامان،نئی اطلاعات،نیا پروگرام،وغیرہ وغیرہ۔یہ ہے وہ جمعہ جس کا ذکر کرتے ہیں۔لیکن جمعہ کی جس طرح ریڑ ماری جاتی ہے۔جس طرح اُسے حقیر کیا جاتا ہے۔وہ آپ نے کبھی نہ کبھی ضرور دیکھا ہوگا۔واضح احادیث میں آیا ہے کہ تمام فتنے اور فساد کے پروگرام مسجدوں میں بنیں گے۔مساجد ہی میں فتنے جنم لیں گے،یہیں پرورش پائیں گے۔اوراسی لئے احادیث میں فرمایا گیا کہ امام عصر علیہ السلام تمام مساجد کو توڑ کر منہدم کر دیں گے۔مسجد ضرار ایک تھی اُسے رسوؐل اللہ ایسی غالب وقوی ہستی نے برداشت نہ کیا۔حکم ملتے ہی چکنا چُور کر دیا۔آج ہر مسجد میں خدا دیکھ رہا ہے کہ اہل ضرر وضرار پائے جاتے ہیں۔لیکن ہماری بدقسمتی کہ ہم مسجد کو گرا نہیں سکتے۔آس پاس کی آبادی کو دوسری جگہیں دیتے ہیں۔مکان بنا کر لوگوں کو آباد کرتے ہیں۔لیکن وہ مسجدیں اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتے۔قرآن کریم کی سند موجود ہے۔مگر قرآن اور صاحبان قرآن علیھم السلام کو ایسا بے دخل کیا گیا تھا کہ اب ان کی سند اور ان کا حکم حکومت بھی نافذ نہیں کرسکتی۔مسجدیں کھڑی ہیں۔روز غلط مقام پر غلط طریقوں سے غلط مقاصد کی آڑ میں بنائی جارہی ہیں۔مگر حکومت چوں نہیں کرسکتی۔آج کاروبار اور کوٹھی وکار کے لئے سب سے بہترین وسیلہ مسجد کی تعمیر ہے۔ایک چٹائی لگاؤ۔اذان دو نماز پڑھ ڈالو۔بس حکومت کی زبان بند۔ KDA ہو یا DAK ہو سب دم بخود۔نہ صرف دم بخود بلکہ کبھی نہ کبھی انہیں چندہ بھی دینا ہوگا۔بڑی مسجد اور بڑی شان سے اہتمام ہوا ہوگا تو افتتاح کرنے کی عزت بھی حاصل کرنا ہوگی۔حد ہوگئی کہ ہمارے یہاں غصب شدہ جگہ پر نماز پڑھنا حرام تھی۔چند سال پہلے تک بلا باقاعدہ اجازت لئے مسجد بنانے کے لئے وہی حکم تھا جو ابتدا سے احادیث وفتاویٰ میں چلا آرہا تھا۔لیکن آج کل عام فتویٰ دے دیا گیا ہے کہ جس طرح دوسرے لوگ مسجدیں بناتے ہیں،تم بھی بناؤ۔چنانچہ ایسی مسجدیں کئی ہیں جو بلا

گورنمنٹ کی اجازت کے بنائی گئی یا بنائی جا رہی ہیں۔ان میں نماز جماعت ہو رہی ہے۔پیش نماز کو با قاعدہ ذمہ دار ادارے تنخواہ دے رہے ہیں۔اور اس میں خدا و رسولؐ کی خوشنودی سمجھ رہے ہیں۔یہ مطلب صحیفہ سجادیہ میں آئے ہوئے جملے کی صحیح تصویر ہے کہ **خدایا تیرے احکام کو بدل دیا گیا ہے**۔تیری کتاب کو پیچھے ہٹا کر اب خود راہنمائی کی جا رہی ہے۔قرآن کو اپنا ماموم بنا لیا گیا ہے۔یہ وہی لوگ ہیں جو اپنی ہانڈی گرم کرنے کے لئے گورنمنٹ کو چیلنج کرتے ہیں۔مطالبات کے عنوان سے کانفرنسیں اور ٹی پارٹیاں اور عصرانے برپا کئے جاتے ہیں اور وقت آنے پر غلط جگہ دستخط کر دیتے ہیں۔یعنی انہیں اتنی بھی تمیز نہیں ہوتی کہ جگہ دیکھ کر دستخط کریں۔ان کے کھوکھلے نعروں کی گونج اُمت مسلمہ کو گرما سکتی ہے۔مگر نتیجہ تو لازم ہے کہ کھوکھلا رہے۔ انہی مساجد اور انہی معماران قوم کے لئے مسٹر اقبال نے کہا تھا کہ:۔

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایمان کی حرارت والوں نے

من اپنا پرانا پاپی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکا

راہنمایان قوم اس طرح کے کھوکھلے وعظوں اور نعروں سے نوجوانان قوم میں حرارت پیدا کرتے اور ان کی بضاعت کو ناجائز اور مقاصد اسلامیہ کے خلاف استعمال کرتے چلے آتے ہیں۔

588۔ بہرحال قیام جمعہ کو بھی اسی قسم کے مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔اور آج کل تو اصلاح کی آڑ میں طرح طرح کے کافرانہ پروگرام بنائے جا رہے ہیں۔اسی لئے ہم نے اس سلسلہ میں قلم اُٹھایا ورنہ ہمارے پروگرام میں یہ لوگ اس طرح نہیں ہیں۔ہم ان کا بندوبست آل محمد سلام اللہ علیھم کے ضوابط کے مطابق کر رہے ہیں۔مذکورہ بالا حدیث میں آخری جملہ یہی ہے کہ عیدیں چونکہ سال میں صرف دوبار آتی ہیں۔اس لئے لوگ بڑی رغبت اور شوق سے شامل ہوتے ہیں۔اور اسی لئے نماز عیدین اور خطبوں کی تحقیر ان سے سرزد نہیں ہوتی۔اس حدیث سے یہ سبق لینا چاہئے تھا کہ جب آئمہ معصومین علیھم السلام ایسی ہستیوں نے انسانی فطرت کو ملحوظ رکھا اور اُنہیں اکتا کر بھگا دینے سے احتراز کیا۔اور ایک ہی چیز کو بار بار نامناسب طریقہ پر دوہرانے سے پرہیز ہی نہیں کیا بلکہ مسائل کی تدریج وتقسیط قائم کی۔تو اُن لوگوں کا منصب یہ تھا کہ یہ بھی اُن حضرؐات کے قدم بقدم چلتے۔کم از کم اپنے خطبوں میں علوم محمدؐ وآل محمدؐ سے جس قدر حصہ ملا تھا۔جو کچھ کتابوں میں لکھا ہوا پڑھا تھا۔اسی کو نئے انداز و نئے اسلوب سے بطور تعلیم وتعلم استعمال کرتے۔لیکن وہ ایسا تو جب کرتے جب وہ حضرات معصومینؑ کے متبع اور پیرو ہوتے، وہ تو دشمنان دین تھے۔وہ کھل کر نماز و روزہ کی ممانعت کرتے تو پہچان لئے جاتے۔اُنہوں نے حق و باطل کو ایک مکار تناسب کے ساتھ ملا کر ایک نسخہ بنایا۔اور ہر مرض میں امرت دھارے کی طرح دینا شروع کر دیا۔ان سے کہا گیا تھا کہ لمبی لمبی سورتیں پڑھ کر لوگوں کو نماز سے نہ بھگا دینا (نہج البلاغہ)۔انہوں نے وہ سب کچھ پڑھا ہوگا جو ہم نے پڑھا ہے۔اُنہوں نے دیکھا ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا تھا کہ:۔

(1) **اِنَّ هٰذَا الدين متين فأوغلوا فيه برفق ولا تكرهوا عبادة الله الى عبادالله فتكونوا كالراكب المنبتّ الّذى لا سفراً قطع ولا ظهراً أبقى.** (اصول کافی کتاب الایمان والکفر باب الاقتصاد فی العبادۃ)

۔''بتحقیق یہ دین محکم ہے۔اس میں سُہاتے سُہاتے آرام وتدریج کے ساتھ داخل ہونا اور خدا کی عبادتوں کو اللہ کے بندوں پر زبردستی اس طرح نہ لا دینا جیسے وہ شتر سوار جو نہ سفر طے کر سکے اور نہ اونٹ کو ہی باقی رہنے دے۔''

اور دوسری طرح جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:۔

(2) **لا تكرهوا الى انفسكم العبادة** ۔ (اگلی حدیث باب ایضاً)

۔''عبادت کو اپنے ذات کا بدخواہ نہ بنالینا۔یا یہ کہ اپنے نفوس پر جبراً عبادت نہ ٹھونسنا۔''

اور جناب علی مرتضٰی علیہ السلام کو مخاطب کر کے رسوؐل اللہ نے ہم تک پیغام پہنچایا تھا کہ:۔

(3) **يا علیؑ اِنَّ هذا الدّين متين ،فأوغل فيه برفق ولا تبغضّ الى نفسک عبادة ربّکَ فانّ المنبتّ (يعنى المفرط)لا ظهراً ابقى ولا ارضاً قطع .....الخ۔** (ایضاً کتاب وباب)

اَے علیؑ یہ دینِ محکم ہے اس میں آرام وسہولت سے داخل ہونا ہے۔اور اپنے رب کی عبادت کو خود غضبناک نہ کرنا ہے۔نہ کہ اس سوار کی طرح ہو جانا جو حد سے بڑھنے والا ہو نہ سفر ہی طے کرے نہ مرکب کو آرام لینے دے۔''

589۔ ان تمام ہدایات ونصیحتوں کے کرنے والوں نے دین کی عبادات واحکامات کو اس طرح پیش کیا کہ اسلام کی یہ مکمل قسط سہل ترین دین یا شریعت سہلہ کہلاتی ہے۔مگر دشمنوں نے اسی دین کو ایسا بنا دیا کہ قدم قدم پر سُننے میں آتا ہے کہ آج سچ بولنا مشکل ہے،آج فلاں حکم بجالانا ناممکن ہے وغیرہ وغیرہ۔اسی اصول کے ماتحت آپ پھر علل الشرایع کی حدیث پر غور فرمائیں (پیرانمبر 586-585)وہاں چوتھی بات ذرا غور کرنے ہی سے ملے گی اور وہ یہ ہے کہ ایک مہینہ میں جمعوں کی تعداد چار پانچ نہیں بتائی گئی بلکہ یہ فرمایا کہ **تکون فی الشهر مرارًا**۔ایک ماہ میں کئی دفعہ ہوتا ہے۔پھر سال بھر میں ہماری طرح 52 کی تعداد نہ بتائی بلکہ فرمایا کہ **وفی السَّنَةِ كثيرًا**۔اور سال میں بہت دفعہ یا کثرت سے آتا ہے۔ہم مندرجہ بالا احادیث کو سامنے رکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہر ماہ میں چار یا پانچ مرتبہ اور سال بھر میں 52 دفعہ فرما دیا گیا ہوتا تو اس تعداد کو ہر ماہ اور ہر سال پورا کرنا لازم ہو جاتا۔مگر چونکہ انہیں لوگوں کو بھگا دینا اور عبادت سے اُکتا جانا پسند نہیں ہے۔اس لئے صحیح تعداد سے احتراز کر کے **مـــــراراً و كثيـراً** فرما دیا تا کہ امام عصرؑ یا اُن کا نائبؑ اس اصول کو مدنظر رکھ کر جس ہفتہ یا ماہ میں مناسب خیال کریں،جمعہ کو ملتوی کر سکیں۔کسی عمل کو خصوصاً لازم اعمال کو کبھی کبھی ملتوی کرنا بنی نوع انسان کو خوشی ومسرت فراہم کرتا ہے۔اس قسم کا التوا مقاصد پر زیادہ

اچھا اثر ڈالتا ہے۔ پھر ایسے عذرات بھی پیش آسکتے ہیں جن میں 52 کی تعداد میں کمی واقع ہو جائے۔ چنانچہ جمعہ کی نماز ایسی نماز نہیں ہے جسے کسی بھی حال میں ترک نہ کیا جاسکتا ہو۔

590۔ عیدوں اور جُمعوں کے اغراض و مقاصد کے سلسلہ میں دو مقامات اور دکھانا چاہتے ہیں تاکہ قارئین کرام ان کی اہمیت پر ضروری اطلاعات حاصل کرسکیں۔ چنانچہ عید الفطر کی علت و غرض ملاحظہ ہو۔

اگر یہ کہا جائے کہ یوم الفطر کو عید کیوں مقرر کیا گیا ہے؟ تو کہا جائے گا کہ اس لئے کہ مسلمانوں کے واسطے یہ دن جمع ہونے کا دن بنا دیا جائے چنانچہ وہ اس روز جمع ہوتے ہیں اور اللہ کے لئے باہر نکلتے ہیں اور اپنی موجودہ حالت پر اس کی حمد وثنا کرتے ہیں۔ تاکہ وہ دن ان کے لئے اجتماع عام کا دن ہو۔ وہ روز انکے کھانے اور کھلانے کا انتظام کرنے کا مخصوص روز ہے۔ زکاۃ ادا کرنے کا دن ہے۔ رغبت اور مسرت کا دن ہے اور اللہ

فــان قيــل فَـلِـمَ جـعـل يـوم الـفـطر العيد قيل لان يكون لـلـمسـلـمـيـن مـجـمعاًيجتمعون فيه ويبرزون لِلّٰه تعالٰى فيـحـمـدونـه عـلـى مـامـن عليهم فيكون يوم عيد و يوم اجتـمـا ع و يـوم فطرو يوم زكاة ويوم رغبة و يوم تضرع ولانّـه اول يـوم مـن السَّنَةِ يحلّ فيه الا كل والشرب لان اوّل شهـور السَّـنَةِ عـنـد اهـل الحق شهر رمضان فاحب اللّٰه تعالٰى ان يكون لهم فى ذلک اليوم مجمع يحمدونه فيه ويقد سونه. (علل الشرائع واصول الاسلام باب 182)

کے سامنے عاجزی دکھانے کا دن ہے۔ اور وہ سال کا پہلا اور ایسا دن ہے۔ جس میں ان کے لئے کھانا کھلانا اور پینا پلانا آزادانہ عام کر دیا گیا ہے۔ اور اس لئے کہ اہل حق کے یہاں ماہ رمضان ان کے سال کے مہینوں میں سے پہلا مہینہ ہے۔ چنانچہ اللہ کو یہ پسند آیا کہ عید کے روز مسلمان مجمع عام میں اللہ کی حمد و تقدیس کیا کریں۔

591۔ یہی تمام اغراض و مقاصد ہر عید اور ہر جمعہ کے لئے بھی ہیں۔ اس اجتماع عام اور عبادت کے ماحول کو پاکیزہ و خوشگوار رکھنے کیلئے خوشبو لگانا اور ہر شامل ہونے والے کا غسل کر کے آنا ضروری ہے۔ چنانچہ عیدوں کیلئے غسل کی پوزیشن ملاحظہ ہو:۔

فرمایا گیا کہ:۔ اس باب میں غسل جمعہ کے وجوب کی غرض بیان کرتے ہوئے عیدوں کے غسل کا اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ جمعہ خود عید ہے۔ اور دونوں میں غسل لازم ہے۔ اس کو بغرض تعظیم خداوندی و تکریم رب العالمین اور اس کی بزرگی کا استقبال کرنے کے واسطے کیا جاتا ہے۔ اس سے طلب مغفرۃ میں مدد ملتی ہے۔ اور غسل سے عید کا تعارف ہوتا ہے۔ یہ اس

عـلـة غسـل الـعيـديـن والـجـمعة وغيـرذلک من الاغسـال لمافيه تعظيم العبد ربه واستقباله الكريم الـجـليل وطلبه المغفر ة لـذنـوبه وليكون لهم يوم عيـد مـعـروف يـجتمعون فيه على ذكر اللّٰه فجعل فيـه الـغسل تعظيماً لذلک اليوم و تفضيلاً له على سائر الايام وزيادة فى النوافل والعبادة وليكون

لئے ہے کہ عیدوں میں ذکر اللہ کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس اجتماع کے غسل کو تعظیماً لازم کیا گیا ہے۔ اور جمعہ کو باقی تمام دنوں پر فضیلت دینے کے لئے غسل واجب ہوا ہے۔ اور نوافل اور عبادت کو زیادہ کر سکنے کے لئے غسل واجب کیا گیا ہے۔ اور اس لئے بھی کہ یہ غسل جمعہ سے جمعہ تک مسلمانوں کی طہارت و پاکیزگی کا ذمہ دار ہے۔''

ذلک طهارة له من الجمعة الى الجمعة. (علل الشرائع۔ باب 203 علة وجوب غسل يوم الجمعة)

اس آخری حدیث نے جمعہ و عید کو پھر ایک حیثیت اور ایک ہی مقصد کا حامل قرار دیا ہے۔

ظہور حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ کی سب سے اہم شرط

592۔ یہاں تک بار بار اور ہر بار ثابت ہوتا چلا آیا کہ جو پوزیشن عیدوں کی ہے بالکل وہی جمعہ کی ہے۔ وہ دونوں واجب ہیں اگر ان کی تمام شرائط موجود ہوں۔ ورنہ یہ دونوں سنت ہیں۔ اور اس صورت میں ان کو پڑھنا اختیاری ہے۔ اور اگر کبھی چھوٹ جائیں تو نہ ان کی قضا ذمہ رہتی ہے اور نہ کوئی حرج واقع ہوتا ہے۔ ان کے لزوم و وجوب اور فرض ہونے کی شدت اُسی وقت نافذ ہوتی ہے جب کہ امامؑ زمانہ یا اُن کا نائب مبسوط الید ہوں۔ صاحب اقتدار ہوں یا پھر اہل اسلام محمدؐ و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے منشاء کے مطابق اُن کی ولایت قائم کر لیں۔ اُن کے مقاصد و تعلیمات سے ہر قسم کی پابندیاں اُٹھا دیں۔ اُن کو کسی قسم کا خوف و ہراس نہ رہے۔ اِن صورتوں میں جمعہ کا قیام بھی واجب اور اس کا نہایت حزم و احتیاط و پابندی کے ساتھ ادا کرنا بھی واجب ہے۔ احادیث میں انہی صورتوں کی موجودگی میں تمام شدتیں بیان ہوئی ہیں۔ اُن احکامات کی سختی و شدت کو بیان کر کر کے لوگوں کو خوفزدہ کرنا اور باقی تمام احادیث سے اُنہیں خبردار نہ کرنا ایک جرم ہے جو نماز جمعہ کے غلط قیام کے علاوہ عائد ہوتا ہے۔ ہم نے بار بار عرض کیا ہے اور پھر اس کا اعادہ کرتے ہیں کہ قیام جمعہ کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایک عظیم ترین حق ہے جو غصب کیا گیا ہے۔ اس کے لئے آئمہ علیہم السلام کے قلوب برابر زخمی ہیں۔ لہٰذا ہمیں قیام جمعہ و جماعت یا قیام عیدین کیلئے اپنے تمام وسائل، اپنی تمام دانش و فرزانگی، اپنی تمام قوت و بضاعت بر سر کار لانا چاہئے۔ اُنہیں دلوں کے اندر تازہ رکھنا چاہئے۔ اسی لئے اِن دونوں کو سنت کی شکل میں بھی ہمیں سکھایا گیا ہے۔ سنت کی راہ سے ہمیں فرض تک پہنچنے کی تدریج و تقسیط بتائی ہے۔ سنت کی حالت میں ہم ان کی صورتوں میں تبدیلی کے مجاز ہیں۔ کمی و زیادتی کا اختیار رکھتے ہیں۔ یعنی پانچ افراد ہی نماز جمعہ پڑھ لیں۔ غسل اگر نہ کر سکیں تو رہنے دیں۔ سورہ جمعہ و منافقون پڑھنے سے ضرر ہو تو چھوڑ دیں۔ دوسری سورتیں اختیار کر لیں۔ رفتہ رفتہ عادت ڈالیں۔ حق بات سننے اور سنانے کی ہمت و ماحول پیدا کریں۔ رفتہ رفتہ فرض کی طرف چلیں۔ خدا سے تائید چاہئیں۔ امام زمانہ علیہ السلام کو مخاطب کرتے رہیں۔ اُن کی رضامندیاں تلاش کریں۔ یہ ہے ہمارا کام۔ اگر ہم اپنا کام باقاعدہ کرنے لگیں تو ہمیں تائیداتِ خداوندی ہر ہر قدم پر مدد دینا شروع کر دیں گی۔ ہم خاطی ہیں لیکن ہمارا یہ معصوم مشن اور

ہمیں سپرد شدہ معصوم اصول خطاؤں سے محفوظ رکھیں گے۔اوراگر کوئی انفرادی یا اجتماعی فروگذاشت ہو بھی جائیں گی تو خدا اُسے مفید بنا دے گا۔ ہماری برائیاں نیکیوں سے بدل دئے جانے کا وعدہ موجود ہے۔اور یاد رکھئے کہ جب تک آپ قیام ولایت یا دوسرے الفاظ میں قیام جمعہ و جماعت کیلئے منظّم ہو کرنہیں اُٹھتے ۔اس وقت تک ظہور حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ نہیں ہوسکتا۔ اُنؑ کے ظہور یا ظہورحق کی سب سے اہم شرط مومنین کا اُن کے مقاصد کے لئے جان توڑ کوشش کرنا ہے۔اس کوشش سے باز رکھنے کے لئے طرح طرح کی اسکیمیں برسرکار ہیں۔کہیں نبوت ورسالت کے دعوے ہوتے ہیں۔کہیں نائب ونقیب بننے کی کوششیں ہیں۔کہیں جدید تحقیقات کوراہنما بنا کر قیامت کا انکار کیا جارہا ہے۔الغرض حضرت حجت علیہ السلام کی آڑ میں اور اُن کے خلاف دونوں طرف اسکیمیں جاری ہیں۔شیعوں اور سنیوں دونوں میں ایسے افراد موجود ہیں جو اسلام کو ایک جدید مذہب کی شکل میں پیش کرنے کی فکر میں ہیں۔شیعہ رہ کر شیعوں کو اور سنی بن کر سنیوں کو غلط عقائد کی تعلیم دی جارہی ہے۔نہایت احتیاط کے ساتھ اُن کے عقائد کو کروٹ دی جارہی ہے۔ بہرحال اگر آپ فی الحال قیام ولایت، قیام جمعہ و جماعت اور دیگر اہم مقاصد اسلام کی صحیح تنفیذ کے موڈ میں نہیں ہیں تو کم از کم اپنے قدیم اور مسلمہ عقائد کا تحفظ تو کیجئے۔نہ یہ کہ آپ اغیار و دشمنانِ اسلام کے طریقہ پر اجتہاد کر کے اپنی رائے اور ظن وتخمین کو اپنا راہنما بنالیں اور محبان اہل بیتؑ پر بھی اُسی راہ پر چلنے کا تقاضہ فرمائیں۔

593۔ جمعہ وعیدین کے حقیقی قیام کیلئے ان دونوں کا دوسرا رُخ سامنے لاتے ہوئے جمعہ کی مختلف حیثیات سامنے آتی رہی ہیں۔ یہ تمام صورتیں اس لئے ہیں کہ جیسے حالات ہوں اُن میں جمعہ کو فٹ کر کے حالات کو موافق بنانا ممکن رہے۔ذرا سا غور فرمایئے کہ کیا اس سے زیادہ بھی حالات خراب ہوسکتے ہیں؟ کہ ایک مسلم جیل کی کوٹھڑی میں بند ہو؟ کسی کو قتل کردیا جانا واقعی اس سے بھی خراب حال ہے۔لیکن جو مسلم دین کے لئے قتل کردیا گیا۔وہ فائز المرام ہوگیا۔اس سے تمام احکامات ساقط ہوکر دوسروں پر یعنی پس ماندگان پر عائد ہوگئے۔ہم تو زندگی میں خراب حالات کی بات کررہے ہیں۔اور وہ بری سے بری حالت یہ ہے کہ مسلمان قید میں ہو۔قید کی دو صورتیں ہیں۔ایک یہ کہ اُسے کسی خاص جگہ بند کردیا جائے جہاں وہ اپنی ذات تک محدود ہوکر رہ جائے۔دوسری یہ کہ وہ غلام ہو یا یہ کہ اس کی نقل وحرکت عقل وارادہ اور عمل پر پابندیاں عائد ہوں۔ان دونوں پر جمعہ واجب نہیں ہے۔لیکن سنت جمعہ یہ دونوں پڑھ سکتے ہیں اوّل الذکر تنہا اور آخر الذکر جماعت سے بلا خطبہ پڑھ سکتا ہے۔تنہا پڑھنے میں طوق وزنجیر بھی مانع نہیں ہیں۔اشاروں سے پڑھا جاسکتا ہے تیمّم کیا جاسکتا ہے۔ ہاتھوں کی حرکت بند ہو تو بلا وضو بلا تیمّم پڑھا جا سکتا ہے۔اور بالکل چھوڑا جاسکتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ جس کے قلوب میں اہلبیت علیھم السلام کی بے چینیاں اور ہدایات و احکامات تڑپتے ہوں۔وہ لوگ اللہ کی راہ نکال کر چین لیتے ہیں۔عرض کرنا ہے کہ جمعہ ضرور پڑھئے مگر سمجھ کر پڑھئے کہ ''ان کنتم تعلمون'' کی شرط کا یہی تقاضہ ہے۔یہ کیا ضروری ہے کہ آپ فرض وواجب ہی کی نیت کریں جب کہ وہ شرائط موجود نہ ہوں؟

جب کہ حقیقی جمعہ اچانک شروع کر دینا مضر ہو؟ جب کہ آپکے پاس قیام ولایت کیلئے کوئی منصوبہ ہو نہ خیال تک ہی آیا ہو؟۔اور پھر اسے واجب سمجھ کر پڑھنا اور بجائے ثواب کے گناہگار ہونا یقینی ہو؟۔جب کہ آپ جانتے ہیں کہ آپ کی سنت یا نافلہ نمازیں آپ کے فرائض و واجب نمازوں میں شمار کر لی جائیں گی تو نماز جمعہ کیوں شامل نہ ہو سکے گی؟۔یہاں تک ہم نصیحت کے موڈ میں تھے۔اس کے بعد پھر جمعہ کا سنت ہونا سامنے لاتے ہیں۔اور مغالطات کو رفع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔اس دفعہ جو کچھ ہم کرنیوالے ہیں اس کو سمجھنے کیلئے ایک حدیث مولانا کی پیش کردہ حدیثوں میں سے یہاں دوبارہ لکھنا ضروری ہے۔ ہمارا مطلب کسی خاص حدیث سے نہیں بلکہ وجوب جمعہ کی 12 حدیثوں میں سے کوئی بھی حدیث اس مقصد کیلئے کافی ہوگی۔

چنانچہ اُن کی پہلی حدیث دوبارہ ملاحظہ ہو

594۔الجمعة فريضة واجبة إلى يوم القيمة۔یعنی نماز جمعہ قیامت تک فرض و واجب ہے'' ترجمہ کے بعد فرمایا تھا کہ:۔

''۔اس روایت کی دلالت ہر زمانہ میں وجوب جمعہ و وجوب عینی پر روز روشن سے بھی زیادہ روشن و واضح ہے''.....الخ

اس حدیث سے کیا واضح ہوتا ہے؟ اس پر خوب گفتگو ہو چکی ہے۔تمام علماء نے جمعہ کو قیامت تک واجب مانا ہے۔اور کسی نے وجوب کی شرائط میں حضورؑ امام کو داخل نہیں کیا ہے۔ان کا حضور اور اقتدار دونوں موجود ہوں تو قیام جمعہ کی شرائط میں سے سب سے اہم شرط پوری ہو جاتی ہے۔قیام کا حکم دینا پھر بھی امامؑ کے ہاتھ ہے۔بحث یہ ہے نہ کہ وجوب جمعہ کی بحث ہے۔ اور آپ نے کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہ لکھی جس میں یہ ہوتا کہ:۔

1۔نماز جمعہ بلا امامؑ کی اجازت کے واجب ہے یا یہ کہ ؛

2۔نماز جمعہ قائم کرنے میں امامؑ زمانہ کی اجازت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اپنے مدعیٰ کو کھینچ کھینچ کر فٹ کرنا صرف جہلاء کے لئے قابل قبول ہو سکتا ہوگا۔یہ علمی بحث ہے اس میں علماء کا اطمینان کرا دینا ضروری ہے۔ہماری بحثوں میں جو دعویٰ کیا جا رہا ہے اس کے لئے حدیث میں وہی الفاظ دکھائے جا رہے ہیں۔کھینچا تانی نہیں کی جا رہی ہے۔ہم نے دعویٰ کیا کہ امام عادل معصومؑ امام کو کہتے ہیں۔بعینہ یہی الفاظ حدیث میں دکھائے اور ایک نہیں تین حدیثیں سامنے رکھ کر مخالفت کرنے والے کو آزاد چھوڑ دیا کہ دل چاہے تو قبول کریں نہ چاہے تو انکار کر دیں۔

احادیث میں جمعہ کی نماز کا تین طرح اور تین قسموں کا ہونا

595۔ مندرجہ بالا حدیث میں یہ کہا گیا ہے کہ جمعہ قیامت تک واجب اور فرض ہے۔اب یہ حدیث ہماری طرف سے ملاحظہ ہوتو بات کریں۔جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:۔

من لم يقرأ في الجمعة بالجمعة و المنافقين فَلا جمعة له۔(کتاب الاستبصار باب القرأة فی الجمعة)

۔’’جو کوئی جمعہ میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقون نہ پڑھے۔اس کا جمعہ قبول نہیں ہے۔‘‘

دونوں حدیثیں آپ کے سامنے ہیں۔اور آپ دونوں پر ہمارے ساتھ غور فرمائیں گے۔پہلی حدیث میں اصول فقہ اور مولانا و ہر مجتہد کے مسلمہ قانون کی رُو سے ہر طرح کا اجمال ہے۔نماز جمعہ قیامت تک فرض و واجب ہے۔مگر (1) کس پر (2) کب (3) کیسے (4) کیوں (5) کتنی، وغیرہ وغیرہ۔تقریباً بیس سوال ایسے قائم ہوتے ہیں جن کا جواب اس حدیث میں نہیں ہے۔اس کے برعکس سینکڑوں احتمالات پیدا ہوتے ہیں۔

اب دوسری حدیث دیکھئے۔اس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جو جمعہ میں سورہ جمعہ و منافقون نہ پڑھے اس کا جمعہ نہیں ہوتا۔ یعنی جو جمعہ فرض و واجب ہے۔اس کی تمام تفصیلات معلوم ہیں اور وہ بالکل انہی کے مطابق پڑھا گیا ہے۔لیکن اگر اس میں سورہ جمعہ اور منافقون نہ پڑھی جائے تو جمعہ نہیں ہوسکتا۔روزِ روشن در روشن دان واضح ہو گیا کہ وہ واجب اور فرض جمعہ دوسری حدیث پر عمل کئے بغیر ہرگز نہیں ہوسکتا۔اس حدیث پر ایک سوال قائم ہوسکتا ہے کہ ’’کیوں‘‘ جواب خود حدیث میں موجود ہے۔یعنی جمعہ بلا سورہ جمعہ نہیں ہوتا۔بس اس کے بعد کس پر؟ ہر جمعہ پڑھنے والے پر۔کب؟ جب بھی جمعہ پڑھنا ہو۔کیسے؟ جیسے نماز میں باقی سورہ پڑھتے ہو۔کتنی؟ پوری۔کون؟ جو جمعہ پڑھے۔وغیرہ۔

یعنی دوسری حدیث میں نہ اجمال ہے نہ احتمالات کی گنجائش ہے۔اس کے باوجود مولانا اور بہت سے مجتہدین نے سورہ جمعہ و سورہ منافقون کے پڑھنے کو اس حدیث کے خلاف سنت مانا ہے۔آپ جانتے ہیں اور یہی بات صحیح بھی ہے کہ ہر مفتی و ہر مجتہد و ہر مولانا اپنی تحریر اور فتویٰ کے لئے خدا کے رُوبرو ذمہ دار ہے۔

596۔ <u>ہم اس مسئلہ کو اس طرح سمجھتے ہیں کہ:۔</u>

پہلی حدیث میں <u>الجمعہ</u> کو واجب و فرض فرمایا گیا ہے۔**نماز یا نماز جمعہ کا اس میں تذکرہ نہیں ہے**۔اسی طرح دوسری حدیث میں بھی **<u>نماز یا نماز جمعہ میں</u>** اُن دونوں سورتوں کا پڑھنا نہیں کہا گیا۔جمعہ کے روز بہت سے اعمال واجب اور فرض ہیں۔ اُن تمام اعمال کو سمیٹ کر اگر **الجمعة فريضة واجبة** فرمایا گیا ہو تو آپ کے پاس اس کی تردید میں، سابقہ بحثوں کی روشنی میں ہم نے کچھ نہیں چھوڑا ہے۔لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ تمام اعمال معہ نماز جمعہ مقصود و مطلوب ہیں۔اُن سب پر عمل کرنا فرض و واجب ہے۔اسی طرح جمعہ کے دن سورہ جمعہ اور منافقون کا پڑھ لینا بھی واجب ہے۔اور ہر شخص پر اسی طرح واجب ہے جس طرح جمعہ ہر شخص پر واجب ہے۔اور ایسا واجب ہے کہ اگر اُن کی قرأت نہ کی جائیگی تو اس شخص کا جمعہ کے روز کوئی عمل قبول نہ ہو گا جس نے اس فرمان کی رُو سے قرأت نہ کی ہو۔یعنی اسے جمعہ کے اعمال سے مطلقاً محروم کر دیا جائے گا۔یعنی اس کے لئے یہ قول صادق آئے گا کہ اس کا جمعہ قبول نہیں۔جمعہ اس کے لئے آیا ہی نہیں۔اُس نے جمعہ میں کوئی حصہ نہیں لیا۔اور اگر کوئی شخص

یہ کہے کہ جمعہ کے روز سورہ جمعہ اور سورہ منافقون کو نہ پڑھنے کی اجازت ہے۔تو ہم یہ عرض کریں گے کہ پھر امام علیہ السلام نے معاذ اللہ خود اپنی حدیث کی تردید کردی ہے جو اُن سے ناممکن ہے۔اور ہرگز اُن کی احادیث میں اختلاف وتضاد وتردید موجود نہیں ہے۔ہم نے خود اُن احادیث کو لکھا ہے۔مثلاً جس کو عجلت ہو وہ نہ پڑھے۔تو بتایئے اور یہ بات آپ ہی سے پوچھنے اور آپ ہی کی بتانے کی ہے کہ آپ نماز جمعہ کے لئے آئے عجلت کی بنا پر دیر میں آئے۔خطبوں کے بعد مگر نماز شروع ہونے سے پہلے پہنچے۔نماز جماعت شروع ہوئی۔آپ کو عجلت ہے آپ سورہ جمعہ ومنافقون پڑھنا نہیں چاہتے۔کیا آپ اپنی کوئی الگ سورۃ پڑھ کر جماعت سے پہلے رکوع وسجود کر کے نماز ختم ومکمل کر کے چل دیں گے؟اور سمجھیں گے کہ آپ کی نماز جمعہ باجماعت ہوگئی؟ اگر نہیں تو پھر اپنی طرف سے اور خود اپنی رائے اور قیاس سے حدیث کے معنی یوں کیجئے کہ اگر جمعہ کے پیش نماز کو عجلت ہو تو وہ سورہ جمعہ ومنافقون نہ پڑھائے۔لیکن یاد رکھئے ایسی کوئی حدیث نماز جمعہ کے لئے ناقابل قبول ہے۔اس لئے کہ وہ حدیث دونوں سابقہ احادیث کی تائید نہ کرے گی بلکہ ایک تیسرا عنوان پیش کرے گی۔ہمیں تو اب ایسی حدیث یا ترکیب درکار ہے جس سے نماز جمعہ میں ہر وہ شخص جسے عجلت ہو سورہ جمعہ ومنافقون میں صرف ہونے والے وقت سے محفوظ ہو جائے اور حدیث، استثناء کی تائید کرے۔یہ غلط ہے کہ ایک حدیث کے الفاظ کی اہمیت کو کسی دوسری حدیث کے خود اخذ کردہ مجموعی مفہوم سے ضائع کیا۔پھر اس دوسری حدیث سے حتمی فیصلہ نہ ہوا تو اس کی اہمیت کو کسی تیسری حدیث سے کھویا۔اور اسی طرح کودتے پھاندتے مسائل گھڑتے چلے گئے۔ہر حدیث سے ایک حتمی فیصلہ کیجئے اور اس فیصلہ کو حدیث کے الفاظ کے سو فیصد ماتحت رکھئے۔اس کے بعد دوسری حدیث کے واضح الفاظ سے تائید کرایئے۔تا کہ ہر حدیث اپنے الفاظ ومعانی پر قائم رہ کر آپ کو منشاء خدا اور رسولؐ و آئمہ علیہم السلام پر مطلع کرے۔اس تمام اشکال ومخمصہ کا حل نہایت آسان ہے۔وہ حدیث جس میں مستعجل کو سورہ جمعہ و منافقون نہ پڑھنے کی اجازت ہے۔یقیناً فرادیٰ نماز جمعہ کے لئے ہے۔اور یہی بتانے کے لئے ہم نے بحث کا یہ رخ اختیار کیا ہے۔یعنی حدیث میں صرف لفظ جمعہ دیکھ کر خود ہی یہ سمجھ لیا کہ یہ نماز جمعہ کے لئے ہے اور نماز جمعہ سے بھی نماز جماعت مراد ہے، ایک غلط استنباط ہے جب تک خود حدیث میں **صلوٰۃ الجمعۃ** نہ ہو۔صرف لفظ **جمعۃ** سے نماز جمعہ مراد لینا یا صلوٰۃ الجمعۃ سے جمعہ کی جماعت کی نماز سمجھنا ایک غلط سمجھ کا کام ہے۔جبکہ جمعہ کی نماز کا تین طرح اور تین قسمیں ہونا احادیث سے واضح طور پر ثابت ہے۔یعنی ایک نماز جمعہ فرادیٰ ہے۔دوسری نماز جمعہ جماعت سے ہے جس میں خطبہ نہ ہوگا۔ان دونوں میں چار رکعتیں پڑھی جانے کا حکم ہے۔اور یہ دونوں واجب نہیں ہیں سنت ہیں۔ان کے بعد ظہر ساقط نہیں ہوتی۔ان دونوں میں سورہ جمعہ اور منافقون کے لئے عذرات کے ماتحت رخصت دی گئی ہے ورنہ حکم یہ ہے کہ:۔

597۔ من صلّی الجمعۃ بغیر الجمعۃ والمنافقین اعاد الصلوٰۃ فی السفر او حضر۔(الاستبصار باب ایضاً)

''۔جوکوئی بھی نماز جمعہ کو بلاسورۂ جمعہ اورسورۂ منافقون کے پڑھے اسے اپنی نماز کا سفر ہو یا حضر ہو اعادہ کرنا ضروری ہے۔''
حدیث کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یہ جمعہ کی تنہا تنہا نماز کی بات ہو رہی ہے۔اور یہاں بلا عذر کے نماز کو دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔یعنی نماز جمعہ تنہا پڑھنا بھی واجب نہیں نہ سفر میں واجب ہے۔مگر جو شخص جمعہ کی نماز بطور سنت پڑھنے کی نیت کر لے تو اب اسکے لئے احکامات کے مطابق پورا کرنا لازم ہے۔منت ماننا اختیاری ہے لیکن نیت کے بعد اس کا ادا کرنا واجب ہے۔ سلام کرنا سنت ہے لیکن جواب دینا واجب ہے۔چنانچہ اگر کوئی معمولی سا عذر بھی ہے تو آپ نہ پڑھیں حرج یا خاص حرج نہیں ہے۔لیکن نیت کرنے کے بعد وقت اور حالات موزوں ہوتے ہوئے اب گھانس کاٹنا دین سے مذاق ہوگا جو حرام ہے۔لہٰذا ایسے لوگوں کو اعادہ نماز کا حکم ملا ہے جو نماز جمعہ تو پڑھیں لیکن اس میں اصل مقصد کو بھول جائیں۔یہاں اگر نماز جماعت مراد ہوتی تو پھر پوری جماعت کا اعادہ مذکور ہونا چاہئے۔جو کہیں مذکور نہیں ہے۔ورنہ سورۂ جمعہ اور منافقین کا پڑھنا شب جمعہ سے لیکر جمعہ کے تمام دن میں واجب قرار دیا گیا ہے۔اسکی سند کیلئے حدیث لائی جا چکی ہے۔چنانچہ بتایا جا چکا کہ جمعہ کی رات میں سورۂ جمعہ اور سورۂ **سبح اسم ربک الاعلیٰ** پڑھو اور جمعہ کی فجر میں سورہ جمعہ اور قل ھو **اللّٰہ** احد پڑھو اور جمعہ میں سورہ جمعہ اور منافقون پڑھو(پیرا نمبر 525)۔یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص غلطی سے جمعہ میں سورہ جمعہ کی جگہ سورہ قل ھو اللہ احد پڑھنا شروع کر دیتا ہے تو اُسے قل ھو اللہ کو ترک کر کے سورہ جمعہ کو پڑھنا ہوگا۔چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے محمد بن مسلم نے سوال کیا کہ:۔

۔''الرجل یرید ان یقرء بسورة الجمعة فی الجمعة فیقرأ قل ھو اللّٰہ أحد قال :یرجع الی سورة الجمعة''

ایک شخص جمعہ میں سورہ جمعہ پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے اور **قل ھو اللّٰہ احد** پڑھنا شروع کر دیتا ہے؟ فرمایا کہ وہ سورۂ جمعہ کی طرف رجوع کرے۔ (فروع کافی کتاب **الصلاۃ باب القرأۃ یوم الجمعة و لیلتھا فی الصلوات**)

598۔ یہ حدیث بھی نماز فرادیٰ کیلئے ہے۔ورنہ کسی کا ارادہ کرنا اور پھر کوئی اور سورہ شروع کر دینا نماز جمعہ با جماعت میں ہو ہی نہیں سکتا۔وہاں تو قرأت امام جماعت نے کرنا ہے۔لہٰذا ثابت ہو گیا کہ:۔

1۔ سورۂ جمعہ ومنافقون کا پڑھنا ہر اس نماز جمعہ میں واجب ہے جو تمام شرائط کے پورا ہونے کی صورت میں با جماعت اور با قاعدہ خطبات کے ساتھ پڑھی جائے گی بشرطیکہ کسی قسم کا خوف بھی نہ ہو؛

2۔ سورۂ جمعہ ومنافقون کو جمعہ کی شب سے لے کر جمعہ کے دن کی نمازوں میں بھی پڑھنے کی تاکید ہے۔اس لئے کہ ان سورتوں کا جمعرات وجمعہ سے خاص تعلق ہے؛

3۔ سورۂ جمعہ ومنافقون پڑھنے کا ارادہ کر چکنے کے بعد ان کا پڑھنا لازم ہے حتیٰ کہ کوئی دوسرا سورہ شروع ہو جائے تو اُسے بھی ادھورا چھوڑ کر ان سورتوں کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔

نمازوں کی فرضیت کی ابتدا اور بنیاد پر احادیث

599۔ سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون کا لزوم اور مقام لزوم سامنے آچکا۔ یہ معلوم ہو چکا کہ جمعہ کی نماز کی بڑی بڑی تین قسمیں ہیں۔ اور صرف جمعہ کہنے سے یہ پتہ لگانا مشکل ہے کہ اُن تینوں میں سے کون سی نماز جمعہ کا تذکرہ ہورہا ہے۔ عام طور پر لفظ جمعہ سے مغالطہ کھایا گیا ہے۔ اس پہلو کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔ ورنہ جمعہ کے متعلق احادیث کا سمجھ میں آنا اور سب کو اپنے الفاظ کی دلالتِ مطابقی و دلالتِ التزامی کیساتھ بحال رکھنا ناممکن ہے۔ کہیں تقیہ کا غلط عذر کرنا ہوگا، کہیں اہلِ خلاف کے طریقہ کی پیروی کا الزام آئمہؑ وصحابہ پر لگانا ہوگا۔ اور یہ سب اسلیئے کہ مذہب کی اسپرٹ اور متعلقہ معلومات کا فقدان ماننے میں شرم وحیا دامن گیر ہوتی ہے۔ چنانچہ جمعہ کی ان تینوں حالتوں کو الگ الگ متعین کر دینے سے تمام مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ ورنہ ہر قدم پر غلط تاویلوں میں اُلجھ کر رہ جانا لازم ہے۔ آپکے سامنے اسی مقصد کیلیئے چند اور احادیث کا پیش کرنا ضروری ہے تاکہ جمعہ کی نمازوں کی صحیح پوزیشن واضح ہوتی چلی جائے۔ چنانچہ پہلی یا اوّلین نماز کے فرض ہونے سے بات شروع کرتے ہیں۔ تاکہ آپ کو نماز جمعہ کی ابتدا اور اس کی اہمیت پر بنیادی اطلاع ہو جائے۔ محمد بن حمزہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ:۔

600۔ دریافت کیا کہ اس کی علت کیا ہے کہ نماز صبح مغرب اور عشاء میں بلند آواز سے قرآت کی جاتی ہے۔ اور نماز ظہر وعصر میں (آہستہ پڑھا جاتا ہے) بالجہر قرآت نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ یہ اس لئے کہ جب رسُولُ اللہ معراج کے لئے تشریف لے گئے تو سب سے پہلی نماز جو اللہ نے ان پر فرض قرار دی وہ نماز ظہر تھی اور وہ جمعہ کا دن تھا۔ چنانچہ اللہ نے ان کے پیچھے ملائکہ کو نماز میں شامل کیا اور اپنے نبیؐ کو حکم دیا کہ بلند آواز سے قرآت کریں تاکہ اُن پر اُن کی بزرگی واضح ہو جائے۔ پھر اللہ نے اُن پر نماز عصر کو فرض کیا اور اس نماز میں ملائکہ کو ان کے ساتھ شامل نہ کیا اور رسُولُ اللہ کو حکم دیا کہ قرأت آہستہ کریں اس لئے کہ ان کے پیچھے کوئی ماموم نہ تھا۔ پھر ان پر مغرب کی نماز فرض کی اور اس دفعہ پھر ملائکہ کو شامل کیا آنحضرتؐ کو بالجہر پڑھنے کا حکم دیا اور اسی

لِاَیِّ عِلَّةٍ یجهر فی صلاة الفجر وصلاة المغرب وصلاة العشاء الآخرة وسائِر الصلوات مثل الظهر والعصر لا یجهر فیها .....الخ

قال: لا ن النبیّ (ؐ) لما أسری به الی السماء کان اول صلاةٍ فَرَضَها اللّٰه علیه صلاة الظهر یَوُم الجمعة فاضاف اللّٰه تعالٰی الیه الملائکة تصلّی خلفه وامر اللّٰه عزّوَجلّ نبیّه اَن یجهر بالقرأة لیبیّن لهم فضله .ثم افترض علیه العصر و لم یضف الیه احدًا من الملائکة وامره اَن یخفی القرأة لانّه لم یکن وَرَائه احد ۔ ثم افترض علیه المغرب ثم اضاف الیه الملائکة فامره بالا جهار و کذلک العشاء الآخرة . فَلما کان قرب الفجر افترض اللّٰه تعالٰی علیه الفجر فامره بالا جهار لیبیّن للناس فضله کما بیّن للملائکة

طرح نمازعشاء میں کیا۔ جب صبح قریب آنے لگی گو | فلھذہ العلّة یجھر فیھا.....الخ (علل الشرایع صفحہ 322باب12) |
اللہ نے اُن پر نماز فجر کوفرض کیا اور اُنہیں حکم دیا کہ بلند آواز سے قرأت کریں تا کہ لوگوں پر اُن کی بزرگی اسی طرح واضح ہو جائے جیسے ملائکہ پر واضح کی گئی تھی۔اس وجہ سے اُن میں بالجہر قرأت ہوتی ہے۔''

601۔ بس جناب یہ نمازوں کی فرضیت کی ابتدا اور بنیاد ہے کہ نماز ظہر سب سے پہلے فرض ہونے والی نماز ہے۔اور چونکہ وہ دن جمعہ کا تھا اس لئے نماز ظہر کی اہمیت نے بھی جمعہ کے دن کوعزت بخشی اور اسی نماز ظہر کی جگہ جمعہ کی نماز لیتی ہے۔یا یہ سمجھئے کہ خود نماز ظہر ہی کو نماز جمعہ بنا دیا جاتا ہے۔اسی لئے ایک ہفتہ میں صرف پینتیس (35) نمازیں فرض ہیں۔یعنی نماز جمعہ، نماز کی حیثیت سے کوئی الگ نماز نہیں ہے۔ بلکہ جمعہ کے روز والی ظہر کو روز اول کی یادگار کے طور پر سینکڑوں دیگر مقاصد کے ماتحت نماز جمعہ بنا دیا جاتا ہے۔ یہاں یہ بھی معلوم کرلیں کہ ابتدا میں پانچوں وقت کی نماز میں دو دو رکعت تھیں۔ چنانچہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام یہ بتاتے ہوئے کہ نماز مغرب میں قصر کیوں نہیں کی جاتی فرماتے ہیں:۔

فَقَالَ : اِنَّ اللّٰہ عزَّوَجَلَّ اَنْزَلَ عَلَی نَبِیِّہٖ (ؐ) لِکُلّ صلاۃ رکعتین فی الحضر فاضاف الیھا رسول اللّٰہ (ؐ) لکلّ صلاۃ رکعتیں فی الحضر وقصر فیھا فی السفر الّا المغرب والغداۃ......(الخ)

فرمایا کہ بتحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر قیام کے زمانہ کے لئے ہر نماز کی دو دو رکعتیں نازل کی تھیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے حالت قیام میں سب نمازوں کی تعداد میں دو دو رکعات کا اضافہ فرمایا، سوائے نماز مغرب اور نماز صبح کے۔اس اضافہ شدہ دو، دو رکعتوں کو حالت سفر میں کم کر دیا۔الخ (علل الشرایع۔باب 15، صفحہ 324)

602۔ اس اضافہ کی مزید وضاحت جناب امام زین العابدین علیہ السلام یوں فرماتے ہیں کہ:۔

زاد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ فی الصلاۃ سبع رکعات فی الظھر رکعتین ،وفی العصر رکعتین، وفی المغرب رکعۃ، وفی العشاء الآخرۃ رکعتین.. ...الخ (علل الشرائع۔باب 16، صفحہ نمبر 324)

مدینہ میں جب کہ مسلمانوں پر جہاد واجب ہو چکا اور مسلمان طاقت ور ہو گئے تو رسولؐ اللہ نے نماز میں سات رکعتوں کا اضافہ فرمایا تھا۔ظہر میں دو رکعتیں۔عصر میں دو رکعتیں اور مغرب میں ایک رکعت اور عشاء میں دو رکعتیں۔''

603۔ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ ابتدا میں نمازیں دو، دو رکعات تھیں۔اور ان میں صرف مغرب کی نماز میں ایک رکعت کا مستقل اضافہ ہوا جو کہ سفر وحضر میں برابر قائم رہتا ہے۔باقی اضافہ شدہ رکعتیں سفر میں ساقط ہو جاتی ہیں۔اس سے پتہ چل گیا کہ جو سب سے پہلی نماز ظہر تھی اُسی کو نماز جمعہ کر کے پڑھا جاتا ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

"یہ آیت (حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی) جمعہ کے روز نازل ہوئی تھی جب کہ رسوؐل اللہ سفر میں تھے۔ چنانچہ اسی میں رسوؐل اللہ نے قنوت کو اختیار کیا تھا۔ اور اُسے بالکل اسی طرح رہنے دیا سفر اور حضر میں۔ اور مقیم کیلئے اس میں دو رکعتوں کا اضافہ فرمایا دیا تھا۔ اور اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے کہ وہ دو رکعتیں جن کو رسول اللہ نے بڑھایا تھا جمعہ کے روز دونوں خطبوں کی جگہ علیحدہ کر دی جاتی ہیں امام جماعت کے ساتھ۔"

قال: ونزلت هذا الاية يوم الجمعة ورسول الله صلى الله عليه و آله فى سفره فقنت فيها رسول الله (ؐ) و تركها على حالها فى السفر والحضر واضاف للمقيم ركعتين. وانّما وضعت الرّكعتان اللّتان اضافهما النبيّ يوم الجمعة للمقيم لمكان الخطبتين مع الامام۔ الخ (فروع کافی باب فرض الصلاۃ)

604۔ اس حدیث سے نماز ظہر کی اہمیت واضح ہو کر یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ سب سے پہلی نماز ہے۔ اس کی مخصوص حفاظت کا حکم قرآن کریم میں نازل ہوا ہے۔ امن کو کسی حالت میں غیر محفوظ نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اس کی حفاظت کا یہاں تک اہتمام و احترام کیا جاتا ہے کہ اس میں اضافہ شدہ دو رکعتوں کی جگہ خود **امام معصوم علیہ السلام مبسوط الید** یا اس کے نائب کی طرف سے دو خطبات لازم کیے گئے ہیں۔ اور اگر خطبے نہ پڑھے جائیں تو نماز جمعہ سنت ہو کر بھی چار رکعات ہوتی ہیں۔ اس کی حفاظت پر من **لا یحضرہ الفقیہ** سے بھی ایک حدیث دیکھ لیں جس میں امام محمد باقر علیہ السلام نے چوبیس گھنٹوں میں پڑھی جانے والی پانچوں نمازوں کے اوقات کو قرآن کریم سے متعین فرماتے ہوئے کہا ہے کہ:۔ اور فرمایا کہ نمازوں کی حفاظت کرو خصوصاً نماز درمیانہ کی حفاظت کرو اور وہ نماز ظہر ہے اور وہ پہلی نماز ہے جو رسوؐل اللہ نے پڑھی تھی۔ اور وہ نماز صبح اور نماز عصر کے درمیان والی نماز ہے۔

وَقَالَ تعالى: حافظوا على الصلوات والصلوٰة الوسطى وَهِيَ صلوة الظهر وهى اوّل الصلاة صلّاها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وهى وسط الصلوتين بالنّهار و صلوة الغداة وصلوة العصر.. الخ (الفقیه) (فروع کافی۔ باب فرض الصلاۃ)

605۔ یہاں یہ واضح ہو گیا کہ نمازِ ظہر نہایت اہم ہے۔ اس کی حفاظت کسی خاص شخص اور خاص حالت سے مخصوص نہیں ہے۔ اس میں کسی طرح کا استثناء نہیں رکھا گیا ہے۔ یہ ہر شخص پر اور ہر حال میں واجب وفرض ہے۔ نماز جمعہ اپنی شرائط کے موجود نہ ہونے پر ساقط ہو جاتی ہے۔ لیکن نماز ظہر کو کسی حال میں ساقط نہیں کیا جا سکتا۔ مرتے دم تک پڑھنا واجب ہے۔ خواہ اشاروں ہی سے کیوں نہ ہو۔ امام زمانہ علیہ السلام موجود بھی ہوں اور بے خوف یا مبسوط الید بھی ہوں تب بھی نماز ظہر ساقط نہیں ہوتی۔ بلکہ اسی نماز ظہر کو جمعہ کے دن مخصوص حکم و اجازت سے جماعت کے ساتھ پڑھنا لازم و واجب وفرض قرار دے دیا جاتا ہے۔ تا کہ ہر ہفتہ میں ایک دفعہ تعلیماتِ خداوندی آئمہ معصومین علیہم السلام کی عملی بصیرت کے ساتھ تمام بنی نوع انسان تک

پہنچائی جاسکیں۔ چنانچہ پہلے نماز جماعت کا سبب سُن لیں علل الشرائع میں فرمایا گیا کہ:۔

606۔ کوئی اگر یہ کہے کہ جماعت کیوں قائم کی گئی ہے؟ تو اُسے بتایا جائیگا کہ اللہ کیلئے خلوص اور اُس کی یگانگت کی تبلیغ اور سلامتی کا پیغام اور اللہ کی عبادت جماعت کے بغیر نہ واضح ہوتی نہ پردہ شہود پر نمایاں نظر آتی اور نہ ہی اُن سے حاصل ہونے والے فائدوں کا انکشاف ہوتا۔اور اُن (چاروں چیزوں) کے اظہار اور تبلیغ وانکشاف میں پوری بنی نوع انسان پر حجتِ خدا تمام ہوجاتی ہے۔اور کسی کیلئے عذر باقی نہیں رہتا ہے۔	**فان قال فَلِمَ جعلت الجماعة ؟قيل لا ن لا يكون الاخلاص وَ التوحيد و الاسلام والعبادة للّٰه لا ظاهرًا مكشوفًا مشهودًا لا ن في اظهاره حجة على اهل الشرق والغرب لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وحده ليكون المنافق و المستخفف مؤديا لما أقرّ به بظاهر الاسلام والمراقبة ولا ن تكون شهادات الناس بالاسلام من بعضهم لبعض جائزة ممكنة مع مافيه من المساعدة على البرّ والتقوى والزجرعن كثيرمن معاصي الله عَزَّوَجَلَّ۔** (علل الشرائع واصول الاسلام)

اور اس کے سوا یہ غرض بھی ہے کہ منافقین اور دین کو حقیر خیال کرنے والے جو بظاہر اسلام پر عامل نظر آتے ہیں اور زبانی اس کا اقرار کرتے ہیں۔اُن کو سچ مچ کا عمل کرنے والا بنا دیا جائے اور ساتھ ہی اس لئے بھی کہ یہ جماعت اُن میں سے بعض کی شہادت بعض کے لئے جائز اور ممکن کردے۔اس میں یہ فائدہ بھی ہے کہ یہ نیکیوں اور احساس فرض میں مدد دیتی ہے اور بہت سے گناہوں کے خلاف تنبیہ کرتی ہے۔'' (علل الشرائع واصول الاسلام باب182)

607۔ ان اغراض ومقاصد کو ازشرق تاغرب پھیلانے کے لئے نماز جماعت قائم کی گئی ہے۔لیکن اس جماعت کو ہر ہفتہ میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز کو باجماعت قائم کرنا لازم وواجب وفرض قرار دیا گیا ہے۔تاکہ مرکزی احکام وہدایات کو کائنات کے گوشہ گوشہ میں پہنچایا جائے۔اور پورے ہفتے کے پروگرام جاری کردئے جائیں۔جمعہ کے دن کی اس باجماعت واجب وفرض نماز کی علت بھی علل الشرائع سے دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔جمعہ کے دن کی اس نماز کی مختلف حیثیت سے تشریح وتوضیح کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ:۔

608۔ اُن ہی میں سے یہ بات بھی ہے کہ جمعہ عید ہے اور عید کی نماز میں دو رکعتیں ہوتی ہیں اور اس میں خطبوں کی وجہ سے قصر (تقصیر) نہیں کی جاتی۔پس اگر یہ کہا جائے کہ خطبے کیوں مقرر ہوئے ہیں؟ تو بتایا جائیگا کہ جمعہ اجتماع عام کیلئے ہے۔چنانچہ ارادہ یہ کیا گیا ہے کہ یہ اجتماعِ عام امام	**ومنها ان الجمعة عيد وصلاة العيد ركعتين ولم تقصر لمكان الخطبتين فان قال فلم جعلت الخطبة قيل لان الجمعة مشهد عام فاراد ان يكون للامام سبب الى موعظتهم وترغيبهم في الطاعة وترهيبهم من المعصية وفعلهم وتوقيفهم على ما ارادوا من مصلحة**

زمانہؑ کے لئے ذریعہ بن جائے کہ وہ اس اجتماع عام کو وعظ کریں۔اطاعت کی عام ہدایات و ترغیبات کریں۔ نافرمانیوں سے باز رکھنے کا اہتمام کریں۔اور اُن کی حرکت وسکون، گفتار و خاموشی وجدوجہد کو اُن کے دین کے مطابق بنا کر نتیجہ خیز کردیں۔آنے والی یا گذرنے والی تمام آفات وحوادث سے مطلع رکھ کر اُنہیں متعلقہ نفع سے مالا مال اور مضرتوں سے محفوظ رکھیں اور اسلئے کہ نمازوں کے سلسلہ کو یہ نماز بلند چٹان کی طرح اپنی طرف راہنمائی کرتی رہے۔امامؑ زمانہ (علیہ السلام) کے علاوہ باقی روزانہ کی امامت کرانے والوں میں سے یہ کام کوئی نہیں کرسکتا۔'' (باب 182 علل الشرایع واصول الاسلام)

دینهم و دنیا هم و یخبر هم بما ورد علیهم من الآفات ومـن الاحـوال التـی لهـم فیهـا الـمضرة والمنفعة ولا یـکـون الصائر فی الصلوة منفصلا ولیس بفاعل غیره ممن یوم الناس فی غیر یوم الجمعة۔(علل الشرایع)

پیش نماز صرف امام عصر علیہ السلام کی ہدایات کو آگے بڑھا سکتے ہیں

609۔ اس حدیث میں جو کچھ بیان ہوا وہی کافی تھا۔اس لئے کہ وہ سب کچھ امام معصوم علیہ السلام کے علاوہ کوئی دوسرا انسان کرہی نہیں سکتا تھا۔مگر اسی پر اکتفا نہیں کی گئی بلکہ آخر میں اعلان کردیا گیا کہ کوئی دوسرا پیش نماز اُن مقاصد کو انجام دے ہی نہیں سکتا۔لہٰذا ظہر کی اس نماز کو جمعہ کے دن ایسے خطبوں وعظوں اور نصیحتوں کے ساتھ ادا کرنا جن میں تمام بنی نوع انسان کو آفات ارضی وسماوی وسماجی سے محفوظ رکھنے اور روز افزوں ترقیاں کرنے کا پروگرام ہو صرف امام عصر علیہ السلام ہی کا کام ہے۔باقی تمام پیش نماز صرف اُن کی ہدایات کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔اُنہیں ارضی وسماوی احوال وحادثات وآفات کا علم حاصل ہوتے رہنے کا انتظام صرف حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مل سکتا ہے۔وہ تنہا تنہا یا سب مل کر بھی اس حدیث شریف کا معیار پورا نہیں کرسکتے۔یہی سبب ہے اور یہ حدیث سب سے بڑی حجت ہے کہ جمعہ کی **نماز ظہر** اپنے متعینہ مقاصد کے لئے صرف امام معصوم علیہ السلام کے مبسوط الید ہونے پر منحصر رکھی گئی ہے۔البتہ اُن مقاصد تک پہنچنے اور مزاحمتوں کو رفع کرنے نیز مشق ومہارت وغیرہ کے لئے اس نماز کی باقی صورتیں بتادی گئی ہیں جو اپنی ہر صورت میں سنت یا سنت موکدہ کے اندر اندر رہتی ہیں۔اس پہلو کو دوبارہ سامنے لانے سے پہلے آپ یہ دیکھ لیں کہ جس وقت میں ظہر کی یہ نماز ہوتی ہے وہ وقت خاص اللہ سے مخصوص ہے۔چنانچہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف سے سعید بن الحسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:۔

610۔ ''جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ سورج کے ڈھلنے کا اوّل وقت وہ ہے جو اللہ کا اوّلین وقت ہے۔اور وہ دونوں سے افضل ہے''۔(الفقیہ بھی دیکھیں)

قـال:ابـو جـعـفـر عـلـیـه السلام اول الوقت زوال الشـمـس وهـو وقـت اللّٰـه الاول وهو افضلهما . (الاستبصار کتاب الصلاۃ ابواب المواقیت۔باب اول وقت ظہر وعصر)

بس جناب ظہر کے وقت کی اہمیت اس سے زیادہ کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ کیلئے ہر چیز کا مالک وخالق ہونے کے باوجود ظہر

کا وقت خدا کا اپنا وقت بن گیا۔ یہی سبب ہے کہ سب سے پہلی نماز اسی وقت فرض ہوئی۔ تمام کائنات سے میثاق ولایت اسی وقت لیا گیا۔ قیام ولایت کا یہی عملی وقت تھا۔ اسی وقت کی نماز کو آئمہ معصومین علیھم السلام کے وعظ و نصیحت اور پروگراموں کی تنفیذ کے لئے مخصوص کیا گیا۔ اسی نماز کا نام نماز جمعہ رکھا گیا جو فرادیٰ بھی ہے اور جماعت سے بھی پڑھی جاتی ہے۔ جو سنت بھی ہے اور واجب بھی۔ جو جماعت سے ہی سنت ہے اور جماعت ہی سے واجب بھی ہے۔ جو خطبوں کے ساتھ بھی ہے اور بلا خطبوں کے بھی ہے۔ جو خطبوں کے ساتھ جماعت سے واجب بھی ہے اور خطبوں کے ساتھ جماعت سے سنت بھی ہے۔ جو شخص ان تمام صورتوں سے ناواقف ہو اُسے نماز جمعہ پر کسی قسم کی بحث میں حصہ نہ لینا چاہئے۔ اس کے لئے لازم ہے کہ وہ صرف لفظ جمعہ یا نماز جمعہ دیکھ کر کوئی رائے قائم نہ کرلے۔ بلکہ پتہ لگائے کہ یہ جمعہ یا نماز جمعہ کیا ہے؟ نماز جمعہ ہے تو نماز جمعہ کی کون سی قسم ہے؟ فرادیٰ ہے؟ یا جماعت سے۔؟ خطبوں کے ساتھ ہے یا بلا خطبوں کے؟ اس میں کم از کم پانچ افراد ہیں یا سات؟ اس کے بعد بات طے ہوگی۔ مولانا قسم کے لوگ اسی پہلو کو نظر انداز کردینے کی بنا پر غلط نتائج کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اِس نماز کے لئے بھی اصولِ تدریج و تقسیط لازم ہے۔ ظہر کی نماز کو جمعہ کے نام پر پڑھنے میں صرف ایک ہی صورت ہے جس میں قیام ولایت کی غرض سے بہت سی سماجی اور عالمی اور فطری پابندیاں اور شرائط ہیں۔ جب اُن شرائط کا تذکرہ نہ ہو تو اُس وقت آپ ہرگز وہ نماز مراد نہ لیں جو جماعت کے ساتھ خطبوں کے بعد واجب و فرض ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا:۔

(1) صلوٰۃ الجمعۃ مع الامام رکعتان فمن صلّی وحدہ فھی اربع رکعات۔ (جعفر صادق علیہ السلام۔ الفقیہ)

''امام کیساتھ نماز جمعہ دو رکعتیں ہیں۔ چنانچہ جو کوئی تنہا نماز پڑھے تو وہ (نماز جمعہ) چار رکعتیں ہیں۔''

اس حدیث میں یہ واضح ہو گیا کہ جمعہ کی نماز امام کے ساتھ دو رکعتیں ہیں۔ لیکن یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ یہاں پر امام سے کونسا امام مقصود ہے؟ چونکہ صرف لفظ امام کافی نہیں ہے۔ اس سے پیش نماز بھی مقصود ہو سکتا ہے اور خود امام زمانہ یا امام معصوم علیہ السلام کیلئے بھی لفظ امام آتا ہے۔ چنانچہ دیکھئے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:۔

(2) اَلْاَرْضُ لَا تَکُون اِلَّا وَ فِیْھَا عَالِمٌ یصلحھم ولا یصلح الناس اِلَّا بذلک۔ (علل الشرایع باب 153)

زمین اور اہل زمین ہوتے ہی نہیں سوائے اِس کے کہ اس میں ایک عالم ہو وہ اُن کی اصلاح کرتا ہے۔ اور بنی نوع انسان کی اصلاح ہو ہی نہیں سکتی جب تک وہ موجود نہ ہو'' اس سے اگلی حدیث میں فرماتے ہیں کہ:۔

(3) لا یصلح الناس اِلَّا بِا مَامٍ ولا تصلح الارض الا بذلک۔ (علل الشرایع باب 153)

''انسانوں کی اصلاح بلا امام نہیں ہو سکتی اور زمین کی اصلاح بھی اُس کے بغیر نہیں ہو سکتی۔''

امامؑ زمانہ ہرلحہ موجوداور برسرکار ہیں لیکن ہر مسئلہ کوغیبت کی آڑ لے کرمسخ اور تبدیل کیا گیا

611۔ یہاں وہی کام جو پہلی حدیث میں ایک عالم کا بتایا تھا۔بعینہ ایک امام کا بھی وہی کام ہے۔اس جگہ ہم ایسے جاہل عالموں کا مراد لینا اسلئے ناممکن ہے کہ پوری زمین اوراہل زمین کی اصلاح کوئی نہیں کرسکتا سوائے امام زمانہ یا امام معصوم علیہ السلام کے۔یہی سبب ہے کہ ہم عالم اورامام صرف اُنہی حضرات علیہم السلام کو کہتے ہیں۔باقی لوگوں کو رسمی طور پر عالم یا امام کہہ دیتے ہیں۔اس مروجہ رسمی طریقہ کو حضرات معصومینؑ نے بھی اپنی احادیث میں استعمال کیا ہے۔لیکن ہمیں صرف لفظوں سے بہک نہ جانا چاہیئے۔بہت سوچ سمجھ کر لفظ عالم،امام،امام عادل اورامام العدل کا تعین کرنا چاہیئے۔اورخصوصاً نماز جمعہ کیلئے تو سوچ سمجھ اورعلم کو کسی طرح اور کسی حیثیت سے نظرانداز نہ کرنا چاہیئے۔اسلئے کہ ان کنتم تعلمون کی شرط کا تقاضہ ہی یہ ہے۔ اِن دونوں احادیث سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اس زمین اوراہل زمین کی موجودگی خود امام زمانہ علیہ السلام کی موجودگی کی دلیل ہے۔ورنہ اُن میں سے کوئی باقی نہیں رہ سکتا جیسا کہ فرمایا گیا کہ:۔

(1) لا تبقی الا رض بغیر امامٍ ظاھر اَوُباطن ۔(امام محمد باقرؑ ۔علل الشرائع)

(2) واللّٰہ ماترک اللّٰہ الارض منذ قبض اللّٰہ آدم الا وفیھا امام یھتدی بہ اِلَی اللّٰہ وھو حجۃ اللّٰہ علی عبادہ ولا تبقی الارض بغیر حجۃ اللّٰہ علی عبادہ ۔(امام محمد باقر علیہ السلام۔علل الشرائع باب153)

۔''زمین باقی نہیں رہ سکتی سوائے اس کے کہ ایک ظاہر یا باطن امامؑ موجود ہو۔'' اور یہ بھی فرمایا کہ:۔''بخدا اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کے اُٹھانے کے بعد کبھی زمین کو اس حال میں نہیں چھوڑا کہ اس میں ایک امام نہ ہو کہ جس کے ذریعہ سے وہ اپنی طرف ہدایت کرتا ہے۔اور وہ امام اللہ کے بندوں پر اس کی طرف سے حجت ہوتا ہے۔اورزمین ہرگز باقی نہیں رہ سکتی جب تک کہ اس کے بندوں پر حجۃ اللّٰہ موجود نہ ہو۔''

یہ نہ سمجھیں کہ حضرت آدمؑ سے پہلے حجت اللہؑ یا وہ امامؑ یا وہ عالمؑ موجود نہ رہتا تھا،سُنئے ارشاد ہے کہ:۔

(3) ''ما خلت الدنیا منذ خلق اللّٰہ السموات والارض من امام عدل الی اَن تقوم الساعۃ حجۃ لِلّٰہِ فیھاعلی خلقہ۔''(ایضاً)

جب سے زمین وآسمانوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے یہ دُنیا ایک عادل امام سے خالی نہیں رہی ہے۔یہاں تک کہ قیام قیامت ہو اللہ کی طرف سے اُس کی تمام مخلوق کے لئے حجۃ کا وجود لازم ہے۔

612۔ یہاں بات ختم کرتے ہیں اور یاد دلاتے ہیں کہ امام عادل سے ہرگز عام پیش نماز مراد نہیں لیا جاسکتا۔اور یہ کہ نماز جمعہ ہو یا کوئی دوسرا مسئلہ ہو۔یہ بحث ایک فریب ہے کہ امامؑ زمانہ موجود نہیں ہیں۔اور چونکہ موجود نہیں اسلئے تمام مسائل کو اُلٹ پلٹ کردینا جائز ہے۔اورموجود نہیں ہیں لہٰذا ہر جاہل اورنام نہاد عالم ومجتہد جو چاہے کرے۔اورنائب امام بن بیٹھے یا خود امام کہلانا شروع کردے۔جب کہ امامؑ زمانہ ہرلحہ موجود رہا ہے آج بھی موجود ہے۔لیکن مجتہدین نے لفظ غائب سے یہ فائدہ اُٹھایا کہ

امام زمانہ غائب ہے لہٰذا ہم جو چاہیں فتویٰ دیں، باطل ہے۔ وہ اس طرح غائب نہیں کئے جا سکتے۔ وہ کہیں بھی ہوں پوری کائنات کو زیرِنظر رہنے کا خدا نے انتظام کر رکھا ہے۔ وہ ہمارے اعمال واقوال کو دیکھتے ہیں سنتے ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ ہم سے براہ راست و بالمواجہ تعلق نہیں رکھتے۔ یہ ایک سزا ہے، یہ ایک ابتلا ہے۔ جس میں اُس وقت تک مبتلا رہنا لازم ہے جب تک ہم اُن شرائط کو پورا نہ کر دیں جو اُن کے ظہور کے لئے ہم پر واجب ہیں۔ بجائے اُن شرائط کو پورا کرنے کے ہم نے ان کو بجر بٹو سے غائب کرنے کی اسکیمیں بنا رکھی ہیں۔ **اُن کو دین سے بالکل بے دخل کر دیا ہے۔ ہر مسئلہ کو غیبت کی آڑ لے کر مسخ اور تبدیل کر دیا ہے۔ پبلک کو اطمینان وسہولتیں فراہم کر دی ہیں۔ اور اکثر اس فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طرح اُن کے باقی ماندہ حقوق بھی عام کر دیئے جائیں۔ تا کہ قیام ولایت وحکومت الٰہیہ کا خدشہ بالکل ہی مٹ جائے اور ہم سب جمورے یا جموری (جمہوری) بن کر خود قائم کردہ حکومت کے حاکم رہیں اور خدا اور رسولؐ کی جگہ بیٹھ کر احکام نافذ کریں۔ یہ بڑی پرانی تمنا ہے۔ یہ ابلیس کی تمنا ہے جس کو اُس نے اپنے اولیاء کے دلوں میں راسخ کر دیا ہے۔** یہی تمنا ہے جو طرح طرح سے رنگ بدل بدل کر سبیل اللہ میں رکاوٹ بنتی رہی ہے۔ کبھی اسلامی حکومت علیٰ منہاج النبوت کا تانا بانا تیار کیا جاتا ہے۔ کبھی خلافت الٰہیہ کا ڈھونگ رچایا جاتا ہے۔ اور کبھی کہہ دیا جاتا ہے کہ **جب تک ظہور حضرت حجتؑ نہ ہو جائے اب زمانہ کے حالات درست ہو ہی نہیں سکتے۔ یہی لوگ ہیں جن کی وجہ سے عقیدۂ امامؑ زمانہ کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے۔**

613۔ چنانچہ متواتر احادیث اور واقعات سے یہ ثابت ہے کہ امامؑ زمانہ ہر لحہ موجود اور برسرِکار ہے۔ زمین واہل زمین کی اصلاح حال کرتے رہنا انؑ کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا بحث اس پر ہے کہ آیا امامؑ زمانہ مبسوط الید ہے یا نہیں۔ تو اُنؑ کی غیبت اس بات کا ثبوت اور دلیل ہے کہ وہ مبسوط الید نہیں ہیں۔ نہ اُن کے احکامات وھدایات یا دوسرے الفاظ میں قرآن واحادیث کو اقتدار حاصل ہے۔ اِن سب پر طرح طرح کی پابندی عائد ہے۔ اور افسوس کہ خود محبان اہل بیتؑ کی طرف سے نصرت وتعاون کے بجائے مخالفت ظہور میں آتی رہتی ہے۔ ایسی صورت میں قیام جمعہ و جماعت، جو دوسرے الفاظ میں قیام حکومت و ولایت قرآنی ہے، ممنوع ہے۔ لہٰذا اس صورت میں ظہر کی نماز کو سادہ طریقہ پر پڑھا جائے گا۔ اور مشق ومہارت وعادت اور مصلحت کیلئے نماز ظہر کی دوسری صُورتوں پر عمل ہوگا جو مستحب ہیں یا سنت موکدہ ہیں واجب وفرض نہیں ہیں۔ اُن صورتوں کو بلا تکلف بیان کیا گیا ہے۔ اُن کے بیان میں اُس نماز ظہر کا جو جمعہ کے دن جماعت اور خطبوں سے پڑھی جاتی ہے اور نماز جمعہ کہلاتی ہے ہلکا سا ذکر بھی نہیں ہے۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اختیاری ہے جو چاہے پڑھے یا نہ پڑھے۔ اس سلسلہ میں سینکڑوں احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اُن میں سے چند کو مسلسل پیش کرتے ہیں تا کہ جمعہ جمعہ پکارنے والوں کی شدت واضح ہو سکے۔

امامؑ زمانہ کے مبسوط الید نہ ہونے کے حالات میں نماز جمعہ کی صورتیں اور احکام

614۔ آپ نے پیرا نمبر 610 حدیث نمبر (1) میں پڑھا تھا کہ ''امام کے ساتھ جمعہ کی دو رکعتیں ہیں اور جو کوئی تنہا پڑھے تو نماز جمعہ چار رکعتیں ہیں۔'' اس حدیث میں دونوں طرح پڑھنے کی اجازت و اختیار ہے ایک کو دوسری پر ترجیح کا وہم تک نہیں ہوتا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ ایک میں دو رکعات ہیں اور دو خطبے ہیں دوسری میں چار رکعت ہیں خطبات نہیں ہیں۔ نہ یہاں وجوب کا ذکر ہوا نہ کوئی تنبیہ ہے نہ اہمیت ہے۔ صرف اس لئے کہ قیام جمعہ تک پہنچنے کے لئے تمام اقدامات ضروری ہیں۔ یہ نہیں کہ جب چاہے **الجمعة فريضة واجبة** کی رَٹ شروع کر دی جائے۔ اسی حدیث کو ذرا سی واضح شکل میں **الفقيه** میں بھی لایا گیا ہے۔ چنانچہ تفصیلات کے بعد آخر میں فرمایا کہ:۔

۔''پس جو کوئی جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کو جماعت کے بغیر تنہا پڑھے اُسے چاہئے کہ وہ چار رکعتیں اُس طرح پڑھے جیسے کہ باقی دنوں میں ظہر کی نماز پڑھی جاتی ہے۔''

> **(1) فمن صلّى يوم الجمعة في غير جماعة فليصلّها اربعا كصلوة الظهّر في سائر الايام۔** (باب فرض الصلوٰۃ)

یعنی ایک نیت سے چار رکعت بجالائے۔ آخری جملہ اس لئے فرمایا گیا کہ سنت نمازیں صرف دو، دو، رکعات کی نیت سے پڑھنے کا حکم دیا جا چکا ہے۔ لہٰذا جمعہ کی سنت نماز کے لئے یہ خصوصیت ہے کہ اُسے سنت ہوتے ہوئے بھی چار رکعات پڑھنا ہو گا۔ اس حدیث میں بھی ایک آدمی بالکل مختار ہے۔ اجازت یافتہ ہے کہ وہ نماز جمعہ کو جماعت سے چھوڑ کر تنہا پڑھے۔ بتایئے ان احادیث کو بھی تو کہیں جگہ دینا پڑے گی؟ علل الشرائع میں بھی یہ حدیث یوں مکمل کی گئی ہے کہ:۔

''**فمن صلاها وحده فليصلها اربعاً كصلاة الظهر في سائر الايام۔**'' (علل الشرائع باب 67)

جو نماز جمعہ کو تنہا پڑھے اسے چاہئے کہ وہ چار رکعتیں اس طرح پڑھے جیسے ظہر کی نماز روزانہ پڑھی جاتی ہے۔

ان احادیث سے یہ واضح اور ثابت ہو چکا ہے کہ:۔

1۔ جمعہ کے روز ظہر کے وقت کی نماز ہر حال میں واجب نہیں ہے۔

2۔ اس نماز کی جماعت کو چھوڑ کر نماز جمعہ کے نام سے سنت نماز چار رکعات پڑھنے میں ایک مسلمان مختار ہے۔ اُس پر کوئی پابندی کوئی مواخذہ وغیرہ نہیں ہے۔ اُسے اس چار رکعت سنت کے ساتھ ساتھ نماز ظہر بجالانا ضروری ہے۔

615۔ جمعہ کے دن ظہر کی نماز یا نماز جمعہ کے لئے اختیاری ہونے کی ایک دوسری صورت ملاحظہ ہو جہاں افراد کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اگر نماز جمعہ کو جماعت سے پڑھیں تو اُن کو دعاءِ قنوت کس رکعت میں پڑھنا چاہئے؟ اور اگر وہ تنہا نمازِ جمعہ پڑھیں تو کونسی رکعت میں قنوت پڑھی جائے گی؟ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

فـقـال: .انـت رسـولـی الیهـم فی هذا اذا صَـلَّیْتُـمْ فـی جـمـاعۃ ففی الرکعۃ الاُولٰی واذاصـلَّیْتم وحـدانًا ففی الرکعۃ الثانیۃ۔ (الاستبصار، باب القنوت فی صلاۃ الجمعۃ)

اِس معاملہ میں تم میری طرف سے انکی طرف یہ پیغام لے جانے والے ہو۔جب تم جماعت سے (جمعہ کی)نماز پڑھو تو پہلی رکعت میں (قنوت)اور جب تنہا پڑھو تو دوسری رکعت میں۔ (الاستبصار باب القنوت فی صلاۃ الجمعۃ، فروع کافی باب القنوت فی صلاۃ الجمعۃ)

یہ حدیث بھی واضح کرتی ہے کہ نماز جمعہ یا جمعہ کے دن ظہر کی نماز تنہا اور جماعت سے پڑھی جاتی تھیں اور آج بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔اور سابقہ حدیث کی طرح اس حدیث میں بھی جماعت سے نہ پڑھنے کا اختیار ہے۔ورنہ اگر جماعت سے لازم ہوتی تو دونوں جگہ مواخذہ کی دھمکی ہوتی۔عذر شرعی کی شرط ہوتی۔چنانچہ یہ تمام احادیث سنت جمعہ کے لئے ہیں جوتنہا بھی پڑھی جاسکتی ہے۔اور جماعت سے پڑھنے کا اختیار ہے۔اُسی قنوت کے تعین کے سلسلہ میں فروع کافی سے بھی ایک حدیث ملاحظہ فرمالیں۔معاویہ بن عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔**سـمـعـت ابـا عبـدالـلّٰـه عـلیـه السلام یَقُوْلُ فی قنوت الجمعۃ اذا کان امامًا قنت فی الرکعۃ الاُولٰی وان کان یصلّی اربعاً ففی الرکعۃ الثانیۃ قبل الرکوع۔"**

اس حدیث شریف میں الاستبصار والی حدیث کی تشریح ہوگئی یعنی جماعت کے ساتھ جمعہ کی نماز میں پیش نماز پہلی رکعت میں دعائے قنوت پڑھیگا۔اور جب جمعہ کی نماز بلا جماعت تنہا پڑھی جائے گی تو اس میں چار رکعات ہونگی اور دعائے قنوت دوسری رکعت کے رکوع سے پہلے پڑھی جائے گی۔بات وہی ہے کہ نماز جمعہ دونوں طرح ہوتی ہے جماعت سے بھی بلا جماعت بھی اور ان دونوں میں کھلا ہوا اختیار دیا گیا ہے۔اس لئے کہ یہ دونوں صورتیں اُس نماز جمعہ کی نہیں ہیں جو امام زمانہ علیہ السلام یا اُنکے احکام کی حکمرانی میں واجب وفرض ہے۔(الاستبصار والی حدیث بھی بعینہ اس حدیث کے بعد کافی میں لکھی ہوئی ہے)

جو احادیث ہم نے پیش کی ہیں وہ سب بطور نمونہ ہیں ورنہ ہر ہر صورت کے لئے آئمہ معصومین علیھم السلام کے فرمانات سے احادیث کا ذخیرہ، مالا مال ہے۔ایک دوسرا رخ ملاحظہ ہوامام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:۔

اقرء سورۃ الـجـمعۃ والمنافقین فان قراء تهما سُنَّۃٍ فی یوم الجمعۃ فی الغداۃ والظهر والعصر ولا ینبغی لک ان تـقـرأ بـغیرهما فی صلا ۃ الـظهـر یعنی یوم الجمعۃ اماماًکنت اوغیر امامٍ۔"(علل الشرایع)

616۔ تم سورہ جمعہ اور سورہ منافقون کی قرأت کیا کروکہ بتحقیق ان کی قرأت سنت ہے جمعہ کے روز نماز صبح ،ظہر اور عصر میں اور تمہیں جمعہ کے دن کی نماز ظہر میں ان دونوں سورتوں کے علاوہ کسی اور سورہ کی قرأت نہ کرنا چاہئے۔خواہ تم خودنماز کے امام ہو یا نماز کی امامت نہ کرا رہے ہو۔بلکہ ماموم ہو۔"(علل الشرائع باب 69)

1۔ یہاں پہلی چیز یہ ہے کہ دونوں سورتوں کا پڑھنا صبح ،ظہر اور عصر کی نمازوں میں سنت ہے۔

2۔ دوسری بات یہ کہ جمعہ ہی کے دن ظہر کے وقت کی نماز میں سورۃ جمعہ اور منافقوں کا پڑھنا واجب کر دیا۔ اور اُن کی جگہ کسی اور سورۃ کی قرأت کی ممانعت فرما دی۔ لیکن جمعہ کے دن کی نماز صبح اور نماز عصر میں اُن سورتوں کی قرأت کو بدستور سنت رہنے دیا۔ یہاں بجائے یہ سمجھنے کے کہ جمعہ کے روز نماز ظہر میں قرأت کا اختلاف بیان ہوا ہے۔ اور معاذ اللہ معصومؑ نے خود اپنے فرمان کی تردید کی ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ پہلی صورت دوسری سے جداگانہ ہے۔ یعنی پہلی شکل میں جہاں سنت فرمایا گیا ہے۔ وہاں روزانہ والی نماز ظہر مقصود ہے۔ اور صبح وعصر کے ساتھ معمول کے مطابق ظہر کی نماز میں سورہ جمعہ ومنافقون کا پڑھنا واقعی ہمیشہ کے لئے سنت ہے۔ لیکن دوسری صورت میں روزانہ کی ظہر والی نماز مقصود نہیں ہے۔ **بلکہ یہاں نماز ظہر سے نماز جمعہ مطلوب ہے**۔ اور نماز جمعہ خواہ جماعت سے ہو یا تنہا اس میں نماز کے پیش نماز کو لازم ہے کہ وہ یہ دونوں سورتیں قرأت کرے۔ اور ہرگز کوئی دوسرا سورۃ نہ پڑھے یہ چیز تفصیل سے پہلے آ چکی ہے۔ یہاں بھی یہ اختیار دے دیا گیا ہے کہ خواہ ہم جمعہ کی نماز کو جماعت سے دو رکعتیں پڑھیں یا پھر تنہا چار رکعتیں پڑھیں۔ یہی وہ اختیاری جمعہ ہے جس میں فرمایا گیا تھا کہ:۔

مَنْ صلّی الجمعة بغیر الجمعة و المنافقین اعادة الصلاة فی سفر او حضر۔ جو کوئی نماز جمعہ کو بلا سورہ جمعہ و منافقون کے پڑھے اُسے چاہئے (حکمیہ لازم ہے) کہ نماز جمعہ کو دوبارہ پڑھے۔ سفر وحضر میں (الاستبصار۔ والفقیہ وغیرہ)

صاف ظاہر ہے کہ واجب نماز جمعہ جو امام مبسوط الید کی اذن ورضامندی سے پڑھی جائے یا جماعت کے ساتھ سنت نماز جمعہ ہو اس میں اعادہ نہیں ہوتا۔ نماز کا دوبارہ پڑھنا فرادیٰ ہی کی حالت میں ہے۔ بہرحال یہاں نماز جمعہ کا اختیاری ہونا اور سورہ جمعہ ومنافقین کی قرأت کا لازمی ہونا ثابت ہو گیا۔ خواہ دوران سفر ہی کیوں نہ ہو۔

617۔ اسی حقیقت کو ایک اور طریقہ سے دیکھئے کہ محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

(1) میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جو نماز پڑھ رہا ہو اور اُسے یہ پتہ نہ چل رہا ہو کہ اُس نے پہلی رکعت پڑھی یا دوسری رکعت پڑھ لی ہے۔ فرمایا کہ وہ نماز اس وقت تک جاری رکھے جب تک اُسے یہ یقین نہ ہو جائے کہ اُس نے اپنی نماز کو مکمل کر لیا ہے۔ اور اسی طرح نماز جمعہ، نماز مغرب اور نماز سفر میں کرنا چاہئے۔''	**سألت ابا عبداللّٰه علیه السلام عن الرّجل یصلّی ولا یَدْرِیُ واحدة صلّی اَمْ ثنتین ،قال :یستقبل حتّٰی یستیقن انّه قداَتَمَّ وفی الجمعة وفی المغرب وفی الصلوة فی السفر** ۔(فروع کافی کتاب الصلاۃ **باب السھو فی الفجر والمغرب والجمعة**)

ذرا سی توجہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہاں ہرگز واجب یا جماعت سے نماز جمعہ کا تذکرہ نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف سنت نماز جمعہ کی بات ہو رہی ہے۔ اور پھر سفر میں تو واجب جمعہ والی نماز ہے ہی نہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کو ایک اور حدیث دکھاتے ہیں

جس سے نماز جمعہ اور سورہ جمعہ اور منافقون کی پوزیشن واضح ہوتی ہے فرمایا گیا کہ:۔

(2) جمعہ کے روز جب سورج ڈھلے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی اور نماز نہ پڑھ۔اور جمعہ کی رات کو عشاء کی نماز میں سورہ جمعہ اور سبح اسم پڑھا کر اور صبح کی نماز میں اور ظہر وعصر کی نمازوں میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقون پڑھا کر۔اور اگر تو اُن دونوں سورتوں کو یا اُن میں سے کسی ایک کو نماز ظہر میں پڑھنا بھول جائے اور اُنکے علاوہ کوئی اور سورتیں پڑھ لے اور پھر تجھے یاد آ جائے تو اُن دوسری سورتوں کو چھوڑ کر سورہ جمعہ اور سورہ منافقون کی طرف رجوع کر لے یہ جب کہ تو آدھی سے زیادہ سورتیں نہ پڑھ چکا ہو۔اور اگر تو نے آدھی تک پڑھ لی ہوں تو پھر انہی سورتوں کو مکمل پڑھ کر اس نماز کو نافلہ بنا دو اور سلام تک نماز کو پورا کرو۔پھر اپنی نماز (ظہر) کو دوبارہ سورہ جمعہ اور سورہ منافقون کے ساتھ پڑھو۔"

اذازالت الشمس فی یوم الجمعة فلا تصل اِلّا المکتوبة.واقراء فی صلو ۃ العشاء الآخرۃ لیلة الجمعة سورۃ الجمعة وسبح اسم .وفی صلو ۃ الغداۃ والظهر والعصر سورۃ الجمعة والمنافقین ،فان نسیتهما او واحدۃ منهمافی صلو ۃ الظهروقرأت غیر هماثم ذکرت فارجع اِلٰی سورۃ الجمعة والمنافقین ما لم تتعد نصف السورۃ .فان قرأت نصف السورۃ،فتمم السورۃ واجعلها رکعتین نافلة وسلّم فیهما و اعد صلاتک بسورۃ الجمعة والمنافقین"

(الفقیه باب وجوب الجمعة و فضلها...)

اللہ اکبر کیا اصرار ہے منافقوں کو زیر نظر رکھنے پر۔

618۔ آپ نے پیرا نمبر 616 میں دیکھا تھا کہ ظہر وعصر کی نمازوں میں سورہ جمعہ اور منافقون کا پڑھنا سنت فرمایا تھا۔لیکن دوبارہ نماز ظہر کا ذکر ہوا تھا تو وہاں حکمیہ نماز ظہر میں اِن دونوں سورتوں کا پڑھنا لازم کر دیا تھا۔بالکل اُسی طرح یہاں بھی پہلے نماز صبح اور عصر کو نماز ظہر کے برابر رکھا۔لیکن اس کے بعد نماز ظہر میں اُن دونوں سورتوں کے بھول جانے یا کسی دوسری سورت کے آدھا پڑھ جانے پر بھی معافی نہ ملی بلکہ نماز کا اعادہ کرایا گیا۔جیسا کہ پیرا نمبر 616 کی دوسری حدیث میں اعادہ کا حکم ملا تھا۔یہاں اعادہ کی تفصیل بھی بتادی کہ کس طرح اور کس حالت میں دوبارہ پڑھی جائے گی۔لہٰذا دوبارہ معلوم ہوا کہ یہ نماز جس کا دوبارہ پڑھنا ضروری ہے معمول والی ظہر کی نماز نہیں ہے بلکہ وہ نماز جمعہ ہے۔اگر ظہر کی فرض نماز ہوتی تو پھر عصر اور صبح کی نماز میں بھی اعادہ کا تذکرہ ہونا ضروری تھا۔دوسری چیز یہ دیکھنا ہے کہ فرمایا یہ گیا ہے کہ زوال کے بعد صرف مکتوبی یا فرض نماز پڑھی جانا چاہئے۔لہٰذا یہ نماز ظہر جو نماز جمعہ ثابت ہو چکی ،فرض نماز کی نیت سے ،مگر تنہا پڑھی جانا ثابت ہو گیا۔جسے سورہ جمعہ اور سورہ منافقون کی قرأت بھول جانے یا کسی اور سورہ کے نصف تک پہنچ جانے کی صورت میں فرض سے سنت میں تبدیل کر کے مکمل کرنے کا حکم ملا ہے۔پھر اُس کے لئے فرمایا کہ **وسَلِّم فیهما** ان دو رکعتوں کو تمام کرو سلام تک۔اس سے مزید ثابت ہو گیا کہ

یہ تنہا تنہا مکتوبی یا فرض نماز جمعہ تھی جو دو رکعات پر پہنچ کر سنت ہو کر رہ گئی۔اس لئے کہ چار رکعات کو سنت نہیں بنایا جا سکتا سوائے نماز جمعہ کی نماز کے۔تیسری بات غور طلب یہ ہے۔اس حدیث میں دستور العمل بیان ہوا ہے اتفاقی بات نہیں ہو رہی ہے۔اس کے باوجود یہاں اشارہ تک بھی نہیں اس نماز جمعہ کا جس کے لئے شور مچایا گیا ہے۔اس سے ثابت ہے کہ آئمہ علیھم السلام کے مبسوط الید نہ رہنے کی بنا پر اُن کے صحابہ اور متبعین کے لئے اُس نماز جمعہ کو دستور العمل سے بالکل خارج کر دیا گیا تھا۔سوائے اس کے کہ بطور مسئلہ اس کا تذکرہ ہو جایا کرتا تھا۔تاکہ حالات کے ساتھ ساتھ قوم وملت کی نظر جمعہ کی اہمیت پر مرکوز رہے۔اور وہ من حیث القوم اس سلسلہ کے مبانی ومبادیات کو نافذ کرتے رہیں۔آپ کو ایسی احادیث کثرت سے ملیں گی جن میں نماز جمعہ کا بالکل تذکرہ تک نہیں آتا اور باقاعدہ دستور العمل بیان کیا جاتا ہے۔گویا نمازِ جمعہ قطعی طور پر اسلام میں تھی ہی نہیں۔اس کی چند مثالیں لکھتے ہیں۔چنانچہ معاویہ بن میسرہ (ؓ) نے دریافت کیا:۔

619۔امامُ العصر کے مبسوط الید ہونے سے پہلے کے دستور العمل میں نماز جمعہ کے طریقے

قلت لا بی عبداللّٰہ علیہ السلام اذا زالت الشمس فی طول النھار للرجل اَن یصلّی الظھّر و العصر ؟ قال نعم وانا أحبّ اَن یفعل ذلک فی کُلِّ یَوْمٍ۔

(1) میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ کیا ایک شخص دن کی لمبائی بھر میں سورج ڈھلتے ہی نماز ظہر وعصر پڑھ سکتا ہے؟ فرمایا کہ ہاں۔اور یہ کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اُسی پر تمام دنوں میں عمل کیا جائے۔'' (الاستبصار کتاب الصلاۃ۔باب اول وقت الظہر والعصر)

دیکھئے یہاں ''**فِیْ کُلِّ یَوْمٍ**'' فرما کر نماز جمعہ کے دستور العمل میں اس وقت نہ ہونے کا اعلان کر دیا۔''ہر روز جمعہ کے علاوہ'' کہنا چاہیئے تھا۔پھر ایک شخص کی نماز کا تذکرہ کر کے جماعت کی پابندی نہ کر سکنے کا زمانہ بھی بتا دیا۔یہی سبب ہے کہ ہماری سابقہ احادیث میں قوم کا الگ الگ اور متفرق طریقہ پر نمازیں پڑھنا اور جماعت کا قائم نہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔صرف اس لئے کہ امام معصوم علیہ السلام کا موجود ہونا ہی کافی نہیں ہے۔بلکہ قیام جمعہ وجماعت کے لئے احکامات خداوندی کا اقتدار قائم کر لینا پہلے نمبر پر ضروری ہے۔پھر بلا خوف وخطر قیام جمعہ وجماعت مفیدِ مقصد ہو سکتی ہے۔چنانچہ مبسوط الید ہونے سے پہلے کے دستور العمل میں نماز جمعہ کا تذکرہ تک نہیں ہوا ہے دیکھئے:۔

(2) عیسیٰ بن ابی منصور کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ظہر وعصر کے اوقات کے متعلق پوچھا تو مجھے لکھا کہ: **قَامَۃٌ لِلظُّھرِ وقَامَۃٌ للعصر**۔(استبصار، کتاب وباب ایضاً) ظہر کے لئے ایک قد کے برابر سایہ اور عصر کے لئے ایک اور قد کے برابر سایہ (ڈھل جائے تب) ایک دوسرے صحابی کے جواب میں اُسے پیغام بھیجا کہ:۔

(3) فاقرأۃ مِنّی سلام وَقُلّ لَہٗ اِذا کان ظِلّکَ مثلک فصلّ الظّھر واذا کان ظِلّکَ مِثْلَیْکَ

فصلّ العصر ۔(الاستبصار) اُسے میرا اسلام کہنا اوراس سے یہ بھی کہنا کہ جس وقت تمہارا سایہ تمہارے قد کے برابر ہو جائے تو نماز ظہر پڑھو۔اور جب سایہ تمہاری دو اونچائیوں کے برابر ہو تو عصر پڑھا کرو۔" (صادق علیہ السلام)

620۔ مختصراً یہ کہ ہزاروں احادیث ایسی موجود ہیں جن میں نماز جمعہ کا قطعاً ذکر نہیں ہے۔اور روزانہ کا مکمل پروگرام دیا گیا ہے۔لہٰذا نماز جمعہ کوایک حوّا بنالینا سراسر احادیث کا انکار وعدم تتبع کا ثبوت ہے۔جن احادیث میں جمعہ پڑھنے کا تذکرہ تو ہوا لیکن وہ تذکرہ واجب وفرض اور شدت کی طرف ہرگز اشارہ نہیں کرتا۔اس سے صرف عادت کا رکھنا۔موقعہ کا انتظار۔اہل خلاف کو بالقسط رضامند کرنا مقصود ہے۔اُن میں سے چند احادیث اور لکھی جاتی ہیں ذرا سا غور فرمائیں:۔

(1) حضرت علی علیہ السلام امام العصر اور مبسوط الید ہوتے ہوئے جمعہ کے لئے فرماتے ہیں کہ:۔

لا كـلام و الامـام يـخـطـب .ولا التفات الا كما يـحـل فى الصلوة و انما جلعت الجمعة ركعتين مـن اجـل الـخـطـبتيـن و جـعـلتا مكان الركعتين الآخيـرتيـن فهى صلوة حتى ينزل الامام (من لا يحضره الفقيه باب وجوب الجمعة وفضلها)

جب امامؑ خطبہ دے رہا ہو تو باتیں کرنا جائز نہیں۔اور کسی اور طرف التفات کرنا اسی قدر جائز ہے جتنا کہ نماز میں جائز ہے۔اور حقیقت اس کے سوا نہیں ہے کہ نماز جمعہ کو دو رکعات صرف خطبوں کی وجہ سے بنایا گیا ہے۔اور جمعہ کی یہ دونوں رکعتوں کو چار رکعتی نماز کی آخری دو رکعتیں قرار دیا گیا ہے۔لہٰذا خطبے بھی نماز ہی ہیں حتیٰ کہ امامؑ منبر سے اُتر آئے۔(تم نماز ہی میں تھے)

621۔ اس حدیث سے چند حقائق واضح ہوتے ہیں۔اول یہ کہ نماز جمعہ کے خطبات جو ایک امام معصومؑ دے وہ، نماز جمعہ کی دو رکعات سے اسی طرح افضل واعلیٰ ہیں جیسا کہ چار رکعتی نماز میں اوّلین دو رکعتیں آخری دو رکعتوں سے افضل ہیں۔یہاں اس قدر سن لیں کہ چار رکعتی فرض یا واجب نمازوں میں اوّلین دو رکعتوں میں وہم اور شک وشبہ ہو جائے تو پوری نماز دوہرانا لازم ہے۔لیکن آخری دو رکعتوں میں وہم وشک وشبہ کی وجہ سے نماز درست رہتی ہے باطل نہیں ہوتی، یہ بہت بڑا فرق ہے۔یہ ایک ہی بات ایسی ہے جس سے نماز جمعہ بلا امام علیہ السلام واجب نہیں رہتی۔دوسری حقیقت اس حدیث میں یہ ہے کہ خطبوں کو آنحضرت علیہ السلام نے نماز اور وہ بھی اوّلین دو رکعات فرمایا ہے۔لہٰذا امام معصوم علیہ السلام مبسوط الید والی نماز جمعہ میں خطبات لازم و واجب وفرض ہیں۔اسکے برعکس خطبوں میں شرکت کے بغیر نماز جمعہ کا ہو جانا تسلیم شدہ ہے۔لہٰذا وہ نماز جمعہ معہ خطبات بھی سنت نماز جمعہ ہے۔نہ واجب وفرض نماز جمعہ۔تیسری چیز یہ دیکھنے کی ہے کہ اس حدیث میں خلاف ورزی کرنیوالوں کیلئے کچھ نہیں فرمایا گیا۔حالانکہ اُنکے ساتھ والی نماز جمعہ واقعی واجب وفرض ولازم تھی۔اوراس میں شریک نہ ہونے والوں کیلئے سخت تنبیہ کی جانا چاہئے تھی۔لیکن امام علیہ السلام میں اور ایک سوکھے مفتی میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔اسلئے

کہ آخر الذکر مصلحت وحکمتِ تنفیذ سے جاہل ہوتا ہے۔اور رٹے ہوئے فتاویٰ کو موقعہ و بے موقعہ اُگلتا رہتا ہے۔چنانچہ جن حالات و ماحول میں جناب علی مرتضٰی علیہ السلام نے خطبوں کے دوران بات کرنے اور کسی دوسری طرف ملتفت ہونے سے منع کیا ہے۔اگر وہ صورت بعینہ موجود نہ ہوتو پھر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے کلام اور التفات کی اجازت دے دی ہے۔

قال لا باس ان یتکلم الرجل اذا فرغ الامام من الخطبة یوم الجمعة مابینه و بین ان تقام الصلوة وان سمع القرائة اولم یسمع اجزئه ۔	**622۔** چنانچہ ارشاد ہے کہ:۔''فرمایا کہ جمعہ کے روز امام کے خطبہ سے فراغت پر،اور نماز قائم ہونے سے پہلے پہلے،کسی شخصِ خاص کے کلام کرنے میں حرج نہیں۔خواہ اُسے امام کی

قرأت سنائی دے یا نہ سنائی دے (یہ کلام جائز ہے) اُسے اجازت ہے۔''(الفقیه۔باب ایضاً)

چنانچہ یہ اجازت امام معصومؑ مبسوط الید والی نماز جمعہ کے علاوہ ہے۔اور اِس حدیث سے بھی ثابت ہو گیا کہ باوجود خطبوں کے یہ نماز اُس طرح کی نماز جمعہ نہیں ہے۔چنانچہ یہاں پر آپ کو ایک دفعہ پھر یہ دکھا دیں کہ نماز جمعہ خطبوں کے باجود بھی سنت ہوسکتی ہے۔چنانچہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ:۔

سُئِلَ عَنِ الرَّجُل یَصَلّی الجمعة اربع رکعات ء یجهر فیها بالقرأ ة؟قال : نعم .والقنوت فی الثانیة وهذه رخصة والا خذ بهَا جائز والاصل انّه لیجهر فیها اذا کانت خطبة، فاذا صلّاهَا الْاِنْسَانُ وحده فهی کصلو ة الظهر فی سائر الایام ، یخفی فیها القرئة، وکذلک فی السفر من صلی الجمعة جماعة بغیر خطبة جهر بالقرئة ،وان انکر ذلک علیه ،وکذلک اذا صلی رکعتین ،بخطبة فی السفر جهر فیها ۔	**623۔** ''اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو نماز جمعہ چار رکعات پڑھے۔کیا وہ نماز جمعہ میں بلند آواز سے قرأت کرے۔؟ فرمایا کہ ہاں۔اور تنہا پڑھنے کی حالت میں قنوت دوسری رکعت میں ہوگا۔اور تنہا نماز جمعہ میں یہ آزادی ہے کہ اس میں بالجہر نماز پڑھے۔ورنہ دراصل بلند آواز سے قرأت خطبوں کے ساتھ ضروری ہوتی ہے۔چنانچہ اگر کوئی انسان تنہا نماز جمعہ بجالائے تو وہ بالکل روزانہ والی ظہر کی نمازوں کی طرح پڑھی جانا چاہئے۔کہ اس میں قرأت آہستہ

کی جائے۔اور بالکل اُسی طرح جب کہ سفر میں نماز جمعہ کو جماعت سے مگر بغیر خطبہ کے پڑھیں تو قرأت بلند آواز سے کرنا ہو گی۔خواہ بلند آواز سے قرأت کرنا گراں اور تکلیف دہ ہی کیوں نہ ہو۔اور بالکل اُسی طرح سے بلند آوازی سے قرأت کرنا ہوگی جب کہ بحالت سفر نماز جمعہ کی دو رکعتیں خطبوں کے ساتھ پڑھی جائیں۔''(الفقیه باب وجوب الجمعةو فضلها)

624(الف) یہاں پر نماز جمعہ کی وہ تینوں قسمیں واضح طور پر موجود ہیں جن کو سامنے نہ رکھنے سے نماز جمعہ کا مسئلہ اُلجھ جاتا ہے۔آپ نے پھر دیکھ لیا کہ ایک نماز جمعہ وہ ہے جو تنہا تنہا پڑھی جائے گی۔دوسری وہ جو جماعت سے بلا خطبوں کے پڑھی جاتی

ہے۔ تیسری وہ جو جماعت سے خطبوں سمیت اور صرف دو رکعتیں پڑھی جائیں۔ یہ تینوں قسمیں سنت اور سنت موکدہ ہیں۔

آخری قسم پر شبہ کیا جاسکتا ہے مگر جماعت سے دو رکعتیں معہ خطبہ پڑھنے سے واجب نماز جمعہ مراد لینا درست ہوتا اگر یہاں سفر کی حالت کو بیان کرکے بات صاف نہ کردی گئی ہوتی۔ واجب نماز جمعہ سفر میں ساقط ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نماز جمعہ با جماعت اور خطبوں سمیت بھی سنت ہوسکتی ہے۔ اور اس چیز کو جناب طوسی **علیہ الرحمة** کے بیان سے بھی واضح اور ثابت کردیا گیا تھا جہاں اُنہوں نے نماز جمعہ کی تعداد پر احادیث لکھتے ہوئے فرمایا کہ:۔

(ب) ۔ ''اپنا نام خود لکھ کر شیخ طوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں میں تناقض (ایک دوسری کی تردید) نہیں ہے۔ اس لئے کہ جمعہ کی نماز کا فرض ہونا سات کی تعداد سے متعلق ہے۔ اور جب کہ تعداد پانچ ہو تو نماز جمعہ مستحب (سنت جس کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں گناہ نہ ہو) اور	**قال محمد بن الحسن ليس بين هذين الخبرين تناقض لأنَّ الفرض يتعلق بالعدد اذا كانوا سبعة، واذا كان العدد خمسة كان ذلک مستحبًا مندوبًا اليه ولم يكن فرضًا واجبًا فان نقص عن الخمسة فلا تنعقد الجمة اصلاً ولّذى يدل على ذلک ۔**

مندوب (جس کا بیان کیا جاچکا ہو) ہے۔ اور یہ فرض وواجب نہیں ہے۔ پس اگر تعداد پانچ سے کم ہوجائے تو نماز جمعہ کا انعقاد بالکل نہیں ہوسکتا اور مذکورہ احادیث کا اختلاف اسی حقیقت کی دلیل ہے۔'' (الاستبصار باب العدد الذین یجب علیھم الجمعة)

نماز جمعہ سات مسلم افراد پر واجب جو انتظامِ خلافت الٰہیہ کی ضروری شکل ہے

625۔ اب آپ کو کسی طرح کا شک وشبہ نہ رہنا چاہئے کہ نماز جمعہ کی چار مختلف اقسام ہیں۔ لہٰذا کسی مفتی یا مجتہد کا صرف لفظ جمعہ یا نماز جمعہ دیکھ کر ہاتھ پیر پھیلا دینا بڑا ہی غلط سہارا ہے جو ہٹا لینے کے بعد ساری تعمیر کو منہدم کردیتا ہے۔ اسی طرح لفظ واجب اور فرض یا فریضة و اجبة کے الفاظ سے بہک جانا شانِ فقاہت کے خلاف ہے۔

یہاں سے ہم آپکے رُوبرو وہ احادیث لاتے ہیں جن میں نماز جمعہ کی اصلی پوزیشن واضح ہوگی۔ اور اس میں امام معصومؑ مبسوط الید کا خود شامل ہونا یا اُنکی اجازت خاص کا ہونا لازم ہے یا پھر یہ کہ اُنکے احکامات کے نفوذ میں کوئی رکاوٹ اور خوف باقی نہ ہو۔

626۔ ذرا دیر پہلے حدیث سے ثابت ہوا تھا کہ باقاعدہ نماز جمعہ سات مسلم افراد پر واجب ہوتی ہے۔ وہ ساتوں افراد صرف افراد ہی نہیں ہیں بلکہ انتظامِ خلافت الٰہیہ یا قیامِ ولایت کی ضروری شکل ہے۔ حدیث ملاحظہ ہو امام محمد باقر علیہ الصلوٰة والسلام نے فرمایا ہے کہ:۔

(1) قال تجب الجمعة على سبعة نفر من المؤمنين، وَلَا تجب على اقل مِنهم الامؑ وقاضيه و مدعياحق، و شاهدان والَّذِى يضرب الحدود بين يدى الامام۔ (الفقيه باب وجوب الجمعة و فضلها)

فرمایا کہ مومنین میں سے سات سے کم پر جمعہ واجب نہیں۔اور جن سات پر واجب ہے وہ یوُں ہیں (1) اَلا مامؑ اور (2) اُلِامامؑ کا قاضی (3,4) دعویداران حق (5,6) دو گواہ اور (7) وہ عہدیدار جو الامامؑ کے حضور میں حدود جاری کریں۔ (جلاّ دوغیرہ)

(2) یہی حدیث کتاب الاستبصار میں اُن ہی حضرتؑ سے اس طرح آئی ہے کہ:۔

قال تجب الجمعة علی سبعة نفر من المسلمین ولا تجب علی اقل ،منهم الامامُ و قاضیه والمدعی حقا ً والمدعی علیه، والشاهدان والذی یضرب الحدود بین یدی الامام۔(الاستبصار)	فرمایا کہ جمعہ مسلمانوں میں سے سات پر واجب ہے۔اس سے کم پر واجب نہیں۔جن پر واجب ہے اُن میں سے الامامؑ ہے 2۔اور الامامؑ کا قاضی ہے 3۔مدعی ہے 4۔مدعیٰ علیہ ہے 5,6۔دو گواہ ہیں 7۔اور وہ عہدیدار جو الامامؑ کے سامنے حد

جاری کرے''۔(امام محمد باقر علیہ السلام) **(الاستبصار باب العدد الذین یجب علیهم الجمعة)**

627۔ ان معصوم بیانات کی موجودگی میں کوئی صاحب عقل مسلمان فریب نہیں کھا سکتا۔جمعہ کی نماز کی فرضیت و وجوب کے لئے امام معصومؑ مبسوط الید اور اسلامی احکام وحدود کا جاری ہونا لازم وواجب وفرض ہے۔یہاں بھی صرف لفظ امامؑ ہی آیا ہے۔ مگر یہ امام ایسا امام ہے جس کا ایک قاضی القضاۃ ہو۔جس کی عدالتوں میں تمام مقدمات وتنازعات کا فیصلہ کیا جاتا ہو۔جس کے حکم سے خلاف ورزی کرنے والوں کو قرار واقعی سزا دی جاتی ہو۔جو فتنہ وفساد کو قوت کے ساتھ کچل سکتا ہو۔اس حدیث میں حکومت الٰہیہ یا ولایت کا مکمل خاکہ دے دیا گیا ہے۔جمعہ کی نماز اسی صورت میں واجب وفرض ہوتی ہے۔یہی وہ صورت حال ہے جس میں نماز جمعہ کا ترک یا بے التفاتی منافق وکافر بنا دیتی ہے۔اسی صورت حال کو قیام ولایت فرمایا گیا ہے۔یہی اسلامی حکومت ہے۔ان دونوں احادیث میں (1) مسلم رعایا (2) اُن کا حاکم امام معصومؑ (3) محکمہ عدل (عدلیہ) (4) اور نظم و ضبط (نظمیہ) دکھا کر اسلامی ولایت کا نچوڑ پیش کر دیا گیا ہے۔یہ سب لازم وملزوم ہیں۔ان میں سے کسی ایک کا اسلامی تصور دوسروں کے بغیر نہیں ہوسکتا۔جلاّ دیا حدود جاری کرنے اور سزا وتعزیر نافذ کرنے والا نہیں ہوسکتا اگر قانون،خلاف ورزی،رعایا وغیرہ نہ ہوں،قاضی اور مقنن نہ ہوں،صاحب اختیار نہ ہوں۔گرفتاری ومواخذہ نہیں ہوسکتا اگر فوج وغیرہ نہ ہو۔یہ سب کچھ نہیں ہوسکتا اگر امام علیہ السلام نہ ہوں۔یہ صحیح ہے کہ اسلامی نقطہ نظر کے علاوہ،حاکم وحکومت وغیرہ کفار میں بھی ہے۔لیکن ہم خلافت الٰہیہ یا ولایت کی بات کر رہے ہیں۔وہاں یہ لازم وملزوم نہیں ہیں۔لیکن اسلام میں حکومت کیلئے یہ فیصلہ موجود ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:۔

اتّقوا الحکومة فَاِنَّ الحکومة اِنَّمَا هِیَ لِلْاِمَامِ الْعَالِمِ بِالْقَضَآء العادل فی المسلمین لنبیؐ او وصیؑ نبی۔	**628۔** ''حکومت کے فرائض کا احساس رکھو۔چنانچہ حکومت کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ حقیقتاً حکومت

ایسے امامؑ کے لئے زیبا ہے جو مسلمانوں میں عادل ہو علم القضا کا عالم ہو۔(یہ نہیں ہوسکتا مگر) یہ صفات صرف ایک نبیؑ یا اس کے وصیؑ سے مخصوص ہیں۔''(فروع کافی جلد سات۔کتاب القضاء والاحکام۔باب ان الحکومۃ انماھی للامام علیہ السلام)

یہاں بھی لفظ امام، عالم، عادل ہی آیا ہے لیکن اوّل تو امام وہ ہے جو رعایا میں سے کسی کا ماموم نہ ہو لہٰذا ؛

(1) ایسا امامؑ یا نبیؑ ہوگا یا وَصیِّ نبیؑ ہوگا۔

(2) پھر عالم وہ ہے جو کسی حیثیت سے جاہل نہ ہو۔ یہ بھی نبیؑ یا وصیِّ نبیؑ ہی ہے۔اس لئے کہ یہ رعایا کو علومِ خداوندی پہنچانے کے ذمہ دار اور براہ راست خدا سے علوم حاصل کرنے والے ہیں ؛

(3) پھر عادل وہ ہے جس سے کسی طرح کی غلطی سرزد نہ ہوا اور یہ نہیں ہوسکتا مگر معصومؑ۔

لیکن اس کے علاوہ حدیث کے آخر میں حکومت سے متعلق علم و عالم عدل و عادل کو صرف نبیؐ اور نبیؐ کے وصیؑ سے مخصوص کر دیا ہے۔لہٰذا اسلامی حکومت صرف امام معصومؑ کے لئے ہے۔اور اس حکومت کے قیام کے بعد اُن کی اجازت سے قیام جمعہ و جماعت واجب و فرض ولازم ہے اس کے بغیر نہیں۔ **بلکہ جمعہ و جماعت کی دوسری مذکورہ صورتوں سے قیام ولایت کی کوششیں کی جائیں گی**۔نہ کہ ان کے حقوق کو غصب کر لیا جائے گا یا غاصبین کی رعایا رہ کر، ملت کو جمعہ قائم کر کے اس طرف سے غافل کر دیا جائے گا۔یہی سبب ہے کہ آپ نے دیکھا کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے غیر معصوم کی ولایت میں دینداری کو بے دینی قرار دیا تھا(لا دین لمن دان اللّٰہ بو لائۃ امام جائرٍ۔ پیرانمبر571,572) چنانچہ بے دینوں کے قائم کئے ہوئے جمعہ میں اہل ایمان کا شامل ہونا خود بے دینی یا دین سے لاعلمی کا ثبوت ہوگا۔دشمنوں کا کام ہی یہ ہے کہ وہ حقوق محمدؐ وآل محمدؐ کو غصب کریں اور اُن حقوق کو واپس لینے کے تمام راستے بند کر دیں۔اور ہر راہ پر ممانعت کا ایک دینی و اسلامی لیبل یا بورڈ لکھ کر لگا دیں کہ سادہ دلانِ اُمت اُس طرف کا رُخ ہی نہ کریں۔لیکن آئمہ اہل بیت علیھم السلام نے اپنی مظلومی کو اس طریقہ سے پیش کیا ہے کہ ایک صاحبِ ایمان و محبت دل تڑپ کر رہ جاتا ہے۔اُس کو کسی صورت راحت نہیں مل سکتی جب تک وہ اُن کی تمنا کو پورا نہ کر دے۔وہ تنہائی میں سوچے گا، تنہا اور مجبور نہ ہوگا تو حصول مقصد آئمہ معصومین علیھم السلام کی راہیں کھولے گا، دوسروں کو سوچنے کی دعوت دے گا، ہم خیال و ہم مقصد بنائے گا۔قوت و اقتدار کے حصول کے لئے صبر و صلوٰۃ سے مدد چاہے گا اُن پر غور کرے گا۔ کونوا مع الصادقین کے اصول پر سچوں کی جماعت کی تزمیل و تنظیم کریگا۔وہ تمام جعلی بورڈ اور لیبل اُتار پھینکنے کا انتظام کرے گا۔تن من دھن کی بازی لگا دے گا۔وہ جانتا ہے کہ اس راہ میں مرنا نجات کی دلیل ہے۔وہ یقین کرتا ہے کہ اس کے مقصد کے بغیر نماز روزہ اور دین کے تمام اعمال و افکار باطل و بے نتیجہ و گمراہ کن ہیں۔وہ عبادات و احکامات اسلامی سے فریب کے پردوں کو اُٹھائے گا۔وہ اُن سب کو ولایت کی کنجی سے کھولے گا۔عبادات و احکامات کے نتائج مرتب

کر کے دکھائے گا۔روزانہ کی زندگی میں اُن سب کو مناسب مقام دے کرفٹ کرے گا۔وہ عیدیں نہ منایا کرے گا۔وہ غم والم سے راہ ورسم پیدا کرے گا۔موت کو مُونس و مددگار بنالے گا۔وہ اندھیرے سے روشنی پیدا کرے گا۔مخالفین کو تاریکی میں رکھ کر مقاصد تک جا پہنچے گا۔وہ گھل مل کر بھی تنہا رہے گا۔وہ تقویٰ وتقیہ وتوریہ وتدریج وتقسیط وترمیل وترتیب وتنظیم وتدبیر کے بے پناہ اسلحہ استعمال کرے گا۔وہ کیسے برداشت کرسکتا ہے؟ کہ وہ عید منائے اوراسکے امامؑ کا رنج والم دوبالا ہو۔وہ کیسے چین سے بیٹھ سکتا ہے جب تک لوگوں کو امیر المومنین علیہ السلام کا تعارف نہ کرادے۔اُن کی اطاعت کا دم نہ بھروالے۔اس کے لئے یہ حدیث تازیانہ ہے۔اس کی جوانمردی،اس کی بصیرت،اس کی بضاعت کے لئے چیلنج ہے۔وہ سمجھتا ہے کہ امامؑ کا کیا منشاء ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ بالکل وہی حالات جواُسے درپیش ہیں پہلے بھی موجود تھے۔وہ پڑھتا ہے کہ بالکل اُنہی مقاصد کیلئے اہل دل تنہائیوں میں،تخلیوں میں بیٹھ کر، چلتے پھرتے راہنمائی کی تجاویز سوچتے ہیں۔مشکلات پر قابو پانے کی راہیں نکالتے ہیں۔ چنانچہ حضرات عبداللہ بن جعفر الحمیر ی اور الشیخ ابوعمرو رحمھما اللہ کا طویل بیان اور امام علی نقی علیہ السلام کی ہدایات کو اپنی راہنمائی اور پروگرام کی تلاش میں پڑھتے ہیں۔وہ دیکھتے ہیں کہ امام کی طرف سے ہدایات جاری کرنے کا ایک انتظام ہے جو ہر زمانہ میں قابل عمل ہے جو مشکلات کو حل کرسکتا ہے۔مذکورہ بالا دونوں حضرات باتیں کررہے ہیں۔ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام سے دریافت کیا:۔

حضرت حجت علیہ السلام کے خلاف استبداد ومظالم کا مقابلہ کرنے کا انتظام

629۔ کہا کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میں اپنے معاملات کو کس سے وابستہ رکھوں اور کس سے احکامات حاصل کروں ؟اور کس کے حکم کی تعمیل کروں؟ اُسے بتایا گیا کہ ایک عمرو میرے وثوق وبھروسہ کا مرکز ہے۔جو بات وہ میری طرف سے تم سے کہے سمجھو کہ میں نے کہا ہے ۔اور جو بھی حکم میری طرف سے دے وہ میری ہی طرف سے دیا گیا ہے۔چنانچہ اسکی طرف متوجہ رہو،کان لگائے رکھواور اُسی کی اطاعت کرو بلاشبہ وہ محفوظ اور قابل اعتماد ہےاور مجھے ابوعلی نے خبردی ہے کہ اُس نے امام عسکری علیہ السلام سے یہی سب کچھ دریافت کیا تھا۔اوراسکے جواب میں اُنہوں نے	**سَألته وَقُلتُ: من اُعامل اَوُ عَمَّنُ آخذ وقول من اقبل؟ فقال له : العمری ثقتی فما اَدَّی اِلَیکَ عَنِی فَعَنِّی یُؤَدّی وَمَا قَالَ لکَ عَنِی فَعَنِّی یقول، فاسمع له وأطع فَانَّهُ الثقة المامُوُن واخبرنی ابو علی أنَّهُ سأل ابا محمد (امام عسکری)علیه السلام عن مثل ذلک .فقال له : العمری وابنهُ ثقتان، فما أدَّیا الیک عنّی فعنّی یؤدّیان وَمَا قال لک فعنّی یقولان .فاسمع لهما واطعهما، فانهما الثقتان المامونان،فهذا قول امامین قد مضینا فیکَ . قال:فخرّ ابو عمر و ساجدًا و بکا ثم قال :**

فرمایا تھا کہ ابوعمرو اور اس کا بیٹا دونوں قابل اعتماد ہیں جو کچھ میری طرف سے پہنچائیں۔وہ میری ہی جانب سے ہوگا۔جو حکم دیں وہ میں نے ہی دیا ہوگا۔اُن دونوں سے وابستہ رہو اور اُنکی اطاعت کرو کہ وہ دونوں قابل اعتماد اور محفوظ ہیں۔یہ دو اماموںؑ کا فرمان ہے کہ تیرے متعلق جاری ہوا۔کہنے لگا کہ ابو عمرو سجدہ میں گر پڑے اور خوب روئے۔اسکے بعد اُس نے کہا کہ اپنی ضرورت کے مطابق سوال کر۔میں نے اس سے کہا کہ کیا تم نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے جانشینؑ کو دیکھا تھا؟ چنانچہ اُسنے کہا کہ ہاں بخدا اور اسکی گردن اس طرح تھی اور اس نے گردن کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تھا۔اس پر میں نے اُن سے کہا کہ بس اب ایک بات باقی رہ گئی ہے۔چنانچہ اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ بھی دریافت کرلو۔

سل حاجتک ؟ فقلت : انت رأیت خلف من بعد ابی محمد علیه السلام فقال : ای واللّٰه ورقبتهٗ مثل ذا وأو ما بیده فقلت له : فبقیت واحدة فقال لی:هات .قلت: فالا سم؟ قال: محرّم علیکم اَنْ تَسْألوا عن ذلک وَلَا اقول هذا من عند ی فلیس لی ان اُحلّل ولا اُحرّم ولکن عنه علیه السلام .فَاِنَّ الامر عند السلطان أنّ ابا محمد مضی ولم یخلّف وَلَدًا وقَسَّمَ میراثه وأخذه من لاحقّ له فیه، وهو ذا عیاله یجولون، لیس احد یجسر ان یتعرّف الیهم او ینیلهم شیئًا واذا وقع الاسم وقع الطلب، فاتقوا اللّٰه وامسکوا عن ذلک. (اصول کافی کتاب **الحجة باب فی تسمیة من رآه علیه السلام**)

میں نے کہا کہ اُنؑ کا نام کیا ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ تمہارے لئے اُس کے متعلق سوال کرنا حرام قرار دیا گیا ہے اور یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔چنانچہ میرے احاطہ اختیار میں حرام وحلال کرنا نہیں ہے۔بلکہ آنحضرتؑ علیہ السلام کی طرف سے ہے۔(یہاں تک احتیاط برتی گئی کہ) سلطان وقت کو یہ یقین ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام انتقال کر گئے اور اُن کے کوئی لڑکا نہ تھا۔اور یہ کہ اُن کی میراث بھی اُن لوگوں میں تقسیم ہوئی ہے جو (حقیقتاً) حقدار نہ تھے۔اور اُنؑ حضرت کے اہل وعیال دربدر ہوگئے ہیں۔کسی کی جرأت نہیں ہے کہ اُن سے ربط قائم کرے یا اُنہیں مدد پہنچا سکے۔اگر اُن کے نام کا پتہ چل گیا تو اُن کا تعاقب اور جستجو کی جانا ممکن ہے۔پس اللہ کے تقویٰ کا سہارا اختیار کرو اور اس معاملہ سے دستکش رہو۔''

630۔ اس بیان میں وہ سب کچھ موجود ہے جس سے ایک بابصیرت شخص استبداد ومظالم کا مقابلہ کرنے کا سامان مرتب کرسکتا ہے۔وہ جانتا ہے کہ حضرت حجت علیہ السلام کا نام دریافت کرنا کیوں حرام قرار دیا گیا ہے؟ مقصد خود حدیث نے بیان کردیا یعنی یہ حرمت تشریعی نہیں ہے بلکہ محمدؐ وآل محمدؑ کا تحفظ مقصود ہے۔اور نہ صرف تحفظ مقصود ہے بلکہ اُس جبر وتشدد کی قوتوں کو تباہ کرکے قیام ولایت مطلوب ہے۔اہل نظر اس حرمت کو پڑھ کر کباب سیخ کی طرح جل اُٹھیں گے۔اور سوچیں گے کہ اس حرمت کے اسباب کو جلد از جلد رفع کیا جائے کہ ہم اپنے امامؑ کا نام تو آزادی سے لے سکیں۔نہ صرف نام لے سکیں بلکہ اُن کو اُن کے صحیح

مقام پر دیکھ سکیں۔ یہ حرمت اُنہیں غافل کرنے اور دشمنوں کو آزاد رکھنے کے لئے نہیں ہے۔ یہ تو اہل ایمان کے قلوب میں آگ بھڑکانے کیلئے ہے۔ کس قدر تکلیف دہ ہے یہ صورت حال؟ اس کا اندازہ ہم سے بالمواجہ گفتگو کرنے والوں کو ہمیشہ ہوا کرتا ہے۔ ہمارے لئے اس قسم کی درد بھری احادیث بہت بڑا سہارا ہیں۔ ان کے ذریعہ سے مُردوں میں رُوح پھونکی جارہی ہے۔ حد ہوگئی کہ آج تک قوم کو نام لینے کی ممانعت پر ہر طرح کا زور دیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے دوسرے اور اصلی پہلو کو اس طرح نظر انداز کر دیا جاتا ہے جیسے کہ یہ لوگ دشمنانِ اہل بیتؑ کے حضور محبانِ اہل بیتؑ کو غافل رکھنے کا معاہدہ کر چکے ہوں۔ بتایئے اور ذرا سوچ کر بتایئے کہ آپ کے والد بزرگوار پر ایک ظالم حکومت کا غلط جرم عائد ہے۔ وہ محفوظ رہنے کے لئے آپ کو تاکید یں کرتے ہیں کہ دیکھو میں پہاڑوں اور بیابانوں میں پناہ لینے جارہا ہوں کسی کو میرا پتہ نہ بتانا۔ کیا آپ اس نصیحت کے بعد اپنے شفیق والد کو بھول جائیں گے؟ کیا آپ کا فرض نہ ہوگا کہ نہایت بصیرت و ہوش مندی کے ساتھ اُن سے محفوظ رابطہ قائم کریں؟ اُن کو سہولتیں فراہم کریں؟ اس ظالم کے دست و پا توڑ ڈالیں۔ اس کے اقتدار و انتظام کو تہہ و بالا کر دیں؟ یقین کیجئے کہ ایک حلال زادہ غلام کو بھی یہی کچھ کرنے میں چین و قلبی مسرت ملے گی۔ لیکن ایک حلال زادہ بیٹے کو ذرہ برابر فکر نہ ہو کیا یہ ممکن ہے؟ یہ صرف ممکن ہے دشمنوں کے لئے۔ ورنہ ہر وہ شخص جس کو ذرہ برابر بھی تعلق تھا بے چین رہے گا۔ وہ کائنات کے راہنما تھے پوری نوع انسان کے امامؑ تھے، امیرؑ تھے، بادشاہ و خلیفہ تھے۔ اس سب کے باوجود ہم سے کہا گیا کہ دیکھو ہرگز ہرگز اُنہیں امیر المومنین نہ کہنا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْن۔ سُنئے حدیث کا دوسرا حکم سُنئے:۔

631۔ عمرؓ بن زاہر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضرت امامِ قائمؑ پر یا امیر المومنینؑ کہہ کر سلام کرتے ہیں۔ فرمایا کہ نہیں۔ خداوند عالم نے یہ نام حضرت علی علیہ السلام کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ اُن سے پہلے کسی کا یہ نام نہیں رکھا گیا۔ اور اُن کے بعد کوئی شخص خود کو اس نام سے موسوم نہ کرے گا سوائے کافر کے۔ میں نے عرض کیا کہ میں فدا ہو جاؤں اُن پر کس طرح سلام بھیجنا

عن ابی عبدالله علیه السلام .قال:ساله رجل عن القائم یسلم علیه بامرة المومنین ؟قال: لا: ذاک اسم سمی الله به امیر المومنین علیه السلام ،لم یسم به احد قبله ولا یتسمی به بعده الا کافر، قلت: جعلت فداک کیف یسلم علیه ؟قال یقولون:السلام علیک یا بقیة الله ،ثم قرا بقیة الله خیر لکم ان کنتم مومنین ۔

چاہئے۔ فرمایا کہ وہ کہتے ہیں کہ ’’ السلام علیک یا بقیۃؑ اللّٰہ‘‘ پھر اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی (ھود 11/86) بقیۃ اللّٰہ تمہارے لئے خیر ہے اگر تم مومن ہو‘‘۔ (اصول کافی کتاب الحجۃ باب نادر)

632۔ اس حدیث کے الفاظ میں احتیاط و تبلیغ کی انتہا کر دی گئی ہے۔ قانون استبداد کے آہنی پنجہ کی گرفت سے قطعاً محفوظ رہ

کر صحیح بات اہل ایمان تک پہنچا دی۔ہم جانتے ہیں کہ یہ سب ایک تھے۔یہ سب محمدؐ تھے۔یہ سب صاحب السیف ہیں۔ان میں سے ہر کوئی امیر المومنین ہے۔لیکن وہی سابقہ حدیث والی مصلحت کے تحت نہایت احتیاط سے بتا دیا کہ ان کے سوائے جو لوگ امیر المومنین کہلاتے ہیں وہ خارج از اسلام ہیں۔ساتھ ہی حضرات آئمہ علیھم السلام قانون استبداد کی زد سے محفوظ رہے۔ اسلام کے صحیح عقائد و احکام کو زندگی بھر پھیلاتے رہے۔اور ایک ایسی قوم تیار کی جو باطل کی ہر قوت کا مقابلہ کر سکے۔یہی وہ اسرار و رموز ہیں جن کی حفاظت کی بات بات میں تاکید ہوتی رہی ہے۔یہ وہ احادیث ہیں جن کو سمجھ کر برداشت کرنا اور ان کے منشاء کے مطابق عمل پیرا ہونا امتحان شدہ مومن یا نبی مرسلؐ کا کام ہے۔بہر حال بات یہ ہو رہی تھی کہ محبت سے سرشار قلوب ہر لحمہ فدا کارانہ اقدام کی فکر میں رہتے ہیں۔ان کی زندگی چین و راحت کی غفلتوں میں نہیں گذرتی۔وہی ہیں جنہوں نے حقیقتاً لھو و لعب کو حرام کر رکھا ہے۔جن کا ہر سانس، ہر بات، ہر عمل نتیجہ خیز ہوتا ہے۔جنہیں مکار ترین سیاسئین فریب نہیں دے سکتے جو جُبّہ و دستار میں پوشیدہ ابلیس کو بہر حال پہچانتے ہیں۔اور اُسے ہر گام شکست دیتے ہیں۔

نماز جمعہ اُس ملک میں جہاں امام معصومؑ نے حدود اسلامی جاری کی ہوں

633۔ یہاں تک آپ نے یہ دیکھا ہے کہ حق حکومت صرف امام معصومؑ کو دیا گیا ہے۔ان کے علاوہ خدا کی طرف سے حاکم کہلانا باطل ہے۔اور نماز جمعہ کا قیام منشاء حدیث کی رُو سے صرف اس وقت ہو سکتا ہے جب کہ اسلامی احکامات کو اقتدار و تمکن حاصل ہو۔اھل اسلام کا ایک امامِ معصوم، یا قطعی عالم و عادل امام مبسوط الید موجود ہو۔قانون قرآنی اُس کے حکم سے جاری و نافذ ہو۔نظمیہ و عدلیہ کا مستحکم قیام ہو۔قانون کی اطاعت کرنے والوں کو انعامات خداوندی دئے جانے کا انتظام ہو۔خلاف ورزی کرنے والوں کو صحیح صحیح سزائیں دینے کا بندوبست ہو۔منافقین و مخرّبین کی سرکوبی کے لئے قوت موجود ہو۔عدل و انصاف کے سامنے رکاوٹ نہ ہو۔یہی وہ صورت حال ہے جس کو ظاہر کرنے کے لئے حکومت اسلامیہ کی اصولی شکل پیش کی گئی تھی۔اسلامی قوانین کا آزادانہ نفاذ اور حدود و قصاص کا اِجرا، قیام نماز جمعہ کے لئے ابتدائی چیزیں ہیں۔چنانچہ ایک دوسری حدیث ملاحظہ ہو جو نماز جمعہ کے لازمی قیام کی اسی شرط کو دوسری طرح سامنے لاتی ہے۔

634۔ ''**<u>عن علی علیہ السلام قال: لا جمعة اِلّا فِیْ مِصْرٍیقام فیه الحدود</u>** ''(فرمان مرتضوی الاستبصار)

جمعہ کی نماز ہوتی ہی نہیں سوائے اُس ملک کے جس میں حدود جاری کی جاتی ہوں (باب القوم یکونون فی قریہ...)

اس حدیث میں لفظ مصر کو دیکھ کر بعض علماء نے سختی کے ساتھ اس کے معنی شہر کئے اور پھر یہ سمجھا کہ ایسا شہر تو کہیں کہیں ہی ہو سکتا ہے۔لہٰذا باقی شہروں میں جہاں جہاں حدود جاری نہ ہوتی ہوں۔وہاں کے لوگوں کو نماز جمعہ سے معاف کرنا پڑیگا۔اس لئے اُنہیں اس حدیث کے قبول کرنے میں تکلف ہوا۔مگر اس لفظ ''مصر'' میں معنی کی وہ شدت موجود نہیں ہے جو سمجھی گئی ہے۔پہلی

بات تو یہ ہے کہ یہ لفظ (مصر) قدیم زمانہ سے آج تک کئی معنی میں استعمال ہوتا چلا آیا ہے۔ سب سے موزوں استعمال یہ ہے کہ مصر بمعنی دارالحکومت یا دارالخلافہ بولا جائے۔ اسی بنا پر فراعنہ کے رہنے کے شہر کا نام مصر ہوا تھا۔ ساتھ ہی پورے ملک کے لئے بھی لفظ مصر استعمال ہوتا چلا آتا ہے۔ لہٰذا اگر ہم حدیث کا ترجمہ یہ کریں کہ:۔

۔''نماز جمعہ قائم نہیں کی جاسکتی سوائے اس ملک کے جس میں حدود اسلامی جاری کی جاتی ہوں۔'' یہ ترجمہ قطعی طور پر صحیح بھی ہے اور ساتھ ہی مذکورہ علماء کے منشاء کو بلا تردید حدیث برقرار رکھتا ہے۔ پھر مصر کے معنی حدود یا سرحد بھی ہیں۔ تو معنی ہوں گے کہ کسی ملک کے حدود یا مضافات میں جمعہ اُسی شکل میں ہوگا جب کہ وہاں لاقانونیت نہ ہو۔ اور آپ بخوبی جانتے ہیں کہ جہاں ملکی حدود ملتی ہیں وہاں ایک جگہ ایسی ہوتی ہے جو نہ اُس ملک کی ملکیت ہے۔ نہ اِس ملک کی ملکیت (No man's Land) اور سرحد پر دونوں قوانین میں بارہا تصادم ہوجاتا ہے۔ لہٰذا حدیث ان معنوں میں بھی فٹ ہے۔ پھر مصر کے معنی۔ کسی جگہ کو شہر تعمیر کرنے یا دارالخلافہ تعمیر کرنے کیلئے چننا بھی ہوتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ وہاں تعمیر کے زمانہ میں یقیناً حدود جاری نہ ہوں گی اس لئے۔ وہاں جمعہ کی نماز کا قیام نہیں ہوسکتا۔ پھر ہم عرض کرتے ہیں کہ ایک باقاعدہ حکومت میں ہر تحصیل میں ایک تحصیل دار مقدمات سنتا اور حدود جاری کرتا ہے۔ یعنی متعلقہ ملکی قانون کو نافذ کرتا ہے۔ یہ بات اسلامی حکومت میں اس سے بھی بہتر طریقہ پر ہوگی۔ ادھر ہر قصبہ میں ایک سب انسپکٹر، ہر گاؤں میں ایک مکھیا (عربی اور انگریزی میں شریف) احکامات نافذ کرتا اور سزا جاری کرتا ہے۔ لہٰذا چند جھونپڑے جہاں ہوں وہاں کے علاوہ ہر بستی میں نماز جمعہ قائم ہوگی اور اس حدیث کی شرطیں اسلامی حکومت میں قطعاً پوری کرنا ہونگی۔ اور وہ صرف اس قدر ہیں کہ جہاں جمعہ کی نماز قائم کی جائے وہاں لاقانونیت نہ ہو بلکہ قانون کا تسلط ہو۔ اسکے بعد ایک بہت گھٹیا سا عذر رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ عرف عام میں مصر بڑے شہر کو کہتے ہیں۔ اس لئے ہمیں حدیث قبول کرنے سے انکار ہے۔ ہم مانے لیتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ آپ دوھرا وہم استعمال نہ کریں۔ یعنی اگر ہم یہ معلوم کریں کہ جناب یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں لفظ مصر عرف عام کے معیار پر بولا گیا ہے؟ اس کے جواب میں ہمیں حدیث سے دلیل درکار ہے دوبارہ وہم وظن وتخمین کی اجازت نہیں ہے۔ لہٰذا آپکے اوھام اور ذاتی تخیلات کی بنا پر کتب اربعہ میں واردشدہ حدیث کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں قیام جمعہ کی احادیث میں عوام اور عرف عام کا نہ معیار ہوسکتا ہے نہ عوام اُن احادیث کے مخاطب ہوسکتے ہیں۔ یہ احادیث محض عہدیداران واہل کارانِ حکومتِ اسلامی سے متعلق ہیں۔ خصوصاً صوبیدار اور قاضی حضرات کے لئے ہیں جو اصطلاحات قانونی سے آگاہ ہوں۔ نہ عوام کالانعام۔ بہرحال حدیث میں کسی حیثیت سے نقص نہیں ہے۔ نقص عام طور پر ہماری فکر میں ہوا کرتا ہے اور ہماری فکر گھر کی چاردیواری میں بند رہتے رہتے پردہ نشین وناقص ہوکر رہ گئی ہے۔ یہ حکومت اور حاکمان وقت کی باتیں ہیں۔ اُنہیں اِن احادیث سے کوئی تعلق نہیں ہے جن کو خود اپنے گھر والوں پر

اقتدار حاصل نہ ہو۔ جنہوں نے کبھی اپنے حجرہ کی چھت کے قائم رہنے کا سبب بھی معلوم نہ کیا ہو۔ بہر حال یہ حدیث شریف ہر حیثیت سے واضح کر دیتی ہے کہ نماز جمعہ کا قیام ہر گز نہیں ہوسکتا اگر لاقانونیت کا دور دورہ ہو۔ اور لاقانونیت لازمی ہے اگر امامؑ معصوم کو اقتدار و تسلط حاصل نہیں ہے۔ لہٰذا دوبارہ ثابت ہو گیا کہ جمعہ کی نماز صرف امامؑ معصوم مبسوط الید کے زمانہ میں واجب ہوتی ہے۔ ورنہ ذکر اللہ یا ولایت اللہ کے تسلط کی سعی واجب رہتی ہے اور اس سعی سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہے۔

635۔ آپ دیکھ چکے کہ جمعہ کی نماز کا قیام حکومت کے سربراہ یعنی امام معصوم علیہ السلام اور پھر اُن کے چھ ارکین حکومت پر واجب ہوا تھا۔ یعنی امام علیہ السلام، اُن کا قاضی (قانون کا انچارج) طلبگاران انصاف وعدل (رعایا) گواہان یعنی رعایا میں سے وہ لوگ جو شہادت دینے کی اہلیت وصلاحیت رکھتے ہوں۔ عدل وانصاف کے ہمدرد و بہی خواہ ہوں۔ حدود جاری کرنے والا۔ یعنی وہ ہستی جو سزا دینے میں عزیز واقرباء، اپنا پرایا، محبت وجذبات کی پرواہ نہ کرے۔ بلا دغدغہ، بے دھڑک حقیقی بھائی کی گردن اڑا دے، اپنے باپ کے ہاتھ قطع کر ڈالے اور یہ ناممکن ہے۔ جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ یہ فیصلہ امام معصوم علیہ السلام کی طرف سے ہوا ہے۔ لہٰذا اس حدّ کے جاری کرنے میں ہی ہر شخص کی نجات ہے۔ یہی سبب ہے کہ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:۔ **لا یصح الحکم ولا الحدود ولا الجمعة اِلّا باالامام۔**

۔''احکام کا نافذ کرنا (یا حکومت) اور حدود کا جاری کرنا اور الجمعة کا قیام امامؑ کے علاوہ کوئی بھی صحیح نہیں کرسکتا۔''

اس حدیث کی تفصیل ایک دوسری حدیث میں ملاحظہ ہو جو اصولی بحث میں بھی گذر چکی ہے۔

636۔ ''حقیقت یہ ہے کہ امامت دین کی مہار ہے۔ مسلمانوں کا انتظام کرنے والی ہے۔ دُنیا میں بہبودی واصلاحِ مومنین کا ذریعہ ہے اور غلبہ فراہم کرنے والی ہے۔ وہ ہر لحہ ترقی پذیر اسلام کی بنیاد ہے اور اسلام کی بلند ترین شاخ ہے۔ نماز وزکاۃ، روزہ اور حج وجہاد مال فے (معدنیات، خزینے، سمندروں، دریاؤں، پہاڑوں اور افلاک، ہواؤں اور گیسوں وغیرہ سے آمدنی) میں اضافہ اور صدقات وغیرہ امام (علیہ السلام) ہی کے ساتھ مکمل ہوتے ہیں۔ قانون جزا وسزا اور	**اِنَّ الامامة زمامُ الدین و نظام المسلمین ،وصلاح الدُّنیا وعزّالمؤمنین، انّ الامامة اسّ الاسلام النامی و فرعه السامی، بالامام تمام الصلاة والزکاة و الصیام والحجّ والجهاد وتوفیر الفیءِ والصدقات وامضاء الحدود والاحکام ومنع الثغور والاطراف، الامام یحلّ حلال اللّٰه ویحرم حرام اللّٰه ویقیم حدود اللّٰه ویذبّ عن دین اللّٰه ویدعوالی سبیل ربّه بالحکمة والموعظة الحسنة والحجة البالغة ۔**

احکاماتِ خداوندی کا اجراء اور تحفظ امام ہی کرسکتا ہے۔ اسلامی حدود کی حفاظت اور دشمنانِ اسلام وامن کی روک تھام وہی کر سکتے ہیں امام (علیہ السلام) ہی احکاماتِ حلال وحرام کو صحیح مقام پر نافذ کرسکتے ہیں۔ وہی اللہ کی قائم کردہ پابندیوں کو برقرار رکھوا

سکتے ہیں اور وہی حضرتؑ دینِ خداوندی کا دفاع کر سکتے ہیں۔ وہی بنی نوع انسان کو اپنے بہترین مواعظ اور حکمت اور معجزات سے اللہ کی راہ پر دعوت دے سکتے ہیں۔" (کافی کتاب **الحجۃ باب نادر جامع فی فضل الامام و صفاتہ**)

637۔ اِس حدیث میں امام معصوم علیہ السلام اور ان کی قائم کردہ حکومت کے مقاصد بنیادی حیثیت سے دیئے گئے ہیں۔ یہاں آپ کا کام یہ دیکھنا ہے کہ اگر امام علیہ السلام اپنے مقام پر نہ ہوں۔ اور اُن کی حکومت برسرکار نہ ہو تو مذکورہ بالا تمام چیزیں اُلٹ کر رہ جائیں گی۔ یعنی پھر (1) دین بے مہار اور راہ گم کردہ ہو جائے گا۔ (2) اور دین ہی گمراہ ہو جائے تو پھر اصلاح اور بہبودی اور مسلمانوں کا غلبہ بھی گمراہی، تباہی اور غلامی سے بدل جائیں گے۔ (3) اسلام کی جڑ ہی نہ ہوگی تو اس کی شاخیں، پتے پھل، پھول، سب خشک ہو کر رہ جائیں گے۔ (4) امام علیہ السلام سے رشتہ ٹوٹنے پر نماز نماز نہ رہے گی، زکاۃ وصیام وحج وغیرہ بت پرستی سے بدتر ہو جائیں گے۔ (5) جہاد لوٹ مار بن جائے گا۔ (6) صدقات وغیرہ مفت خوروں کی پرورش کا ذریعہ بن جائیں گے۔ اس سے حرام خوروں کی قوت وتعداد میں اضافہ ہوگا۔ (7) مسلمان تنگ دستی ونکبت کا شکار ہو کر رہ جائیں گے۔ (8) لاقانونیت دین اور قانون بن جائیں گے، جرائم پیشہ اور جرائم عام اور کارثواب ہو جائیں گے۔ (9) مسلمانوں پر اور ان کے بلا امامؑ دین پر کفار غالب ہو جائیں گے، ان کو اپنی رعایا بنالیں گے۔ (10) حرام وحلال کے مسائل بھی اُلٹ جائیں گے سزا وجزا کا قانون بدل جائے گا۔ (11) اسلامی تعزیرات معطل وبے کار ہو جائیں گی۔ (12) دین اللہ غیر محفوظ ہو جائے گا۔ (13) راہِ ابلیس کی طرف دعوت عام ہوگی۔ (14) معجزات کا انکار کر دیا جائے گا۔"

638۔ یہاں آپ کو یہ فیصلہ کرنا ہے اور بلاخوف وخطر یہ بتانا ہے کہ آیا مذکورہ بالا حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ پھر یہ کہ اگر حدیث صحیح ہے تو کیا آج حکومتِ امامؑ معصوم برسرکار ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو کیا مندرجہ بالا تمام چیزیں آج ہو چکی ہیں یا نہیں؟ یاد رکھئے کہ مسلمانوں کا ہر فرقہ آج اُن تمام مصائب وآفات وبے دینی کی شکایت کر رہا ہے۔ اخبار وجرائد اور کتابیں کھل کر وہ تمام چیزیں موجود ہونا مان رہے ہیں جو امامؑ اور انکی اطاعت کے نہ ہونے سے ہونا لازم تھیں۔ آخری بات یہ بتایئے کہ ان حالات میں نماز جمعہ قائم کرنا کیسا ہوگا۔؟ سرکار!! جب روزانہ کی نماز وروزہ وحج وزکاۃ وخمس وجہاد اور دیگر عبادات اور آجکل کا اسلام غلط ہے تو آج کا قائم کیا ہوا جمعہ بھی باطل ہوگا اور بس۔

اس حدیث کو بار بار پڑھیں، غور فرمائیں، دیکھیں کہ کہیں ہم نے غلط ترجمہ تو نہیں کر دیا یا حدیث خود گھڑ کر تو نہیں لکھ دی۔ اگر یہ سب کچھ درست ہے تو پھر یقین کرلیں کہ پھر اس کے علاوہ سب کچھ غلط ہے، باطل ہے، ڈھونگ ہے۔ کمانے کھانے اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کی باتیں ہیں۔ اس حدیث کی رُو سے نماز جمعہ اور اس کا قیام وادائیگی تو ایک طرف آپ کی پنجگانہ نمازیں باطل ہیں۔ اور یہ صرف اس لئے کہ شجر اسلام کی جڑیں کاٹ کر پتوں پر پانی چھڑکنے کو خدمت قرار دے دیا گیا۔ شمرو

یزید ملعون نے جو کچھ کیا تھا اُس کا علاج آسان تھا۔لیکن جو کچھ بعد کے دینداروں نے کیا اس کا علاج ناممکن نہیں تو نہایت مشکل ضرور ہے۔اور پہلا علاج یہ ہے کہ دین کا تحریری مذاق اُڑانے والوں اور فتویٰ بازوں کو یکسر و یک قلم تہہ تیغ کیا جاے۔یہ کام اگر جواں مردانِ اُمت نے نہ کیا تو حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو کرنا ہی ہے۔بہرحال یہ حدیث باطل منصوبوں کی بنیادیں تباہ کردیتی ہے۔مسلمانوں کو تعجب ہوگا کہ ایسی احادیث کی موجودگی میں کیوں اور کس لئے یہ لوگ جمعہ جمعہ پکارتے ہیں۔حالانکہ قیام جمعہ کے مبادیات کی طرف اُن کا خیال تک نہیں جاتا۔بہرحال ہمارا کام ہے کہ ہم مسلمانوں کے سامنے وہ تمام حقائق رکھ دیں جو اس سلسلہ میں مدنظر رکھنا ضروری تھے۔ایک حدیث اور دیکھیں جو صرف اکیلی ہی اُن لوگوں کا منہ بند کرنے کیلئے کافی ہے۔سرکار رسالتؐ نے فرمایا ہے کہ:۔

639۔ **قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم اِنَّ الجمعةَ والحکومةَ لامام المسلمین .**

۔"قیام جمعہ اور قیام حکومت مسلمانوں کے امامؑ کے سوا اور کسی کے لئے نہیں ہے۔"

یہ حدیث اپنی وضاحت کے ساتھ جناب امام باقر علیہ السلام کی زبانی گذر چکی ہے۔یہ تمام ایسے فرمانات ہیں کہ عقل وفکر ان میں نقص نکالنے سے عاجز ہیں۔اسکے برخلاف عمل پر تمام عقلاءِ زمانہ نالاں ہیں۔معصوم حاکم کے احکامات اور منصوبوں کا خطا سے پاک اور کارگر ہونا سب مانتے ہیں۔بحث صرف اس پر ہوتی ہے کہ کون معصوم ہے اور کون نہیں ہے؟ کوئی جاہل ترین شخص بھی اس حدیث کی موجودگی میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ جمعہ کا قیام ہر بے وقوف کرسکتا ہے۔یہی چیز ہے جس پر افسوس کیا جاتا رہا ہے کہ باطل کے حامی و مددگاروں نے قیام حکومت اور قیام جمعہ و جماعت وحدود واحکام کو عام کردیا۔حالانکہ یہ مقام صرف منصوص من اللہ خلفاء علیہم السلام کا تھا۔یہی فرمایا تھا جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے کہ:۔

آئمہ معصومینؑ کی مرضی کے بغیر جمعہ کی نماز حقوق محمدؐ وآل محمدؐ کا غصب کر لینا ہے

640۔ مولانا نے ترجمہ کیا تھا کہ:۔

اللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذا المقام لِخُلَفَآئِکَ و اصفیآئِکَ و مواضع امنَآئِکَ فی الدرجة الر فیعة الّتی اختصصتھم بھا قد ابتزوھا ......حتّٰی عاد صفوتکَ و خلفآئِکَ مغلوبین مقھورین یرون حکمک مبدّلاً و کتابک منبوذًا۔

"بارالہا یہ مقام تیرے خلفاء اور برگزیدہ بندوں کا تھا۔اور یہ تیرے امینوں کا محل تھا۔تو نے اُن کو اس بلند درجے کیلئے خاص کیا تھا۔غاصبین نے اُسے چھین لیا۔"

اس حدیث کو مولانا کی سند حاصل ہے۔وہ مانتے ہیں کہ یہ حدیث جمعہ کی نماز کے متعلق ہے۔(صفحہ 47 جنتری 64ء)اور مزید لکھا ہے کہ آئمہ نے جمعہ کو اس لئے ترک رکھا کہ وہ کسی دوسرے کے پیچھے پڑھ نہ سکتے تھے اور خود بوجہ غلبہ خلفاء جور پڑھا نہ سکتے تھے"۔اس لئے غم وغصہ کے گھونٹ پی کر اپنے شریعت کدہ میں بیٹھ رہتے تھے۔اور بعض اوقات اپنے اس درد

دل کا اظہار بارگاہ ایزدی میں یوں کرتے تھے۔'' (صفحہ 47)

یعنی مولانا مانتے ہیں کہ نماز جمعہ کا قائم کرنا اور اسکے متعلقات کو نافذ کرنے کا مقام محض آئمہ اہل بیتؑ کا تھا جو خلفاء جور نے غصب کر لیا تھا۔ اور اسی مقام کے غصب ہو جانے کی بنا پر امام زین العابدین علیہ السلام اللہ سے اس کا اظہار فرماتے تھے۔ اس طرح مولانا نے تصدیق کر دی کہ قیام جمعہ اور قیام حکومت واقعی آئمہ معصومینؑ کا حق ہے۔ اور نہ صرف اُن کا حق ہے بلکہ وہ ایسا حق ہے کہ اس کے قیام و اہتمام کو اگر کوئی دوسرا ان کی مرضی کے بغیر اختیار کر لے تو وہ غاصب ہے، لعنتی ہے۔ مولانا یہ سب کچھ مان کر بھی یہ کہتے ہیں کہ قیام جمعہ میں نہ اذن امام کی ضرورت ہے نہ خود امام کی موجودگی ضروری ہے۔ حالانکہ اُن کی رضامندی و اجازت کے بغیر قیام جمعہ غاصبوں کا کام ہے۔ یہاں مولانا نے یہ نہ لکھا کہ جمعہ کی نماز ایک عبادت ہے۔ اُسے جو بھی چاہے کر لے اس میں آئمہ کو تکلیف کیوں ہو اور پھر یہ اگر صرف عبادت ہے تو عبادت سے خلفاء جور نے کبھی منع نہ کیا۔ اور نہ یہ حضرات عبادت سے باز رہے۔ اُن کی عبادت مشہور و معروف ہے بلکہ ہم یہ دکھائے دیتے ہیں کہ مولانا کی مرضی کے خلاف آئمہ اہل بیتؑ برابر جمعہ کی نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو ایک ایسی حدیث جس سے مولانا کا الزام قطعاً غلط ثابت ہوتا ہے۔

641۔ امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد بزرگوار علیہ السلام کی وفات سے پہلے وصیت کرنے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرماتے ہیں کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے معتمدین کو بلا کر کاتب کو وصیت کا املا کرایا۔ اس طویل حدیث میں یہ جملہ بھی ہے جو ہم نے آپ کے لئے نقل کیا ہے۔ ترجمہ یہ ہے:۔

واَوْصَی محمد بن علی ابی جعفر بن محمد و امره ان یکفّنه فی برده الذی کان یصلّی فیه الجمعة وأن یعممه بعمامة وان یربّع قبره ویرقعه اربع اصابع ویحلّ عنه أطماره عند دفنه... الخ (اصول کافی کتاب الحجة)

۔''اور محمد باقر ولد علی (زین العابدین) علیہما السلام نے محمدؑ کے بیٹے (امام صادقؑ) جعفرؑ صادق کو یہ وصیت کی اور انہیں حکم دیا کہ انہیں ان کی اُس دھاری دار چادر کا کفن دیا جائے جس کو وہ جمعہ کی نماز میں پہنا کرتے تھے اور اسی عمامہ کو باندھا جائے (جو جمعہ کے روز باندھتے تھے) اور یہ کہ اُن کی قبر کو مربّع کی شکل دی جائے (اوپر سے چپٹی چار کونے والی) اور زمین سے چار اُنگل اونچا کر دیا جائے۔ اور یہ بھی کہ دفن کے وقت اُن کے بند کفن کھول دیئے جائیں۔''

یہ حدیث پڑھئے اور مولانا سے دریافت کیجئے یا خود ہی سوچئے کہ یہ حضرات ہمیشہ نماز جمعہ پڑھتے تھے۔ اور وہ بھی باقاعدہ عمامہ، عبا اور قبا و ردا کیساتھ پڑھتے تھے۔ اور لوگ جانتے اور پہچانتے تھے کہ وہ چادر یا وہ عمامہ کونسا ہے؟ اس کے باوجود مولانا تمام آئمہؑ کو تارک جمعہ فرماتے ہیں۔ اور جناب امام زین العابدین علیہ السلام اللہ سے شکوہ کرتے ہیں کہ ان کا مقام

دشمنوں نے غصب کرلیا۔ معلوم ہوا کہ جس جمعہ کا تذکرہ ہوا ہے وہ وہ جمعہ ہے جس میں باقاعدہ آئمہ اہل بیتؑ کا خطبہ ہوگا جو فرض وواجب ہے۔ جس سے علوم خداوندی اقصاء عالم میں نشر کئے جائیں گے۔ جو حاکم ہونے ہی کی صورت میں آئمہؑ قائم کر سکتے تھے۔ اور یہ جمعہ جو وہ حضرات اور اُن کے متبعین پڑھا کرتے تھے سنت یا سنت موکدہ جمعہ کی نماز ہوا کرتی تھی۔ بتایئے اس سے زیادہ اور کسی ثبوت کی ضرورت کیا ہے؟ مگر ہم چاہتے ہیں کہ جھوٹوں کو گھر تک پہنچا کر چھوڑیں کہ وہ پھر نہ پلٹ آئیں۔

642۔ آپ کو یہاں معلوم ہوگیا کہ جس جمعہ کی نماز کے قیام کو امام مظلوم علیہ السلام اپنا حق اور اپنے مقام کے ساتھ مخصوص قرار دے کر دوسروں کو اسی جمعہ کے قائم کر لینے پر غاصب وظالم ولعنتی قرار دیتے ہیں، جب کہ مولانا اسی جمعہ کو قائم کرنے پر مُصر ہیں اور اسی پر بحث ہے یعنی مولانا اینڈ کمپنی کے نزدیک حقوق محمدؐ وآل محمدؑ کا غصب کر لینا واجب، فرض ولازم ہے۔ ہم کہتے چلے آئے ہیں کہ جب وہ ہمیں حکم اور اجازت نہ دے دیں جمعہ ہی نہیں بلکہ ہر عبادت حرام ہے۔ اور جمعہ چونکہ اُن کے لئے مخصوص ہے۔ یہ کارحکومت ونظم اسلامی کے نافذ کرنے کیلئے ہے۔ اسلئے جب تک امامؑ یا احکامات امامؑ کو غلبہ حاصل نہ ہو حرام ہے، غلط ہے، باطل ہے۔ بس یہ بحث تھی جس پر یہاں تک لکھا گیا ہے۔ نہایت اختصار کے باوجود ہم کئی سو صفحات لکھ چکے ہیں اور ہمارے معیار پر ابھی یہ مضمون آدھا بھی نہیں ہوا ہے۔ نماز جمعہ کے قیام کی بحث دراصل قیام حکومت الٰہیہ کی بحث ہے، فلاح انسانیت کی بحث ہے، کائنات کے تمام علوم واعمال کی بحث ہے جو چند ہزار صفحات میں بڑی مشکل سے سما سکتی ہے۔ ہم تو اس مضمون میں صرف اس قدر طے کر کے چلے تھے کہ مولانا اینڈ کمپنی کی ہر دلیل کا بطلان واضح کر دیا جائے اور بس۔ اس کیلئے ہمیں قارئین کرام کا لحاظ رکھنا ضروری تھا کہ وہ ذرا سا بہتر سمجھ لیں۔ اور گفتگو صرف جناتی ہو کر عالمانہ پابندیوں میں نہ جکڑ جائے۔

تنفیذ امامت میں رموز واسرار۔ منصوبۂ ولایت مخصوص انسانوں کے سوا کسی پر ظاہر نہیں ہوتا

643۔ چونکہ حدیث مندرجہ بالا میں آئمہ علیھم السلام کے اس لباس کا تذکرہ ہوگیا جو وہ حضرات بروز جمعہ، نماز جمعہ کیلئے زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ تو یہاں آپ کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ دشمنانِ اسلام خلافت الٰہیہ کو تسلیم کریں یا نہ کریں۔ مگر خدا اور رسولؐ نے آئمہ اہل بیت علیھم السلام کو "خلیفة اللّٰہ فی الارض" بنایا۔ اُنکی بیعت لی، بیعت کرنے کا حکم دیا اور اُن کیلئے وہ تمام سامان فراہم کیا اور اُن تک پہنچایا جو ایک سربراہ اسلام کیلئے لازم ہے۔ چنانچہ ذرا سا جذبۂ ایمانی کو سامنے لا کر ایک بہت طویل حدیث کا ایک مقام دیکھیں کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے یزید بن سلیط گفتگو کر رہے ہیں۔ اُنکی کوشش یہ ہے کہ امام عصر علیہ السلام اُن سے اسرار ولایت ونظام امامت پوشیدہ نہ رکھیں بلکہ بھروسہ کریں اور شریک اسرار ورموز فرمالیں۔ چنانچہ سوال وجواب جاری ہیں۔ کامیابی رفتہ رفتہ ہوتی جارہی ہے۔ ایک موزوں جگہ پر پہنچ کر عرض کرتے ہیں کہ:۔

" میں نے امام کاظم علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ بھی مجھے اُسی طرح بتا رہے ہیں جیسا کہ آپکے والد علیہ السلام نے مجھے بتایا

تھا؟ مجھ سے فرمایا کہ ہاں بتحقیق میرے والد علیہ السلام جس عہد میں تھے یہ اُن کے ایسا زمانہ نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جو شخص آپکے اس جواب سے مطمئن ہو جائے خدا اس پر لعنت کرے۔اس نے بیان کیا کہ امام کاظم علیہ السلام نے دل کی گہرائی سے خندہ فرمایا (بہت ہی شدت سے ہنسے) اور کہا کے اے ابوعمارہ چل تجھے بتائے دیتا ہوں کہ میں جیسے ہی اپنے مکان سے باہر نکلا تو میں نے اپنے فلاں بیٹے کو اپنی جانشینی کیلئے وصیت کردی اور بظاہر دوسرے بیٹوں کے لئے

فـقـلـت لا بی ابراهیم علیه السلام :فاخبرنی بمثل مَا أخبرنی به اَبُوْکَ علیه السلام .فقال لِی نَعَمْ اِنَّ ابی علیه السلام کا ن فـی زمـانٍ لیـس هذا زمانه .فقلتُ له :فمن یرضی منک بِهٰذَا فَعَلَیْهِ لنعة اللّٰه. قال: فضحک ابو ابراهیمؑ ضحکًا شدیداً،ثُمَّ قَـالَ:اُخبـرک یا ابا عمارة ! اَنِّی خرجت من منزلی فاوصیت اِلٰی ابـنـی فـلان واشـرکت معه بَنَیَّ فی الظاهر و اوصیته فی البـاطـن فافرد ته وحده ولو کان الا مر الیَّ لجعلته فی القاسم اِبْـنِـیْ لـحبّـی ایّـاه ورافتی عَلَیْهِ ولکن ذلک الی اللّٰه عزَّوَجلَّ یجعله حیث یشآء ـولقد جاء نی بخبره رسوّل اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم، ثُمَّ ارانیه وارانی من یکون معه .

وصیت قرار دے کر اُس کا شریک بنا دیا مگر بباطن اُسی کیلئے وصیت کی تھی۔اور اسی کو تنہا مخصوص کر دیا تھا۔اور اگر امامت کیلئے نامزدگی میرے اپنے اختیار میں ہوتی تو میں اپنے بیٹے قاسم کو امام بناتا۔اس لئے کہ میں اسے دوست تر رکھتا ہوں اور اس پر زیادہ مہربان ہوں۔ولیکن امامت کے لئے نامزدگی خالصتاً اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔وہ جسے چاہتا ہے امامت عطا کرتا ہے۔اور بلا شبہ اُس کی امامت کی خبر مجھ تک رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آئی ہے۔اُس کو مجھے دکھایا گیا تھا۔اور مجھے ان کا بھی مشاہدہ کرا دیا گیا ہے جو اس کے ساتھی ہوں گے۔اور اسی طرح سے ہم آئمہ میں سے کسی ایک کیلئے وصیت نہیں ہوتی سوائے اسکے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میرے دادا علی صلوٰۃ اللہ علیہ سے ہم تک خبر نہ پہنچے۔اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک انگوٹھی (مہر) اور تلوار اور عصاء اور کتاب اور عمامہ دیکھا تو ان سے عرض کیا یا رسوؐل اللہ یہ کس لئے (دی جاتی) ہیں؟ فرمایا کہ عمامہ تو اللہ کا سلطان (ہونے کی نشانی) ہے۔رہ گئی تلوار تو وہ اللہ کی طرف سے غلبہ (فراہم کرنے کیلئے) ہے۔پھر کتاب اللہ کا نور ہے اور عصا اللہ کی قوت (کو ظاہر کرتا) ہے۔رہی مہر تو وہ ان تمام چیزوں کا مجموعہ ہے۔''

وَکَـذٰلِکَ لا یـوصـی اِلٰی احـدٍ مـنّـا حتّـی یا تی بخبره رسـول الـلّٰـه صـلـی الـلّٰه علیه وآله وسلم و جدّی عَلیّ صـلـوات اللّٰه علیه وَرَأَیْتُ مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلّم خاتمًا وسیفًا و عَصًا و کتابًا و عمامة، فقلتُ مـا هـذا یا رسول اللّٰه ؟فقال لی اَمَّا العمامة فسلطان اللّٰه عَـزَّوَجَـلَّ واَمَّـا السَّیف فـعـزّ الـلّٰـه تبـارک و تعـالٰـی، واَمَّـاالکتاب فنور اللّٰه تبارک و تعالٰی، وامّا العصا فقوة اللّٰه وامّا الخاتم فجامع هذا الامور .الخ

(کافی کتاب الحجة. باب الاشارہ والنص ابی الحسن الرضا علیہ السلام)

644۔ اس حدیث مبارک میں وہ سب کچھ اصولی حیثیت سے بیان کر دیا گیا ہے جو قیام ولایت کے لئے ضروری ہے اس پوری حدیث کو اصول کافی کتاب **الحجة** سے دیکھنا لازم ہے۔ بہرحال جس قدر ہم نے نقل کیا ہے وہ بتاتا ہے کہ سربراہ اسلام علیہ السلام مستبد و مصنوعی اسلامی حکومت کے اقتدار کے بالمقابل ایک منصوبۂ ولایت چلا رہے ہیں۔ان کے ہم خیال اور پیرو تک بعض اسکیموں اور اقدامات سے ناواقف ہیں۔اسکیم اس طرح چل رہی ہے کہ مخصوص انسانوں کے سوا کسی پر ظاہر نہیں ہوتی۔حتٰی کہ اُن کے بعض صحابہ پر بھی بعض اجزاء ظاہر نہیں ہیں۔اُدھر صحابہ اپنی کوشش اور اسلامی خدمات سے اعتماد امامؑ حاصل کرتے جاتے ہیں اور آخر ایک منزل ایسی آتی ہے کہ مزاج امامؑ پر اطلاع ہو جاتی ہے۔لب ولہجہ سے بات کی اصلیت تک پہنچنے کی صلاحت پیدا ہوتی ہے۔اور آخر وہ مقام آتا ہے کہ امامؑ کو رُوک کرٹوک کر ہمراز بنانے کی عزت مل جاتی ہے۔اُدھر امامؑ علیہ السلام سوالات کا ایسا جواب دیتے ہیں جو ظاہر پہ بالکل فٹ ہو جھوٹ نہ ہو۔مگر حقیقت بھی محفوظ رہتی چلی جائے۔مزاج شناسانِ آئمہ اس راز سے مطلع ہو جاتے ہیں۔اور خود فرمودہ امام علیہ السلام کو امامؑ کے رُوبرو چیلنج کرنے کی جرأت کر کے امامؑ کو یقین دلاتے ہیں کہ سرکار میں بصیرت کی اُس منزل میں ہوں جہاں آپ خود چاہتے ہیں۔لہٰذا اب تکلف برطرف ہو جائے۔ امامؑ کو خوش کرتے ہیں اور صاف کہہ دیتے ہیں کہ میں لعنتی ہی ہو جاؤں اگر آپ کے اس جواب کو آپ کی رضامندی سمجھ لوں۔یہ طریقہ تھا منصوبہ کے اراکین تیار کرنے کا۔پھر حدیث نے بتایا کہ امامت منجانب اللہ ہے۔سو وہ ہے بھی۔نئی بات نہ تھی۔پھر بتایا کہ محبت اور رشتہ اور عصبیت کو امامت میں دخل نہیں ہے۔پھر بتایا کہ ہم تنفیذ امامت میں کس طرح رموز و اسرار کو بر سر کار لاتے ہیں۔ظاہر میں عقلی حیثیت کو مطمئن کرتے ہوئے باطن میں حقیقت کو بحال رکھتے ہیں۔نامزد کوئی اور ہوتا ہے سمجھا کوئی اور جاتا ہے۔تاکہ امامؑ عصر محفوظ رہے۔پھر بتایا کہ یہ نامزدگی گو اللہ کی طرف سے ہو چکی ہوتی ہے۔مگر پھر بھی رسوؐل اللہ اس رسم کو ادا کرنے کے لئے تشریف لاتے ہیں اور **<u>عمامہ، تلوار، عصا، کتاب اور مہر</u>** سپرد کرتے ہیں۔پھر ان میں سے ہر ایک چیز کے امامؑ کو ملنے کی وجہ بیان کی گئی ہے۔ہمیں صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ حقیقتاً ہر امامؑ سلطان ہوتا ہے۔صاحب سیف و عصا ہوتا ہے، وہ مہر امامت رکھتا ہے۔اُسؑ کے پاس کتاب و عمامہ ہوتا ہے۔اور یہی وہ سارا سامان ہے جو نماز جمعہ میں امامت کیلئے ضروری ہے۔اُن کی اجازت سے یہی چیزیں بطور نقل مستحباً ہر پیش نماز کیلئے بتائی گئی ہیں۔تاکہ نمائندگان امامت خود کو امام عصر صلوٰۃ اللہ علیہ کے لباس میں ملبوس رکھ کر اُن کے تعلیم کردہ علوم و ہفتہ وار پروگرام کو پیش کر سکیں۔

<u>کیا عام پیش نماز یا مجتہد یا خود تراشیدہ اعلم، دین کی تمام مصلحتوں سے آگاہ ہے؟</u>

645۔ یہ بات بار بار طے ہو چکی ہے کہ حکومت، قیام عدل اور قیام جمعہ صرف امام علیہ السلام کا کام ہے۔اور جب قیام جمعہ کے مقاصد کو سامنے رکھا جاتا ہے تو ہر انسان اپنے اپنے مقام پر یہ یقین کر لیتا ہے کہ یہ مقاصد سوائے امام زمانہ علیہ السلام کے

دوسرا کوئی شخص پورے نہیں کرسکتا۔ان دونوں باتوں کو سمجھ لینے کے بعد نماز جمعہ کو معصوم امامؑ کے علاوہ کسی اور کا پڑھنا یا قائم کرنا محض حصول ثواب واحترام نماز کے لئے ہوسکتا ہے۔جس کو سنتی جمعہ کی مختلف صورتوں میں ادا کرنے کی اجازت بھی ہے، تاکید بھی۔ لیکن جن اغراض ومقاصد کا نماز جمعہ سے تعلق ہے اُن کو سامنے رکھ کر نماز جمعہ کا قیام کرنا جب کہ امام زمانہ علیہ السلام یا احکامات قرآنی برسر اقتدار نہ ہوں ایک مہمل اور عبث فعل ہوگا۔اور جب کہ اس زمانہ میں اس کے قیام کی ممانعت بھی ہو تو اس ممانعت کے خلاف عمل کرنا حرام مطلق بھی ہوگا۔ یہاں جو کچھ ہم اپنے مخالفین سے چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ ثابت کریں کہ نماز جمعہ کے وہ مقاصد پورے کر سکتے ہیں جو پیرا نمبر 608 کی حدیث میں مذکورہ ہو چکے ہیں۔مثلاً کیا ایک عام پیش نماز یا مجتہد یا آپ کا اپنا خود تراشیدہ اَعلم، دین کی تمام مصلحتوں سے آگاہی فراہم کرسکتا ہے؟ پوری انسانیت کو اُن پر وارد ہونے والے احوال سے مطلع کرسکتا ہے؟ اور اُن تمام احوال سے محفوظ رکھ سکتا ہے جو اُن کے لئے مضرت رسان ہوں؟ کیا وہ بنی نوع انسان کو تمام ایسے اعمال بتا سکتا ہے جن میں صرف منفعت ہی منفعت ہو؟ کیا اس کے علم وفقہ اور فضل سے کسی حیثیت اور کسی مقدار میں بھی کوئی دوسرا انسان بڑھ کر یا افضل نہیں ہے؟ نہ ہوسکتا ہے؟ کیا اُسے یہ دعویٰ ہے کہ وہ اپنے علم وفضل وفقہ سے نماز کو اکمل واتم کر سکتا ہے؟ کیا وہ تمام انسانوں کے قول وفعل حرکت وسکون کو دین کے عین مطابق کر دینے کی قوت وقدرت رکھتا ہے؟ اگر نہیں تو نماز جمعہ کا قیام صرف کار امامت ہے کوئی غیر معصوم ان مقاصد کو پورا نہیں کرسکتا لہٰذا نماز جمعہ کا قیام اس کے لئے ناممکن ہے۔اور اگر کوئی شخص آئمہؑ اثنا عشریہ کے علاوہ اُمت محمدؐیہ میں ان مقاصد کو پورا کر سکنے کا دعویٰ کرے وہ کاذب ہے۔فریب ساز و باطل پرست ہے اور جب کہ اس حدیث میں حصر کر دیا گیا کہ:۔ **ومنها ان الصلاة مع الامامؑ اتّم و اکمل لعلمه وفقهه و فضلـه وعدلـه** ۔تو کوئی دوسرا شخص اُن سے مخصوص چیزوں کا مدعی ہو کر اسلام پر باقی نہیں رہ سکتا۔وہ کافر ہے یا دشمنِ اسلام ہے۔اور حدیث کے آخر میں فرمایا گیا کہ:۔ **ولیـس بفاعل غیره مِمَّن یوم الناس فی غیر یوم الجمعة** ۔اس کے بعد یہ کس منہ سے دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ امام عصر علیہ السلام کا غیر اِن مقاصد کو بہم پہنچا سکے گا۔ یہاں تو صاف کہہ دیا گیا کہ امامؑ معصوم کا غیر یعنی ان کے علاوہ ہر وہ شخص جو جمعہ کے علاوہ امامت کراسکتا ہے یہ کام یعنی قیام نماز جمعہ اور اُن مقاصد کا حصول کرا ہی نہیں سکتا۔ہم نہیں سمجھتے کہ ایسی واضح احادیث کی موجودگی میں ایک عالم شیعہ کیسے نماز جمعہ کے قیام کا فتویٰ دے سکتا ہے؟ ہم اپنے صمیم قلب اور پوری دیانت وامانت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ دشمنان اہل بیتؑ کے علاوہ اس قدر غلط فتویٰ کوئی اور نہیں دے سکتا۔اِلّا یہ کہ اس کے علم میں یہ احادیث نہ ہوں جو ہم نے اس مضمون میں لکھی ہیں۔علل الشرائع میں (صفحہ 264,265) یہ تمام تفاصیل موجود ہیں۔ہم کیسے تسلیم کرلیں کہ ہمارے فاضل عراق نے ان احادیث کو نہیں دیکھا؟ جب کہ ہم نے علل الشرائع خود اُن کے کتب خانہ میں دیکھی ہے۔دوسری صورت وہی ہے کہ نماز جمعہ کو سنت کی تاکید کے ساتھ بجالانے کا حکم دیا جائے اور

واجب کہنے میں انہوں نے تقیہ کیا ہو۔ اگر ایسا ہے تو ثابت ہوا کہ قیام نماز جمعہ میں خود اُن کو خوف لاحق ہے۔ لہٰذا پھر بھی نماز جمعہ کا قیام ممنوع ٹھہرتا ہے۔ اس لئے کہ خوف کا نہ ہونا اوّلین شرط ہے۔

646۔ جب کہ امام علیہ السلام یہ فرما دیں کہ ان کے علاوہ کوئی دوسرا پیش نماز، نماز جمعہ ان کی طرح اور اُن مقاصد کے لئے نہیں پڑھا سکتا۔ تو کوئی متدیّن شیعہ عالم ہرگز اِس کے خلاف فتویٰ نہ دے گا۔ یہی سبب ہے کہ آج اور ہر زمانہ میں ہمارے حقیقی علماء نے ہرگز قیام نماز جمعہ کا فتویٰ نہیں دیا۔ حالانکہ وہ نماز جمعہ کا وجوب ہمیشہ مانتے اور لکھتے رہے۔ اس لئے کہ نماز جمعہ کا واجب ہونا اور بات ہے۔ اور نماز جمعہ کے قیام یا اجراء کو واجب سمجھنا اور بات ہے۔ اور یہ آخری بات ہی زیر بحث ہے۔ قیام حکومت اور قیام جمعہ کو ایک ہی بات ہے۔ لیکن احادیث میں الگ الگ "**الحکومة**" پھر "**الجمعة**" کے الفاظ کے ساتھ ان کا قیام صرف امام علیہ السلام کے لئے مخصوص ہونا بار بار پیش کیا جا چکا ہے۔ اس کیلئے ایک اور حدیث ملاحظہ ہو:۔

اربع اِلٰی الولاۃ الفیٔ والحدود والصدقات والجمعة۔ چار چیزیں والیان امر علیہم السلام کے لئے ہیں۔ "مال فے، حدود کا قیام و اجراء، صدقات اور **جمعة**" اس حدیث کی تفصیل (پیرا نمبر 636 میں) گذر چکی ہے جس میں اتمام و اکمال نماز، زکوٰۃ، صیام، حج اور جہاد بھی امامؑ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ (کافی کتاب الحجۃ) یہاں پر والیان امر سے آئمہ معصومین علیہم السلام مراد ہیں۔ چنانچہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا (کافی کتاب **الحجة**) کہ:۔

نحن ولاۃ امر الله .....الخ۔ ہم دین خداوندی کے والی ہیں۔ لہٰذا پھر معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کا قیام ہرگز کوئی دوسرا شخص نہیں کر سکتا سوائے امام معصوم علیہ السلام کے۔ البتہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ نماز، روزہ، حج، زکاۃ اور صدقات۔ نماز جمعہ، تعزیرات یا حدود کا اجراء، مال فے اور قیام حکومت الٰہیہ خالصتاً امام معصومؑ کے لئے ہوتے ہوئے بھی اُن کی اجازت سے قائم کی جا سکتی ہیں۔ اُن کی اجازت ہی پر بحث ہے۔ اور اُن کی اجازت والی ایک حدیث بھی موجود نہیں ہے جو جمعہ کے قیام کی اجازت دے۔ البتہ جن چیزوں کی اجازت ثابت ہے وہ قائم کی جا سکتی ہیں۔ لیکن جن کی اجازت نہ ہونے کے ساتھ ممانعت ہو۔ اور جن کے مقاصد عصمت کے علاوہ نا قابل حصول ہوں۔ اُن کو قائم کرنا اگر حرام و گناہ نہ بھی ہوتا تو عبث ضرور ہوتا۔ سوائے اس کے کہ مقصد قیام ولایت یا قیام جمعہ کو سامنے رکھ کر اس کی مستحب صورتوں کو وسیلہ بنایا جائے۔ اور بتدریج احکامات معصومینؑ کا اقتدار قائم کیا جائے۔ دشمنان اسلام کا غلبہ مٹایا جائے۔ مسلمانوں سے خوف و خطرات کو دور کیا جائے تا کہ نماز جمعہ کا با قاعدہ قیام عمل میں آ سکے۔ اور جن جن پر وجوب جمعہ کی شرائط عائد ہوتی ہوں ان کو جمعہ کی جماعت میں شامل کیا جا سکے۔ اور یہ سب شامل نہیں ہو سکتے اگر اقتدار اعلیٰ امام معصوم علیہ السلام کے لئے موجود نہ ہو۔ آپ دو خطبے اور دو رکعات پڑھ لیں گے۔ اس میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ لیکن اس سے مقاصد جمعہ تو حاصل نہ ہوں گے۔ اور تو اور مندرجہ تحت حدیث ہی پر آپ سے عمل نہ کرایا جا سکے گا جو خالصتاً امام مبسوط الید کا کام ہے۔

نماز جمعہ کے مقاصد امام معصوم علیہ السلام ہی بہم پہنچا سکتے ہیں

647۔ عَلَى الامامِ اَنْ يخرج المحبوسين يوم الجمعة الى الجمعة .

یہ امامؑ کی ذمہ داری ہے کہ قیدیوں کو جمعہ کے دن جمعہ کیلئے قید سے نکال دے یعنی اِن قیدیوں پر نماز جمعہ واجب ہے۔لیکن اگر ایسا امام موجود نہ ہو جو انہیں نماز جمعہ کے لئے آزادی عطا کرے تو یہ واجب نماز خود بخود ساقط ہو جائیگی۔اور اس کی جگہ ظہر واجب اور نماز جمعہ سنت رہ جائے گی۔یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ امامؑ مبسوط الید کا ہونا لازم ہے۔یہ کام ہر پیش نماز کے بس کا نہیں ہے۔لہٰذا پیش نماز اگر ایک کروڑ بھی موجود ہوں تو بھی اُن کی موجودگی قیام نماز جمعہ کو واجب نہیں کرتی۔اس لئے کہ حدیث میں گذر چکا ہے کہ ایک جگہ پیش نماز موجود ہے لیکن وہ شخص نہیں ہے جو اجتماع عام کا اجازہ دے۔یا اُن کی شیرازہ بندی کی ذمہ داری لے۔تو وہ لوگ جمعہ کے روز نماز جمعہ تو کجا نماز ظہر بھی با جماعت ادا کرنے سے منع کر دئے ہیں۔اگر قیام نماز ظہر میں خوف ہو۔(دیکھو پیرا نمبر 552)اس سے ثابت ہو چکا تھا کہ نماز جمعہ کے ساتھ ساتھ با جماعت نماز ظہر بھی ساقط ہے۔اگر خوف موجود ہو اور جمع کرنے والا موجود نہ ہو۔اور یہ کہ یہ خوف ایسی شرط ہے کہ اگر جمع کرنے والا بھی موجود ہو تو بھی نماز جمعہ و ظہر کا با قاعدہ قیام ساقط رہے گا۔

648۔ ہم نے طرح طرح سے ثابت کیا ہے کہ جمعہ عید ہے بلکہ سب عیدوں سے بڑی عید ہے۔اور عید کی نماز کا قائم کرنا صرف امامؑ عادل یا معصوم کا کام ہے۔لہٰذا جمعہ کی نماز کا قیام بھی امام عصر علیہ السلام کے منصب کی چیز ہے۔اور چونکہ عید کے روز اہل بیت علیہم السلام کا غم تازہ ہو جاتا ہے۔اس لئے کہ قیام جمعہ و جماعت اور دیگر حقوق دشمنان اسلام کے قبضہ میں ہیں۔لہٰذا جب تک یہ حقوق واپس نہ دلا دئے جائیں عید یا جمعہ کی نماز پڑھنا حرام ہے۔حقوق آئمہ علیہم السلام کے غصب کرنے کے مترادف ہے۔البتہ اگر یہ حقوق واپس دلانے میں تمہیں کوئی خوف نہیں ہے۔تو وہ مبسوط الید ہیں۔آگے بڑھئے اور نماز جمعہ کے قیام سے پہلے پہلے یہ حقوق دلا کر امام عصر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تفرّج اور سہولت کے ساتھ ظہور میں مدد دیں۔احکام خدا و رسولؐ پر عمل کیجئے۔انصار اللہ کا لقب لیجئے۔جام شہادت نوش فرمانے کیلئے تیاری فرمائیے۔گردن کو صراحی دار اور لمبا کرنے کے لئے مالش شروع کیجئے۔اور ہماری طرف سے نقد مبارک باد لیجئے۔اور اگر صرف غپ شپ مارنا ہے تو اپنا منہ بند کیجئے۔تاکہ اُمت مسلمہ کے سامنے محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کا صحیح پروگرام آسکے۔اور اہل نظر آپ کی نظر فریبیوں سے محفوظ رہ سکیں۔

649۔ یہ یاد رکھنا لازم ہے کہ قیام نماز جمعہ کے وجوب کو ثابت کرنے میں جو احادیث آج تک لکھی گئی ہیں۔اُن میں صرف وجوب نماز جمعہ پر دلیل ملتی ہے۔اور وجوب نماز جمعہ کا منکر مسلمانوں میں کوئی فقیہ یا مجتہد نہیں ہے۔علاوہ ازیں مولانا کی وہ احادیث جن میں حضرت زرارہ کا تذکرہ ہوا ہے۔ثابت کر چکی ہیں کہ تمام آئمہ علیہم السلام کے صحابہ کا عمل درآمد اسی پر تھا کہ نماز

جمعہ کا قائم کرنا امام معصوم علیہ السلام مبسوط الید کا کام ہے۔اُن کا عمل بتاتا ہے کہ وہ صرف امام معصوم علیہ السلام کے وجود یا معنوی اجازت سے قیام نماز جمعہ کو جائز نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ امامؑ کے مبسوط الید ہونے اور خوف وخطر کے موجود نہ ہونے کی صورت میں نماز جمعہ کے قیام کے قائل تھے۔اور یہ ہی وہ بحث ہے جس سے واجب واجب پکارنے والے ہمیشہ کتراتے چلے آئے ہیں۔لیکن ہماری بحثوں نے یہ ثابت کر دیا کہ نماز جمعہ کا قیام محض امام معصوم علیہ السلام کے دینی اقتدار پر منحصر ہے۔ **ورنہ وہ نماز جمعہ جو واجب وفرض ہے، جس میں دو خطبے اور دو رکعتیں جماعت سے واجب ولازم ہیں، جن میں سورہ جمعہ وسورہ منافقون کا پڑھنا واجب وفرض ہے، جس کے بعد ظہر کی واجب نماز ساقط ہے، جس میں غسل کرنا واجب ہے وہ نماز قائم کرنا حرام ہے۔خلاف منشاء خدا و رسوؐل و آئمہ علیہم السلام ہے۔اور اس کے جائز ہونے کی آیت یا حدیث لانا ناممکن ہے۔جو احادیث اس سلسلہ میں پیش کی گئی ہیں اُن کی پوزیشن واضح کر دی گئی ہے۔وہ سب محض وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔اور یا سنت ومستحب نماز جمعہ کی اجازت دیتی ہیں اور بس۔**

650۔ فقہی بحثوں اور دلائل سے قطع نظر کر کے نماز جمعہ کے مقاصد بتا دیتے ہیں۔کہ وہ مقاصد سوائے امام معصوم علیہ السلام کے دوسرا کوئی انسان بہم نہیں پہنچا سکتا۔لہٰذا اگر اجازت بھی ہوتی تو یہ اجازت محض مستحب جمعہ کی نماز ہی ثابت کرتی۔نماز جمعہ سے متعلق فوائد بہرحال حاصل نہ ہو سکتے تھے۔اس قسم کے وہم میں صرف وہی لوگ اُلجھ سکتے ہیں جو احادیث معصومین علیہم السلام کی مجموعی حیثیت کو سامنے نہ رکھیں۔یا احادیث کو ضعیف وقوی کہہ کر قیاس اور رائے کو اپنا راہنما بنالیں۔ کبھی نہ بھولئے کہ رائے خواہ ایک عامی کی ہو یا مجتہد کی ہو۔تمام بنی نوع انسان کی ہو یا کسی ایک قوم کی ہو۔لُغویین کی ہو یا نحویین کی ہو۔رائے بہرحال دین میں حرام ہے۔اسلام میں دلیل صرف آیت یا حدیث معصوم علیہ السلام ہی کو قرار دیا جائے گا۔ہر وہ رائے جو اِن دونوں سے اختلاف کرے باطل ہے، اغواء ابلیسی ہے، بے عقلی اور حماقت ہے۔

651۔ بار بار ثابت ہو چکا کہ حکومت، اجرائے حدود اور جمعہ کا قیام محض امام معصومین علیہ السلام کا کام ہے۔اس سلسلہ میں علل الشرائع سے ایک مقام اور دیکھتے چلیں۔جہاں اُمت مسلمہ کے سربراہوں کی پوزیشن واضح کی جا رہی ہے۔براہ راست یہی سوال دریافت کیا گیا کہ:۔ **فَاِنْ قَالَ قَائِلٌ وَلِمَ جَعَلَ اُولِی الْاَمْرِو اُمِرَ بِطَاعتِهِمْ قِيْلَ لعلل كَثِيْرَةٍ منها ان الخلق لما وقفوا على حدّ محدود وامروا اَنْ لّا يَتَعدّوا تلك الحدود لما فيه من فساد هم لم يكن يثبت ذلك ولا يقوم اِلّا بِاَن يجعل عليهم فيها امينًا يا خذهم بالوقف عند ما ابيح لهم ويمنعهم من التعدّى على ما خطر عليهم لا نّه لو لم يكن ذلك لكان احد لا يترك لذّته و منفعته لفساد غيره فجعل عليهم قيمايمنعهم من الفساد ويقيم فيهم الحدود والاحكام .ومنها اِنّا لا نجد فرقة من الفرق**

ولا ملة من الملل بقوا وعاشوا الا بقيّم ورئيسٍ لما لا بدلهم منه فی امر الدين و الدنيا فلم يجز فی حكمة الحكيم ان يترک الخلق مما يعلم انّه لا بدلهم منه ولا قوام لهم الا به فيقا تلون به عدوهم و يقسمون به فيئهم و يقيمون به جمعتهم و جماعتهم و يمنع ظالمهم من مظلومهم ۔و منها انه لو لم يجعل لهم اماماً قيمّاً اميناً حافظاً مستودعاً لدرست الملة وذهب الدين و غيّرت السنن والاحكام ولزاد فيه المبتدعون و نقص منه الملحدون و شبهوا ذلک علی المسلمين اذ قدوجدنا الخلق منقوصين محتاجين غير كاملين مع اختلافهم واختلاف اهوائهم وتشتت حالاتهم، فلو لم يجعل فيها قيّماً حافظاً لما جآء به الرسول الاول لفَسَدُوا علی نحوِما بيّناه و غيرت الشرايع والسّنن والاحكام والايمان وكان فی ذلک فساد الخلق اجمعين ۔(علل الشرائع واصول الاسلام باب182 صفحہ 254-253)(یہ بیان برابر جاری ہے)

652۔ اگر کہنے والا یہ کہے کہ سر براہان اُمت کیوں مقرر کئے گے ہیں؟ اوراُن کی اطاعت کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ تو جواب دیا جائے گا کہ اس کے لئے بہت سی وجوہ یا علتیں ہیں۔اُنہی میں سے یہ بھی ایک سبب ہے کہ جب مخلوقات کوایک قائم شدہ حد پر روکا جائے اور حکم دیا جائے کہ وہ اُن حدود سے آگے نہ بڑھیں۔اس لئے کہ اُن سے آگے بڑھنے میں ان کے لئے فساد ہے۔ تو روکنے یا ممانعت کرنے کی وہ وجہ بالکل ثابت اور قائم نہ ہوتی اگر اس معاملہ کے لئے ان کے درمیان ایک صاحب امانت انسان کا تقرر نہ ہوا ہوتا۔وہ ان کوروک کران کیلئے مباح چیزوں پر مطلع کرتا ہے۔اورجن حدود سے گذرنا ممنوع ہےان سے منع کرتا ہے۔اوراگرایسا نہ ہوتا تو کوئی بھی ممنوع چیزوں کو نہ چھوڑتا اور دوسروں کے مفسدہ کی فکر نہ کرتا۔چنانچہ ان کے اوپر ایک قائم رکھنے والے کومتعین کردیا گیا۔جوانہیں فساد سے منع کرتا ہے۔اوران کے درمیان حدود کو برقرار رکھتا ہے۔احکامات خداوندی کو نافذ کرتا ہے۔اورانہی اسباب میں سے یہ بھی ایک سبب ہے کہ ہمیں کوئی فرقہ یا کوئی ملت ایسی نہیں ملتی جو اس دنیا میں فارغ البالی اور کامیابی سے رہتی رہی ہواوران کیلئے کوئی قائم رکھنے والا رئیس نہ رہا ہو۔اس لئے بنی نوع انسان کیلئے لازم و ضروری ہے کہ ان کے دینی ودنیاوی امور کیلئے ایک قائم رکھنے والا ہو۔لہٰذا اللہ کی حکمت میں یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو جان بوجھ کراس لازمی انتظام سے محروم کردے۔لہٰذا ایک قیم کا ہونا لازمی ہے جوان کی تربیت کرے جس کے حکم سے وہ اپنے دشمنوں سے جہاد کریں۔اور مال فے کو حاصل وتقسیم کریں اور جس کے حکم سے وہ جمعہ اور جماعت کو قائم کریں۔اور ظالموں سے مظلوموں کو محفوظ رکھیں۔اورانہی وجوہات میں سے امامؑ کے ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر اللہ نے امانتوں کا حامل، حفاظت کنندہ،صاحب امانت اور کائنات کو برقرار رکھنے والا امامؑ مخلوق کے لئے تجویز نہ کردیا ہوتا تو قومیں تباہ ہوجاتیں۔دین باقی نہ رہتا۔قوانین اوراحکام متغیر ہوجاتے۔تخریب پسندوں کی بھرمار ہوجاتی۔اورمین میخ نکالنے والے دین کو ناقص کرڈالتے۔

اور وہ سب مسلمانوں کو شبہ میں ڈال دیتے اور یقیناً ہم مخلوق خداوندی کو ناقص ومحتاج اور غیر مکمل پاتے۔اور ساتھ ہی ان کے اختلافات ان کے حالاتِ پریشان اور پریشان خیالی بھی حد کو پہنچ گئی ہوتی۔ چنانچہ اگر رسوؐل کے ساتھ آئی ہوئی اوّلین چیز حفاظت کنندہ اور قائم رکھنے والا امامؑ نہ ہوتا تو وہ اسی طرح فساد میں مبتلا ہو جاتے جیسا کہ ہم نے تذکرہ کیا ہے اور شریعتیں متغیر ہو جاتیں۔قوانین اور احکامات اور ایمان سب بدل جاتے۔چنانچہ اس غلط طریقہ پر تمام مخلوقات فاسد وخراب ہو جاتیں۔

653۔ اس بیان میں جو ذمہ داریاں امام معصوم علیہ السلام سے متعلق کی گئی ہیں ان کو کوئی بجا نہیں لاسکتا سوائے امامؑ معصوم کے۔کسی اور کی کیا مجال ہے کہ وہ تمام مخلوقات کے لئے قیم یا قیوم ثابت ہوسکے یا مطلق حافظ اور امین وامام کہلا سکے۔علاوہ ازیں اس بیان میں نماز جمعہ کی پوزیشن قطعاً واضح ہوگئی ہے۔سابقہ احادیث کی طرح یہاں بھی **حکومت،حدود و مال فے اور قیام جمعہ و جماعت کو امام قیم کے ساتھ مخصوص کیا ہے**۔امام علیہ السلام کے بغیر نہ جمعہ قائم کیا جاسکتا ہے۔نہ جماعت صحیح ہوسکتی ہے۔نہ مال فے اور حدود و سنن واحکام کا تحفظ ہوسکتا ہے۔اس کے بعد یہ کہنا کہ مولانا صاحب اور پیش نماز حضرات قیام جمعہ کر سکتے ہیں حماقت وضد پر مبنی ہوگا۔قرآن وحدیث وحقائق اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

مومن کیلئے تمام عقائد حقہ کا علم واطلاع اور عبادات وعقائد کا سبب معلوم کرنا لازم ہے

654۔ شروع میں ہمارا ارادہ تھا اور اس ارادہ کا اظہار بھی کیا گیا تھا کہ ہم آخر میں اپنا موقف لکھیں گے۔لیکن رفتہ رفتہ یہ مضمون اندازہ سے زیادہ طویل ہوگیا۔اسلئے ہم اپنے موقف کو باقاعدہ تفصیل سے لکھنے کے بجائے چند لازمی اجزاء کو نہایت اختصار سے کہہ کر گذرنا چاہتے ہیں۔ برابر یہ خیال دامن گیر ہے کہ قارئین کرام یہ نہ کہیں کہ اپنا وعدہ پورا نہ کیا شاید اس لئے کہ موقف جاندار نہ تھا۔ایسا نہیں ہے۔آئمہ اہل بیت علیھم السلام کے مذہب سے وابستہ ایک ہوش مند انسان کا اپنا کوئی موقف نہیں ہوتا۔اس کا موقف وہی ہوتا ہے جو اُن ذواتِ مقدسہ کا موقف ہے۔اور وہ اگر جاندار نہ ہو تو پھر یہاں جانداری کا تصور ہی غلط ماننا ہوگا۔چنانچہ اس موقف کو جمعہ اور نماز جمعہ سے یا اس مضمون سے وابستہ رکھتے ہوئے پہلی بات یہ عرض کرنا ہے کہ آیت جمعہ میں مومنین مخاطب ہیں۔

1۔لہٰذا **پہلے نمبر** پر آپ مومن بنیں۔مومن کیا ہوتا ہے؟ کیسے بنا جاتا ہے؟ اس کی شناخت وعلامات کیا ہیں؟ اس سب کی تشریح و بیان کے لئے کئی سو صفحات درکار ہیں یہ غپ نہیں ہے۔اس کا نمونہ دیں گے۔

2۔**دوسری** چیز یہ ہے کہ مومن بن جانے کے بعد مومنین کیلئے یہ انتظام فرمائیں کہ وہ ایک آواز پر بلالیت ولعل جمع کئے جاسکیں

3۔ایک آواز پر جمع ہونے میں جس قدر رکاوٹیں ہوں یا آئندہ ہونے کا احتمال ہو ان سب کا تدارک کیجئے۔آواز کا تمام مومنین تک پہنچانا اور اُنکے پہنچنے کی راہوں اور وسائل سے موانع کا رفع کرنا بیان کرنے کیلئے بھی ہزاروں صفحات کی ضرورت ہے۔

یہاں یہ یاد رکھیں کہ یہ آواز بالکل فطری آواز (پکارنا) ہوگی اور پورے گلوب پر ہی نہیں بلکہ پوری کائنات میں بلا رکاوٹ پہنچے گی۔اس کے لئے مادی انتظام بتایا جا چکا ہے۔کوئی نئی بات نہ ہوگی جو احادیث معصومین علیھم السلام کی دلالت مطابقی سے ثابت نہ ہو۔ہم تو ٹیکنیکل اور اہم بحثوں میں محض دلالت مطابقی یا لفظی یا اوّلین معنی اختیار کرنے پر اصرار کرتے ہیں۔البتہ سرسری مقامات پر با محاورہ مفہوم کے اخذ کرنے کو منع نہیں کرتے۔اور **تیسری چیز** ہوگی یا یہ کہیے کہ بنیادی چیز ہوگی علم کا حاصل کرنا۔بلاعلم جمعہ کا قیام خیر ہے نہ ایمان لانا مفید ہے۔نہ کوئی جاہل مومن بن سکتا ہے۔حصول علم فرض ہے جو اس فرض کا تارک ہے اس سے نماز روزہ اور جمعہ و جماعت قبول ہے نہ دین کا کوئی دوسرا حکم وہ پورا کرسکتا ہے۔علم کیا ہے۔کہاں سے حاصل کیا جائے گا؟ اس کو بیان کرنے کے لئے بھی لاکھوں صفحات کفایت نہیں کر سکتے۔**چوتھی چیز** ہے وسعتِ انسانی۔اُسی کیلئے علم وایمان کی قوتیں درکار ہیں۔اُس میں تسخیر کائنات بھی داخل ہے۔اُس کا ذکر بھی قیامت تک لکھتے رہنے کا تقاضہ کرتا ہے۔اُسی سے ذروالبیع پر قدرت ملتی ہے اُسی کیلئے فضل اللہ کی احتیاج ہے۔یہ چاروں چیزیں ہمارے موقف کی حدود اربعہ ہیں۔ان پر جتنا لکھا جائے کم ہی نظر آئے گا۔اہل علم کو یہ چند سطریں باور کرا کر چھوڑیں گی کہ واقعی یہ موقف نہ صرف جاندار ہے بلکہ جو کوئی اس سے آگاہ ہو۔اس پر عامل ہو۔وہ شخص قابل رشک ہے۔اور دشمنان دین کا محسود ہے۔اور یہ پیروانِ محمدؐ وآل محمدؐ کی شناخت ہے کہ ترقی پذیر انسان ان پر رشک کرکے ترقی پذیر ہیں۔اور دشمنان اسلام اُن سے حسد کرکے زوال پذیر ہوتے چلے جائیں۔

655۔ مومن بننے کیلئے تمام عقائد حقہ کا علم و اطلاع لازم ہے۔اس سلسلہ میں ہمارے علماء کرام نے بہت کچھ بیان کر دیا ہے۔اس کو یہاں دوہرانے سے ہمارا دعویٰ صحیح ثابت ہوسکتا ہے۔لیکن ہم نے یہ بھی عرض کیا ہے کہ جو کچھ ہمارے علماء کرام بیان کر چکے وہ کافی ہے مثلاً ''عقائد'' علامہ صدوق علیہ الرحمۃ والراضون کا سمجھ کر پڑھ لینا عقائد حقہ پر کما حقہ مطلع کر دیگا۔لیکن صرف اس اطلاع اور اس کو تسلیم کر لینے سے مومن نہیں بن جاتے۔مومن کیلئے بہت سے اعمال ہیں جن میں سے روزہ نماز وغیرہ عبادت بھی ہیں۔لیکن ان سے بھی پہلے چند چیزیں لازم ہیں۔یعنی عبادات وعقائد کا سبب معلوم کرنا اور اُن متعلقہ نتائج کو مرتب کرا کے چھوڑنا۔صرف اس قدر کافی نہیں ہے کہ نماز کے ارکان بجالائے اور چل دئے۔جیسے کل تھے ویسے ہی آج رہے۔بلکہ آس پاس کے بے نمازوں سے بھی بدتر رہتے چلے گئے اور نمازوں میں مشغول بھی رہے۔چنانچہ نماز کے مقاصد ونتائج کا مرتب کرنا بھی لازم ہے۔صرف نمازیوں کیلئے تو کچھ اچھے الفاظ استعمال نہیں ہوئے ہیں۔ان کی قرآن وحدیث میں مذمت ہوئی ہے۔اس قسم کے نمازیوں سے تارک الصلاۃ اور کافر بدرجہا بہتر اور مفید ہوتے ہیں۔کربلا میں دوسری طرف بڑی سختی سے پابند صوم وصلاۃ لوگ تھے۔مگر اُنہوں نے محمدؐ کا کلمہ پڑھتے ہوئے اُنہی کے بچوں کے خون سے وضو کرکے نمازیں پڑھیں۔ایسے نمازیوں پر ہم ہر نماز میں لعنت کرنے پر مامور ہیں۔بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ایک حدیث نمازیوں کے لئے پھر سُن لیں۔

656۔لا تنظروا الٰی طول رکوع الرجل وسُجوده، فانّ ذلک شَیءُ اعتاده ،فلو ترکه استوحش لذلک ولکن انظروا لی صدق حدیثه واداء امانته ۔(کافی کتاب الایمان والکفر باب صدق واداءالامانة)

کسی مرد کے لمبے لمبے رکوع اور سجود کو کوئی اہمیت نہ دیا کرو۔ وہ تو ایسی چیزیں ہیں کہ اُس نے اُن کی عادت ڈال لی ہے۔ اگر وہ ان کو چھوڑ دے تو اُسے وحشت ہونے لگتی ہے۔ بلکہ تم بات کی سچائی اور امانت داری کو اہمیت دیا کرو۔''

یہی نہیں بلکہ آئمہ معصومینؑ کے نزدیک تو نمازوں وروزوں وغیرہ کی کثرت عبادۃ ہے ہی نہیں۔ وہ تو حکومت الٰہیہ کی فکر میں رہنے کو العبادۃ فرماتے ہیں۔

657۔ تمام اہل عقل کو تجربہ ہو چکا ہے کہ علم وتفکر سے خالی عبادت کرنے والے انسانوں کی ذہنیت بگڑ جاتی ہے۔ان کا مذہب خواہ کچھ بھی ہو وہ بدترین انسان بن جاتے ہیں۔اور اہل مذہب وبے دین دونوں ان کی مذاق اُڑاتے ہیں۔ان کے اعمال وافکار مضحکہ خیز ہو جاتے ہیں اور حقیقتاً وہ دشمنانِ دین ہوتے ہیں۔ بلکہ دین کو دشمنوں سے اس قدر نقصان نہیں پہنچتا جس قدر یہ نمازی صاحبان نقصان پہنچاتے ہیں۔اور اگر خدا نہ کرے یہ لوگ کہیں رٹ رٹا کر دینی سند واجازہ بھی حاصل کرلیں تو پھر یہ لوگ مذہب کے لئے تباہ کن ثابت ہوتے ہیں۔آج کل کے نمازیوں میں آپ کو انشاءاللہ سو فیصد حضرات بالکل ایسے ملیں گے جن کو مقصد نماز پر بھی اطلاع نہ ہوگی۔ایسے لوگوں سے اگر یہ کہہ دیا جائے کہ میں نماز جمعہ میں اس لئے نہیں گیا کہ بارش ہو رہی تھی تو یہ آپ کا منہ نوچ لیں گے۔لیکن افسوس کہ انہوں نے آپ کا منہ نہیں نوچا بلکہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی توہین کر کے جہنمی ہو گئے ہیں یہ تو انہوں نے فرمایا ہے کہ:۔"**لا باس ان تدع الجمعة فی المطر۔**''

''۔اگر بارش میں جمعہ کو نظر انداز کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔''(**الفقیه۔ باب وجوب الجمعة وفضلها...**)

بتایئے ایک پکا نمازی اور خصوصاً نماز جمعہ کے قیام کو واجب سمجھنے والا نمازی مُلّا اگر امامؑ نہ ملے تو کیا اس کی حدیث کا منہ بھی نہ نوچ لے۔واضح رہے کہ **دَعَّ** کے معنی دھکے دے کر اُلٹے پاؤں نکال دینے کے ہیں۔چنانچہ:۔**فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ**o (107/2) پڑھ کر یقین کر لیں ہم نے رعایتاً بامحاورہ ترجمہ ''نظر انداز'' کرنا لکھا ہے۔ یہ ہے مولانا کی واجب نماز جمعہ کا حال جو تمام شرائط کے پورا ہونے پر بھی بارش سے ڈھل کر ساقط ہو جاتی ہے۔

والسلام

ابوجعفر السید محمد احسن عفی عنہ

6 ستمبر 1966ء

الجمعة واجبة

نمبرشمار☆	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار☆	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار☆	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبرشمار☆	عنوانات	صفحہ نمبر

یاداشت: ____________